

ریو آف ریلیجز

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلداول بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء مبراول

فہرست مضامین

مسلمانوں کی غلطیاں ص ۱۹	اشتہار رسالہ ص ۱
عیسائی مذہب ص ۲۲	اغراض و مقاصد رسالہ ص ۳
کفارہ ص ۲۳	گناہ سے کیونکر نجات مل سکتی ہے - ۲۸ تا ۹
سچا علاج ص ۲۴	نیکی اور برائی کی کشش - ص ۹
نجات کی اصلی حقیقت ص ۲۷	آخری جنگ ص ۱۰
مامور آسمانی ص ۲۹	آدم ثانی ص ۱۲
وہائے طاعون ص ۳۱	منار اور مسیح موعود کی آمد ص ۱۳
تجارتی اشتہارات ص ۳۲	جہاد اور ابتدائی اسلامی لڑائیاں ص ۱۵

مطبع فیض عام لاہور میں چھپکر یا ہتمام انجمن اشاعت اسلام ۲۰ پراج کو قادیان ضلع گورداسپور میں

قیمت سالانہ معہ مخصوص ادراک ادا کرنے کا غذیر ہے قیمت سالانہ معہ مخصوص ادراک ادا کرنے کا غذیر ہے

پراسکس

یہ رسالہ انہیں اشاعت اسلام قادیان کے اہتمام سے نکلتا ہے اور پانچ سو روپے ہر مہینہ کی ہیں
 تاریخ کو دارالان قادیان سے شائع ہوا کرے گا۔ مقاصد رسالہ ہذا ہم آگے چل کر بیان کرینگے۔ پہلا
 سوال جو اس رسالے میں پیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ گناہ سے انسان کو کیونکر نجات حاصل ہوتی
 ہے اور اس سے شروع ہو کر نہ صرف تمام مذاہب پر ریویو کرنا اور حق کو باطل سے امتیاز کر کے
 دکھانا اس کا کام ہوگا۔ بلکہ ان تمام مسئلوں کو جن پر مذہب کی بنیاد ہے یا جن کے لئے مذہب وجود رکھتا
 ہے ان کے مد نظر سے علاوہ اس کے اس رسالہ میں ہم تمام اعتراضات کا جواب دین گے جو مخالفین
 اسلام مذہب اسلام یا اس کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اس کی مقدس کتاب قرآن کریم پر کرتے ہیں
 اور اگر کوئی صاحب اس قسم کے اعتراضات لکھتے ہوں تو ان کو چاہئے کہ ایسے اعتراضات کو مدلل کر کے
 ایڈیٹر رسالہ کے پاس بھیجیں اور پھر ان کا جواب وقتاً فوقتاً رسالہ میں شائع ہوتا رہے گا۔
 ہم اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مذاہب کی موجودہ صورت میں
 ایک عظیم الشان تبدیلی اور اصلاح پیدا کرنا اور گناہ سے نجات حاصل کرنا محاط بنانا اور عملی طور
 پر اس پر چلنے کی قوت پیدا کرنا یہ سب ایسے کام ہیں جو انسانی قوتوں کے ذریعے سے ادا ہو
 کر دینا محال امتین سے ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس وقت آسمان ہوا کی ایسی قوت
 عظیم کر دی ہے جس کی رہنمائی سے ہم اس عظیم الشان کام کو پورا کرنے کی امید کرتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ
 تعالیٰ نے اپنے طاقتور ہاتھ کے ساتھ اپنی انزلی اور لاجبیل سنت کے مطابق قائم کیا ہے جو جسکے انتظار
 میں تھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں وہ اگیا ہے خدا کے تعالیٰ کے پاک نبیوں کی اس وقت کا
 ذکر کرنا تھا اور پاک نوشتوں میں خبر دی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں تم فی مشرق سے مبعوث ہوگا

جیسا کہ پہلے آدم کو بھی مشرق کی طرف ہی جگہ دی گئی تھی۔ حضرت میرزا غلام احمد صاحب جنتو اتعالیٰ نے مسیح موعود ہونے کیلئے چن چن کر ایسے ان تمام بپتیسٹکریون کو بورا کر کے دے دیے ہیں جو مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کے مان چلی آئی تھیں کہ ان اور کس غرض کے لئے یہ آفتاب صداقت طلوع ہوا جو ہم کسی اور جگہ بیان کر چکے۔ اس جگہ آپ کا اسم مبارک ظاہر کر نیے ہماری صرف غرض یہ کہ اس کے ہر ایک نمبر میں حضرت موصوف کی طرف سے لطیف اور قیمتی مذہبی مضامین درج ہو کر گئے۔ آپ کے علاوہ دوسرے جلیل القدر علماء و فضلاء کے مضامین بھی اس رسالے میں درج ہوئے۔ جیسے اور اگر کوئی صاحب رسالہ اس کے مقاصد کو نظر رکھ کر رسالے کے کچھ مضامین لکھتا پسند فرما دین تو نہایت خوشی سے قبول کئے جیا و گئے۔

ہم اس امر کے بیان کرنے سے رک نہیں سکتے کہ ہم اس رسالے کو کسی مالی فائدہ کی غرض سے کر رہے ہیں نہین کرتے بلکہ اصل مقصد ہمارا حق کی خدمت ہے۔ مذہب کی گری ہوئی حالت ہی ہماری عظیم کمزوری کے اٹھانے کے لئے جو کہ ہوئی ہو۔ ہم اس بات کو بھی اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ جو صاحب مذہب تعصب کی وجہ سے اپنی رائے اور عقیدہ کو تمام غلطیوں سے ممتاز اور دوسرے کے مذہب کے ہر ایک غوی سے خالی سمجھے بیٹھے ہیں ان کے مذاق ہمارے رسالے کو پسند نہ کر سکیں گے کیونکہ وہ دلائل کو کام لینا نہیں چاہتے بلکہ جو عقیدہ ان کے دلوں میں جم گیا ہو اسی پر اصرار کے ساتھ قائم ہیں۔ یہ رسالہ ان لوگوں کے لئے ہے جو حق کے طالب ہیں اور جو دلائل کے مل جانے پر ہر ایک امر کو قبول کرنے کو تیار ہوں۔ ہمیں اس امر کی کچھ یہ دانشیں کہ فلاں فرقہ یا فلاں اشخاص ہمارے اظہار خیالات کو پسند نہ کریں یا نہیں کیونکہ تاریخی طور پر یہی شہادت ملتی ہے کہ جس شخص نے سچائی کی طرف بلند آواز سے کہا اس کے ساتھ تمام لوگوں نے بڑی طرح سے ہی سلوک کیا۔ کوئی مصلح اور کوئی نبی اس کے مستحق نہیں۔ انسانی فطرت آج بھی وہی ہو جو پہلے تھی۔ اس لئے ہم کسی اور سلوک کی امید نہیں کر سکتے مگر ہر طالب حق پر لازم ہے کہ اس کے لگانے سے پہلے ہمارے دلائل کا اچھی طرح سے موازنہ کر لے۔

مقاصد رسالہ ہذا

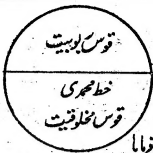
اس رسالہ کے جاری کرنے سے ہماری غرض شہادت ہے کہ دنیا کو اخلاقی اور اعتقادی اور علمی اور عملی سچائی کی طرف کھینچا جائے۔ اور نیز یہ کہ وہ ایک خاص کشش سے ایسے طور پر کھینچے جائیں کہ ان امور کی بجا آوری میں ان کو ایک قوت حاصل ہو کیونکہ یہ مسئلہ نہایت سچا اور قابل قدر کا محض تمکینوں کا علم ہونا نہیں بلکہ پیر قائم نہیں کر سکتا بلکہ ہر ایک زمانہ میں ایک ایسے وجود کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو قدرتی طور پر ایک کشش کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہو مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اس قدر پادری موجود نہ تھا جو اب موجود ہیں اور اس قدر فلاسفہ پائے نہ جاتے تھے جو اب پائے جاتے ہیں اور زمین کی اشاعت کیلئے اس قدر مال موجود نہ تھا جو اب موجود ہے مگر باوجود ان تمام اسباب کے جو عیسائیت کی طرف کھینچنے کیلئے جابجا نظر آ رہے ہیں پھر باعث تحقیق کشش کے نہ ہونے کے حقیقی ثقلے اور پاکیزگی کا وجود جو ہر ٹھیک ٹھیک انجیل کی منشا کے موافق ہونا چاہیے مفقود ہے یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے شہروں میں داخل ہونے والی ایسی سوا قابل نفرت نظارے دکھائی دیتے ہیں اگر حضرت مسیح دوبارہ زندہ ہو کر ان شہروں کا سیر فرماتے تو وہ بہت تعجب کرتے کہ اس بے نیادی اور عیاشی اور نفس پرستی کی زندگی بسر کرنا لے اور دنیا سے دل کھانے والے کیونکر اپنے تئیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ پس بلاشبہ وہ زمانہ جبکہ ایک پاک کشش کا وجود یا ہو چکی تھی یا تھا میں موجود تھا یعنی یسوع مسیح وہ اور قسم کی تاثیرات اپنے اندر رکھتا تھا اور اب یہ زمانہ اور قسم کی طرز عمل نہ تھا اس قدر تفاوت اور فرق کا کیا سبب ہے اس قدر انقلاب کن وجوہ سے پیدا ہو گیا ہے اور اس حقیقی پریشانی سے اکثر لوگ الگ ہو کر بے نیادی اور شراب خوری اور عیاشی اور ستانہ زندگی کو کیوں عادی ہو گئے ہیں اسکیا سبب ہے اور کیوں وہ لوگ دنیا کی فراہمی کیلئے حد سے زیادہ مصروف پائے جاتے ہیں جن کو کمال میں مل کا فکر کرنے سے ممانعت تھی اور کیوں ایسی قوم میں ہزار کلبانیان پیدا ہو گئے ہیں جن کی کتاب میں لکھا تھا کہ جس ایک نامحرم عورت کو بد نظری سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں اس سے نکال کر چکا اور کس وجہ سے ایک یورپین عیسائی جو مثلاً انگلستان کا رہنے والا ہے زنا کے ارتکاب سے جو ایک بے شرم عورت سے توقع میں آدھی جہم ہار کر چلا جائے یا ایکس گراپیسی عورت شادی کرے تو مجرم ہو گیا ایک پاک کشش شہادت دے سکتا ہے کہ حضرت مسیح کا یہی

منشار تھا۔ اور کیا ابراہیم یعقوب موسیٰ۔ داؤد سلیمان خدا کے محمد تھے۔ اور قابل خیر انہوں نے تعداد ازواج کے
 طریق کو حکومت تک بنایا۔ اور کیا جس حد تک یورپین شرابی شہی کی ترقی ہو رہی ہے حضرت سید کاہی منشار تھا۔
 کیا ان تعلیم کا ٹھیک ٹھیک عمل ہو رہا ہے کہ ایک گال پر پانچ کھار دو سری بھی پھردو۔ پھر ان تمام باتوں
 کا کیا سبب ہے۔ کیا یہی نہیں کہ وہ وجود مبارک عیسا یحییٰ میں موجود نہیں جو جویون کے عہد میں موجود تھا
 تو آسمان پر نہیں گیا بلکہ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے اس کی مقدس لاش سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں مدفون ہے مگر
 یہ سچ ہے کہ وہ کشش جو اسکے نبوت کے ساتھ نازل ہوئی تھی آسمان پر چلی گئی ہے۔ اور نبیوں کی کتابوں میں ہے کہ
 ایک مرتبہ پھر وہ کشش ایک اور مظہر لکیز میں پنازل ہو گئی جس میں سبھا جائیگا کہ دوبارہ مسیح آسمان پر نازل ہو گیا
 ان باتوں کے ذکر کر دیکھا ایک اور موقع ہے اور سچ تو ہمارا صرف یہ مطلب ہے کہ اخلاقی اور اعتقادی اور عملی غلطیوں نے
 دلوں میں قائم کر دینے کے لئے صرف کتاب میں کافی نہیں ہیں اور دنیا میں لوگ کافی ہیں کہ بازار میں شکی اور استغناء
 کا مظہر کریں اور پھر جب گھبریں آدین تو چند گلاس شراب کے پیکر جمع کے دس بجنگ خبر ہو کہ گمان تو یہ ہے
 ہے کہ جو آسمان سے آئے ہیں وہی آسمان کی طرف لیجا سکتا ہے اور جو خود دیکھتا ہے وہی دیکھا سکتا ہے اور جو خبر
 ایک پاک تبدیلی کے رنگ میں آتا ہے وہی تبدیلی کر سکتا ہے خدا کے وجود کا لازمی نہایت مخفی ہے اس لازمی حالت
 میں اطلاع ہو سکتی ہے کہ جب انسان زندگی سے نکل کر ایک پاک زندگی حاصل کرتا ہے اس صحت میں ہی
 سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ میری زندگی زندگی سے نکلے اس کا جواب یہ ہے کہ ان فوق العادت تبدیلیوں کے لئے
 ایک صاحب کشش کا وجود ضروری ہے یعنی وہ وجود نہایت پاک اور صاف ہونے کی وجہ سے مستعار کے
 رنگ میں خدا کا مظہر کیلئے آتا ہے جو ہر لیے مادیوں کو دور کرتا اور ان کے عووض میں کیا صاف بخشش ترقی عطا
 فرماتا ہے عقلی زندگی کے عقلی عادتوں کو دور کرتا اور خدا کے پاک اخلاق کی عقلی طور پر حصہ شہنشاہی شمس اور
 قرعے دائمی دورہ پر غور کرو اور پھر سمجھو کہ تازہ روشنی پانے کیلئے ہمیں ہر صبح تازہ طلوع کی ضرورت
 ہے کل کا آفتاب آج ہمارے کام نہیں آسکتا۔ آج کے لہجے کا آفتاب جابجہ شہلاؤں پر رنگ جو بلاطوس
 کے زمانہ میں ہو دیوں میں اٹھا تھا وہ بھی آفتاب تھا مگر صرف ان دنوں تک جب کلاس کی کشش دلوں کو
 ہوتی تھی وہ جبکہ وہ اپنے لوگوں میں ایک فوق العادت زندگی کا نمونہ دکھلا آ تھا وہ آفتاب تو ہے۔
 مگر غروب شدہ اسی وجہ سے وہ روشنی بڑا مسکو دیتی تھی اور وہ چمک جو میرے کے گلے کی طرح ہیں کھو
 ہوتی تھی اس کا سکے نام لہجہ والوں میں نام و نشان نہیں اس چمک کا انسان خدا تو نہیں ہوتا۔ مگر خدا

اس سے جدا بھی نہیں ہوتا وہ الہی طاقتوں کا سرخسہ ہوتا ہے اور خدا کی نادر و نغی قدرتیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں ایسے شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایسے شخص خدا کے ظہور و آثار اور خلقیہ کھلانے میں یعنی الہی طاقتوں کے دکھلانے میں خدا کی گدڑی پر بیٹھے ہیں خدا کی ہوا و ہوا لا شریک مگر ایسے لوگ ہزاروں دنیائے میں ہو گزر رہے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہو جیسے لکڑی کا منہ ہزار آئینہ میں ہزار روکھائی دیکھتا ہے مگر یہ بھی وہ ہزار نہیں بلکہ ایک منہ ہے یہ دنیا ایک انوکھی تاشا ہے اندر رکھتی ہو یا یوں سمجھو کہ خدا اور شیطان کا منہ دیکھنے کیلئے یہ ایک شیش جھلک بعض تیشوں کے مقابل خدا کھڑا ہو گیا۔ پس بالضرورت خدا کا چہرہ ان میں دکھائی دیا اور بعض تیشوں کے مقابل شیطان آچڑھا۔ ان میں شیطان کا چہرہ دکھائی دیا مگر ان اطلال سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ یہ خدا ہیں خدا ایک ہے مگر یہ ہزار ہیں۔ ہزاروں خدا کے منظر ہیں اور ہزاروں شیطان کے منظر۔ یہ ایک دوسرا واقعہ کے مخالف ہے جو شیطان کے کامل مظاہر میں نہ کثرت رکھی جائے اور خدا کا کامل منظر ہر ایک پر خدا آدم کو پیدا کر کے اپنا منظر بنایا۔ اور بعد میں شیطان نے قابل کو اپنا نفل کہہ دیا۔ اس وقت اطلال اوج اور اطلال شیطان کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ کوئی ایک میں خدا کے منظر کو محصور رکھنا غلطی ہے۔ ہر ایک زمانہ کا منظر کا محتاج ہے جیسے کہ تازہ روشنی کا اور جب کسی قوم میں منظر الہی باقی نہیں رہتا تو وہ قوم دنیا کی طرف جھک جاتی ہوا دنگا ہوا ناپاکی سے کر نہیں سکتی رہشادت کیلئے واقعات خارج سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح اپنے شاگردوں میں موجود تھے اس وقت کسی دن رات ان لوگوں کی خدا کی طرف ریلو کی تھی اور جب حضرت مسیح بنیاد نہ رہے اور ان کے شاگرد رہے تب دن بدن انقلاب پیدا ہوتا گیا یہی اسلام کا حال رہا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت زبردست کشش نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی چھوڑ کر خدا پرست بنایا تھا بلکہ حقیقت ان کے اندر سے دنیا کی طلب کو سلب کر دیا تھا اور وہ خدا کو دیکھنے لگے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدا کی راہ میں ایسے دھننے لگوں ہر ایک اربعین و براہیم تھا ان دنوں نے کامل اخلاص سے خدا کا حلال ظاہر کرنے کیلئے اور بتوں کی عزت مٹانے کیلئے وہ کام کر چکے تھے ان کے کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ ان کے اخلاص کی برکت سے فتوحات ملی ہیں وہ کام کئے جو اعلیٰ درجے کی توفیق کی اس زمانہ میں ہوتے ہیں جہاں ہم اس بات کا خیال کریں کہ جب وہ خدمت پر لگائے گئے تب عرب کی

کفر اور بت پرستی کی کیا حالت تھی اور جب وہ خدمت کو ادا کر چکے تو کسی تبدیلی ظہور میں آئی تو ہمیں
 اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ان میں سچائی اور سرگرمی کی فی الواقع روح بھجی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پاک سرگرمی نے فوق العادہ اثر ان میں ڈالا تھا وہ ہر ایک فسق و فجور سے ایسے مجتنب تھے
 خدا کو دیکھ رہے ہیں۔ اور یہی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانی چاہتے تھے پھر جن لوگوں نے ان میں
 کو دیکھا اور یا وہ جہول ان دیکھنے والوں کو دیکھا وہ بھی نسبتاً آئندہ نسلوں کے عام آدمیوں سے
 ایسے ممتاز تھے کہ اگر وہ انکار مانا پاتے تو انکو مسلمان نہ سمجھتے۔ اسکا کیا سبب تھا۔ وہی سبب تھا۔ یعنی
 کشش کرنے والے وجود کا موجود ہونا اسکا زمانہ قریب ہونا پھر یوں اسکے وہ اس تقویٰ پر قائم نہ رہے
 جیسے قرونِ ثلثہ کے لوگ قائم تھے۔ اگرچہ چار باتوں میں مسلمان انکے عیسائیوں کی نسبت عمدہ حالت میں
 ہیں (۱) یعنی وہ حقیقی خدا پر ایمان رکھتے ہیں کسی مخلوق کو خدا نہیں بتایا۔ (۲) شراب خوری جو فحلاقی
 کی سخت دشمن، ورام الخبیث ہے۔ اس میں عیسائیوں کی طرح ترقی نہیں کی۔ بلکہ بہت کم اور جو کم گویا نہیں
 (۳) ایسا ہی قاربازی میں بھی انھیں نسبتاً نہایت کمی پائی جاتی ہے (۴) ایسا ہی جیسی طور پر خدا نے
 ان کے مردوں اور عورتوں کو بیکاری سے بہت محفوظ رکھا ہے اسکا یہ سبب کیا ہے جو دونوں کا سلسلہ
 کبھی بھی ان میں منقطع نہیں ہے چونکہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ بان صاحب کشش کے منقطع ہونے کے زمانہ میں
 انکی حالت پر ہرگز گامی بھی کی پر آجاتی ہے۔ ان تمام واقعات ثابت ہے کہ دنیا کی صلاح کے لئے بہت
 ضروری ہے کہ یہ ایسا زمانہ گذر جائے جس میں صاحب کشش موجود ہو یا اسکی پاک تاثیروں کا زیادہ بھی لگ جائے
 تو قدر سے ہی سنت اللہ ہم ایک اور صاحب کشش پیدا ہونا چاہئے جو تاثیر دن کو بھر قائم کر کے تمام
 پیروی کرنے والی رعوں کی گھاڑیوں کے لئے نئے نئے طرح ہو جائے جو غرض یہ وہ اصل والا اصول کو
 ہے جو تمام مرکز ہدایت اسی پر گھومتا ہے اور میوں کا اسی پر اتفاق ہے کہ پاک تبدیلی کے لئے ایسے
 صاحب کشش کا ہونا ضروری ہے جو متفرق لوگوں کو ایک سو اسٹی کے رنگ میں لاتا ہے۔ اور وہ مضبوط
 رشتے ان میں قائم کرتا ہے (۱) ایک خدا سے کہ وہ اس سے ایسا کامل تعلق کر لیتے ہیں کہ کسی کے ہر سچا میں
 (۲) اور ایک رشتہ باہمی جو انکو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ وجود صاحب میں
 جو صاحب کشش ہو گیا ہے جوئی جو جس دودھ لوگوں کو اپنی ذاتی خاصیت کے سچائی کی طرف بھیجتا ہے
 اسکا جواب خدا کی کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وجود جو انسانوں کو سچائی کی طرف بھیجتا ہے وہ وہ قسم کے

کمال اپنے اندر رکھتا ہے، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی کامل محبت کے ساتھ وہ ایسا محو شدہ
 ہوتا ہے کہ باعث تجاذب طبعی کے الہی انوار اس کو اپنے اندر لے لیتے ہیں اور جیسا کہ مثلاً ایک لوہے کا
 سطرہ جھڑکتی ہوئی آگ سے متاثر ہو کر آگ کی صورت پر آجاتا ہے ایسا ہی طبعی طور پر اس سے بھی
 اچھے خواص صادر ہونے لگتے ہیں۔ ابتدایہ ہوتا ہے کہ اس کی روح سفلی زندگی سے تیار ہو کر طبعانی ہوتا
 ہے کہ تباریکی کے کڑے سے باہر آوے۔ تب اس کی طبیعت کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ تباریکی کے تعلقات کو ترک
 کرے اور ہر ایک روک جو اس میں اور اس کے خدا میں کراسکو دور کرتا ہے اور ہر ایک قسم کی ارضی کا
 کشا فکسے اپنی روح کو الگ کر دیتا ہے اور سیوا کی اور خود نمائی اور خود پرستی اور غیر اللہ کا خوف
 اور غیر اللہ کی امید اور خدا کی راہ میں اپنی نفسانی خواص کو مد نظر رکھنا جو کثافت کی جڑ تھم جاپینے
 نفس سے دور کر دیتا ہے۔ تب اس کا شش ایک پانی کے قطرہ کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہوا چلا جاتا
 اور آخر اس بحر وحدت سے پورا قرب حاصل کر کے الہی اخلاق سے پورا حصہ لیتا ہے اور انجا ہر کار
 اس موافقت نامہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح خدا بنی نوع انسان کو طبعاً محبت کرتا اور ان کی بھلائی
 چاہتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح طبعاً بنی نوع سے محبت کرتا اور ان کے دین اور دنیا کے متعلق بھلائی چاہتا ہے
 اور ان لوگوں کی ہمدردی کے لئے ایک سادہ دل اس کو دیا جاتا ہے جس میں کوئی پیچ اور بل جھیل نہیں ہوتا۔
 اور اس کے کلام میں کسی ہار جیت کا خیال مقصود نہیں ہوتا اور محض رہنمائی اور ہمدردی کا جو شوق تھا جو
 سچی ربوبیت اور سچی رحمت اور سچی عدالت اس کو عطا کی جاتی ہے اور جس طرح یکتہ مبین ایک تصور پر
 منعکس ہو جاتی ہے اسی طرح الہی اخلاق کی تصویر اس کے اندر نقش ہو جاتی ہے۔ اور ان معنوں کا وقتی
 طور پر وہ خدا کا خلیفہ بن جاتا ہے تب وہ خدا جو کسی استعداد کو متعلق کرنا نہیں چاہتا اس کی ان شان میں
 افادہ اور ہمدردی مخلوق کی صفات پاکر زمین کے لوگوں کی طرف اپنے حکم سے اس کو روانہ کرتا ہے تاکہ
 آخوش تربیت میں لیکر سفلی زندگی سے نجات بخشے اسی کی طرف قرآن کفریہ کی آیت شاہدہ کہ
 "وَلَقَدْ بَعَدْنَا لَكَ تَابَ قَوْمِينَ آدُوًا ذَلٰی" یعنی وہ انسان کامل جس پر قرآن نازل ہوا وہ خدا سے
 اس قدر نزدیک ہوا کہ الہی اخلاق سے معمور ہو کر دنیا کی طرف ان کی اصلاح کے لئے اس کو بلاتا
 پڑا اور چونکہ وہ جو ش اس کی فطرت میں کامل طور پر موجود تھے ایک خدا کی محبت کا جو ش اور دوسرا
 مخلوق کی ہمدردی کا جو ش اس لئے اس کا نفسی نقطہ دو قوسوں کے اندر واقع ہو گیا اور جیسا کہ ایک خط



دترود توسون کے اندر ہوتا ہے ایسا ہی اس نے بھی توس ربوبیت اور توس مخلوقیت میں وسط میں جگہ لی اس طرح غرض یہ وہ خلافتی ہر جہ مسئلہ خلافت کی حقیقت کو کھولتی ہے خدا نے جس قدر نبیوں کو دنیا کی اصلاح کے لیے بھیجا پہلے ان کو اس امتحان میں پاس یافتہ قرار دیکر پھر وہ انہ فرمایا

ہے یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ لوگ آپ ہی ظلمت اور تاریکی میں گرفتار تھے اور اس لائق نہ تھے کہ دوسروں کو درست کر سکتے کیا انسانی گوشت میں ایسا کر سکتی ہیں کہ ایک نالایق اور بدچلن کو جس کا کچھ نیک اثر نہ پڑ سکے بلکہ الٹا اثر پڑے عنان حکومت بطور نیابت اسکے سپرد کر دیں پھر خدا کا انتخاب کیوں قابل اعتراض ہو گا اصل بات یہ ہے کہ دنیا ان لوگوں کو جو آسمان سے آتے ہیں نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہوتے اس لئے اندھوں کے آگے نکتہ چینیوں کے نشانہ بننے ہیں چونکہ نور اور ظلمت کی ابتداء سے دشمنی ہو اس لئے ظلمت نہیں چاہتی کہ نور آوے اور زمین کے گوشوں کو مشور کرے ظلمت کے فرزند نور سے بغض رکھتے ہیں اس لئے نور ایک بڑی روحانی طاقت کے بعد آخر فتح پاتا اور ظلمت کا داخل قبض اٹھا دیتا ہے + اور یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ یہ انتظام نامیوں کے پہنچنے کا آگے نہیں بلکہ پیچھے لگایا ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہو خدا اب بھی یہی چاہتا ہو کہ لوگ بدی کو چھوڑ دیں اور ہر ایک پہلو سے امتیازی سے کام لیں۔ تو اب بھی ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جو اپنے اندر نیکی کی طرف کھینچنے کی کشش کھاتا ہو جن میں الہی صفات ہوں جن کی زندگی دوسروں سے ایک کھلا کھلا فرق رکھتی ہو جس کی تعلیم میں کشش کھاتا ہو جن میں فوقی عبادت نشان ہوں۔ سو ہم سب کے اول اس رسالہ میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا مصلح اس وقت کون ہے اور پھر خاص اس رسالہ کے اغراض میں سے دوسری غرض یہ ہے کہ وہ مصلح کن ظاہر اور نشانوں کے نگاہ پر جن میں بنیاد الہیہ نظر آتا ہے پھر تیسری غرض یہ ہے کہ اس کی اصلاحی تعلیم کیا ہے جو پختی غرض یہ ہے کہ وہ کن اعتقادات کو سکھاتا ہے اور کن سے منع کرتا ہے۔ پانچویں غرض یہ ہے کہ وہ کن علوم اور معارف کو لایا اور اسکے معارف کس الہی کتاب کے موافق ہیں اور اس سے نکلتے ہیں چھٹی غرض یہ ہے کہ خدا کی پیروی کے لئے عمل اور سلوک کا وہ کیا راہ سکھاتا ہے یہی سترہ درجہ اہل اغراض اس رسالہ کے ہونگے سو اس کے رسالہ میں ایسے اغراض کا جامہ دیا گیا جو اسلام پر یا قرآن شریف پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا اہل اللہ وقت پر کھایا جائے اور ان سے متفرق نہ کیا جائے جس کا اور ان تمام احوال و زاد و ست باقوں کا مقابلہ کر لیا جو حقوق عبادی و حقوق خدا

کونٹ کترین اور سچائی کا خون کرتی ہیں اور کوئی نیا امواج نہ ہیں نہ نہیں یہ پیش کیا گیا اسکا کھٹا بھی اس کا فوٹو لگا

گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے

اس رسالہ میں ہماری ارادہ ہے کہ دنیا کو دکھائیں کہ جسد ہمارا یہ زمانہ اپنی جسمانی حالت کے رو سے ترقی کر گیا ہے اسی قدر اپنی روحانی حالت کے رو سے تنزل میں آ رہا ہے تاکہ کہ روح میں یہ برداشت ہی نہیں رہی کہ وہ پاک سچائیوں کو کچھ بھی سکیں۔ بلکہ انسانوں پر ایک غور کی نظر ڈالنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ مخفی طور پر ایک بھاری کشش ان کو نیچے کی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ دہم دم ایک گڑھے کی طرف حرکت کر رہے ہیں جس کو دوسرے نقطوں میں منتقل السافین کہہ سکتے ہیں اور استعدادوں پر کیا یا اس آفتل آگیا ہے کہ وہ ایسی چیزوں کی خوبصورتی کی نہایت تعریف کر رہے ہیں جو روحانیت کی نظر سے سخت مکرہ اور بد شکل ہیں۔ ہر ایک کا کشش محسوس کر رہا ہے کہ ایک کشش اس کو نیچے کی طرف لے جا رہی ہے اور زمین کششوں کے برابر اکن شرون سے ایک عالم تباہ ہو گیا ہے۔ پاک سچائیوں کو بھٹکے اور بڑی دیکھا جاتا ہے اور سچ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک طاقت سمجھا جاتا ہے۔ تمام نفوس جو زمین پر ہیں ان کی دنیا پر سرنگون نظر آتے ہیں گویا ایک پتھانی قوت عاجز سے معذور اور مجبور ہے ہیں۔ یہ وہی بات ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ دنیا کا تمام کاروبار کششوں پر ہی چلتا ہے جس میں یونین یقین کی قوت زیادہ ہے وہ اس دوسرے پہلو کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چونکہ یہ خلاقی نہایت ہی صحیح ہے کہ ایک کشش کو صرف وہ کشش زدک سکتی ہے جو اس کی نسبت بہت زبردست اور طاقتور ہو اس لہذا دنیا جو اس کشش کو متاثر ہو کر نیچے کی طرف کھینچی جا رہی ہے اس کا اوپر کی طرف رخ کرنا بالکل جابجائے امید ہے کہ جب تک کہ ایک ایسی مخالفت اور زبردست کشش آسمان سے پیدا ہو جو مخالف پہلو کے یقین کو ٹکرائے یعنی جیسا کہ ایک یقینی نظر سے انسانی بے عملیوں میں فواید اور لذات محسوس ہو رہے ہیں ان سے بڑھکر روحانی حکمون میں فواید دکھائی دیں اور یقین کی نظر سے بری کارکناب کرنے کے برابر شہود ہو جو دل کو پکڑے اور یہ یقین کی روشنی صرف آسمان سے اُس آفتاب کے زیر سے آتی ہے جو اٹل وقت ہوتا ہے اس لئے اس امام کا شناخت نہ کرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے جو شخص کہتا ہے کہ میں اس آفتاب سے

روشنی حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ ہندو مت کے قانون کو توڑنا چاہتا ہے کیا ممکن ہے کہ آفتاب کے
 بغیر آنکھیں دیکھ سکیں گوگرد، کھمبوں میں بھی ایک نور ہے مگر آفتاب کا محتاج۔ آفتاب حقیقی نور ہے
 جو آسمان سے آتا اور زمین کو روشن کرتا ہے اور آنکھیں بغیر اس کے اندھی ہیں اور جس شخص کو اس
 آسمانی نور کے ذریعہ سے تعین پیدا ہو گا اس کو نیکی کی طرف ایک کشش پیدا ہوگی اور اس آسمانی شش
 اور زمینی کشش میں لڑائی ہو نا ایک طبعی امر ہے کیونکہ اس صورت میں ایک کشش نیکی کی طرف کھینچے گی
 اور ایک بدی کی طرف۔ اور ایک مشرق کی طرف دھکا دیگی اور ایک غرب کی طرف اور دونوں کا ہم ٹکرا نا
 اس وقت سخت خطرناک ہو گا جبکہ دونوں میں انتہائی درجہ کی کششیں موجود ہوگی جن کا دنیا کی انتہائی
 ترقیات پر موجود نا ایک لازمی امر ہے پس جب تم دیکھو کہ زمین نے انتہائی درجہ پر ترقی کر لی ہے
 تو سمجھ لو کہ یہی دن آسمانی ترقی کے بھی ہیں اور یقین کر لو کہ آسمان پر بھی ایک روحانی تیاری ہے
 اور وہ ان بھی ایک کشش پیدا ہو گئی ہے جو زمینی کشش سے لڑنا چاہتی ہے پس ایسے دن سخت خفاک
 ہیں جبکہ زمین غفلت اور برائی میں انتہائی درجہ پر ترقی کر جائے کیونکہ روحانی لڑائی کیلئے وہی مدد
 کے دن ہیں جبکہ نبیوں نے طرح طرح کے استعارات میں بیان کیا ہے اور بعض نے اس مثال میں اسکو
 پیش کیا ہے کہ یہ آسمانی فرشتوں اور زمینی شیطانوں کی ایک آخری لڑائی ہے جس پر اس دنیا کا خاتمہ
 ہو گا۔ اور بعض نے اپنی جہالت اور نادانی سے اس لڑائی کو ایک جسمانی لڑائی سمجھ لیا ہے جو تلوار اور
 پتھر سے ہوتی ہیں مگر وہ لوگ غلطی پر ہیں اور اپنی منطقی عقل اور حاکمت سے روحانی جنگ کو جسمانی
 جنگ کی طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ غرض ان دونوں زمین کی تاریکی اور آسمان کے نور کا ایک انتہائی جنگ
 ہے۔ آدم سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام خدا کے مقدس نبی اس جنگ کی طرف اشارات
 کرتے آئے ہیں اور اس جنگ کے سپر لارڈ کے دو مختلف نام رکھے گئے ہیں ایک پجائیوں کو کھینچنا والا
 اور دوسرا پجائیوں کو ظاہر کرنے والا یا دوسرے لفظوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے نورانی
 فرشتوں کے ساتھ اترنے والا اور میکائیل کا منظر اور ایک زمین سے تمام شیطانی تاریکیوں کو بلکھانا
 ہونے والا۔ اور ایلیس کا منظر اور اب جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ زمینی لشکر خوب تیار ہے۔ اور وہ خوب مسلح ہو کر
 کھڑے ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں بلکہ بہت کچھ کھینچ چکے ہیں تو طبعاً یہ نیک خواہش پیدا ہوتی
 ہے اور فرستادہ صحیحہ گواہی دیتی ہے کہ آسمانی گورنمنٹ بھی ان تیاریوں سے غافل نہیں ہے

اُس گورنمنٹ کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ ظاہری شور و غوغا کو پسند نہیں کرتی۔ اور وہ بہت کچھ کارروایاں اندر ہی اندر کر لیتی ہے اور لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ تب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوتا ہے اور زمین پر ایک منار روشن اور نہایت سپید اور وہ آسمانی روشنی منار پر گرتی ہے اور پھر وہ منار تمام دنیا کو روشن کرتا ہے۔ یہ مختصر فقرہ تشریح کا محتاج ہے اور تشریح یہ کہ خدا تعالیٰ کارروائی سلسلہ اگر چہ جہانی سلسلے کے بالکل مطابق ہے لیکن بعض امور میں اس میں وہ خواہر عجیبہ پائے جاتے ہیں کہ جو جہانی سلسلہ میں کھلے کھلے طور سے نظر نہیں آسکتے چنانچہ نبی اکرام کی یہ بھی خاصیت کہ جب سفلی شش اپنا کام کرنا شروع کرتی ہے تو گو وہ کشش آسمانی کشش سے بالکل مخالف ہے۔ تاہم آسمانی کشش اس کشش کے طبعی تقاضا سے پیدا ہوتی شروع ہو جاتی ہے پس یہ امر معقول ہے کہ ان کششوں کو انتہائی درجے کے زور و کثرت کے وقت جو دنیا کا آخری زمانہ ہو ان دونوں میں لڑائی ہونا چاہیے جس کی ذیل اقبال کا تقاضا ہو کہ فرقی مخالفت کو فنا کرے پس جس موقعہ اور محل میں فریقین برابر ہو اقبال و شکوت رکھیں گے۔ ایسے دو فریق بغیر لڑائی کے نہیں رہ سکتے کیونکہ ہر ایک خدا کے نبیوں کی کتابوں میں پیشگوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایسا ہی عقل بھی اس کو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ جب دو مخالفت اور پیرزور کششوں میں باہم ٹکرائے تو ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو فنا کر دے یا دونوں فنا ہو جائیں اور اس لڑائی کے بارہ میں نبیوں کی کتابوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام سے پورا ہزار برس گذر جائیں نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق شیطان قید کیا گیا تھا تو سفلی شش نے زمین پر اپنا رنگ جما شروع کیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جبکہ اسلام اپنی ایک سو نو کے لحاظ سے تنزل کی حالت کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کی روحانی ترقیاں رک گئی تھیں اور اسکی ظاہری فتوحات کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا اور وہ شیطان کے قید ہونے کے دنوں میں پیدا ہوا۔ اور ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا حدیث کا تمام نبیوں نے یوحنا فیقہ تک کو لہی دی ہے۔ اور شیطان کے چھوٹنے پر بیسے ستہ عیسوی کے بعد اسکا تنزل شروع ہو گیا اور وہ آگے بڑھنے سے رک گیا تب شیطان کا کارروایاں رنگارنگ کے پیراؤں میں شروع ہوئیں اور زمین پر یہ یودا بڑھ گیا۔ اور اس کی شاخیں کچھ تو مشرق کی طرف پھیل گئیں اور کچھ مغرب کی انتہائی آبادیوں تک پھیل گئیں اور کچھ جنوب کی طرف اور کچھ شمال کی طرف متوجہ ہوئیں جیسا کہ شیطان کے قید رکھنے کا زمانہ ہزار برس تھا چہر

واقعات خارجہ نے گواہی دی ہے۔ ایسا ہی نبیوں کی پیشین گوئیوں کے رو سے شیطان کے چھوٹنے کا زمانہ بھی ہزار برس ہی تھا جو ہجرت کی چودھویں صدی کے سر پر پورا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ہزار برس خدائی حساب کے رو سے ہے یعنی چاند کے حساب سے اور خدا کی طرف سے یہودیوں اور مسلمانوں کی پیشین گوئیوں کے وقتوں کی شناخت کرنے کے لئے یہی حساب لکھا گیا ہے اور سورج کے دنوں کے رو سے متاثر کرنا انسانوں کی ہمت سے جو پاک نوشتوں کے فساد کے مخالف ہر غرض اس حساب کے رو سے شیطان کی مہلت کے آخری دن ہی ہیں جن میں ہم ہیں لکھو ہونچو لکھو گزری چکے کیونکہ ہجری صدی جس کے سر پر ہزار برس شیطان کے چھوٹنے کا پورا ہو گیا۔ اس کو انیس برس گزر چکے اور شیطان نہیں چاہتا کہ اس سے آزادی اور حکومت عیسائیوں کے لئے جو اسے ناپاوار دونوں کششوں کی لڑائی ہوگی جو ابتدا سے مقدر تھی اور ممکن نہیں ہو کر خدا کا کلام غلط ہوا اور ان دونوں پر ایک دوسری شہادت بھی ہے کہ دنیا کی ابتدا سے یعنی آدم کے ظہور سے آج تک چھٹا ہزار بھی گزر گیا جس میں آدم ثانی پیدا ہونا چاہیے تھا کیونکہ چھٹا دن آدم کی پیدائش کا دن ہے اور خدا کی پاک کتابوں کے رو سے ایک ہزار برس ایسا ہے جیسا کہ ایک دن سوئے اور خدا کی وعدوں کے رو سے انا پڑتا ہے کہ وہ آدم پیدا ہو گیا۔ گو وہ ابھی کامل طور پر شناخت نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس آدم کا مقام جو خدا کے ہاتھ سے تجویز کیا گیا وہ شرقی ہے نہ مغربی۔ کیونکہ ء تورات باب ۲-۱۱ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدم کو ایک باغ میں شرقی طرف جگہ دی گئی تھی پس ضرور ہے کہ یہ آدم بھی مشرقی ملک میں ہی ظاہر ہوتا۔ اول اور آخر کی مماثلت مکانی قائم رہے۔ اور اس اعتراف سے جیسا کہ مسلمانوں کو چار نہیں ویسا ہی عیسائیوں کو بھی کوئی گریز کی جگہ نہیں بشرطیکہ دہریت کی رگ مانع نہ ہو۔ پس اصل حقیقت کے سمجھنے کے لئے کچھ نکلات باقی نہیں رہیں اور یہ مسئلہ نہایت صاف ہے کہ یہ زمانہ نور اور ظلمت کی لڑائی کا زمانہ ہے اور ظلمت نے انتہا تک اپنا کام کر لیا ہے اور یہ امیدیں نہیں کی جاسکتیں کہ بغیر نزول آسمانی نور کے اس ظلمت پر کوئی قیاب ہو سکے اور اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ ظلمت اپنے پورے زور و زین میں چار اور استبدادی کا نیم مردہ چراغ فنا ہونے کے قریب ہے اور رسمی عقیدے اور رسمی علم اور رسمی نمازیں اس روشنی کو بالکل اندھ کر سکتیں جو گم ہو چکی ہے کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! کیا ظلمت ظلمت کو دور کر سکتی ہے؟ کسی طرح ممکن نہیں۔ اب تو ایک جدید منار کی ضرورت ہو جو زمین پر تیار ہو جو جہاں پر

ایمان کے ساتھ اپنی ہوتا آسمانی روشنی اس پر نازل ہوا اور سماوی چراغ اس کو کھجا دے۔ اور پھر تمام دنیا اس روشنی سے منور ہو جاوے گی کیونکہ اگر چراغ اونچے مقام پر نہ رکھا جائے تو کیونکر اس کی روشنی دور دور تک پھیل سکے۔ اب آپ کو یہ سمجھنا باقی ہے کہ سناریا چیز ہے پس باور رکھنا اس نفس مقدس اور ظہار و بلند ہمت کا نام ہے جو انسان کو مکمل کر ملتا ہے۔ جو آسمانی نور پائے کا مستحق جیسا کہ منار کے منے میں یہ مطلب داخل ہے اور منار کی بلندی سے مراد اس انسان کی بلندی ہوتی ہے اور منار کی مضبوطی سے مراد اس انسان کی استقامت ہے جو طرح طرح کے امتحانوں کے وقت وہ دکھاتا ہے اور اس کی سفیدی و بریت ہے جو انجام کار ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ سب کچھ ہو جاتا ہے یعنی جب اس کی علو ہمت اور کمال استقامت اور کمال صبر اور استقلال اور دلالت ساتھ اس کی بریت ایک چمکتے ہوئے منار کی طرح کھپاتی ہے تب اس کی جلالی آمد کا وقت آ جاتا ہے اور پہلی آمد جو ابتدائوں کے ساتھ ہے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے تب وہ روحانیت خدا کی جلالی سرنگین ہو کر اس وجود پر اترتی ہے جو منار کی صورت پر کھڑا ہے تب باذن تعالیٰ خدائی تاثیریں امین پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ آمد ثانی میں ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود کی خاص طور کی آمدی حقیقت کی کامل تصویر ہے اور مسلمانوں میں یہ روایتیں ہیں کہ مسیح موعود منار کے پاس اس آریگا اترنے سے مراد پہلی جلالی طور کی آمد ہے جو خدائی رنگ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ پہلے اس سے زمین پر موجود تھا مگر ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے ہے۔ جینک کہ وہ وقت نہ آوے جو خدا نے مقرر کر دیا ہے۔ خدا کی عادت میں یہ بھی داخل ہے کہ روحانی امور کو ذہن نشین کرنے کیلئے ان کے کسی حصہ کی جسمانی تصویر بھی پیدا کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیت المقدس کی اہیکل اور مکہ معظمہ کا خاند کعبہ یہ دونوں تصویریں روحانی تخلیقات کی ہیں اسی بنا پر شریعت اسلامی میں یہ بھی لایا ہے کہ مسیح موعود منار پر ایمان کے ترپہ نازل ہوگا ایک ایسے ملک میں جو مشرق کے شرقی طرف ہے جیسا کہ آدم کو بھی شرقی طرف ہی جگہ دی گئی تھی اس جلالی آمد سے پہلے ظاہر ہی منار کے بھی نئے جانے میں کچھ ہرج نہیں بلکہ حدیثوں میں بطور پیشگوا کا ذکر پایا جاتا ہے کہ وہ مسیح موعود کی جلالی آمد کے لئے ایک نشان ہوگا جو اس آمد سے پہلے بنایا جائیگا یہ مقدس ہے کہ مسیح موعود کا آمد اور رنگ میں ہوگا اول معمولی طور پر جس میں طرح طرح کے ابتلا بھرے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کی تکلیفوں کا وقت ہے جب یہ دن پورے ہو جائیں گے تب جلالی آمد کا وقت آجائیگا اور ضرور

کہ اس سے پہلے ایک منار تیار ہو جائے جیسا کہ حدیث میں ہے یا جانا ہے کہ اس حقیقت کے دکھانے کے لئے ایک ظاہری منار بھی ہوگا اور وہ باطنی منار کی تصویر ہوگا اور قبل اس کے جوہ جلالی طور نازل ہو دنیا اس کو نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا میں سے نہیں ہے اور دنیا اس سے محبت نہیں کرتی کیونکہ جس خدا سے وہ آیا ہے اس سے بھی دنیا کو محبت نہیں۔ پس ضرور ہے کہ وہ آمد اول میں ستایا جائے اور دکھ دیا جائے اور طرح طرح کے الزام اس پر لگائے جائیں جیسا کہ اسلامی پیشگوئیوں میں لکھا ہے کہ ابتداء میں مسیح موعود کو قبول نہیں کیا جائیگا اور نادان لوگوں کے کہنے اس کی نسبت بہت بڑھ جائیں گے اور شرارتیں انتہا تک پہنچ جائیں گی یہاں تک کہ ایک شخص ظالمانہ طور پر کر کے خیال کر لے گا کہ اس نے بڑی ٹکی کا کام کیا ہے اور ایک لاکھ دیکھ دیکھ کر اسے سمجھ جائے گا اس کے اخیر فعل سے خدا کو راضی کر دے۔ اسی طرح ہوتا رہیگا اور ہر ایک قسم کا زلزلہ اس پر آئیگا اور ہر ایک مصیبت کا لاکھ سامنا ہوگا۔ یہاں تک کہ عادت اللہ اس میں پوری ہو جاوے گی۔ تب اس کے جلالی اندکازت آجائے گا اور مستعد دلوں کی آنکھیں کھولی جائیں گی اور وہ خود بخود سوچنے لگیں کہ یہ کیا بات ہے اور یہ کس قسم کا کاذب ہے جو زیر نہیں ہوتا اور کیوں خدا کی تائید میں اس کے شامل حال ہیں اور ہمارے شامل حال نہیں۔ تب خدا کا ایک فرشتہ ان کے دلوں پر اترے گا اور ان کو سمجھائیگا کہ کیا تمہاری حدیثوں اور روایتوں کی پیشگوئیاں ضروری الوقوع ہیں جو تمہاری روک کا باعث ہیں اور کیا ان سے بعض کی نسبت وضع اور غلطی ممکن اور عمل نہیں اور کیا بعض پیشگوئیاں ان کے استعارات کے رنگ میں پورے ہونا جائز نہیں۔ اور کیا یہودن کی بد نصیبی اور بے ایمانی کا بحر اس کے کوئی اور بھی باعث تھا کہ وہ منتظر رہے کہ تمام باتیں ظاہری صورت میں ہی پوری ہوں۔ اور ان کے خیالات کے مطابق سب کچھ ہو کر نہ ہوا تو پھر جبکہ وہی خدا اب بھی ہے اور وہی اس کی عادت تو کیوں جائز نہیں کہ وہی ابتداء میں بھی پیش آ یا ہو غرض آخر کار انہی خیالات کی طرح طبعاً انسانوں کے دلوں کا رجوع ہو جائے گا جیسا کہ قدیم سے ہوتا آیا ہے +

لیکن یہ بات صحیح نہیں کہ حقیقی دین اور راستبازی کے پھیلانے کے لئے یہ جہانی طوائفوں کا زمانہ ہے کیونکہ انکو اور سچائی کے جوہروں کو ظاہر نہیں کر سکتی بلکہ انکو اور بھی جھپٹاتی اور شبہ کرتی ہے جو لوگ ایسے خیالات کے خواہشمند ہیں وہ اسلام کے دوست نہیں ہیں بلکہ دشمن ہیں اور انکی

فطرت نہایت پست اور سفلی رنگ میں اور ان کی بہتین گری بہوئی اور دل متبعض اور دماغ ابلہ اور طبعیتیں تاریک کہیں کیونکہ وہ مخالفوں کو ایک ایسے اعتراض کا موقعہ دیتے ہیں جو درحقیقت اور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے اسلام اپنی ترقی کو اسلئے جہاد کا محتاج ہے۔ اور یہ اسلام کی سچہ ہے کیونکہ جس مذہب میں یہ قوت ہے کہ وہ اپنی سچائی کو عقلی دلائل سے یا کسی اور قسم کے قابل ہنسک شہادتوں سے یا آسمانی نشانوں سے یا آسانی ثابت کر سکتا ہے۔ ایسے مذہب کے لوگ کچھ ضرورت نہیں کہ جبر سے اور تلوار کی دھمکی سے اپنی سچائی کا اقرار کر اڑے لیکن اگر کسی مذہب میں یہ ذاتی حاجت موجود نہیں اور اپنی کمزوری کا ملواری سے تدارک کرتا ہے تو ایسے مذہب کے چھوٹا ہونے کے لہذا اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس کے کاٹنے کے لئے اسی کی تلوار کافی ہے +

مگر یہ اعتراض کہ اگر جہاد اب جائز نہیں تو اسلام میں اول زمانہ میں کیوں تلوار سے کام لیا گیا۔ یہ مفسر ضعیفین کی اپنی غلطی ہے جو باعت نادا حقیقت پیدا ہوئی ہے انہیں معلوم نہیں کہ اسلام دین کے پھیلانے کے لئے ہرگز جبر کی اجازت نہیں دیتا بلکہ کسی ممانعت قرآن میں موجود ہے کہ فرماتا ہے کہ لا اکرہ فی الدین یعنی دین میں جبر نہیں کرنا چاہئے۔ پھر کیوں تلوار اٹھائی اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب کے جتنی جن میں کوئی تیز اور تہذیب مانی نہیں رہی تھی وہ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے اور جب ان پر توحید اور اسلامی سچائی کی کھلی ہللی دلائل سے حجت پوری کی گئی اور ان کے ذہن نشین کیا گیا کہ انسان ہو کر تھپون کی یوہا کرنا ایک بے رحم غلطی ہے کہ انسانیت کے بھی برخلاف ہو تو وہ ان معقول باتوں کا کچھ بھی جواب نہ دینے لگے اور ان کے جواب ہو جانے سے مسجد راگوں کو اسلام کی طرف حرکت پیدا ہو گئی اور بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو گیا تب انہیں اپنے اہل مذہب کے بچائیکے لئے کوئی تدبیر بخواسکے خیال میں نہ آئی کہ سخت سخت سزاؤں کے ساتھ لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک دین چنانچہ مکہ معظمہ میں ابو جہل وغیرہ کے رئیسوں کی طرف سے یہی عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی تاریخ طے سے دانتوب جانتے ہیں کہ ایسی برہمچی کی وارداتیں مخالفوں کی طرف سے کہ میں کس قدر ظہور میں آئیں اور کتنے بیگناہ ظلم سے اسے گئے۔ مگر لوگ پھر بھی مسلمان ہونے سے باز نہیں آئے تھے کیونکہ ہر ایک کوئی عقلمندانہ بھی جانتا تھا کہ بت پرستوں کے مقابل پر کتنے اسلام معقولیت اور صفائی رکھتا ہے

ناچار جب اس تبریر سے بھی پوری کامیابی نہ ہوئی تو یہ ٹھہری کہ خود اسحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا جاسکے۔ لیکن خدا تعالیٰ آپ کی فکر دین میں لپیٹ لیا۔ مگر کچھ بھی انہوں نے قتل کے لئے نقاب کیا اور کسی صورت میں اپنی عادت کو چھوڑنا نہ چاہا۔ پس اس صورت میں اسلام کے لئے بجز اس کا روائی کے اور کیا چارہ تھا کہ وہ ان حملوں کی ممانعت کرنا اور بیجا حملہ کرنے والوں کو سزا دینا۔ سو اسلام کی لڑائیاں دین بھیلانے کے لئے نہیں تھیں بلکہ مسلمانوں کی جان بچانے کیلئے تھیں کیا کوئی عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ اسلام وحشیانہ پرستوں کے آگے بھی اپنی توحید کی معقولیت ثابت کرنے سے عاجز تھا اور کیا کوئی عقلمند یاد کر سکتا ہے کہ وہ مشرک لوگ جو پیغروں اور جمادات کی پوجا کرتے اور طرح طرح کی ناپاکیاں میں مبتلا تھے اسلام ان کے آگے بھی حجت کے رو سے مغلوب تھا اور تلوار سے کام چلانا چاہتا تھا۔ معاذ اللہ ہرگز یہ خیالات صحیح نہیں ہیں اور جنہوں نے ایسے اعتراض اسلام پر کئے ہیں انہوں نے سراسر ظلم کی راہ سے حقیقت کو چھپایا ہے +

مان یہ سچ ہے اس ظلم سے جیسا کہ مولویوں نے حاصل کیا۔ پادریوں نے بھی ان کو کم نہیں لیا۔ اور اسلام پر اس قسم کے اعتراض کر کے تلوان مولویوں کی باتوں کو خوام کے ذہن میں خوب جھاد یا اور ان کو یہ دھوکا لگا کہ جس حالت میں ہمارے مولوی جہاد کا فتوے دیتے ہیں اور پارسی جو بڑے صاحب علم ہیں وہ بھی یہی اعتراض پیش کرتے ہیں سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت ہمارے مذہب میں جہاد روا ہے۔ اب یہ کس قدر ظلم ہوا کہ دو مختلف شہادتوں سے اسلام پر یہ اعتراض جمایا گیا اگر پارسی ایسا طریق اختیار کرتے اور ایمان داری سے سچ کی پیروی کر کے یہ کہتے کہ یہ مولوی نادانی اور جہالت کا فتوے دیتے ہیں ورنہ اسلام کی ابتدا میں جس صورت نے یہ ضرورت پیدا کی تھی اب وہ صورت اس زمانہ میں موجود نہیں ہے تو امید تھی کہ جہاد کا خیال ہی دینا سے اٹھ جائے مگر خوش مزاج زیادہ سمجھ کم تھی اس لئے حقیقت کو نہیں سمجھا +

مان یہ سچ ہے کہ عرب کے لوگ جب بہت سے مفسدانہ حرکتیں بعد اپنے ناحق کی خونریزیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر میں واجب القتل ٹھہر گئے تھے تب یہ حکم بھی نکلا تھا کہ وہ سب قتل کر لاؤں ہیں مگر کچھ بھی اگر ایمان لے آویں تو سزا سے قتل سے معافی دی جاوے گی۔ غالباً کہ فہم مخی الفون نے اس حکم سے دھوکہ کھایا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ یہ صورت جبر کی نہیں بلکہ واجب القتل کے لئے ایک رعایت ہے

اس کو جو سمجھ لیں اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں۔ وہ لوگ تو قاتل ہونے کی وجہ سے مستوجب قتل تھے نہ کافر ہونے کی وجہ سے اور خدا نے جیم یہ بھی خوب جانتا تھا۔ کہ انہوں نے اسلام کی سچائی کو خوب سمجھ لیا ہے لہذا اس کی رحمت سے تقاضا فرمایا کہ ایسے واجب القتل مجرموں کو بھیج بھی گناہ معاف کرنا ایک موقع دیا جائے سو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اسلام کا ہرگز انتشار نہ تھا کہ کسی کو قتل کر کے کچھ لوگ اپنی خونریزیوں کی وجہ سے قتل کے لالچ تھے ان کیلئے بھی معافی کی ایک راہ نکال دی مگر نہ انہیں اسلام کو یہ مشکلات جا بجا پیش نہ کیں کہ ہر ایک تو مین اس قدر تعصب بڑھا ہوا تھا کہ کوئی عبادہ کسی قوم مین سے اگر مسلمان ہو جائے تو یا تو وہ قتل کیا جائے یا اتھا اور یا اس کی جان سخت خطرہ مین پڑ جاتی تھی اور زندگی اس پر دو بال ہو جاتی تھی۔ تو اس صورت مین اسلام کو مین قائم کرنے کیلئے بھی لڑائیاں کرنی پڑیں اور دیکھو ان صورتوں کے اس ابتلا کے زمانہ مین بھی اسلام نے جنگ کا نام نہ لیا اور اسلام کا ہرگز مقصود نہ تھا کہ مذہب کے لئے وہ جنگ کرے لیکن اس کو جنگ کرنے پر خواہ مخواہ مجبور کیا گیا۔ پس جو کچھ اس سے ظہور مین آیا وہ مخالفت خود اختیار ماری اور ضرورت ملاقہ کے لئے ٹھہرین آیا پھر بعد اس کے ناچھوہ مولویوں نے اس مسئلہ پر اور رنگ چڑھا دیا اور ایک قابل شرم و زندقہ گویا پانچھوہ لیکن یہ اسلام کا قصور نہیں ہے۔ یہ خود ان لوگوں کی عقلوں کا قصور ہے جو انسانی خون کو جاپاکیوں کے خون سے بھی کم قدر سمجھتے ہیں اور ابھی تک خونوں سے سیر نہیں ہوئے بلکہ اسی غرض کیلئے ایک ہدیٰ خونی کے منتظر ہیں گویا تمام قوموں کو یہ ثبوت دینا چاہتے ہیں کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے ہمیشہ جبر و زبردستی کا محتاج رہا ہے اور اس مین کوئی حقیت اور سبک سچائی بھی نہیں +

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حال کے بعض مولوی اس انحطاط پر ابھی راضی نہیں ہیں جو اسلام کو شریک آ رہا ہے اور وہ ایسے عقیدوں پر زور دیکر کسی اور واسطے مقام تک اسلام کو لیجا نا چاہتے ہیں۔ لیکن یقیناً مجھ کو خدا کو منظور نہیں ہے کہ اسلام ایسی ملامتوں اور تہمتوں کا نشانہ بنے۔ نادان مخالفوں کے لئے یہ ابتلا بس ہے کہ وہ اب تک اپنے اس خیال پر جمے ہوئے ہیں کہ گویا ابتدائی زمانہ مین اور بعد مین بھی اسلام اپنی جماعت بڑھانے کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے۔ اب یہ زمانہ دور یہ وقت وہ ہے کہ اس غلطی کو دلوں کے اندر سے نکال دیا جائے نہ یہ کہ اور بھی پختہ کیا جائے۔ اگر اسلام کے مولوی اتفاق کر کے اس بات پر زور دیں کہ وہ وحشی مسلمانوں کے دلوں سے اس غلطی کو نکال دیں تو وہ

بلاشبہ قوم پر ایک بڑا احسان کریں گے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبیوں کی ایک بھاری جڑھ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ سب کراہتیں جو اپنی غلطیوں سے ہمیں مخالف اسلام کی نسبت رکھتے ہیں وہ جاتی رہیں گی تب ان کی نظر میں صاف ہو کر جلد نراس چشمہ نور سے فیض اٹھائیں گی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک خونی انسان کے نزدیک کوئی عینیں آسکتا۔ ہر ایک شخص اس سے ڈرتا ہے۔ خاص کر اگر وہ عورتیں اسکو دیکھ کر کانپتی ہیں اور وہ ایک مجنون کی طرح دکھائی دیتا ہے اور ایک غیر مذاہب کا مخالف اسکے پاس رات نہ سوئے بھی اندیشہ کرتا ہے کہ مبادا آغازی بننے کے لئے رات اٹھ کر اس کو قتل نہ کر دے کیونکہ انہیں ثوابوں کے خیال سے بعض سرحدی اہل کناحق کی خون کر کے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ آج ہم نے اپنے ایک ہی عمل سے بہشت حاصل کر لیا ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے مستحق ہو گئے سو کس قدر جگے شرم پر کو غیر قوموں کو مسلمانوں کی ہمسائیگی سے امان اٹھ گیا ہے اور وہ اپنے دلوں میں کبھی تسلی نہیں کر سکتے کہ اگر موقع پائیں تو یہ قوم ہم سے کچھ نیکی کر سکے گی۔ ایسے خونے بار ناپیش آتے ہیں کہ ایک غیر قوم کے انسان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ در حقیقت مسلمانوں کے اس جیسے ہوئے عقیدہ سے ہراسان اور لرزان نظر آتا ہے +

میں ایک ایسا نظارہ دیکھ چکا ہوں اور وہ یہ کہ شاید ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء کا یہ واقعہ ہے۔ جو ہمارے اس جگہ قادیان میں ایک انگریز آیا اور اس وقت ہماری جماعت کے لوگ بہت جمع تھے اور کوئی دن ہی گفتگو شروع تھی کہ وہ اگر ایک کنارہ پر کھڑا ہو گیا۔ تب اس کو بہت حلق سے بلا لیا گیا۔ اور اپنے پاس بٹھا لیا گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایک سیاح انگریز ہے۔ جو عرب کا ملک بھی دیکھ آیا ہے اور ہماری جماعت کی تصویریں لینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے کام میں اسکو مدد ملی اور اسکو خاطر داری اور دلجوئی کے طور پر کہا گیا کہ وہ چند روز ہمارے پاس رہے۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ جتنا تھا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے بہت مسلمان دیکھے ہیں کہ عیسائیوں کو بے رحمی سے قتل کرتے ہیں چنانچہ اس نے ایسے چند قصے بجا دے کہ بھی سنائے جس میں ایسی وارداتیں بڑی جرمی ہوئیں تھیں تب اسکو ٹیڑھی نرمی اور خلق سے سمجھا لیا گیا کہ یہ جماعت جو احمدی فرقہ کہلاتا ہے۔ ایسے عقائد سے سخت بیزار اور ایسے لوگوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انسانی حقوق کی نسبت جو کچھ فرقے نے کام کرنا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں سے ایسے خیالات کا استیمال کر دیوے۔ تب اسکا دل

مطہن ہوا اور وہ خوشی سے ہمارے پاس ایک رات رہا +

اس قصہ کے بیان سے غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایسے عقیدے جو سراسر خلافِ انجیل ہیں تو ان کو بہت مضحکہ خیز اور ان کے دلوں میں بظنی اور نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں کی سچی ہمدردی کی نسبت ان کے نیک ظن بہت ہی کم ہو گئے ہیں اور اگر کچھ بہن بھی تو بیرو لوگوں کی نسبت جو مولویانہ زندگی نہیں رکھتے اور اسلامی اصولوں کی پابندی کی چستان پر داہنیں کٹے پس جبکہ مسلمانوں کی نسبت اس قدر بظنی بڑھ گئی ہر جس کے بڑانے کے وہ خود ہی موجب ہیں۔ تو کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور گناہ بھی ہو گا کہ ایک دنیا کو ایسے علماء اور ان کے معقدوں نے اسلامی فیوض سے محروم کر دیا ہے۔ کیا ایسا مذہب خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو دل کے اندر اپنی تعلیم کو بغیر اس کے نہیں اتار سکتا۔ جب تک تلوار کی چمک نہ دکھلاوے۔ مذہب سچا تو وہ ہے جو اپنی ذاتی خاصیت اور طاقت سے دلائلِ مبالغہ سے خود تلوار کا کام دے نہ یہ کہ لوہے کی تلوار کا محتاج ہو یہی خرابیاں ہیں جو ہر وقت تقاضا کر رہی ہیں۔ جو کوئی منسلح پیدا ہو جب ہم اسلام کی اندرونی حالت پر غور کریں تو ایسی خونگاہِ حالت ہے جو گویا سورج کو گرہن لگا ہوا ہے اور اس کا بہت سا حصہ تاریک ہو چکا ہے اور کچھ تھوڑا سا باقی ہے۔ مسلمانوں کی عملی حالتیں قابلِ رحم ہیں بعض حدیثیں ایسی بنائی گئی ہیں جو ان کی اخلاقی حالت پر بہت ہی برا اثر ڈالتی ہیں اور خدا کے مقرر کردہ قوانین کی دشمن ہیں مثلاً خدا کے قانون نے انسانوں کی نوع کے لئے تین قسم کے حقوق قائم کئے تھے۔ یہ کہ سگناہ کسی کو متسل ذکر کریں۔ اور کہ بیچیا کسی کی عزت میں خلل انداز نہ ہوں اور یہ کہ بغیر کسی حق کے کسی کا مال نہ لیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ بعض مسلمانوں نے ان تینوں حکموں کو توڑ دیا ہے وہ ایک سگناہ کا خون کرتے ہیں اور نہیں ڈرتے۔ ان کے احمق مولویوں نے ایسے فتوے بھی دے رکھے ہیں کہ غیر قوموں کی عورتوں کو حیض کو وہ کا قراور بیدین کہتے ہیں کسی جیل سے بکھلیا جانا جائز ہے یا کھلیا۔ اور پھر اپنی عورت بنا دے اور ایسا ہی کافروں کا مالِ خیانت اور چوری کی راہ سے لینا روا ہے کوئی گناہ نہیں۔ اب سوچنا چاہئے کہ جس مذہب میں اس قدر خرابی پیدا ہو جائے کہ اس میں ایسے ایسے بھی مولوی فتوے دیئے وائے موجود ہیں وہ مذہب کس قدر خطرناک ہے انہیں ہی نفس پرست لوگوں نے یہ سب فتوے اپنی طرف سے بنا لئے ہیں اور خدا اور رسول پر افترا کیا ہے

یہ تمام گناہ جو نادان وحشی کر رہے ہیں سب ان کی گردن پر ہے۔ وہ بھیڑیے ہیں مگر بھڑوں کے لباس میں ظاہر ہوتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ زہر ہیں مگر اپنے تئیں زہرِ بوسورت تریاق دکھاتے ہیں وہ اسلام کے لئے اور خدا کی مخلوق کے لئے سخت بدخواہ ہیں اور ان کے دل مرد اور ہمدردی سے خالی ہیں مگر اپنے تئیں چھپاتے ہیں۔ وہ مکاری سے وعظ کرتے اور اپنی نفسانی اغراض و فطرت رکھتے ہیں۔ وہ زہرِ امانہ لباسوں میں مسجدوں میں آتے مگر فاسقانِ عادتین ان کے چھپی ہوئی ہیں۔ یہ ایک ملک کی حالت نہیں ہے اور نہ کسی خاص شہر کی نہ کسی خاص فرقہ کی بلکہ تمام اسلامی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے جو علماء و کہلاتے اور مولویانہ جتنے پیستے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہے اپنی صورتیں مندرتین لوگوں کی طرح بنائیں۔ امان کو بہت بزرگ اور مقدس سمجھا جائے مگر ان کے اعمال گواہی دیتے ہیں کہ وہ کیا ہیں اگر سیرت کے انسان ہیں وہ نہیں چاہتے کہ دنیا میں بھی پاکیزگی اور سچی ہمدردی پھیلے کیونکہ کہیں وہ اپنا نقصان کرتے ہیں +

غرض آج کل اسلام بڑی مشکلات میں پھنس گیا ہے۔ اکثر روئین مگرٹی ہیں ان میں نیکی کی طرف دورہ حرکت نہیں اعتدال کو ان لوگوں نے یک نیت چھوڑ دیا ہے۔ ان میں ایک وہ گروہ ہے جو قبرِ دن کی پوجا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا حواف بجالاتے ہیں اور اپنے پیروں کی رعون کو ایسا قادر اور متصرف جانتے کہ گویا سب کچھ ان کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ اکثر گدیابان ایسے ہی پاؤ گئے جن کے ساتھ قبر بھی ہے جن کی اپنے مریدوں سے پوجا کو تہیز اور اگر کوئی ان سے کرامت کا طالب ہوتا ہے تو صاحبِ قبر کی زہروں کو تین سناوتیں ہیں اور ثبوت ایک کا بھی نہیں ان کے نزدیک اسلام کا معز قبر پرستی سے اور تمام دوسرے مسلمانوں کو گمراہ جانتے ہیں۔ یہ تو وہ فرقہ ہے جس نے افراط کی راہ لی ہے ان کے مقابل پہلے تو یہ گمراہ بھی موجود ہے اور وہ انکار کرنے میں عدسے لگ رہے ہیں یہ ان تک ولایت تو ولایت ان کے نزدیک نبوت بھی کچھ چیز نہیں۔ معجزات سے وہ قطعاً منکر ہیں اور ان چہرہ اڑھٹھا اڑھٹھا ہیں اور وحشی کی یہ قیہ کرنے ہیں کہ وہ صاحبِ کتاب کے اپنے دل کے ہی خیالات ہوتے ہیں اور سکول کے خیالات کی تراش و تراش میں ایک ملکہ ہوتا ہے اور ایسی پیشگوئی جو عقلی فراست کی۔۔۔ سے دور ہو

اور خالص غیب کی خبر ہو تو ممکن ہے غرض انکے نزدیک نہ خدا کی طرف سے کوئی وحی نازل
 ہوتی ہے اور نہ جو کچھ چیز ہے اور نہ پیشگوئی کچھ حقیقت رکھتی ہے اور مردوں کی قبریں
 صرف خاک کا ڈھیر ہے جن کے ساتھ روح کا کوئی علاقہ نہیں۔ اور مردوں کا حاجی اٹھنا کھڑکی
 زنا نہ کی کہ انہیں ہیں۔ اور آخرت کا فکر دوا انگلی ہے۔ اور تمام عقلندی اسی میں ہے کہ دنیا کیلئے
 کی لیاقتیں حاصل کریں۔ اور جو لوگ دن رات دنیا میں اور دنیا کی کارستانیوں میں مشغول
 ہیں ان کی پیروی کریں اور ایسے ہی بن جائیں +

یہ افراط فراطیہ تو مسئلہ نبوت اور معاد کے متعلق ہے۔ مگر بجز اس کے بات بات میں مسلمانوں کے
 امور معاشرت میں افراط فراطیہ پائی جاتی ہے۔ کلام میں اعتدال پایا جاتا ہے۔ نہ کام میں۔ نہ
 اخلاق میں نہ نکاح میں نہ طلاق میں نہ اساک میں نہ اتفاق میں۔ نہ غضب میں نہ رحم میں نہ انتقام
 میں نہ عفو میں۔ غرض اس قوم میں عجیب قسم کا طوفان بے تیزی برپا ہے حالات کا کچھ انتہا نہیں
 ضلالت کا کچھ حد و پیمانہ نہیں سمجھ سکتے وہ قوم جو حیدر اور سیانہ روی کا عالم یہ ہیں کہ دنیا میں
 ظاہر ہوئی تھی اس کی بے اعتدالیوں کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ دوسری قوموں پر انہیں
 اور کیا ذکر +

عیسائی قوم کام کر ایسی زمین میں جس میں زیر کی اور قوی دماغی کی لطافت بہت کچھ امیرین
 و لائق تھی لیکن انھوں نے سب کو کھنڈ کر ڈالا ہے کہ دین اور توحید کے معاملہ میں انہوں نے بھی طبعی اور
 فلسفہ پر ہلکا ڈوب دیا ہے۔ ایک طرف جب ہم نظر کرتے ہیں کہ وہ امور دنیا کی تدبیر اور ترتیب
 اور اے دن جدید صنعتوں کے کمال نے میں کس انتہائی نقطہ تک پہنچ گئے ہیں اور پھر جب ہم
 دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ وہ خدا شناسی کے مسئلہ میں کیسے گر گئے ہیں اور کیسے ایک عاجز انسان
 کو رب العالمین سمجھ بیٹھے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے کاموں میں وہ من رسا اور خدا شناسی
 میں بی عقل و دکا اور جب ہم غور کریں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں افراط فراطیہ کے رو سے
 ماہ الاہیاز کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بنی نوع کے حقوق
 تلف کرتے ہیں اور عیسائیوں میں ایسے لوگ ہیں جو خدا کے حقوق کو تلف کرتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو
 جہاد کے مسئلہ کی غلطی نے ایسا سخت دل کر دیا ہے کہ نوع انسان کی سچی نعمت ان کے دلوں میں نہیں رہی

لہذا ان میں سے وحشی لوگ کسی ادنیٰ غرض نفسانی یا جوش شیطانی کی وجہ سے بیگانہ انسان کو
 کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور بے آبرو کرنے اور مال چھیننے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور بتی نوح حق
 کا ایک ضروری حصہ تلف کر کے انسانیت کو داغ لگا دیا ہے۔ پھر جب ہم عیسائیوں کے حالات کو غور
 کی نظر سے دیکھیں تو کمال صفائی کھائی آئے کہ انہوں نے خدا کے حقوق تلف کرنے میں کوئی ذوق نہ تھا
 نہیں رکھا اور ایک عاجز انسان کو بے وجہ خدا بنا رکھا ہوا جس غرض کیلئے خدا بنا یا گیا تھا وہ
 غرض حاصل بھی نہیں ہوئی۔ اگر گناہ سے پاک ہونے کے لئے یہی نسخہ تھا کہ یسوع مسیح کے خون میں
 لایا جائے تو کیوں یسوع یورپ کے لوگوں کو دنیا پرستی اور طرح طرح کے ناجائز شہوات کے گناہ سے بے
 جن کا ذکر کرنا بھی جائے شرم ہے پاکستان میں کرسکا۔ بلکہ بجائے اس کے فوق العادہ ترقی ہوئی۔ کیا
 یورپ کے ملک بدکاریوں میں انسانی ملکوں سے کچھ کم ہیں تو پھر اس غیر موثر نسخہ پر کیوں نظر ثانی نہیں
 کی گئی۔ دنیا کی چند روزہ صحت کے لئے ہر ایک ڈاکٹر اور بیمار اس قاعدہ کا پابند رہتا ہے کہ کہہ
 ایک نسخہ سے ہفتہ عشرہ تک کوئی فائدہ نہیں ہوتا تو وہ نسخہ بدلنا پڑتا ہے اور کوئی اور نسخہ تجویز
 سوچی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود غلط ثابت ہونے کے اب تک یہ نسخہ بدلایا نہیں گیا کیا وجہ
 انیس سو برس لا حاصل گذر جانے کے اب تک یہ خیال قابلِ تہمت ہے کہ خون مسیح پر ایمان لانا حقیقی نجات
 کو عطا کرتا ہے یا یہ امید کر سکتے ہیں کہ اگرچہ موجودہ زمانہ تک کوئی امتیاز فیصلہ کرنے والے ظاہر
 نہیں ہوئے لیکن آئندہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ بدکاریوں اور بدبختیوں کو
 پرہیز کرنے والا عیسائی ہونے کے جو شخص یورپ کے ملکوں میں ہو کسی ملک میں رہتا ہو وہ اگر چاہے
 کچھ عرصہ عیسائی ہو سکتا ہو کہ یہ بیان درست ہے بلکہ ہر ایک دانشمند جس نے کبھی یورپ کی سیر کی ہے اور
 کچھ عرصہ عیسائی رہ چکا ہے اس کو اس گواہی میں تامل نہیں ہو گا کہ اب بعض حق پرست
 اس حالت تک پہنچ گئے ہیں کہ قرب ہو کہ بہتوں کی نظر میں بدکاری کچھ گناہ ہی نہیں ہے ان کو نزدیک
 ایک بیوی سے زیادہ نکاح حرام ہے مگر بد نظری حرام نہیں درحقیقت فرانس وغیرہ میں لاکھوں
 عورتیں ایسی پائی جائیں گی جن کو خداوند کی ضرورت نہیں پس اب یا تو کہنا پڑے گا کہ ان کے لئے کوئی
 نئی آیت انجیل میں ہو نکل آئی جو اس سے یہ سب کا رد و انکار حلال ہو گئی ہیں یا ضروریہ کہنا
 پڑے گا کہ خون مسیح کے نسخہ نے ان کا شر کیا ہوا اور دعوے غلط نکلا۔ لیکن سچی سچی ہے کہ یہ نسخہ صحیح نہ تھا۔

اور ایک شخص کے مرنے کو دوسرے شخص کے نجات پانے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور خدا کا اندر ہونا تمام برکات کا دارس ہے نہ کہ مرنا اور سورج کے طلوع کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے نہ کہ ڈنڈہ اور جبکہ اس نسخہ سے گناہوں سے پاک ہونے کا مقصود حاصل نہ ہو سکا تو وہ اصول بھی صحیح نہ تھا کیونکہ تھا جس نے اس نیکو اپنے تئیں ہلاک کیا۔ ہم خدا کی نسبت ایسی موت تجویز نہیں کر سکتے کہ صاحبِ گناہ اور کام بھی نہ ہوا اول تو یہ بات ہی خدا کے قدیم قانونِ قدر کے مخالف ہے کہ خدا بھی موت اور فناء اور ہر ایک نقصان اور ذلت کو اپنی قبول کر کے ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ اس دعوے کو نہ تو کسی نظیر سے ثابت کیا گیا ہے تا یہ بات بھی میں تمہارے لئے کہ دو بار دفعہ پہلی خدا کی طور سے ختم لیا تھا..... اور دل قرار کر لیا جائے۔ اور نہ اس دعویٰ کو خدا کی کرشمہ کن کر سکتا ہے جو معجزات کی حد سے باہر ہوں یہاں یہ ثبوت پہنچایا گیا ہے اور پھر یا این ہم اس عقیدہ کی اصل فرض جس کے لئے یہ عقیدہ تراشا گیا تھا بالکل مفقود ہے دنیا میں نفسانی خوشنود کو پورا کرنے کے لئے بڑے بڑے دو گناہ ہیں۔ ایک شراب نوشی اور ایک بدکاری۔ اب کہو کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان دو گناہوں میں پورے اکثر مردوں اور عورتوں نے پورا حصہ لیا ہے۔ بلکہ میں اس بات میں مبالغہ نہیں دیکھتا کہ شراب نوشی میں ایشیا کے تمام ملکوں کی نسبت یورپ بڑھا ہوا ہے اور یورپ کے اکثر شہروں میں شراب فروشی کی استعداد و کانتین ملین گی کہ ہمارے قصصوں کی قہم کی دوکانیں ملا کر بھی ان سے کمتر ہوں گی اور تجربہ شہادت دے رہا ہے کہ تمام گناہوں کی بڑھ کر شراب ہی کہہ سکتے ہیں وہ چند منٹ میں ہی بدست بنا کر خون کرتے تک دلیہ کر دیتی ہے اور دوسری قہم کا فتنہ و خور اس کے ضروری لوازم ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں اور اس پر زور دیتا ہوں کہ شراب اور تو قے ہر گز جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو شخص اس کے بد نتیجوں سے آگاہ نہیں وہ عقلمند ہی نہیں اور اس میں ایک اور بڑی مصیبت ہے کہ اس کی عادت کو ترک کرنا ہر ایک کا کام نہیں +

اب اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر خون سچ گناہوں سے پاک نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ وہ واقعی طور پر پاک نہیں کر سکا تو پھر گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں کیونکہ گندی زندگی درحقیقت مرنے کے مترادف ہے تو میں اس سوال کے جواب میں نہ صرف پیر زور دیتا ہوں بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت اس آزمائشوں سے دیتا ہوں کہ درحقیقت گناہوں سے پاک

ہونے کے لیے اس وقت سے جو انسان پیدا ہوا آج تک جو آخری دن ہیں صرف ایک ہی ذریعہ گناہ اور نافرمانی سے پیچھے کا ثابت ہوا ہے اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چمکتے ہوئے نشانیوں کے ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو حقیقت خدا کو دکھا دیتی ہے اور کھل جاتا ہے کہ خدا کا غضب ایک کھاجانے والی آگ ہے اور پھر تجلی حسن الہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر ایک کامل لذت خیز اور یعنی جلالی اور جمالی طور پر تمام پر دے اٹھائے جاتے ہیں یہی ایک طریق ہے جس کے جذبات انفسال رکھتے ہیں اور جس سے چارنا چار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس جو تک و تک تو لوگ بول اٹھیں گے کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے اور اس سے محبت نہیں کرتے اور کیا تمام دنیا بچہ بھڑکی افراد کے خدا کو نہیں مانتی اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں اور انواع و اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور پیرچہ اور عرفان اور پیرچہ ہے۔ اور ہماری تقریر کا یہ مدعا نہیں ہے کہ مومن گناہ سے بچتا ہے بلکہ یہ مدعا یہی ہے کہ عارف کامل گناہ سے بچتا ہے یعنی وہ جس نے خوف الہی کا مزہ بھی چکھا اور محبت الہی کا بھی۔ شاہد کوئی کہ کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے اس کا بھی جواب ہے کہ اس کو وہ معرفت کامل ہرگز حاصل نہیں ہے جو سعید دن کو بخشی جاتی ہے۔ انسان کی یہ فطرت میں ہے کہ کامل ریحہ کو علم ہے کہ وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک منہ دکھاوے تو اس کے سامنے نہیں آتا کہ ایمان حقیقت صرف یہ ہے کہ حسن ظن سے مان لے لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو کو بھی لے۔ پس عرفان اور عیسائیت دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی وقت میں جمع ہو جانا محال ہے۔

تمہارا روزِ مرہ کا تجربہ ہے کہ ایک چمکامفید ہونا جب ثابت ہو جائے تو فی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً جو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم افار ہے وہ اس کو طباشیر یا کوئی مفید دوا ہے یا کہ ایک ہی وقت میں تولیاد تو لے تاک بھی کھا سکتا ہے لیکن جب کو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ تو زہرِ ستیہ ہے وہ بقدر ایک ناشہ بھی اس استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانے کے ساتھ ہی فنا سے رخصت ہو جائیگا۔ اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جائے کہ بلاشبہ خدا موجود ہے

اور حقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر میں قابلِ سزا ہیں۔ جیسے چوری، خونریزی، برکاری، ظلم، خیانت، شرک، جھوٹ، جھوٹی گواہی، دینا، بیکریا کاری، حرام خوردگی، دغا، دشنام دہی، دھوکہ دینا، بدعہدی، حکمت اور بدستی میں زندگی گزارنا، خدا کا شکر نہ کرنا، خدا سے نہ ڈرنا۔ اس کے بندوں کی ہمدردی نہ کرنا۔ خدا کو چرخِ خوفِ دل کے ساتھ یاد نہ کرنا، عیاشی اور دنیا کی لذات میں لگی ہو جانا اور منہمِ حقیقی کو فراموش کر دینا۔ دغا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا۔ فروختی چیز نہیں کھانا ملانا۔ یاکم وزن کرنا۔ یا نرخ بازار سے کم بیچنا۔ ماں باپ کی خدمت نہ کرنا، بیویوں سے نیک معاشرت نہ رکھنا۔ خاوند کو پورے طور پر اطاعت نہ کرنا، نامحرم مردوں یا عورتوں کو نظر پر سے کھینچنا، یتیموں کو کمزوروں، دماندوں کی کچھ پردہ نہ کرنا۔ ہمسائیہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا اور اسکو کھینچنا، بیٹائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا، کسی کو دلازار لفظوں سے کھینچنا، یا توہین کے طور پر کوئی بدی نقص اس کا بیان کرنا، یا کوئی بڑا لقب اسکا رکھنا یا کوئی بیجا تہمت اس پر لگانا یا خدا پر افسوس کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعوے نبوت یا رسالت یا نبیانب السدھو نیک کر دینا۔ یا خدا تعالیٰ کے وجہ سے منکر ہو جانا۔ یا ایک عادل یا بادشاہ سے بغاوت کرنا اور شرارتیں ملکا میں قیاد برپا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر ایک ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے خود بخود شرک ہو جاتے ہیں +

شائد پھر کوئی دھوکہ کھا کر یہ سوال پیش کر دے کہ باوجود اسکے کہ جانتے بھی ہیں کہ ظالم وجود ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ گناہوں کی سزا ہوگی۔ پھر بھی ہم سے گناہ ہوتا ہے، اسکو ہم کیسے اور کیسے کے محتاج ہیں تو ہم اسکا وہی جواب دینگے جیسے دیکھنے کے ہیں کہ ہرگز ممکن نہیں اور کسی طرح ممکن نہیں کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کر کے کہ گناہ کرنا، اس کے ساتھ ہی ایک کلی کی طرح تم پر سزا لگ کر سے لگی پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہو سکو گے یا ایسی خلافتی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتی سوچا اور خوب سوچو کہ جہاں جہاں سزا پانے کا پورا یقین، تبہین حاصل ہے وہاں تم ہرگز اس یقین کے برخلاف کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔ بھلا تیرا کیا تم آگ میں اپنا ہتھ ڈال سکتے ہو کیا تم پہاڑ کی چوٹی سے نیچے چڑھ سکتے ہو کیا تم کنوئیر میں گر سکتے ہو کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لپٹ سکتے ہو کیا تم شیر کے مونہ میں اپنا ہتھ دیکھ سکتے ہو کیا تم دیوانہ گئے کے آگے اپنا پیر کر سکتے ہو کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے ہو جہاں

بڑی خوف ناک صورت سے بھلی گر رہی ہے۔ کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہیں نکلے جہاں شہر نشین
 لگا ہے یا زلزلہ سے زمین نیچے کودھسنے لگی ہے۔ بھلا تم مین سے کون ہے۔ جو ایک زہریلا سپاں
 کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کو دیکھنے نہ آجائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا نام تو لو کہ جب اسکے کوٹھ
 کو جبکہ اندر وہ سوتا تھا آگ لگ جائے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر باہر کو نہ بھاگے تو اب بتلاؤ کیا ستام
 کیوں کرتے ہوا اور کیوں ان تمام موذی چیزوں سے علیحدہ ہو جاتے ہو مگر وہ گناہ کی باتیں جو ابھی
 مین نے لکھی ہیں ان سے تم علیحدہ نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہو پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک
 عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دیکھتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونوں صورتوں میں علم کا فرق ہے
 یعنی خدا کے گناہوں میں اکثر انسانوں کا علم ناقص ہے اور وہ گناہوں کو بُرا تو جانتے ہیں مگر خدا اور
 سانپ کی طرح نہیں سمجھتے اور پوشیدہ طور پر ان کے دلوں میں یہ خیالات ہیں کہ یہ سزا مین قیسی نہیں
 ہیں۔ یہاں تک کہ خدا کے وجود میں بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو پھر کیا چیز
 کو بعد میں بھلا ہے یا نہیں اور اگر بھلا بھی ہے تو پھر کیا معلوم کہ ان جملہ علم کی کچھ سزا بھی ہو یا نہیں
 بلاشبہ بہتوں کے دلوں کے اندر یہی خیال چھپا ہوا موجود ہے۔ جس پر انہیں اطلاع نہیں لیکن خوف
 کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہیں جن کی چند نظیریں میں لکھ چکا ہوں انکی نسبت سب کو
 یقین ہے کہ ان چیزوں کے نزدیک جا کر ہم ہلاک ہو جائیں گے اس لئے ان کے نزدیک نہیں جاتے بلکہ ایسی
 مہلک چیزیں اگر اتفاقاً سامنے بھی آجائیں تو چپچپ مار کر ان سے دور بھاگتے ہیں رسولِ تعینت
 یہی ہو کہ ان چیزوں کے دیکھنے کیوقت انسان کو علمِ یقینی ہے کہ انکا استعمال موجب ہلاکت ہے۔ مگر نہ ہی احکام
 میں علمِ یقینی نہیں ہے بلکہ بعض ظن ہوا اور اس جگہ رویت ہے اور اس جگہ شخص کہانی ہے۔ سو مژد
 کہا یوں سے گناہ ہرگز در نہیں ہو سکتے۔ مین اس لئے نہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک مسیح نہیں
 ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائیں تو وہ تمہیں حقیقی نجات ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کامل خوف
 چھوڑا تلے یا کامل محبت اور مسیح کا صلیب پر مرنالہ خود جو ٹھہرا اور پھر اس کو گناہ کا ہوش بند
 کرنے سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سو سچ کو کہ یہ دعویٰ تاریکی میں پڑا ہوا ہے جس پر نہ تجربہ شہادت
 دیکھتا ہے اور نہ مسیح کی خوشی کی حرکت کو دوسرے کو گناہ بخشے جائے اس لئے کوئی تعلق پایا جانا
 ہے حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہو کہ اسی دنیا میں انسان گناہ کے دوزخ سے نجات پاتا جو مسیح کو

کہ کیا تم ایسی کہانیوں سے گناہ کے دوزخ سے نجات پا گئے یا کبھی کسی نے ان یہودہ تصوف کو نہیں
 کچھ بھی سچائی نہیں اور جو حقیقی نجات کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں۔ نجات پائی ہو بشرط مغربین
 تلاش کرو کہ کبھی نہیں ایسے لوگ نہیں ہیں گے جو ان تصوف سے اس حقیقی پاکیزگی تک پہنچ گئے ہوں جس
 سے خدا نظر آتا ہے اور جس کو نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے بلکہ بہشت کی صورت پر سچائی کی لہریں
 شروع ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کی روح پائی کی طرح بہ کر خدا کے آستانہ پر گر جاتی ہے اور آسمان
 سے ایک روشنی اترتی اور تمام نفسانی ظلمت کو دور کر دیتی ہے۔ اسی طرح جس کے تم روز روشن میں چاروں
 طرف نظر کر کیا ان کھول دو طبیعتی تالان نہیں نظر آ جا بیگا۔ کہ فی الغور سو رہی ہو یعنی تمہاری اندر آ جا
 گی لیکن اگر تم اپنی کھڑکیاں بند رکھو گے تو محض کسی فقیر یا کہانی سے وہ روشنی تمہارے اندر نہیں آ سکتی
 تمہیں روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اٹھو اور کھڑکیاں کھول دو نہ خود بخود
 روشنی تمہارے اندر آ جا سکی اور تمہارے گھر کو روشن کر دیگی۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے
 اپنی پیاس بجھا سکتا ہے نہیں بلکہ اس کو چاہئے کہ آفتاب و خیرات پانی کے چشمہ پر پہنچے۔ اور
 اس نہ لال پر اپنی سیریں رکھ دے تب اس آب شیرین سے سیراب ہو جائے گا۔

سو وہ پانی جس سے تم سیراب ہو جاؤ گے اور گناہ کی سوزش اور جلن جاتی رہے گی وہ یقیناً در آسمان
 کے نیچے گناہ سے پاک ہو نیکیاں بجز اس کے کوئی بھی جیلہ نہیں کوئی صلیب نہیں جو تمہیں گناہ سے چھوڑا
 سکے کوئی خون نہیں جو تمہیں نفسانی جذبات سے روک سکے ان بالوں کو حقیقی نجات سے کوئی
 رشتہ اور تعلق نہیں حقیقت کو نہ سمجھو۔ سچا خون پر غور کرو۔ اور جس طرح دنیا کی چیزوں کو آتاتے ہو
 اس کو بھی آزاؤ۔ تب نہیں جلد بچھڑا جائے گی کہ فی سچے یقین کے کوئی روشنی نہیں جو تمہیں نفسانی
 ظلمت سے چھوڑ سکے اور یہ کمال بصیرت کے مصداق پانی کے تمہاری اندر دل غلاطوں کی کوئی بھی دھڑکن سکتا۔ اور فیروزت حق
 کی زلال کے تمہاری بدن اور منہ بھی روشن ہو سکتی جھوٹا یہ وہ نفس جو اولاً در تدبیر میں نہیں ملتا ہے اور جاہل ہے
 وہ انسان جو از سر کم علاج کرنا چاہتا ہے۔ وہ لوگ نہیں روشنی نہیں دیکھتے بلکہ اندر بھی ظلمت کے گڑھے میں ڈاکو
 ہیں اور تمہیں آب تمہیں نہیں دیتے بلکہ وہ اندر بھی جلن اور سوزش زیادہ کرتے ہیں کوئی خون نہیں وہ نہیں
 پہنچا سکتا مگر وہ خون جو یقین کی غلاطوں اور تمہاری اندر چلے ہوا اور کوئی صلیب نہیں جو پورا نہیں سکتی مگر واسطی صلیب
 ایسی سچائی پر صبر کرنا سونم نکلیں کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ تم روشنی کو دیکھ سکتے ہو مگر اسے اوجھڑے اور صرف

سیدھی راہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو۔ نہ کسی اور راہ سے دنیا کی چیزیں تم سے نزدیک ہیں اور
 دین کی چیزیں دور۔ پس جو نزدیک ہے انہیں پر غور کرو اور ان کا قانون سمجھ لو اور پھر دو کرو۔۔۔

اس پر قیاس کر لو۔ کیونکہ وہی ایک ہے جس نے یہ دونوں قانون بنائے ہیں تم میں سے کون ہے
 جو بغیر انکھوں کے دیکھ سکتا ہے یا بغیر کانوں کے سن سکتا ہے یا بغیر زبان کے بول سکتا ہے۔

پھر تم کیوں اسی قانون سے روحانی امور میں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ تم انکھوں کے ہوتے ہوئے
 کسی ایسے مقام پر پہنچ سکتے ہو جو آناہ گڑھے کے قریب ہے۔ یا کانوں کے ہوتے ہوئے کسی ایسی آواز
 سے متنبہ نہیں ہو سکتے جو چورون کی آمد کی تہنیں جرزیتی ہے یا زبان کے ہوتے ہوئے جو تہنیں
 کڑوی اور شیرین میں فرق دکھلائی ہے پھر بھی کڑوی اور زہریلی چیزیں کھا سکتے ہو۔ جو
 تمہاری زبان کو کالٹیں اور تمہارے معدہ میں فساد پیدا کریں اور تھے لاوین اور بدن کو مفلوج
 اور انجام کار ہلاک کر دیں۔ سو تم انہیں اعضا سے سمجھ لو کہ تم روحانی طور پر بھی روحانی زندگی کو
 اس بات کے محتاج ہو کہ تہنیں ایک روشنی ملے جو برے راہوں کی بڑائی تہنیں دکھا کر تہنیں
 ایک آواز ملے جو چورون اور ڈاکوؤں کے گذرگاہ سے تہنیں علیحدہ کرے اور تہنیں ایک ذائقہ
 ملے جس سے تم کڑوی اور شیرین اور زہر اور تریاق میں فرق کر سکو سو جن باتوں کو انکھیں
 پہنچنے کے لئے تہنیں طلب کرنا چاہئے وہ ہی ہیں۔ یہی طرح ممکن نہیں کہ تم بغیر روشنی حاصل کرنا چاہو
 رکھ کر کچھ کسی خون سے نجات پا جاؤ۔ نجات کوئی ایسی شے نہیں ہے جو اس دنیا کے بعد ملے گی۔

سچی اور حقیقی نجات اسی دنیا میں ملتی ہے وہاں روشنی جو دونوں پر اترتی ہے اور دکھاتی
 ہے کہ کون سے ہلاکت کے گڑھے ہیں۔ حق اور حکمت کی راہ پر چلو کہ اس سے خدا کو پاؤ گے اور اپنے
 دلوں میں گرمی پیدا کرو تا سچائی کی طرف حرکت کر سکو۔ یہ نصیب ہے وہاں چٹھڈاٹھ اور نجات
 ہے وہ طبیعت جو افسردہ ہے اور مردہ ہے۔ وہ کائنات جس میں چمکتے ہیں پس تم اس ٹول سے
 کم نہ ہو جو کونین میں خالی کرتا اور بھیر کر نکلتا ہے اور اس چھاتی کی صفت امت اختیار کرو
 جس میں کچھ بھی پانی نہیں ٹھہر سکتا اور ایک راہ سے آنا اور دوسری راہ سے چلا جانا۔ کوشش
 کرو کہ تندرست ہو جاؤ اور وہ دنیا طلبی کے تپ کی زہریلی گرمی دور ہو جائے جسکی وجہ سے نہ انکھیں نہیں
 روشنی ہے نہ کان اچھی طرح سن سکتے ہیں نہ زبان کا مزہ درست ہے۔ اور نہ ماتھوں میں

زور اور نہ بیرون میں طاقت ہے۔ ایک تعلق کو قطع کرنا دوسرا تعلق پیدا ہو۔ ایک طرف سے دل کو روکو تا دوسری طرف دل کو راہ بجائے۔ زمین کا تجس کیلئے پھینک دو تا آسمان کا چکیلا ہیرا تہین عطا ہو۔ اور اپنے مبداء کی طرف رجوع کرو وہی مبداء جبکہ آدم اس خدائی روح سے زندہ کیا گیا تھا تا تہین تمام چیزوں پر بادشاہت ملے جیسا کہ تمہارے باپ کو ملی۔

دن گذر گیا اب عصر کا وقت ہے چار بجنے کے قریب رات ہوا چاہتی ہے۔ سورج غروب ہونے کو ہے۔ اب اگر دیکھنا ہے دیکھ لو۔ پھر کیا دیکھو گے۔ قبل اسکے کہ کوچ کر دو۔ اپنے کھانے کے لئے عمدہ چیزیں آگے بھیجو نہ پتھر اور اینٹ۔ اور پینے کے لئے لباس روانہ کرو نہ کانٹے۔ اور خس و خاشاک۔ وہ خدا جو بچکے کے پیدا ہونے سے پہلے پستان میں دودھ ڈالتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی زمانہ میں تمہارے ہی ملکوں میں..... ایک بھیجا ہے۔ تا مان کی طرح اپنی چھاتیوں سے تہین دودھ پلاوے۔ وہی تہین تہین کا دودھ کھا کر جو سورج سے زیادہ سفید اور تمام شرابوں سے زیادہ سرور بخشا ہے پس اگر تم جیتے پیدا ہو گئے ہو مردہ تہین ہو تو آؤ اس پستان کی طرف دوڑو کہ تم اس سے تازہ دودھ پیو گے۔ اور وہ دودھ اپنے برتنوں سے پھینک دو کہ تازہ تہین اور گندی ہواؤں نے اس کو شغف کر دیا ہے اور اس میں کیڑے چل رہے ہیں جن کو تم دیکھ تہین سکتے۔ وہ تہین روشن تہین کر سکتا بلکہ اندر داخل ہوتے ہی طبیعت کو بگاڑ دے گا۔ کیونکہ اب وہ دودھ تہین ہے۔ بلکہ ایک زہر ہے ہر ایک سفیدی کو بنظر تعریف نہ دیکھو۔ کیونکہ بعض سفید سے بعض سیاہی اچھی میں جیسا کہ بال سیاہ جو ان کی طاقت پر دلالت کرتا ہے اور بال سفید ضعف اور کمزوری اور پرانہ زالی پس اس طرح ریاکاری کی سپیدی اور نیکی کی نمائش کسی کام کی نہیں ہے اس سوگند گار سادہ وضع اچھا ہے کہ جو فریب سے اپنے گناہ کو نہیں چھپاتا۔ سو میں پچ پچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کی مغفرت سے زیادہ سچا ان چیزوں پر بھروسہ مت کرو جو یقینی نہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقی روشنی نہیں جن کے پیچھے کوئی بالکل نہیں کہ وہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں تم اپنے دلوں کی خواہشوں کا انداز کر دو کہ وہ کیا چیز چاہتے ہیں اور کس طور سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس طرح ہم بدی سے الگ ہو سکتے ہیں۔

کس علاج پر ان کا کاشفس بولتا ہے کہ یہ ہمارے لئے کافی ہو گا کیا کوئی دل اس بات کو قبول

کرتا ہے کہ سچ کا خون اسکو گناہ کرنے سے خوف طائے۔ بلکہ تجربہ بتلاتا ہے کہ اور بھی دلیکر کرتا ہے۔ کیونکہ
 سچ کے خون پر بھروسہ کرنا چاہتا ہے کہ اس گناہ کا ذریعہ اور چکا ہے لیکن گناہ کے زہر کا
 علم جبکو دیا جائیگا وہ کیس طرح گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے۔ سو غلطی کی طرف
 سے ایک بھیجیا گیا ہے جو ایسے علم تک نہیں پہنچا نا چاہتا ہے جس کو تمہارا مول خدا کو دیکھ لین اور بدی
 کے زہر کو دیکھ لین تب خود بخود گناہ سے بھاگو گے جیسا کہ ایک انسان شیر سے بھاگتا ہے پس اس سال
 کا ضروری فرض یہی ہو گا کہ اسکی تعلیم اور اسکی نشاۃ اولیٰ کو دنیا میں پھیلے۔ تینا جو لوگ صلیب اور مسیح کے
 خون میں نجات دہوئے تھے تب یہ وہ حقیقی نجات ہے جسے کو دیکھ لین۔ حقیقی نجات ان پانچویں نہیں ہے
 جنہیں ایک جہت پانی اور تیس جہت کچڑا اور غلاظت۔ دونوں کو نہ ہو الا پانی آسمان کی اونچی وقت پر انترتا ہے
 جو نہر اس سے لبالب چلتی ہے وہ کچڑا اور بیٹھ پانی سے بہت دور ہوتی ہے اور لوگ صاف اور عمدہ پانی
 اس کا استعمال کرتے ہیں لیکن وہ نہر جو خشک ہو اور کچھ نہ ہو پانی اس میں کھڑا ہے اور وہ بھی نفع نہیں
 میں وہ لطافت اور صفائی نہیں رکھتی اور بہت سی کچڑا اس میں مل جاتی ہے۔ اور کئی حیوان اس میں بول بول کر رہتے
 ہیں اور بیٹھ جس کو کھانا کا علم دیا گیا ہے اور تین جہت پانی وہ اس لبالب نہر کی مانند ہے جو کماؤں کو سیر کی
 جاتی ہے اور اس کا صاف اور ٹھنڈا پانی دلوں کو شکرین بناتا اور کچھ نہ ہوتی ہے اور وہ نہ صرف
 آپ پاک ہی بلکہ پاک بھی کرتا ہے کیونکہ وہ حکمت اور دانش بناتا ہے کہ جو دلوں کا رنگ دھو کر دیتی ہو گناہ اور نفرت
 دلاتی ہے مگر وہ جو نہ ہو پانی کی مانند ہے میں کچھ نہ ہوا ہے وہ غلوں کو کچھ نہ دیکھ نہیں پہنچا سکتا اور نہ
 اپنے شکرین صاف کر سکتا ہے سو اب ذہن ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ نہیں ملے گا اور کثرت یقین کو
 ایک دیر کی طرح بہہ نکلے۔ ہر ایک شکر و شہ کی نجاست پاک ہو کر گناہ سے دور ہو جاوے یہی
 پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھوئے دے گا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربانی نقوش
 کے لئے مستعد کر دے گا تم نفسانی حرف کو اس لوح خاطر کو کیس طرح مٹا نہیں سکتے جب تک کہ یقین کے
 صاف پانی سے اسکو دھو نہ ڈالو تم فکر کو نہیں توڑیں دیا کرو اور دھو نہ ڈالو تمہارے لئے میسر کی
 جائے اور دلوں کو نرم کرو تا ان باتوں کو سمجھ سکے۔ کیونکہ یقین نہیں کہ سخت دل حقیقتوں کو سمجھ سکے۔
 کی تم غیب کی گتے کو نہ تمہیں معلوم ہے کہ خدا کی عظمت تمہارے لئے کتنی تعلیم ہو اور اس زندہ خدا کا جلال تمہارے لئے کتنا اثر ہے پڑھو اور
 دل یقین کی روشنی کو صبر و حوصلہ سے دیکھو کہ تمہاری نفرت کو رسوا کر دین ایک ہی لڑکھا دیکھ ہی خدا اور ایک ہی خالق

الطَّاعُونَ

خدا کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔ بھائیو! اسے دانشمند وہ اخلاق پر دو دلون جہا نون
 بین رحم کرے۔ جان لو کہ طاعون نے تمہارے شہر دین میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ اور تمہارے
 جگروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور تمہارے بہت سے دھنوں۔ باپوں۔ بیٹوں۔ بیٹیوں۔ اور جو روں
 اور ہسائیوں کو اچک کر لگی ہے۔ اور تمہارے لئے اس میں خداوند کریم حکیم کی طرف
 سے بڑا انبلا اور امتحان ہے۔ اور جو بلا نازل ہوتی ہے۔ اس کے چار ہی سبب ہوتے ہیں
 اور امتدادے فطرت سے خدا تبارک کی سنت اسی طرح جاری ہے پہلا یہ ہے کہ جب
 لوگ خدا کی خوشنودی کی راہوں سے نکل جاتے اور عفت و عبادت کو چھوڑ کر اس کے حقوق
 تلف کر دیتے ہیں اور خودی اور غصہ میں زندگی بسر کرتے اور آخرت کی دھواں نہیں کرتے
 اور فسق و فجور کی پروا نہیں کرتے۔ اور خدا کی حدوں کی پاسداری نہیں کرتے
 اور اس کے حکموں کو پامال کر لیتے۔ اور اس کے سامنے بدی کرتے اور کلمے جرموں پر اھل کر کے
 اس سے غصہ دلاتے ہیں + تو سر اجیب لوگ ان اولوالامرون کی بے فرمانی کرتے ہیں۔ جو مصلحت
 الہی سے انھیں دئے جاتے ہیں۔ اور رعین کے انبار غلہ کے لئے بجائے مٹھ کے ہوتے ہیں اور
 رعایا مفسد اور باغی بن جاتی اور اطاعت کی رسی اٹاڑ دیتی ہے اور معروف باتوں اور جائز
 امر و نہی میں ان کی مدد نہیں کرتی۔ اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی۔ اور لڑائی اور مقابلہ
 کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے۔ اور وفاداروں اور سعادتمندوں کی طرح ان کو
 بادب پیش نہیں آتی۔ اور ان کے لکھنوں کو نہیں مانتی۔ اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا
 چاہتے اور دفع کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے + تیسرا جب
 لوگ اس امام کے قبسوں کرنے میں بغل کریں جو صدی کے سر پر عزت ہو۔ اور روشن دلیلون
 کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہو۔ اور جان بوجھ کر بغل اور نمینہ پن سے اس کے نشانوں
 کا انکار کریں۔ اور اس کی ایذا دہی اور تحقیر اور تکفیر کریں۔ اور تیغ و سنان سے اسے
 مار ڈالنا چاہیں۔ اور ظلم اور فریب سے حکام تک فائدہ لے لے جائیں۔ اور اصل بات کو

پوشیدہ کروین چچ تھا جبکہ لوگ کیڑوں۔ مکڑیوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ
 جاگیر۔ اور ذرا بھی رحم ان میں نہ رہے۔ اور مخلوق پر ترس کھانا اور چھوٹے بڑے
 کے حق کی رعایت ترک کر دیں۔ یاد رکھو۔ نابود کرنے والی طاقتوں کے یہی چار سبب
 ہوا کرتے ہیں۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو فضل و کرم
 سے اس سے محفوظ رکھے اور میرے نزدیک یہی بڑے سبب ہیں۔ مگر دانشمندان
 اسباب کو سمجھتے ہیں۔ سو خدا سے ڈرو اور سلامتی چاہتے ہو تو ان سببوں کے نزدیک نہ جاؤ۔
 اور میں نے اس سے پہلے بھی کہا۔ مگر تم نے کان نہ دھرے اور میں نے راہ بتائی۔ پر تم نے
 ہدایت نہ پائی۔ اور میں نے دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔ آج میرے دل میں آیا ہے کہ پھر ایک
 دفعہ تمہیں وصیت کروں اور اپنی بریت کے لئے حجت پیدا کروں سنو اور منہ نہ پھیرو
 اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو نہ توڑو اور خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور سست نہ بنو
 اور کہا مانو اور سرکش نہ کرو اور خدا کو یاد کرو۔ اور غفلت چھوڑ دو اور سب مل کر خدا کی رسی کو
 پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسوں کو پاک صاف کرو اور سیلے کیلے نہ بنو اور اپنے باطن کو
 پاک کرو اور آلودگی سے بچو۔ اور اپنے رب کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔ اور صدقے دو۔
 بھیل نہ بنو۔ اور آسمان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اور زمین کی طرف نہ جھکو۔ اور ضیعفوں پر
 رحم کرو۔ تاکہ تم پر بھی رحم کیا جائے۔ اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو۔
 اور خدا نہ کرو۔ اور حکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ
 کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو۔ اور حیب ان کی طرف سے
 کوئی حکم آوے۔ تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اور ان کے بلانے پر سست اور مار کھانے ہوئے
 نہ بنو۔ اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اور ان کی توہین نہ کرو اور حیب کوئی بدعت
 تمہیں پیرو کی جائے تو بہت جلد حکم مانو۔ اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو خواہ پہاڑوں کی
 چوٹیوں پر چڑھنا طے۔ اور جاہلوں کی طرح عنبر نہ تراشو۔ اور کینہ لوگوں کی طرح بکھار نہ کرو اور
 خوب سمجھو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں اور سلامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہوا اور خدا کا شکر
 کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا ہدیشا اور اسکے ذریعہ سی بی جی مہربانیاں اور فضل
 ہم پر سکے۔ ہم نے اس سلطنت کے آئے سے انواع۔ اقسام کی نعمتیں پائیں۔ ہماری قوم نے علم
 اور تہذیب سیکھی۔ اور بہائم کی زندگی سے نکلنا ہمیں نصیب ہوا۔ اور جیوانی جذبوں سے نکل کر

انسانی کمالات پر پہنچنا میرا سہو نہیں اس گونڈٹ کی طفیل امید اور فکر سے بڑھ کر امن و امان ملا
اب ہم زمین پر گامیوں کی طرح نہیں بلکہ بارہا اونٹنیوں کی مانند جیسے وقار اور سہولت سے سفر
کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بد ذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا اور ہم رات کے پہلے حسین
کیلے پاؤں خوف و خطر سفر کرتے ہیں۔ اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹوں۔ قافلوں اور گھوڑوں کی
کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اب مناسب ہے کہ اپنی جیتوں کو درست کر دے اور اس سلطنت کی نسبت یک
گمان رکھو۔ اور مصافحہ دلی اور پاک نیت سے اسکے حضور حاضر ہو اور زمین و آسمان کی طرح
فساد مچاتے اور شریعہ دن کی طرح بھاگے بھاگے نہ بچھڑا اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے ہمیں ایذا
دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیے۔ اور تم سوئستے تھے اور اس نے تمہیں بگایا۔ اور تمہارا سفر اور
حضر میں تمہاری پوری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہیں کار و کار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتا
ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو۔ دونوں صورتوں میں گونڈٹ کی طرقت سے تمہاری حفاظت میں رہا اور تمہاری
اور مال کی خوب نگہداشت کی۔ اور جتن میں اور بیار میں تمہاری خبر گیری کی اور تمہیں امن بخشتا۔ جسکے
سبب سے تم دولت اور مال میں ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہمیں دین تمہاری مدد کو کھڑی تھی اور تمہارا
دونوں اور ملک کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری بیباک اور بجا ہے اب تم پر اسکے احسان
کے حقوق ثابت ہیں اور اس تمہیں ڈاکوؤں اور چروان سے بچایا اور تمہاری مال عیال کی نسبت نگہبانی کا کام کیا
اور اسکی ہر بانی تمہاری عمر و کمی درازی کا سبب بنی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ دہر اور بادل کی ہوا
تمہیں پہلے پہلے کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس تمہیں کھوں جو وہ کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور جو فضل و کرم کی ملت اور انعام
میں آیا اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بیدار کی تم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو مناسب ہے کہ اس گونڈٹ کو
شکر کہہ کر اسے اور نہ کہہ کر یہ میں گو گو اور بیہوش نہ بن جاؤ۔ اسلئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہوا اور شکر سے
غفلت نہ کرنا کہ ان ہوا اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہاری لئے بڑا امر بخش تو ہے۔ اور اسکے
چوتھی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں اور حقیقت میں ساری جو میں اللہ کیلئے ہیں جنہیں
ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پردہ پشت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا اور کوئی
کرتا ہو کہ ہمیں کسی سوا ہر لائیس نے ہمارا دین ہمیں بھردیا۔ بعد اسکو کہ مذہب انہی مکانوں سے کھڑ چکا
تھا اور اسی نے قیصر و سدا و قیصر کو اسکا ماں بنایا۔ سو یہ رحمن کی رحمت اور نشان کی منت ہے اور
اگر بندہ نہ جو نعمت کو وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس میں شک نہیں
کہ انہیں گناہوں کے سبب ظالموں نے تمہارے شہر و زمین ویرے جمادیے ہیں۔ اب بہت جلد طاعت

کی طرف قدم اٹھاؤ اور اپنی تین گنا ہوشیاری اور اگر تم میری بات پر عمل کرو گے تو مجھے امید ہے کہ
یہ روز وہ کہ تم سے دور ہو جائیگے اور آرام چین ترنی کر لگا اب جو اہل کو تمہاری کیا لکھی ہو مانتی ہو یا لکھ کر کرتے
ہو۔ اور طوائف کا کوئی علاج بخیر پر پزیر گاری اور گرا کر لٹاؤ اور دعا کو نہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ نہیں
ہلاک کر نیکی تمہارے انگنوں میں اتاری ہو اور تمہارے فنا کر نیکی تمہارے صحنوں میں اٹھ ہو گئی ہو اور
کس قدر تمہارے باب اور بیٹے اسکا شمار ہو گئے ہیں سو اب دانائی اور زیر کی ہوشیاری اپنے انجام میں خود کرو
اور کہتے تم میں سے اس کے بھیلے میں ڈال دے گئے اور قضاؤ قدرے اس کے کباب کے لہجہ نہیں بریان کیا۔
تمہیں کچھ علم بھی ہو کہ اسکی ساری کارروائی کی جڑھ کیا ہو۔ سو یاد رکھو کہ یہ سب نتیجہ تمہارے فتنے و فحشوں کا
ہے۔ اب پیچھ کر دو و دو کہ یہ خوشی کا وقت نہیں اور اپنے اندر فی معاملات کو خدا کے سامنے پاک کر دو اور اس کو
جو تمہارے چاند پر آگیا ہے دور کر دے اس کے کفرا اس بھیٹے اور خوفناک جنگل کو تمہارے دور کر دے اور تمہیں
عزت اور تیز مگر عطا کرے اور اپنے گھر دن کی ساری طرفوں کو خوب پاک و صاف کر دو اور لاف و لغات
چھوڑ دو اور گوشت پرچکا ہے اسکی تلاقی کرو۔ اور اگر تم باز نہ آئے تو جان لو کہ میری بات کسی افسانہ گوئی یا نہیں
و دیکھو بلا جبرائیل کیطرح تمہارے ملازمین داخل ہو چکی ہو۔ سو شخص میری بات کو قبول کر لگا پوٹھا ہو یا
جوان ہو اور اسے نہل نہیں بلکہ سنجیدہ بات سمجھے گا اور سب جھگڑے چھوڑ دیگا۔ وہ کیا باب ہو گا۔ سو اب
مزمع قاضی کیطرح آ جاؤ اور اپنی گذشتہ کوتاہی پر توبہ و توبہ بیان ہو جاؤ اور میری بات کو اپنے حق میں میرا
احسان بقدر کہ لو کہ اسی میں میری خوشی اور تمہاری خوشی ہو اور جو شخص میری بات کو قبول کر لگا
مجھے امید ہے کہ اس کے دل کی شکست کو درست کر دیگا اور اس کے رنج و غم دور اور اس کے احوال کو ٹھیک کر لگا۔
اے لوگو مجھے معلوم ہو رہا ہے اور میری فراست کہ میری ہر ایک بات پر ہلاکتا ہوں کی کثرت کی وجہ سے آئی ہے۔
جب طرح پہلے زمانوں میں آیا کرتی تھی اب تم خدا کی تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرو اور میری
بدکاری اور فساد کو بچ جاؤ۔ تم ضرور کیڑوں کی موت مرنے سے نجات پانا چاہو گے مجھ سے کہ
یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور بیشیہ نہ نہ پاجا سکے وہاں کے دندوں اور ہر نون سب
کھا جائے اور چاگا ہوں اور یانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے سونیکو کاروینیں لگ جاؤ اور صدقات
خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو قسم بنیو مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگو کو طاعون بھیج لیگا۔ جو میرا کہا
مانیگے۔ سو تم ہمیشہ پسند و ناپوشاک بدن سے آ رہے ہینکو۔ اور سونو لکی غفلت الگ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ
سو کلمہ نازین پڑھاؤ اور صحت و تندرست مددو اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح کے رکھ و رکھ
رکھ لگا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا کا دم دیکھو گا اور میں نے تمہیں اس طرح کہا ہے کہ تم کہیں سوئے ہو تو

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے + لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریلو آف ریلو

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

فروری سنہ ۱۹۷۷ء

جلد اول

نمبر ۲

فہرست مضامین

۶۱	۶۱	قانون قدرت کی شہادت	۵۹-۳۵	مذہبی مباشات اور ہم
۶۱	۶۱	صحیحہ فطرت کی شہادت	۳۵	سول میگزین اور میگزین کی غرض
۶۱	۶۱	نبیوں کی کتابوں کی شہادت	۳۶	اختلاف رائے میں ہمارا طریق تہذیب
۶۱	۶۱	اہل کتاب کی شہادت	۳۸	سلسلہ عالیہ جویدہ در عام مسلمانوں میں امتیاز
۶۱	۶۱	مسیح کی ولادت	۴۳	مسیح موعود اور ڈاکٹر سکارک
۶۸	۶۸	ابن الدی کی حقیقت	۴۴	مشری اور حکام
۶۸	۶۸	قرآن کریم کو الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں	۵۴	مذہب کا علمی پیرائے
۶۹	۶۹	صحابہ اور حواریوں کا مقابلہ	۵۹-۴۳	تشکیث اور توحید
۶۹	۶۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و صفات	۶۰	نجات اور لعنت
۶۹	۶۹	بسیون صدیقی عظیم الشان علمی ریافت		

انجمن تشیخ الاسلام قادیان اناجریہ بریل قادیان جلال مان میں ایسا شیم یعقوبی تراجہ ملی ملک مطبوعہ کراچی پبلشرز

چند روز قبل لاہور - محکمہ اعلیٰ تعلیم و کمالیہ کالج لاہور میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ولی علی و آلہ الکیرم

مذہبی مباحثات اور ہم

سول - بطری گزٹ لاہور نے ہمارے شائع کردہ رسالہ کی نسبت ایک فتنہ بہت ناگوار

لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس رسالہ (ریگزن) کی تحریر میں ایک رنگ مین جہاں کی صورت
رکھتی ہیں سول اس سے شائد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس میں تیزی اور سخت الفاظ سے کام
لیا گیا ہے لیکن جن صاحبوں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا ہے وہ اس بات کی
شہادت دے سکتے ہیں کہ یہ الزام صحیح نہیں ہے کیونکہ جس غرض اور مقصد کی نیت پر ہم نے
اس رسالہ کو نکالا ہے اس کا اہم جز تو یہی ہے کہ زمانہ حال میں جو مباحثات مذہبی رنگ میں ہوتے
ہیں اور جن کے مفاسد روز بروز زیادہ اور فائدہ کم ہیں ان کو علمی رنگ میں لایا جائے
اور سختی اور درشتی کے طریقوں کو مہذبانہ پیرایہ میں دلائل اور بریل میں کے ساتھ بدل دیا جائے۔
پھر اگر ہم خود ہی اس طریق کو چھوڑ دیں تو گویا ہم اپنے اصلی فرض سے خود ہی دور چلے جانا چاہتے ہیں
مان یہ سچ ہے کہ جو شخص ایک رفیقاں مراد مصلح کی حیثیت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا مخالف لڑائے
لوگوں کی زبانوں سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ ایک ایسا دشوار گزار راہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام
بھی اس سے بڑی دشواری اور خراش پہنچنے کے بغیر گزر نہیں سکے۔

حضرت مسیح کی تعلیم جو انجیل میں موجود ہے اس کی نرمی پر پادری صاحبوں کو کس قدر ناز
ہے یہاں تک کہ کلمتہ کے ایک بٹپ صاحب یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ اخلاق کے سکھانے کے

حضرت مسیح کا تہذیبی اثر اور ہم

قبول کرتے ہیں کہ اختلاف رائے کی حالت میں ہم مشنریوں کے مسلمات کو اپنے مسلمات قرار نہیں دے سکتے اور نہ یہ لکھ سکتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور نہ ان کے مقابل پر اپنی رائے کو بھی لکھ سکتے ہیں۔ مگر ہم کسی طرح قبول نہیں کر سکتے کہ ایک مخالف رائے انسان جس قدر تہذیب اختیار کر سکتا ہے اس تہذیب کو ہم نے چھوڑ دیا ہے! نہیں بلکہ جابجا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ تہذیب کے رو سے شرط ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو سول پر یہ واجب ہے کہ ہمارے وہ ورثت الفاظ جو ہم نے اپنے شائع کردہ پرچہ میں لکھے ہیں اور جن کو سول نے اس قدر سخت قرار دیا ہے کہ جہاد کے قائم مقام سمجھ لیا ہے وہ براہ مہربانی اپنے پرچہ میں شائع کر دے۔ تا منصفین دیکھ لیں کہ کیا درحقیقت وہ ایسے الفاظ ہیں جن کو نہایت سخت اور جہاد کے ہم رنگ کہہ سکتے ہیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو بیشک ہم سول اور گورنمنٹ دونوں کے گنہگار ہیں ورنہ ہمارا حق ہے کہ سول خود اپنے قلم سے اس بدنامی کو ہم سے دور کرے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے کہ سول جیسے معزز اخبار کا ایک کلمہ بھی حکام کی نظر میں خطا کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے تو پھر یہ فقرہ سول کا جو ہماری تحریک کو جہاد کا ہم رنگ قرار دیا ہے۔ جو سر اسر دور از حق اور خلاف واقعہ ہے کس قدر حکام کو دھوکہ مین ڈال سکتا ہے۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ مباحث جو مذہبی اختلاف کے متعلق پیش آتے ہیں گوان کو کیسی ہی نرمی سے بیان کیا جائے مگر پھر بھی فریق مخالف جس کی مرضی کی پلوت وہ باتیں نہیں ہیں ان پر خوش نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام باتیں اس کی قبول نہ کیا جویں مگر جبکہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے جسکے زیر سایہ ہم زندگی بسر کرتے ہیں مذہبی آزادی کو بحال رکھا اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرے تو اس صورت میں ہماری عالی حوصلہ گورنمنٹ نے اپنی رضامندی اس بات پر ظاہر کر دی ہے کہ جیسا کہ مشنری صاحبان دوسرے مذاہب کی کھلے طور پر مخالفانہ رائے ظاہر کرتے ہیں ایسا ہی دوسرے مذہب کے لوگ بھی کر سکتے ہیں۔

سول نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تحریر پیغمبر تادیان کا کام ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے منشاء کے موافق بلکہ انہیں کی تائید میں یہ رسالہ نکلا ہے۔ مگر سول کو شاید معلوم نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) مذہبی جنگ و جدل سے سخت متنفر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کچھ لکھا جاوے وہ علی رنگ کی تحقیقات ہو۔ جیسا کہ طبعی اور ہست کی تحقیقات ہیں۔ وہ مذہبی افسانہ نویسی نہ ہوا اور اسی غرض سے یہ رسالہ جاری کیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کو باہمی مذہبی جھگڑوں سے اس قدر نفرت ہے کہ چند سال پہلے آپ نے بھٹو صاحب نواب لارڈ کرزن صاحب بہادر اسی غرض سے ایک میموریل بھیجا تھا جس میں درخواست کی گئی کہ کم سے کم دس سال تک اس ملک میں مذہبی مباحثات بند کر دئے جائیں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے۔ اس درخواست پر تقریباً پندرہ ہزار آدمی کے دستخط بھی تھے مگناؤس کہ وہ درخواست منظور نہیں ہوئی۔ اور اس میموریل کا لارڈ کرزن صاحب کی طرف سے بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ آخر ناچار ہو کر علی رنگ پر یہ رسالہ جاری کیا گیا تا اسی طرح گورنمنٹ کی آزادی سے فائدہ اٹھا کر سچائی کی خدمت کی جاوے۔

اس زمانہ میں جو دنیا کے تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے ہیں اور ایک عظیم الشان کشتی کی تیاری کر رہے ہیں خدا کی طرف سے ایک مذہب پیدا ہوگا ہے جو سب سے الگ اور سب کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ وہ کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہی فرقہ احمدیہ جس کے امام اور پیشرو حضرت مسٹر غلام احمد قادیانی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں جو خدا سے الہام پا کر اور اس کے نشانوں کی گواہی سے مسیح موعود کا دعوے کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ یہ فرقہ اور دوسرے معمولی مسلمان درحقیقت ایک ہی ہیں

فاحش خطا اور بڑی غلطی ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض حکام بھی اسی دھوکے میں ہوں لیکن اصل ایسا نہیں ہے معمولی مسلمانوں کے عقاید جو اکثر یہودہ قسٹوں اور بے ثبوت روایتوں پر مبنی ہیں وہ بالکل اس فرق کے عقاید سے مختلف ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ گو کیسا ہی اپنے حالات کو پوشیدہ رکھیں مگر بعض خیالات ان کے نہ خدا کی مرضی کے موافق ہیں اور نہ عقلاً صحیح ہیں چنانچہ ان میں ایک مسئلہ جہاد بھی ہے۔ مسلمانوں کی بد قسمتی سے اس غلط خیال نے اس قدر ان کو گرفتار کر رکھا ہے کہ قیامت کے دن تک اس سے نجات نہیں مل سکے کہتے ہیں کہ ایک خونی مہدی ابھی باقی ہے جو ہر ایک فرقہ سے لڑائیاں کرے گا اور زمین کو خون سے بھر دے گا۔ اور اپنی نادانی سے یہ نہیں سمجھتے کہ دینی سپہاکیاں خونریزی سے ثابت نہیں ہو سکتیں بلکہ اور بھی اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔ اب اس عقیدہ کے مقابل پر ہمارے امام مسیح موعود و جہاں تعلیم دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے۔ اور جو شخص جہاد کرتا اور دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے وہ خدا کا گنہگار ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ سچا مسیح موعود جو دنیا میں آئے گا ملکہ پکا۔ اس کی ایک ضروری نشانی یہ ہے کہ وہ جہاد نہیں کرے گا اور صرف آسمانی نشانوں اور روشن دلائل سے راہ راست سمجھاویگا اسی وجہ سے ہر ایک بیعت کے وقت میں یہ شرط لازمی رکھی گئی ہے کہ یہ جماعت ایسے خیالات سے قطعاً متنفر رہے اور اس کو گناہ سمجھے۔ پس چونکہ عام مسلمانوں کے خونی مسیح اور خونی مہدی کے اظہار کر دیا گیا ہے اس لئے یہ اختلاف ان کے بعض اور دشمنی کا بہت ہی موجب ہوا اور اسی بنا پر کفر فتنے ہمارے مسیح کی نسبت کھڑے گئے۔ کیونکہ اس مسیح کے ظاہر ہونے سے جو حقیقت سچا اور خدا کی طرف سے ہے۔ تمام امیدیں جہاد اور لوٹ اور عنفیت کی خاک میں مل گئیں اور نہ وہ مسلمان جو دشمنانہ زندگی بسر کرتے ہیں وہ ایسے شخص سے جو غازی کی صورت پر کھڑا ہوتا ہے کو کئی معجزہ بھی طلب نہیں کرتے اور لاکھوں اسکے تابع ہو جاتے ہیں۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے اس امام سے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہو چکے ہیں

کچھ بھی مولویوں کی طرف سے اسے کافر کا خطاب ہے اس کا یہی سبب ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ گو گورنمنٹ انگریزی کو کہا ہے ان اصولوں کی خبر نہ ہو۔ مگر کوئی چیز پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہو گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت اپنے تئیں تردد اور شک میں نہ رکھے۔ اور ہر ایک جیل سے اور ہر ایک تدبیر سے اس کے اندرونی حالات دریافت کرے بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض گورنمنٹ کی خوشامد کے لئے ہیں مگر میں ان کو کس سے مشابہت دوں وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو سورج کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ اور ہزار ہا شہادتیں سناتا ہے۔ اور پھر سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہمارے امام نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں اسی تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابوں میں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب شام کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے جن سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے۔ تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ اتنا لمبا حصہ زندگی کا جس نے پیرانہ سالی تک پہنچا دیا اتفاق میں بسر کیا ہے۔ اور وہ شخص جو ہزار ہا انسانوں کو تعلیم دیتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ ہر ایک شخص سے چٹا بوسے یا جھوٹ کی ان کو رغبت دے اور پھر لوگ اس کے مقتدر حکمین نہیں بلکہ یہی اصول ہیں جو جماعت کو سکھائے جاتے اور ان پر زور دیا جاتا ہے۔ بارہا ہمارے امام نے تعلیم دیتے ہوئے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ میں یسوع مسیح کے قدم پر ہوں اور ایسا اس سے اتحاد رکھتا ہوں کہ خدا کے نزدیک میری آمداسی کی آمد ہے جیسا کہ یوحنا کی آمد ایلیا کی آمد تھی تو اس صورت میں ضروری تھا کہ میں عیسے مسیح کے رنگ پر غریبانہ وضع پڑتا اور کوئی شاہانہ شوکت میرے ساتھ نہ ہوتی مان آپ نے ہمارے لئے یہ دروازہ کھول دیا ہے کہ ہم سچائی کو دلائل کے ساتھ پیش کریں اور گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت کو غنیمت سمجھیں کیونکہ کوئی دوسری اسلامی سلطنت اپنے مخالفانہ جوشون کی وجہ سے کبھی ہماری برداشت نہیں کرے گی۔

اگر ہم ان نیک فطنیوں سے جو اس گورنمنٹ عالیہ کی نسبت ہمارے دل میں بھری

ہوئی ہیں۔ پورے طور پر قایدہ نہ اٹھا سکیں تو کم سے کم اس قدر تو ہم قطعی یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو اپنے طریقوں سے اسلام پر ماتحت صاف کر رہے ہیں وہ اس دانا گورنمنٹ کے نزدیک انصاف اور قانون کے لحاظ سے آزادی سے قایدہ اٹھانے کا کوئی خاص حق نہیں رکھتے بلکہ گورنمنٹ عالیہ کی پولیٹیکل مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ کشادہ پیشانی سے شیخوں کے مقابل پر دوسری قوموں کو بھی ایسی آزادی دے جو مشرکوں کو حاصل ہے۔ ہم چونکہ کسی ایسے سلطان کو پیش رو نہیں رکھتے اور نہ رکھنا چاہتے ہیں کہ دوسرے بعض مسلمانوں کی طرح اس کو خلیفۃ السلیطین قرار دیں۔ اس لئے ہم اسی گورنمنٹ سے اپنے دینی حقوق بھی ایسے ہی مانگتے ہیں جیسے کہ دنیوی حقوق۔ ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں کہ ہم مشرکی معنفون کو کسی طرح راضی کر سکیں۔ گو ہم اس گورنمنٹ محسن کی راہ میں جان دینے کو بھی تیار ہیں۔ ہم درد دل سے کہتے ہیں کہ بے شک ہمارے لئے بیک سخت ابتلا کا موقعہ ہے کہ ایک کامل تحقیق اور ترقیق جو بیانیہ ثبوت پہنچ گئی ہے وہ گورنمنٹ عالیہ کے مذہب سے ہمیں دور رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ دراصل ہماری گورنمنٹ راستی پسند ہے اور انصاف اپنا اصول رکھتی ہے اس لئے جو شخص راستی سے پیار کرتا ہے وہ اس گورنمنٹ کی اصل اغراض کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور درحقیقت سچائی ایک ایسی چیز ہے جس کا بہر حال انجام بخیر ہے اور انصاف پسندی ایک ایسا گہرنا بان ہے جو ہر صورت قابل قدر ہے۔ جو بات تحقیق سے ثابت ہو جائے اس کو قبول نہ کرنا سچائی کا خون کرنا ہے مان یہ بات ضرور ہے کہ ایسے مباحث کو نہایت تہذیب اور سلیقہ سے لکھا جائے۔ اور کوشش کی جائے کہ کوئی بات اعتدال سے نہ بڑھے اور ہر ایک استدلال لطافت اور نرمی کا پیرا رکھتا ہو۔ چنانچہ اس رسالہ میں ہی رعایت ملحوظ رہے گی۔ گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت اور چیز ہے اور مذہبی اختلاف اور چیز ہے۔ بلکہ اس گورنمنٹ کے لئے شکر کی جگہ ہے کہ خدا نے اس کو ایسا اقبال بخشا ہے کہ مذہب مختلف طور کے مذہب اس کے زیر سایہ سکون رکھتے ہیں۔

اور یہ گورنمنٹ اس وقت ایک ایسے بڑے درخت کی مانند ہے جس پر ہر ایک قسم کے پرنہ پناہ گزین ہیں بعض عوام الناس کی یہ غلطی ہے کہ جو کہتے ہیں کہ گورنمنٹ دراصل مشنریوں کی طرف دار ہے۔ بلکہ گورنمنٹ نہ کسی کی طرف دار ہے اور نہ کسی کی مزاحم۔ اس پوٹیکل غلطی سے ہماری گورنمنٹ بہت دور ہے کہ وہ ایسے ملک میں جہاں رعایا اپنے بادشاہ سے اختلاف مذہب رکھتی ہے۔ مذہبی امور میں کسی طرف داری کی رنگ آمیزی سے دخل دے یا کسی پرنہ میں ایسے امور کی بنا پر اپنی ناراضگی ظاہر کرے یہ سچ ہے کہ ہم نے شاید کوہ رسالہ میں حضرت مسیح کو انسان لکھا ہے اور آپ کی موت کی نسبت بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو باعث اشتعال سول ہے لیکن جس حالت میں مسلمانوں کا سارا قرآن اول سے آخر تک اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم محض ایک انسان تھا جو فوت ہو گیا۔ اور ان کو خدا سمجھنا انسانی غلطیوں کا ایک نمونہ ہے جس کی صدائیں پرنہ مسیح کے وجود سے بھی پہلے ہر ایک قوم میں پائی جاتی ہیں تو پھر اس اعتقادی امر سے ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیا تعلق ہے دنیا میں ہر ایک کا جدا جدا خیال اور جدا جدا مذہب اور جدا جدا رائے ہیں۔ پس اگر مشنری صاحبوں نے حضرت مسیح کی خدائی دیکھ لی ہے اور کچھ ثبوت مل گئے ہیں تو ان کی مہربانی ہو گی کہ بجائے بے جا جوش دکھلانے کے ایسے ثبوت کو پیش کر دیں ثابت شدہ سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کہ کسی ثابت شدہ حقیقت سے ناراض ہوں نہ حکمت اور دانائی اسی سے بڑھتی ہے کہ جو بات ثابت ہو جائے اس کو قبول کر لیں۔ یہ بھی تو انصافاً سوچنا چاہئے کہ جیسا کہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت دین ایسا ہی ان کے مخالفین کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ مخالفانہ ثبوت پیش کریں +

ہر ایک ملک کی روحانی سچائیوں میں ترقیات ان تین چیزوں پر موقوف ہیں -

(۱) اول یہ کہ سچائی اور دیانت کی طرف لوگوں کو رغبت پیدا ہو۔ (۲) دوسری یہ کہ تحقیق اور تہقیق کا شوق ہو۔ (۳) تیسری یہ کہ گورنمنٹ جسکے وہ ماتحت ہوں وہ علم دوست

اور انصاف پسند ہو سو ہمارے خیال میں ہے کہ خدا کے فضل اور رحمت نے یہ تینوں امور ہمارے ملک میں پیدا کر دیئے ہیں بہتیرے ایسے دل پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ سچائی سے محبت کرتے ہیں اور اگر اس کو یا بین تو گو کہ کسی ہی تکالیف کا سامنا ہو مگر اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے بہتیرے ایسے ہیں کہ تحقیق اور تفتیش کے لئے ان کی دماغی قوتوں کو ایک فطرتی مناسبت ہے۔ اور نہ صرف وہ روحانی سچائیوں کو قبول کرتے ہیں بلکہ وہ تحقیق اور تفتیش کی زندہ طاقت سے ایک سچائی کو بہت سے اختلافات کی تاریکیوں سے کھینچ کر باہر لے آتے ہیں۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے ماتحت ہم لوگ ہیں وسیع خیال اور علم دوست ہے اس کے حکام ایسے اعتدال سے رعایا کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی متصفانہ نیت کی وجہ سے خود بخود غنی امور ظاہر ہوتے جلتے ہیں اور اگر ایک حق الامر کو ایک مشنری کے مخالف بھی پائیں تو کبھی اس کو قبول نہیں کرتے اور اپنی عملی کارروائیوں سے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ علم دوست اور انصاف پسند اور حق پذیر وہ انسان ہیں پہلے بنیاد خیال نہیں بلکہ ہمارے پاس اس بات کے روشن ثبوت ہیں کہ اس گورنمنٹ کے حکام رعایا کی نسبت مذہبی تعصب کو ہرگز اپنے نزدیک نہیں آنے دیتے اور پورے انصاف سے کام لیتے ہیں *

اس جگہ ایک قصہ کو لکھتا جو ہمارا خود چشم دید ہے خالی از لطف یہی مذہب کا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ حکام سلطنت برطانیہ کے سکندر حق پسندی کے عاشق ہیں کہ انصاف پسندی کے جو ش میں مذہبی تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہمارے اس فرقہ احمدیہ کے امام و پیشوا مسیح موعود میسرزا غلام احمد قادیانی پر ایک مشنری صاحب نے اقدام قتل کے الزام سے ایک مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا تھا۔ ابتدا اس کی یہ تھی کہ اس مقدمہ کے نام و نشان نہ ہوتے ہفتے پہلے مرزا صاحب موصوف نے ہم سب کو جو قادیان میں حاضر تھے جمع کیا اور فرمایا

نہایت ہوتا ہے کہ اگر یہ حکام سلطنت برطانیہ کے سکندر حق پسندی کے عاشق ہیں کہ انصاف پسندی کے جو ش میں مذہبی تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے کچھ بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہمارے اس فرقہ احمدیہ کے امام و پیشوا مسیح موعود میسرزا غلام احمد قادیانی پر ایک مشنری صاحب نے اقدام قتل کے الزام سے ایک مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا تھا۔ ابتدا اس کی یہ تھی کہ اس مقدمہ کے نام و نشان نہ ہوتے ہفتے پہلے مرزا صاحب موصوف نے ہم سب کو جو قادیان میں حاضر تھے جمع کیا اور فرمایا

کہ مجھے خدا سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک مقدمہ ہماری نسبت ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہم عدالت میں حاضر کئے جائیں اور خوف و خطر میں پڑیں۔ مگر آخر بریت اور نجات ہے۔ تب جماعت اس بات کی منتظر تھی کہ وہ کس قسم کا مقدمہ ہے کہ بہت خطرناک صورت میں پیدا ہوگا اچانک چند ہفتہ کے بعد حضرت موصوف بذریعہ پولیس عدالت میں بلائے گئے۔ تب معلوم ہوا کہ ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلا راک نام جو امرت سر میں مشنری کا کام کرتے ہیں اور ایک معزز بنیل میں ہیں۔ انہوں نے حضرت موصوف پر اپنی نسبت اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ بنیاد اس مقدمہ کی صرف اس بات پر تھی کہ ایک شخص عبدالحی نام نے جس کو بار بار مسلمان اور عیسائی بننے کی عادت تھی ڈاکٹر مارٹن کلا راک کو قریب دے کر اس پر یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ ایک ہندو تھا اور اس کے پاس عیسائی بننے آیا ہے۔ اور پھر ڈاکٹر مارٹن کے چند ماتحت عیسائیوں کی ترغیب کے موافق جو محض فتنہ انگیزی اور شرارت اور بہتان کی راہ سے دی گئی تھی۔ یہ ظاہر کیا کہ دراصل مجھے مرزا صاحب قادری نے ڈاکٹر کلا راک کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور ان ترغیب دینے والوں دہیسی عیسائیوں کو جن میں سے بعض داعطا خلیل بھی تھے۔ یہ موقع بھی ملا کہ وہی گواہ مقدمہ ہو گئے اور جہانناک ان سے ہو سکا انہوں نے زور سے گواہیاں دے کر اس مقدمہ کو سچا بنانا چاہا اس موقع پر اگر حاکم بیاد مغز اور انصاف پسند اور محقق مزاج نہ ہوتا یا بر خلاف اصول انصاف کے ایک معزز مشنری کی ایک ذرہ رعایت اسکے دل میں ہوتی تو ظلم کرنے کے لئے اچھا موقع نہ تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ پورے طور پر تحقیق و تفتیش کر کے اصلیت نکال لی اور ثابت کر دیا کہ مقدمہ محض جھوٹ بنایا گیا ہے۔ اس انصاف پسند حاکم کا ہم نام بھی بتلا دیتے ہیں وہ ہیں کپتان ڈگلس صاحب جو شمع گورہ سپور میں ڈپٹی کمشنر تھے اور اب دہلی میں ہیں +

پس جس گورنمنٹ کے ایسے انصاف پسند حکام ہیں کہ باوجودیکہ مقدمہ کرنے والا ایک مشنری ہے اور گروہ عیسائیوں کا جو وہ بھی عیسائی اور داعطا خلیل

کریڈٹ
اور نظام

ہین۔ شہادت میں پیش ہوا ہے اور مقدمہ خون کا ہے اور اندرونی طور پر ایک مشنری اس بات کا خواہاں ہے کہ کسی طرح ملزم سزا بابت ہو لیکن حاکم نے اس تمام جماعت کی کچھ بھی پروا نہیں کی اور نے الفور سمجھ لیا کہ جس پر مقدمہ کیا گیا ہے وہ چونکہ مشنریوں کے عقائد کے برخلاف لکھتا ہے اس لئے معاملہ عدالت کا ہے اور اصلیت کو ایسے طور سے ظاہر کر دیا کہ کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ پس یہی اسباب ہیں جن کی وجہ سے انگریزی گورنمنٹ دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس حاکم کی جانزداری کو دیکھو کہ عدالت کے رو سے ایک مشنری اور اس کی جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ دافع لگا دیا کہ وہ ایک جھوٹا مقدمہ قتل کا عدالت میں لایا اور ذرا اس بات کا پاس نہیں کیا کہ وہ عیسائی قوم کا ایک معزز مشنری ہے پس یہی وجہ اس گورنمنٹ کے اقبال کی ہیں کہ ایسے منصفانہ نمونے ان حکام میں پائے جاتے ہیں ہمیں اس بات کے معلوم کرنے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اسی قسم کے نمونے وائسرائے کے حال پہنے لارڈ کرزن کے شہرہ آفاق ہو رہے ہیں۔ ایسے نمونوں سے جھوٹے رجائیاں کو سچے تعلقات بہری اور غیر خواہی کے اپنی محسن گورنمنٹ سے پیدا ہوتے ہیں ان کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ مذہبی امور میں چڑنا یا دل میں بغض پیدا کرنا ایسی گورنمنٹ سے ہزار بار کم بعید ہو چکے حوالہ خدا کی حکمت اور مصلحت نے کروڑوں انسان مختلف مذاہب اور مذاہب کے لئے ہیں اور جس کو اپنی سلطنت کی نیابت دے کہ اقتدار کے تحت بر بٹھا دیا ہے۔

خدا نے بھی اپنی حقیقی بادشاہت کے لئے ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ایک قوم کے مذہب جن میں سے صرف ایک سچا اور باقی سب جھوٹے ہیں اس کے سائبر حرانیت کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں کسی اہل مذہب پر آسمان پر سے پتھر نہیں برستے اور نہ عذاب نازل ہوتا ہے بلکہ اس کا سورج اور اس کا چاند اور عناصر اور اس کی تمام بنائی ہوئی چیزیں سب بانی کو مرست اور پرورش کا حصہ پہنچا رہی ہیں اگر دنیا میں کسی باطل مذہب والی قوم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا ہے تو وہ عذاب اس وجہ سے نازل نہیں ہوا کہ

اس کا مذہب باطل ہے بلکہ ان لوگوں کی بے شمار شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ خدا کا ہرگز یہ قانون نہیں ہے کہ بطلان مذہب کی وجہ سے کسی قوم پر دنیا میں عذاب لڑا کرے یا اپنی رحمت عامہ سے ان کو جواب دیدے یہی طریق عادل یا دشا ہونا ہوتا ہے کہ وہ محض مذہب کے اختلاف کے خیال سے کوئی بد راہ اپنے دل میں پیدا نہیں کرتے اور مخلوق الہی کو جو ان کے زیر سایہ زندگی بسر کرتی ہے خدا کی امانتیں تصور کرتے ہیں اس قسم کا چڑنا اور دل تنگی ظاہر کرنا بہت چھوٹے اور پست ہمت آدمیوں کا کام ہے اختلاف رائے یا اختلاف مذہب ایک اور چیز ہے۔ اخلاق یا نبی نوع کے حقوق پر اسکا کوئی بد اثر نہیں ہے۔ یہ دیکھنا چاہئے کہ جو شخص اختلاف مذہب یا اختلاف رائے کے باعث سے چڑتا اور ناراض ہوتا ہے اگر اس کا یہ باعث ہے کہ جس بہشت یا جس نجات الہی کی پہنچنا چاہتا ہے۔ اس بہشت یا اس نجات کو وہ شخص قبول نہیں کرتا تو اس حالت میں وہ شخص اور بھی رحم کے لائق ہے کہ وہ نجات جو اسکے لئے تیار کی گئی ہے وہ اس سے دور رہنا چاہتا ہے اور اگر ناراضگی کا یہ باعث ہے کہ وہ اس مذہب کو کیوں قبول نہیں کرتا جس مذہب کا یہ ناراض ہونے والا شخص یا بندہ ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس مورد غضب کا غیر خواہ نہیں ہے بلکہ محکم کے طور پر اپنے مذہب کی پیروی کرنا چاہتا ہے۔

مذہب کے دو سے سچا اصول یہی ہے اور اسی میں امن عامہ ہے کہ کسی پر اختلاف کی وجہ سے ناراض نہیں ہونا چاہئے اور خود یہ انسانیت سے بھی بعید ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے اشتعال طبع پیدا ہو بلکہ ایسا شخص ایک قسم کی رگ دیوانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ جو شخص اس کی رائے کے مخالف ہو اس پر اتنا روزِ زندگی ظاہر کرتا ہے اور بلاشبہ ایسا وجود خطِ ناک ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے اور اس پر یہ امر متنبہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت سچے نبی اور خدا کی طرف سے ہیں تو

ہمارے انسانی رحم کا یہ مقتضا ہونا چاہیے کہ ہم نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے پیش
آوین اور کوشش کریں کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں اور اس پر ثابت کریں کہ ہم
محبت سے نہ کسی دشمنی اور عناد سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتے ہیں اور ہم ان کے بہادری
کرنے کے لئے بڑے ادب اور ہمدردی سے تیار ہیں لیکن ہم اگر ایسے اختلاف کی وجہ سے
اس کو اپنا دشمن سمجھ لیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مسلمان مولوی ہی طریق رکھتے ہیں تو اس
صورت میں ہماری زندگی بجائے فائدہ کے اس کو نقصان پہنچائے گی اور علاوہ مخالفت
نہ ہب کے ہم اخلاقی حالت میں بھی بہت نیچے گرے ہوئے تصور ہوں گے۔ کیونکہ ایک
منکر جب تک کہ اس کے پاس ایک عقیدہ کے ماننے کی وجہ نہیں بلاشبہ حق رکھتا ہے کہ
وہ انکار پر قائم رہے اور اسکے ساتھ بد اخلاقی یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے۔ جس کو عقل
اور انصاف اور انسانی ہمدردی پسند نہیں کر سکتے اور جن لوگوں کو اخلاقی پرندہ ہی تعصب
غالب ہے ان کو کسی طرح حقیقی اخلاق میں سے حصہ نہیں ہے۔ سو ایسے مسلمان میرے
نزدیک سچے مسلمان نہیں ہیں جن کے اخلاق بشرط مناسبت رائے اور بشرط موا فقط
نہ ہب ہیں۔ اسی طرح میں ان عیسائی مشنریوں کے حالات کو بھی قابل اعتراض سمجھتا
ہوں جو مذہبی تعصب کے جوش میں اگر ایک دم میں انجیل کی تمام تعلیم کو فراموش کر جیتے
ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں جیسا کہ ان کو حکم ہے اس بات پر
زور دیتے ہیں کہ گورنمنٹ و انٹنڈ بھی ان ہی کی عادت اور رویہ کو اختیار کرے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جن انجیلی اخلاق کا مشنریوں کو وارث ہونا چاہیے تھے عہدہ اخلاق
انگریز حکام دکھاتے ہیں جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے ہمارے
امام مسیح موعود پر اقدام قتل کا قابل شرم مقدمہ کھڑا کیا اور دوسرے مشنریوں کو بطور
گواہ پیش کیا لیکن مجسٹریٹ ضلع نے جو کپتان ڈوگلز تھے پور غور اور توجہ سے اس ضلع کی
حقیقت کھو ل دی اور صاف کر لیا کہ مشنری صاحب ایک جھوٹا مقدمہ ان کے پاس لائے

ہیں اور اس مقدمہ کو خارج کیا۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیوں ڈاکٹر مارتن کلا رگ نے باوجود مشنری کہلانے کے ارتکاب ایسے امر کا کیا اور ناحق ایک شخص کو جو محض معصوم اور بری تھا خون کے مقدمہ میں پھنسانا چاہا۔ اور اس منصوبہ بازی میں اپنے بیان اور اپنی کوشش اور اپنے گواہوں کے پیش کرنے میں کسی طرح کوتاہی نہیں کی لیکن برعکس اس کے کپتان ڈگلز نے اس تمام تاریکی سے جو ان کے آگے رکھی گئی تھی۔ اس طرح پر اپنے تئیں باہر نکال لیا جیسا کہ بجلی تاریک بادل میں سے باہر آتی اور آسمان کو روشن کر دیتی ہے اسکا کیا سبب ہے۔ اگر یہ فراست اور کائنات کی چمک جو کپتان ڈگلز کو دی گئی اس کا سبب انجیل کی پیروی تھی تو یہ راست بازی اور پاک کائنات ڈگلز اور اسکے رفیقوں میں ہونی چاہئے تھی جو دن رات انجیل پڑھتے اور سناتے اور اس کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں۔ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ کپتان ڈگلز کو سرکاری کاموں سے اس قدر فرصت ملتی ہو کہ وہ دس بیس مرتبہ تمام دن میں انجیل پڑھتے ہوں یا اس کا وعظ کرتے ہوں پھر یہ دل کی صفائی ان میں کیونکر پیدا ہو گئی جو ایک پادری کو نصیب نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک خون جیسے مقدمہ میں جس میں رعایت کرنے والے یا کسی سفارش سے متاثر ہونے والے کو اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے کا خوب موقع ملتا ہے ایک ذرہ کسی فرقہ کی رعایت نہ کی بلکہ سچائی اور عدالت کا پاس کیا اور مشنریوں کی ایک عظیم جماعت منہ دیکھتی رہ گئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قوت راست پسندی اور حق پروری کی پادریوں کے ذریعہ سے کپتان ڈگلز میں نہیں آئی تھی بلکہ اپنے مان اور باپ کے ذریعہ سے تھی اور ایک فطرتی خوبی تھی کیونکہ اگر پادریوں کے ذریعہ سے آئی ہوتی تو کیا وجہ تھی کہ مشنری لوگ جو اس قوت کا منبع اور سرچشمہ تھے وہ اس سے محروم رہتے چنانچہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ کیونکہ ڈاکٹر کلا رگ اور دوسرے مشنری ایک جھوٹے خون کے مقدمہ کو عدالت کپتان ڈگلز میں لائے ایسا مقدمہ جو سراسر افترا اور قابل شرم

منصوبہ تھا +

اس مقدمہ سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اکثر انگریز جو شریف اور منصف مزاج اس ملک میں آتے ہیں ان کی شرافت ذاتی ہے نہ طفیلی جو پادریوں کے ذریعہ سے ملی ہو بان ایک یہ بھی باعث ہے کہ جب ایک بادشاہ صاف طبیعت اور حق پسندی کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کی قوم کے لوگوں اور اس کی مستعد رعایا پر ضرور اس کا اثر پیدا ہوتا ہے پس چونکہ ملکہ معظمہ میں بھی یہی خاصیت تھی کہ انہوں نے رعایا پر وری میں مزہبی بنجل سے اپنے تئیں پاک رکھا اور ان کے انصاف کو نہ ہستی اختلاف روک نہ سکا اسلئے ان کی خاصیت ان کے نیک فطرت حکام میں بھی آگئی۔ وہ نمونہ اپنی سیرت کا جو ملکہ معظمہ چھوڑ گئیں سلطنت برطانیہ کے ہر ایک حاکم الملک اجٹارنولیسون کو بھی لازم ہے کہ اس نمونہ کی پیروی کریں اور ذرا توجہ کر کے دیکھیں کہ حضرت ملکہ معظمہ نے اپنی بے تعصبی اور ہمدردی کا کیسا ثبوت دیا کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ملکہ معظمہ نے بھی رعایا کے مقابل پر مذہبی تعصب سے کام لیا بلکہ بجائے تعصب کے اس نے ایسا نیک برتاؤ اپنی رعایا سے کیا کہ ہر ایک مسلمان ان کی امن بخش حکومت سے فائدہ اٹھا کر یہ خیال کرتا رہا کہ ہم ایک مسلمان اول بادشاہ کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسا ہی ہر ایک ہندو سمجھتا تھا کہ ایک اوتار ہمارا راجہ ہے ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بلاشبہ اس ملکہ نے اجنبیت کو دور کر دیا تھا اور جیسا کہ ملکوں کو مسخر کیا ویسا ہی دلوں کو بھی مسخر کیا اس سے عجیب قسم کی ہر طرف پھرتی کے کام ظہور میں آئے۔ جب انہوں نے اپنا مصاحب بنانے کے لئے منشی عبد الکریم کو منتخب کیا اور ایسا ہی اور کام بھی اسلام کے مفید کئے تب عجیب قسم کے خیالات مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ جو سلطنت کے لئے نہایت مفید تھے۔ اور رعایا اور بادشاہ میں ایک روحانی تعلق پیدا کرتے تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ ملکہ معظمہ کو مسلمانوں سے ایک خاص تعلق اور انس ہے اور بعض کہتے تھے کہ میان تعلق کیا دراصل ملکہ معظمہ درپردہ

مسلمان ہے چہی تو ایک مسلمان کو اپنا مصاحب بنایا اور صاف ظاہر ہے کہ منشی عبدالکیریم کو اپنی مصاحبت کی عزت بخشا مشربون کی رائے کے بالکل مخالف تھا۔ اور وہ لوگ ہرگز اس سے خوش نہیں ہونگے کہ ایک مسلمان کو یہ قرب صحبت کا درجہ عطا کیا جائے ایسا ہی ملکہ مظفر نے کئی ایسے کام کئے کہ ایک مذہبی انسان سے ایسا نپور میں آنا بالکل غیر ممکن ہے۔

غرض چونکہ انگریز ایسے انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر تربیت نشوونما پانے والے تھے جیسے کہ ملکہ مظفر تھیں۔ اسی وجہ سے ان کو انصاف پسندی اور عدالت کا جو عطا کیا گیا۔ اور ملکہ مظفر میں صرف انصاف پسندی کا ہی مادہ نہیں تھا۔ بلکہ ان کی فطرت میں ایک یہ بھی خاصیت تھی کہ رعایا کے قصور اور خطا کو سختے الوسع معاف کر دینے کے لئے ان کی طبیعت مائل ہوتی تھی۔ مثلاً ۱۸۵۷ء کے ایام میں جب ایک گروہ کیشنک حاکم لوگوں نے غدر پر پا کیا اور جہالت اور شرارت سے ہزار ہا انگریزوں اور ان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو بے وجہ قتل کر ڈالا تو درحقیقت یہ ایک بڑا گناہ تھا جو رعیت سے ظہور میں آیا اور اس ملک کے لوگوں کو نہایت شرمندگی سے اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ ایک ایسی پلید حرکت تھی کہ اگر اس کے عوض میں کئی لاکھ انسان قتل کئے جاتے۔ خاص کر مولوی اور پیٹل جو مبدع فساد تھے تو وہ عین انصاف تھا۔ لیکن جب ایک مسودہ اسی قسم کی سزا کے لئے ملکہ مظفر کے سامنے پیش کیا گیا اور دستخط کرنے کی التماس کی گئی تو اپنے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے یہ سختی نہیں ہو سکتی اور پھر جب عرض کیا گیا کہ یہ لوگ باغی ہیں اور بغاوت کی سرانیں مصلحت ملکی کی وجہ سے سخت ہوا

۱۸۵۷ء کے دن جبکہ ہائے امام مسیح موعود کے والد صاحب میرزا غلام مرتضیٰ ربیعی قادیان نے پچاس گھوڑے اور پچاس سوار سے گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی اور اسی نازک موقع پر جبکہ دشمن ہمارے تھے اپنے کثیر حصہ جان واد کو فروخت کر کے اور گھوڑے خرید کر اور سوار ہم پہنچا کر حق اخلاص میں خیر خواہی ادا کر دیا

ہوا کرتی ہیں تو آپ نے جواب دیا وہ فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر میں عورت بادشاہ ہوں بنایا
ہرگز نہیں کروں گی۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ اگر خدا نے ملکہ مغفلہ کے دل کو ایسے
طور سے ہمدرد رعایا نہ بنایا ہوتا تو سداۓ میں جو کچھ ہندوستان میں سے بغاوت ظہور
میں آتی تھی وہ ایک سخت سزا کے لائق تھے جس سے عداوت گزری گئی۔

ان سب باتوں سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہر ملکہ مغفلہ عیسائی مذہب کی تعین
خدا نے ان کو نہ ہی تعینات اور نہ ہی رنگ آمیزیوں سے بالکل پاک رکھا تھا اور یہی
وجہ ان کے اقبال اور شوکت اور شان کی تھی کہ ان کا دل شامانہ ہمدردی رعایا سے
پُر تھا۔ ان کی بیشکلی اور اخلاقی حالت پادریوں کے درمیان سے نہیں تھی بلکہ اپنے
شریف آباد اجداد کے تخم سے اور اپنی فطرت کے گہرائیوں کی وجہ سے تھی۔ یہ تو ظاہر
ہے کہ عیسائیوں میں زیادہ تر انجیل پڑھنے والے مشنری لوگ ہیں جن کی ہریشہ یہ آرزو
رہتی ہے کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں بھی انجیل لازمی طور پر پڑائی جائے۔ لیکن اگر
ان کی روحانی حالتوں کا مشاۓ کا مغفلہ اور سلطنت کے دوسرے ارکان سے مقابلہ کیا
جائے تو مجبوراً اتر کر بنا پڑے گا کہ ان مشنریوں کو ان خدا داد اخلاق سے جو ملکہ مغفلہ
یا ان کے حکام کو عطا کئے گئے ہیں کچھ بھی نسبت نہیں۔ پس اگر یہ اخلاق فاضلہ انجیل
کی وجہ سے ہوتے تو سب سے زیادہ پادریوں میں ہونے چاہئے تھے حالانکہ ان میں
مفقود ہیں اور عہدہ مشنریں اکثر ایسے انگریزوں میں دیکھتے ہیں آتی ہیں کہ نہ تو وہ پادری

ہیں اور ان کو پادریوں کی صحبت کا بہت اتفاق ہوتا ہے۔

السنائی سرشت میں اگرچہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی قوتیں دو عورت لکھی گئی ہیں لیکن
دو قوتیں گویا خاص علامت انسان ہونے کی ہیں (۱) ایک یہ کہ اخلاقی حالت ایسے
اعلیٰ درجہ پر ہو کہ کوئی مذہبی تخیل اور تعصب یا اعتقاد یا مخالفت اس میں خراباں نہ ہو سکے
(۲) دوسری یہ کہ دماغی بیدار مغزی اور روشنی عاقل اور تیز عقل ایسے کمال پر ہو

جو تباہی بر ملکی اور مصالح نگرانی رعایا میں بہت ہی کم غلطی کا اتفاق ہو اب صاف ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں قوتوں کو اکٹلا کر اور احسن درجہ پر پہنچانے کے لئے انجیل کی ضرورت ہے تو سمجھ یہ قبول کر لینا چاہئے کہ مشنریوں سے بڑھ کر کوئی عیسائی ان دونوں قوتوں میں صاحب کمال نہیں حالانکہ یہ صریح غلط ہے اگر مثلاً کسی بشارت کو گوگلکھنے کا ہی بشارت ہو جائے لارڈ کرزن کے دایرے کیا جائے تو کیا کوئی عقل مان سکتی ہے کہ جس روشن دماغی اور وسعت اخلاق کی مدد سے لارڈ کرزن کام کر رہے تھے وہ بشارت بھی ایسا ہی کام کر سکے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی سوچیں بہت دور تک نہیں جاسکتیں اور ان کے اخلاق کا دائرہ نہایت محدود ہے اور ان کا اخلاقی اور ذہنی چشمہ تعصب اور کوتاہ اندیشی کے کچھڑے محفوظ نہیں ہے۔

یہ لوگ اپنی نہایت سادہ طبعی سے خیال کرتے ہیں کہ اب ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی خلائی کو لوگ ہنسی خوشی سے قبول کر لیں گے اور یہ نہیں جانتے کہ زمانہ کے دماغی قوت اب اس دھوکے پر گزر آ نہیں سکتے کہ ایک انسان کو خدا قرار دیں۔ یہ عقیدہ جب یورپ کے لوگوں کے گلے پڑ گیا وہ اور زمانہ تھا اور اب یہ زمانہ اور ہے اور جس درجہ عقل اور فہم تک اب یورپ نے ترقی کر لی ہے۔ اگر اس پہلے زمانہ میں یہی ترقی ان کو حاصل ہوتی تو وہ کبھی اس غلطی کی برداشت نہ کر سکتے۔ غرض یہ ثابت شدہ امر جو کہ تمام مسلمان مشنری صاحبوں کا ان دونوں قوتوں میں شدہ نمونہ اپنے اندر سے پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن دوسرے انگریز جو نہ مشنری ہیں نہ داعی انجیل وہ دماغی اور اخلاقی قوت کے لحاظ سے نمونہ دکھلاتے ہیں کہ جس سے سلطنت کو قوت پہنچتی ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بادی صاحبان جس مسئلہ الوہیت مسیح پر زور لگاتے ہیں ایک ذرہ ثبوت اسکا ان کے پاس نہیں ہے۔ صرف رسم اور عادت کے رنگ میں یہ عقیدہ ان کو پیارا معلوم ہوتا ہے درحقیقت وہ خیالات جو عادت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر مصالح حجت قوی کا ان پر رنگ

چڑھ جاتا ہے۔ ان کا دور کرنا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ خدا کا وجود درپردہ غیبی ہے اس سے ڈرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو انصاف اور راست بازی کو اپنے مولیٰ مقرر کر لیتے ہیں اور ان کا آرام اور ان کا بہشت اور ان کا ہر ایک سامان راحت سچائی میں ہوتا ہے۔ اور باقی تمام لوگ تعصب میں مبتلا ہیں وہ خدا کی پرستش نہیں بلکہ رسم اور عادات اور قوم کی پرستش کرتے ہیں اور یہ اعتراض صرف عیسائیوں پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر بھی ہے الزام عائد ہوتا ہے۔ جب تک انسان صرف ایک مذہبی رنگ میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس روح سے خالی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجی جاتی ہے خواہ وہ ایک پادری کی صورت میں ہے اور خواہ ایک مولوی کے پیر یا کہ بین اور خواہ ایک پنڈت کی شکل میں وہ پاک زندگی سے بے بہرہ ہے اور اس سے تعصب کا الگ ہونا ایسا مشکل ہے جیسا کہ ایک بدودار مادہ سے بدبو کا دور ہو جانا اور اس کے اخلاق کا وسیع ہونا اس سے بھی زیادہ تیز شواری ہے۔

لیکن وہ شخص جس کی زندگی مذہبی رنگ پر نہیں بلکہ علمی رنگ پر ہو وہ تعصب سے دور ہوتا ہے اور اخلاق اس کے بہت وسیع ہوتے ہیں اور عامہ خلائق کا وہ ہمدرد ہوتا ہے۔ اب اس فرق کو خوب غور کر کے سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ وہ صو کا کھانا اور فرق یہ ہے کہ مذہبی رنگ کے انسان جیسا کہ اخلاقی حالت ان کی نہایت پست اور گری ہو جاتی ہے ایسا ہی وہ اکثر بہت ذلیل خیالات میں مبتلا ہوتے ہیں اور کوئی واقعہ کسی ایسی تبدیلی کا ان کو پیش نہیں آتا جس سے وہ عوام الناس کے ماتھے سے دکھ اٹھائیں اور لغت ملامت کا نشانہ بنیں بلکہ وہ ہمیشہ رسمی عقائد اور اعمال کی بجا آوری میں قوم کے غلام ہوتے ہیں اور اپنی وجاہت اور عزت اور آمدنیوں کو مد نظر رکھ کر اور قومی تعصب کا بت اپنی آنکھوں کے سامنے نصب کر کے ہر وقت اسی کو سجدہ کرتے ہیں اور اسی کے مناسب حال ان کا حرکت و سکون ہوتا ہے اور تمام عمر ان کو یہ موقعہ نہیں کہ وہ کسی...

مقام میں عوام کی مخالفت کر سکیں اور بسا اوقات ان کا کاشنفس ان کو ملزم بھی کرنا کہ جن عقیدوں پر وہ اصرار کرتے ہیں ان کے متعلق ان کے پاس کوئی دلیل نہیں مگر کچھ بھی وہ انکو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ اس سچی تحقیق سے کام نہیں لیتے۔ جو ایک دنیا دار اپنے اس نئے درجہ کے دنیا کے امور میں اس سے کام لیتا ہے۔ بلکہ وہ روحانیت کی امتنگ سے کوئی بھی کام نہیں کرتے برخلاف اسکے علمی رنگ کا ایک انسان اپنے سچے جو ش اور توجہ سے سچائی کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے اور وہ اس بات کا شیدا ہوتا ہے کہ قوی دلائل کے ساتھ کوئی بات پیدا ہو یا سو اس کے وہ تنگ اخلاق بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ علمی روشنی کے ذریعے وہ دوسروں کو بھی روشن کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قدرتی طور پر اس کے اخلاق نہایت وسیع ہوتے ہیں اور جیسا کہ ایک باپ بچوں کے لئے اپنی پوری ہمدردی کو خرچ کرتا ہے ایسا ہی علمی رنگ کے انسان کا حال ہوتا ہے وہ بیہودہ اور بے دلیل باتوں پر نہ آپ قائم ہوتا ہے اور نہ خواہش رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا قائم ہو بلکہ دلائل قاطعہ کا عاشق ہوتا ہے اور خاموشی کے ساتھ ان کو سنتا اور ان کو لینے کے لئے تیار ہوتا ہے ÷

یہ زمانہ جس میں ہم ہیں بالطبع تقاضا کرتا تھا کہ بجائے مذہبی جھگڑوں اور خرخشتوں کے جن کی ٹھنی قصوں کہانیوں پر بنیاد ہے علمی سلسلہ قائم ہو کیونکہ جن قصوں کی بنیاد پر نوع انسان کے مذاہب نے اب تک عمر بسر کی ہے وہ قصے انسانوں کو کسی منزل تک نہیں پہنچا سکے اور کسی سچائی کو روشن کر کے نہیں دکھلا سکے بلکہ دنیا کو فرسے مذہبی رنگ سے بہت نقصان پہنچا ہے اور ان کی اخلاقی حالتیں نہایت پست ہو گئی ہیں اور انسانیت کی ہمدردی بالکل جاتی رہی ہے۔ اور روحانیت کو نہایت درجہ صدمہ پہنچ گیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے ایسے وقت میں جبکہ بہت سے زمینی امور بھی علمی رنگ میں آتے جاتے ہیں۔ چاہا کہ مذہبی مباحث کو

بھی علمی رنگ میں ظاہر کرے سو اس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے امام مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا تا تمام دنیا جن جن امور میں مذہبی مباحث کے پیرایہ میں باہم جنگ و جدل کر رہی ہے ان حقیقتوں کو علمی رنگ میں کھول کر دکھلایا جاوے۔ اور خود اہل دنیا کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ جبکہ اس علمی ترقی کے زمانہ میں طبعی اور ہیئت نے بھی ایک چمک دار جامہ پہن لیا ہے تو چاہئے کہ وہ مذہب جو دنیا کے تمام مذہبوں میں سے درحقیقت سچائی اور خوبصورتی اپنے اندر رکھتا ہے وہ بھی علمی رنگ میں اپنی سچائی کا تاج مرصع اپنے سر پر رکھے اور شوکت بیان اور قوت برہان کی چست قیص زیب تن کر کے دکھلاوے اور پھر قیص کے نیچے کا حصہ ایک ایسی نورانی... چادر سے پیرودن تک ڈھکا ہوا ہو کہ کوئی برہنگی اس سے نظر نہ آ سکے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کبھی ایک دن مذہبوں کی لڑائی کا خاتمہ ہوگا تو وہ علمی رنگ کے وقت میں ہوگا کسی اور وقت میں اور ہر ایک مذہب جو علمی رنگ میں اپنی چمک دکھلائے گا وہی سچائی کا بادشاہ سمجھا جائے گا اور یقیناً سمجھو کہ وہ دن دور نہیں ہیں۔ بلکہ آگئے۔ اور انسانوں کے دماغی قوے ایک نقطہ تک پہنچ گئے ہیں کہ اب علمی روشنی ہفتوں کو ترجیح نہیں دے سکتے جو لوگ ان دنوں میں اپنے دماغی قوے کو دنیا کے کاموں میں خرچ کر رہے ہیں وہ اپنے اندر اس بات کے لئے ایک ثابت پیرا کر جاتے ہیں کہ اپنے دین و مذہب میں بھی انہی دماغی قوے کے کام لین سوا یہ کہ کئی چاہئے کہ یہی قوے جو ہر روز تیز کئے جاتے ہیں کسی وقت دین کی اصلیت سمجھنے کیلئے بھی مفید ہوں گے۔ غرض اب ایک ایسا زمانہ آگیا ہے جو دماغی قوے کو بیدار کر رہا ہے اور بڑی تیز حرکت کر کے انسانی حلاج کے ہر ایک امر کو علمی رنگ میں لانا چاہتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ ہر ایک قصبہ اور چھوٹے علاقہ درمیان سے کر کے علمی شہادتوں سے ہر ایک امر کی اصلیت ظاہر کرے۔ اس زمانہ

میں انسانی چال چلن کی ہیکل اس بیمار سے مشابہ ہے جس کا کوئی عضو بیماری سے خالی نہ ہو اور سر سے پیر تک انواع اقسام کے امراض کا مجموعہ ہو اسی طرح اکثر انسانوں کے عقائد ایک طرف گندے اور خراب ہیں اور ایک طرف اخلاقی حالت بھی درست ہیں اور پھر معاملات بھی ہر امر معشوش اور فساد سے بھرے ہوئے ہیں پس ایسی صورت میں یہ تمام تانا بانا جو بگڑ چکا ہے کیونکر درست ہو پس اس سوال کا جواب یہی ہے کہ بجز اس کے کہ مذہب کو کلی رنگ میں لایا جاوے اس وقت تک کسی صورت سے بھی اس گندے کپڑے سے نجات ممکن نہیں ہے۔

اور علمی رنگ سے مراد یہ ہے کہ ایسے صاف اور پاک دلائل جو محض یہود و نصاریٰ پر مبنی نہ ہوں تماش کر کے اہل مسئلہ خدا شناسی کو غلطیوں سے متراکیا جائے اور پھر بعد اس کے اسی طرح جیسا کہ اصول کے موافق اخلاق اور معاملات پر نظر ڈالی جائے پس کچھ تکلیفیں کہ اس موقع اور تحقیق کے بعد تمام عقائد اور اخلاق اور معاملات یقینی طور کے ساتھ رنگین ہو جائیں گے اور وہ کمزوری جو شک اور شبہ کی حالتیں عقائد و فقہ کے لئے ایک لازمہ ذاتی سہنہ وہ دور ہو جائے گی۔ زمانہ اس بات کا محتاج ہو رہا ہے کہ اس کے لئے کوئی ایسی راہ پیدا ہو جس پر قدم مارنے سے وہ فلاحی جدیات اور سفلی تاریکیوں سے نجات پاوے اور سچی خدا شناسی اور سچے اخلاق اور معاملات میں سچی امانت اور دیانت پیدا ہو جائے اور دیکھا جاتا ہے کہ ان ہر قسم قسم کی سچائیوں کو جو چھوڑنے سے نوع انسان کو بہت نقص پہنچتا ہے اور وہ ایک نہایت تاریک شکل ہے کی طرف پھینچے جا رہے ہیں۔ ہر ایک قوم نے اپنے اپنے رنگ میں تاریکی سے حصہ لیا ہے۔ عیسائیوں نے حضرت مسیح کو خدا بنا کر توحید کے پاک چشمہ میں ہزاروں من کچھڑ ڈال دیے ہیں۔ ان میں جو عقائد ہیں وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہوئے کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا کے قادر قیوم کی جگہ دیکر ایک مخلوق فانی کو خدا کے ازلی ابدی کے تحت پر بٹھا دیا ہے۔ مسلمانوں نے اگرچہ اپنے

منہ سے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اس سچے خدا پر ایمان لائے ہیں جو ان کی ابدی غیر متبدل قادر
خدا ہے جو مرنے اور پیدا ہونے سے پاک ہے لیکن اکثر لوگوں کی حالتیں اس اقرار کے
مخالف ہیں۔ اور اگرچہ ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ اس سچائی کا مرکز ہے جو خدایت
انہی سے محض اسلام کے حصہ میں ہی آئی ہے اور اسلام کی جہی یہ خوبی ہے تاہم انھوں
سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اکثر مسلمان جس خدا پر ایمان لائے گا وہ بے کرتے ہیں
درحقیقت اس پر ان کو ایمان نہیں ہے نہ ان کو خدا پر بھروسہ ہے اور نہ خدا اور خدا
میں خلوص اور اہتمام ہے اور نہ اس خدا کے وعدہ کو شکر کیا ہے یا یقین ہے بلکہ میں خیال
کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ صرف ظنی طور پر ہی اس خدا کو شکر کرتے آتے ہیں تو شک ہے
اخلاق اور معاملات اور اعمال پاک ہو جائے۔ اس لئے صرف ایک قوم بھلا ہوگی
بلکہ یہ تمام قومیں اس بات کی محتاج ہو رہی ہیں کہ غنی رنگ میں پاک ہاں ہیں
کرین اور پھر خدا سے قوت پا کر سچائی اور راستبازی کی کامل طور پر جامہ پہن لیں۔
ایسی اصلاح محض انسانی عقل کا کام نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ وہ روشنی نہیں
ہے جو آسمان سے نازل ہوتی اور دلوں کو آرام بخشتی ہے۔ اور نہ اس زمانہ میں فقط کسی
گزشتہ زمانہ کا حالہ دینا کافی ہو سکتا ہے کیونکہ گزشتہ باتیں جو اب محض بطور قصہ کے
پیش کی جاتی ہیں اس وقت کام نہیں کر سکتیں۔ مذہب کی تیشی عظمت وہ ہے جو موجود
ہو اور یہی طور پر دکھائی دے نہ یہ کہ وہ باتیں جو باقی ہیں جو محض گزشتہ کے ہیں
سنائی جاتی اور پیش کی جاتی ہیں انہما اور ہر میت کے خطرناک طوفان میں موجود
غلاب گنا چاہتے ہیں اس طوفان سے فقط گزشتہ قیامت کی باتیں کہیں کیونکہ وہ اپنے
اندیشہ کی طرح سچائی کی روشنی نہیں رکھتے بلکہ ایک موجود تاریکی کے دور کرنے کے لئے
ایک موجود روشنی کی ضرورت ہے صرف روشنی کے نام سے تاریکی دور نہیں ہو سکتی
جب تک اس روشنی کا وجود مرئی اور محسوس نہ ہو۔ لہذا اس زمانہ کی یہ ظلمت حالت کو

ایک موجودہ روشنی کے ذریعہ سے تاریکی سے باہر لانا چاہئے کسی عقیدہ کا واقعی طور پر۔۔۔
یقین دل میں آجانا ہرگز ممکن نہیں جب تک کہ اس عقیدہ کے دلائل علمی رنگ میں بیانیہ
ثبوت پہنچ نہ جائیں۔ یعنی ایسی عظمت جو محققوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچے ہرگز
کسی عقیدہ میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس عقیدہ کی بنیاد پرست نہ ہو
خاص کر اس زمانہ میں جب کہ بیقیدی اور اتحاد کا خوف ناک سیلاب ان پلوں کو توڑنا چاہتا ہے
جو محض یقینوں اور گندشتہ روایات کی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔

یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ صرف پرانے قہقہے عجائب پیرایوں میں پیش کر سکتے
اس میں کافی نہیں ہیں۔ انسانوں کے دماغی قوے اب اس غذا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ
جو اس سے پہلے مہیا کی جاتی تھی بلکہ ہر ایک شخص محسوس کر رہا ہے کہ اب وہ علمی۔۔۔۔
رنگ کی تحقیقاتوں کا محتاج ہے اور یہ خیال کہ ایسی تحقیقاتوں سے گورنمنٹ انگریزی
ناراض ہے گورنمنٹ عالمیہ کی صاف دلی پریسچو وہ بدظنی ہے۔ ہم یقیناً جانتے
ہیں کہ گورنمنٹ اہل ہند کی وفاداری کو صدق دل سے تسلیم کر چکی ہے۔ بالخصوص
ان مائذ انوں کی نسبت جنہوں نے طوفان بغاوت کے زمانہ میں ثابت کردیا کہ وہ اس
دولت کے سچے خیر خواہ ہیں گورنمنٹ عالمیہ کو کامل طور پر اطمینان ہے کہ وہ ایسے
نہیں ہیں کہ ان سے کوئی حرکت بیوقوفانہ کی صادر ہو سکے اور بلاشبہ گورنمنٹ عالمیہ
کے مددگاروں ان پر صرف نیک نظر رکھتے ہیں بلکہ اس دانا گورنمنٹ کو آئندہ
بھی ان کی وفاداری پر بہت کچھ بھروسہ ہے۔ ہر ایک شخص جو آنکھوں سے کام لیتا ہے
وہ چشم دیر سے بڑھکے کسی دوسری شہادت کو مغرب نہیں سمجھتا گورنمنٹ کا وہ دفتر
تحریریں وہ حکام اب تک موجود ہیں جو بخوبی جانتے ہیں کہ میرزا غلام مرتضیٰ صاحب
رکس قادیان جو ہمارے میرزا صاحب ترجمہ مرزا غلام احمد صاحب کے لکھے گئے
وفادار اور سچے خیر خواہ رعایا میں سے تھے اور پھر آپ کے بھائی میرزا غلام قادر علیہ السلام

میں تو سکے گذر کی لڑائی میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر گورنمنٹ پر نہایت کر دیا کہ وہ نہ محض مال سے بلکہ جان سے بھی گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور جانشان خالص ہیں۔ چنانچہ حکام کی خوشنودی کی چٹھیا ت اب تک موجود ہیں پھر بعد اسکے پورے بائیس برس سے ہمارے امام اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں کپچاس کے قریب ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کی ہیں جن میں بار بار مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور جہاد کی ممانعت کی ہے اور وہ کتابیں نہ صرف برٹش انڈیا میں بلکہ تمام اسلامی ممالک میں شائع کر دی ہیں اور اسی مضمون کے اشتہار بھی شائع کئے ہیں بلکہ اپنی جماعت کے اصولوں اور عقائد میں یہ شرط داخل کر دی ہے کہ وہ ہمیشہ اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہ رہے۔ ہر ایک جو آپ کی بیعت کرتا ہے اسکو پسند اندر یہ تبدیلی کرنی پڑتی ہے کہ وہ درحقیقت اس گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ بن جائے۔

مثلیت اور توحید

جہاں تک میں سوچتا ہوں ان لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ کے وجود کو مانتے اور اس کی ہستی اور اس کی تمام پاک صفات اور جزا سزا پر ایمان رکھتے ہیں سب ضروری امر یہ ہے کہ وہ نجات کے صحیح طریقہ کو تلاش کریں اور اگر خدا کے قدیم قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور اس کی پاک کتابوں کی تعلیم کی کھلی کھلی شہادتوں سے اور نیز جو اس کی کتابوں پر ایمان لانے والے فرقے ہیں ان کی کثرت رائے سے اور دوسرے زندہ ہو تو ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مسیح کے خون کے نجات نہیں اور بغیر عقیدہ تثلیث کے رہائی نہیں تو اس صورت میں بڑا گناہ ہو گا کہ اس عقیدہ کو قبول

نہ کیا جائے کیونکہ جس جگہ یہ تمام امور اکٹھے ہوئے ممکن نہیں کہ وہ امر غلط ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ اس وقت ان پانچوں پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور پھر چونیتہ نقل سکتا ہے مغز ناظرین کو اس سے اطلاع دیرین +

نجات کے بارے میں جس طریق کی طرف مسیحی واعظان دعوت کو تے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ نجات ان دو باتوں پر موقوف ہے اول یہ کہ ایک شخص اس طرح پر تثلیث پر ایمان لاوے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس کو ایک وجود سمجھے اور پھر تین بھی اور ان کا تین ہونا عقیدہ رکھے اور پھر ایک بھی (۲) اور دوسری بات یہ کہ وہ اس بات پر ایمان لاوے کہ یسوع مسیح نے صلیب کے ذریعے سے مر کر اس لعنت سے پورا حصہ لیا جو شیطان اور اسکے گروہ کے لئے قدیم سے تیار کی گئی تھی اور اس طور سے اس پر ایمان لانے والے اس مہلک لعنت کے پھلون اور نتیجوں سے بچائے گئے۔ جو کفر اور ظلم اور طرح طرح کی بدکاریوں کا خیال دلون میں ڈالتی اور بے ایمانی کی راہ سکھاتی اور دلونکو اندھا کر دیتی اور خدا سے بیزار اور جدا کر دیتی ہے اور ایسے لوگ جو اس لعنت سے حصہ لیتے ہیں ان کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ شیطان کے وارث ہو کہ یہ ایمان اور خدا سے برگشتہ ہو جائیں اور ہمیشہ کے جہنم میں جا لیں کیونکہ لعنت شیطان کے منہ کا سیدہ ذائع ہے مگر یسوع مسیح نے دنیا سے یہ محبت کی کہ ایسی مہلک اور خطرناک لعنت جو ایمان کی دشمن ہے جسکے ایسے مہلک اور خطرناک نتیجے ہیں اپنے باپ سے درخواست کر کے اپنے ہی دل پر وارد کر لی۔

یہ وہ دو باتیں ہیں جن پر مسیحی صاحبوں کے عقیدہ کے رو سے نجات موقوف ہو لیکن افسوس کہ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ نہ تو خدا کا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت ان کا مصدق ہے اور نہ اس کی پاک کتابوں میں ان کی کوئی گواہی پائی جاتی ہے اور نہ کوئی زندہ شہوت ان کا مؤید ہے اور نہ اہل کتاب کی کثرت رائے نے ان کی سچائی پر مہر لگائی ہے۔

قانون قدرت کی بنیاد

اول تثلیث کو دیکھو تو خدا کا قانون قدرت بالکل اسکے مخالف ہے۔ خدا نے ہر ایک بسیط چیز کو کروی شکل پر پیدا کیا ہے جو توحید سے نہایت مناسب ہے دیکھو آفتاب ماہتاب ستارے زمین سب کروی شکل پر ہیں یہاں تک کہ عناصر کی شکل بھی کروی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پانی کے ایک قطرہ کو دیکھو تو اس کو بھی کروی شکل کا ہی پاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اگر تثلیث کا مسئلہ صحیح ہوتا تو ہر ایک بسیط کی سہ گوشہ شکل ہونی چاہئے تھی اور ضروری تھا کہ آسمان کے ستارے اور زمین کے عناصر سب سہ گوشہ شکل رکھتے تا تثلیث پر ان کی دلالت ہوتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا تو اپنی ذات میں مثلث ہو۔ مگر اسکے ہاتھ سے نکلے ہوئے تمام بساط..... کروی شکل رکھیں سب خوب غور کر لو کہ خدا کا قدیم قانون قدرت تثلیث کے عقیدہ کی کچھ بھی تائید نہیں بلکہ اس کی نفی کرتا ہے۔

صحیفہ فطرت کی بنیاد

اب جبکہ قانون قدرت سے تثلیث پر کوئی شہادت پیدا نہ ہوئی۔ تو ہم صحیفہ فطرت کو دیکھتے ہیں کہ کیا اس میں سے تثلیث پر کوئی گواہی ملتی ہے۔ تو نے الفور ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ فطرت بھی مسئلہ تثلیث کا ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ قانون قدرت حضرات عیسائی صاحبان اس بات کو مانتے ہیں بلکہ کتاب میزان الحق میں پادری ڈاکٹر فٹنل صاحب نے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ کسی جزیرہ میں ایسے لوگ موجود ہوں جن کو انسانی عقل ہی ملتی ہے اور تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچتی تو ان سے ایمان کو محض توحید کی باز پرس ہوگی تثلیث کی باز پرس نہیں ہوگی۔ اب دیکھئے کہ اگر انسان کے صحیفہ فطرت میں تثلیث کی شریعت موجود ہوتی تو ضرور ایسے لوگوں سے جو اس کے منکر ہیں اور عقل رکھتے ہیں گو تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہنچتی۔ خدا کا مواخذہ ہوتا۔ اگر صحیفہ فطرت میں صانع حقیقی کی طرف سے کوئی تثلیث کا نقش بھی موجود ہے تو کیا وجہ کہ اس پر عمل درآمد نہ کرنے سے باز پرس نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ شریعتیں جو انسان کو نبیوں کی معرفت ملی ہیں وہ باطنی شریعت کا ایک ظہر ہیں۔ انسان کسی امر کے قبول کرنے کے

لئے مملکت نہیں ہو سکتا جس کا باطنی شریعت کے نقوش میں نام و نشان نہ ہو اور باطنی شریعت ہم کو صرف یہ سکھلاتی ہے کہ خدا وحدہ لا شریک ہے مگر اس کا ثبوت یا مہی ہونا اور تین اقوام سے مرکب ہونا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انسانی فطرت پر کوئی نقش اس کا نشانہ نہیں ہے۔ وجہ ہے کہ گوانسانوں نے بیہودہ جیلہ جو کیوں کے طور پر ہزار ہا بلکہ لاکھوں بادوبیان اور دیوتے اپنی طرف سے تراش لئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے پھر بھی ان کو ماننا پڑا کہ خدا ایک ہے۔ پس کہا وجہ کہ باوجود اس قدر وسیع شرک کے دلوں نے کثرت معبودوں پر آرام نہ کیا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ صحیفہ فطرت نے ان کو اس بات کے لئے مجبور کیا کہ وہ خدا کے واحد کو مان لیں ۔

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت دونوں تئلیٹ کے منکر ثابت ہوئے تو یہ دیکھنا باقی رہا کہ نبیوں کی پاک کتابوں کی کھلی کھلی کیا تعلیم ہے۔ میری دانش میں یائیل نے باوجود صد بار تغیر تبدل کے جو اس میں واقع ہوئے توحید کی تعلیم کو ایسے ہیے طور پر انجام دیا ہے کہ توریت سے ملا کی نبی تک تمام کتاب میں توحید کی تعلیم پر زور ہے۔ یہی ہیں اور اس سے بڑے ہیں۔ نو نہ کے طور پر دیکھو توریت۔ خروج ۳۳: ۴۹ دانیال ۳: ۱۸ یسعیاہ ۴۶: ۹ و ۴۷: ۱۰ و ۴۸: ۵ یرمیاہ ۱۰: ۵ ہوسیا ۱۳: ۱ زبور ۱۳۵: ۷ و ۱۳۶: ۱ تواریخ کی پہلی کتاب ۱: ۱۰۔ ایسا ہی اور صد نام مقامات پر ان کتابوں میں کھلی کھلی توحید کی تعلیم ہے اور اگر انجیل کی تعلیم کو دیکھا جائے جس کے حرف کر تھے پخت کو شش کی گئی ہے۔ تو ان میں بھی کھلی کھلی تعلیم توحید کی ہی ثابت ہوگی۔ اور تئلیٹ کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ ایک شخص جو خدا سے خوف کرتا اور کوئی حصہ حیا اور انصاف کا اپنے اندر رکھتا ہو وہ اگر ان تمام کتابوں کی کھلی کھلی تعلیم جو توحید کے بارے میں ہے ترازو کے ایک پلین رکھے اور دوسرے پلین عیسائی مذہب کے وہ توہمات رکھے جو بعض پیشگوئیوں کے غلط معنوں سے یا انجیل کے بعض ان فقرات سے جو استعارات کے رنگ میں ہیں

بنائے گئے ہیں اور پھر ایک نظر اس ذخیرہ پر ڈالے جو توحید کا ذخیرہ ہے اور ایک نظر ان چند توہمات پر جو حضرت مسیح کے خدا بنانے کے لئے تراشے گئے ہیں تو میری دانست میں وہ نہایت آسانی سے سمجھ جائے گا کہ خدا کی کتابوں پر لامید رکھنا کہ تئلیث ثابت ہو ایسی ہی امید ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک پھونک مار کر آفتاب کی روشنی دور کرنا چاہے کیا کوئی شخص یہ بات منہ پر لاسکتا ہے کہ جس صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت سے خدا کا مرتبہ تو ریت اور دوسرے بیہودوں کی کتابوں میں توحید کی طرف بلایا گیا ہے وہی صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت تئلیث کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے۔ حاشا وکلا ہرگز ہرگز نہیں اور اگر یہ لکیر پائی جاتی ہے تو میں سب سے پہلے قول کروں گا کہ وہ نہیں نہیں چاہئے کہ خدا سے بے خوف ہو کر محض توہمات کی بنیاد پر ان دلائل کو ہاتھ سے پھینک دیں۔ جو قطعیت الدلائل ہیں۔ اگر توہمات سے ہی کام لینا ہے تو پھر ان ہندوؤں کا کیا گناہ ہے جو راجہ راجندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب کو خدا بنائے بیٹھے ہیں۔ اس قسم کے خداؤں کی دنیا میں کمی نہیں۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ دوسروں کے حق میں ابن الدوغیرہ ہونیکے الفاظ یا اسی قسم کے اور استعارات جو بائبل میں موجود ہیں پائے جائیں تو وہ لوگ سب انسان رہیں۔ کوئی خدا نہ بنے لیکن جب وہی الفاظ بلکہ ان سے کتر یسوع مسیح کے حق میں سمجھے گئے یا خیال کئے گئے اور وہ بھی صرف اعتقادی طور پر نہ قطعی فیصلہ تو ان سے حضرت مسیح خدا بن گئے اگر اسی طرح کسی کو خدا بنا سکتے ہیں تو گونا گوں سے سونا بنانا محال ہی ہو مگر خدا بنانے کا نسخہ نہایت سہل ہے۔ لیکن کیا تم ایسے خدا پر ہجو نہ کر سکتے ہو جسکو تم نے خود بنایا!

اب جبکہ خدا کی کتابوں سے بھی تئلیث کا کچھ پتہ نہ چلا تو آؤ ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ کیا اہل کتاب کی کثرت رائے نے تئلیث کو صحیح عقیدہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ

بائبل کے اول وارث یہودی تھے اور ان میں ایک مستقل اور کامل شریعت لائے
والا بنی موسے تھا جس نے نہ صرف توریت کو بنی اسرائیل کے حال کیا بلکہ خود
تفسیروں کے تمام مئے سمجھا بھی دیئے۔ اور توریت کی ہر ایک کتاب میں
توحید کی تعلیم پر زور دیا گیا اور سخت تاکید کی گئی کہ ان تعلیم کو حفظ کرو اور اپنی نسبت
اور اپنی چو کھٹوں اور اپنے دروازوں کی پیشانیوں پر لکھو اور ان کو ڈرایا گیا کہ اگر
تم ان تعلیموں کو بھولو گے تو طرح طرح کی بیماریوں اور زہناک پھوڑوں اور چنپوں
اور دوسری آفات ارضی و سماوی سے ہلاک کئے جاؤ گے اور تم دلو اور مجرم
ہو کر مرو گے اور تعلیم پر توجہ دلانے کے لئے صرف حکمی ہی نہیں بلکہ امیدیں
بھی دلائی گئیں اور علاوہ اسکے یہ بھی انتظام کیا گیا کہ چودہ سو برس تک ان میں
سلسلہ نبوت برابر چلا آیا ان پر بے بنی کے کوئی زمانہ نہ آیا اور خود حضرت موسیٰ نے
ان کو اپنے مرنے کے وقت بیوہ عورت کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے حکم سے بالوقت
یشوعا بنی کو اپنا قائم مقام کر دیا اور پھر یہ سلسلہ نبیوں کا ایسا براہ ان کی محافظت کرتا
آیا کہ دنیا میں اس کی کوئی بھی نظیر نہیں۔ ذرا اپنے تعصیوں سے خالی ہو کر سوچو کہ...
کیا ممکن تھا کہ یہودی توریت کی تعلیم کو جو توریت کا اصل مقصود تھا جس کو انہوں نے
صدائیموں کی معرفت سنا تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ انکو تازہ بنا رہا تھا۔
اور جس پر عملی طور پر ان کے باپ دادے پابند چلے آتے تھے ایسا بھول جاتے کہ
تشلیث اور کفارہ سے بالکل انکاری ہو جاتے۔ خدا کی ذات اور صفات کی نسبت جو
توریت کی تعلیم تھی وہ صرف قصوں کے رنگ میں توریت میں نہیں تھی بلکہ یہودیوں کے
دلوں میں ڈالی گئی تھی۔ ان کے بچے اور بوڑھے عورتیں بھی اس تعلیم سے بغیر
رکعتی تھیں۔

جبکہ تشلیث اور کفارہ مسیح سے انکار کرنا ایسا سخت گنہگار ہے کہ جسے ترک

کرنے میں ابدی جہنم کی سزا ہے تو کیونکر خیال میں آ سکتا ہے کہ نبیوں نے اس ...
 عقیدہ کی تعلیم کو گول مول بیان کیا ہو بلکہ اس صورت میں بڑا فرض ان کا تو یہی ہوا
 چاہئے تھا کہ وہ بار بار ایسے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان کرتے اور کوئی ایسا لفظ منہ
 پر نہ لاتے جو اس عقیدہ کے منافی ہو تا پس یہ انہوں نے کیا کیا کہ تمام کتابوں کو توحید
 کی تعلیم سے بھر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف توحید ہی یہودیوں کے ذہن نشین ہو گئی اگر
 نبی لوگ تثلیث کی مسلسل تعلیم دیتے چلے آتے اور اپنی بعثت کی علت غائی اسی کو ٹھہرا
 تو کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اس تعلیم سے بے خبر رہ سکتے جبکہ اصل مدارجات کا تثلیث عجوز
 مسیح تھا تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ گو سے اور دوسرے نبیوں نے اس اہم مسئلہ کو کیوں چھپایا
 اور شائع نہ کیا اور اگر شائع کیا تھا تو کیا وجہ کہ توریت میں اس تعلیم کا نام و نشان نہیں
 پایا جاتا اور کیا وجہ کہ یہودیوں کے تمام فرقے اس تعلیم سے ایسے بے خبر رہے جیسا کہ
 ایک مسلمان کا بچہ ہندوؤں کے دیوتا۔ پوجاکے طریقوں اور بت پرستی کے منتر و نیچر
 ہوتا ہے۔ یہ بات کس کو معلوم نہیں کہ یہودی نہ آج سے بلکہ قدیم سے تحریر اور تقریر
 کے ذریعہ سے یہی گواہی دیئے آئے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں
 تثلیث اور کفارہ کا نام و نشان نہیں آئے خدا کے دنیا میں مجسم ہو کر آنے کی ان کو امید
 دلائی گئی ہے۔ فرض کیا کہ یہودی فاسق تھے ظالم تھے خونی تھے لیکن اس قدر بے انصافی
 نہیں کہ ہم یہ رائے ظاہر کریں کہ انہوں نے اتفاق کر کے تثلیث اور کفارہ
 کی تعلیم کو جو ان کے ایمان کا مدار ہونی چاہئے تھی توریت میں سے نکال دیا اور بجائے
 اس کے ایک سادہ توحید کو بالکل قرآن کے موافق ہے توریت میں لکھی +

ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ہزاروں اختلافات کے جو یہودیوں میں پائے جاتے ہیں
 اس بات میں ان کے تمام فرقے متفق ہیں کہ کبھی ان کو تثلیث اور کفارہ کی تعلیم نہیں
 دی گئی۔ ان دنوں میں کئی فاضل یہودیوں سے خط و کتابت کر کے ان سے یہ امر مستفسر

کیا گیا کہ آپ لوگوں کو جیسا کہ انجیل سے لکھا رہے ویسا ہی قرآن سے بھی ہے۔ اسلئے ہم آپ کو قسم دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا خدا کے بارے میں توریت کی تعلیم عیسائیوں کے لئے تشریفات اور کفارہ سے مشابہ ہے یا قرآن کی تعلیم سے مشابہ تو انہوں نے بڑی صفا کی سے جواباً خطوط بھیجے اور تحریر کیا کہ توریت میں خدا کے بارے میں سراسر خدا کی تعلیم ہے ایک حرف بھی توریت کی تعلیم کا ایسا نہیں ہے کہ تشریفات اور کفارہ پر دلالت کرتا ہو اور لکھا کہ وہ تعلیم قرآن کی تعلیم کے بالکل موافق اور تشریفات اور کفارہ کی تعلیم سے بالکل مخالف اور منافی ہے اور توجہ دلائی کہ توریت موجود ہے۔ اور نبیوں کی تمام کتابیں موجود ہیں خود دیکھ لو کہ ان میں تشریفات اور کفارہ کی تعلیم کہاں اور کہاں ہے وہ چھپیات ان کی ہمارے دفتر میں موجود ہیں اور خود یہودی ہمارے اس برائش انڈیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں ہر ایک براہ راست دریافت کر سکتا ہے۔

بیشک ایک خدا خوف اور طالبا حق آدمی کو اس موقع پر غفلت طور پر نہیں گزرنا چاہئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ الہی مدرسہ میں سب سے پہلے تعلیم پانے والے یہودی ہیں جو خدا کی قوم کہلاتے رہے ہیں۔ پس اس سے زیادہ دنیا میں کوئی ساجدہ افزا واقعہ ہو گا کہ باوجود اسکے کہ توریت کی تعلیم کو تازہ کرنے کے لئے چودہ سو برس تک متواتر ہی آتے رہے اور کثرت انبیاء کی وجہ سے کسی اجتہاد کی بھی حاجت نہ ہوئی۔ مگر بھی یہودی تشریفات اور کفارہ کے مسئلہ سے بے خبر رہے اگر کسی بد رنجات تھا تو ان صدیانیوں کی زندگی پر افسوس ہے جو یہودیوں کی تعلیم لئے بھیجے گئے اور پھر ان کو اصل تعلیم سے بے خبر رکھتے رہے۔ کیا یہ مقام غور نہیں کہ یہودیوں میں ایک بھی کوئی ایسا فرقہ نہیں کہ جس نے ایک ذرہ گمان بھی کیا ہو کہ ان کی نجات تشریفات اور کسی کی صلیبی موت پر موقوف ہے پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر عیسائیوں کے منتخب کے سب تشریفات کے قائل ہوتے تب بھی ایک

عیسائی کو خوش ہونے کے لئے کوئی بات مانٹھ مین ہوتی مگر اب عیسائیوں کے لئے کس قدر تلخی اور ناخوشی کا مقام ہے کہ اندرونی ثبوت نے بھی ان پر خدا کی حجت پر بخردی اور قرآن شریف کے نزول کے زمانہ میں بھی وہ فرتے موجود تھے جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے +

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور یہودیوں کی پاک کتابوں اور یہودیوں کی اتفاق رائے اور خود عیسائیوں کے بعض فرقوں کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ تثلیث اور کفارہ مسیح کا مسئلہ عقل سے ثابت ہے اور نہ نقل سے تو اب پانچواں امر یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا حضرت مسیح مین کوئی ایسی خاص بات جس سے ان کی نسبت خدا کی کائنات پیدا ہو سکتا ہے۔ سو جہاں تک انسانی طاقتیں زور سے گواہی دے سکتی ہیں۔ ہم اس گواہی کو پوری بصیرت اور پورے زور سے ادا کرتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا امر نہیں جس سے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو جائے ان کی خدا کی کائنات پیدا کرتی ہو یا ان بار بار کی ولادت کو پیش کیا جاتا ہے مگر ہم تو اس پہلے انسانانہ کوئی خدا نہیں کہہ سکتے جس کے باپ اور مان دو دن نہ تھے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ صدائے بغیر ذریعہ مان باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہیں تو کیا ہم ان کو خدا قرار دیرین یا خدا کے بیٹے سمجھ لیں۔ کیا کریں ہماری دانست میں تو قرآن نے حضرت مسیح اور ان کی مان پر کیا بار احسان کیا ہے جو چھ سو برس کے بہتان کو اپنی تصدیق سے رد کر دیا اور حضرت مسیح کی ولادت کو اس طور سے مان لیا۔ جس سے حضرت مریم کی پردہ پوشی ہوئی اور یہودی اس ولادت کی نسبت جو کچھ کہتے ہیں وہ اس لائق نہیں کہ اس جگہ اس کا ذکر بھی کیا جائے۔ غرض حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یونانی اور ہندی طبیبوں نے اس کی نظیریں دی ہیں کہ بھی انسان محض

سبحانہ کی ولادت کو خدا نہیں

مان کے مادہ سے بغیر باب کے لفظ کے پیدا ہو سکتا ہے۔

مان شاید کوئی یہ کہے کہ حضرت مسیح کا اپنے تئیں ابن الدکننا انکی خدائی کی

دلیل ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ توریت صدا خدا کے بیٹوں سے بھری ہوئی ہے

بلکہ یعقوب کی نسبت یہ فقرہ ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ بیٹاؤں کا ہے اور صرف خدا کے

بیٹوں کا ذکر نہیں بلکہ بعض جگہ تو خدا کی لڑکیوں کا بھی ذکر ہے اور ایک کتاب میں یہ بھی

ہے کہ تم سب خدا ہو اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ وہ تمام بیٹے حقیقی تھے کہ

مسیح خدا کا حقیقی بیٹا تھا اصل بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے اس خیال میں بہت دھوکا

کھا یا ہے عارف جانتے ہیں کہ یہ عادت الہی ہے کہ خدا اپنے جن خاص بندوں کو پیار

کرتا ہے بھی ایسے الفاظ ان کے حق میں بیان کر دیتا ہے کہ ایک جاہل ان الفاظ کو نہ سمجھ

پکڑ کر سانی انکو خدا بنا سکتا ہے آدم کو بھی انجیل میں خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ پس کیا وہ

درحقیقت خدا کا بیٹا ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہی پیش آیا ہے ورا اسکا تو فیصلہ کرو۔

یہ تو ان انبیاء کا حال ہے جنکا ذکر توریت میں آتا ہے اور اگر اسی طرح کوئی خدا بن سکتا

ہے تو ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کے روئے آسانی خدا ٹھہرا

سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انکی حق میں فرمایا **یہ المدفوع الیدیم**۔ یعنی یہ

خدا کا ہاتھ ہے جو تمہارے ہاتھوں پر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ الذی یغفر الذنوب عباد

یعنی کہہ اے میرے بندو تم رجسٹ الہی سے کو امید مت ہو تمہارے سرگناہ بخشے جائیں گے

اب اس آیت میں تمام دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے قرار دیا گیا اور نہ

صرف یہی بلکہ ان کو گناہ بخشنے کا اختیار بھی دیا گیا اب بتاؤ اس سے زیادہ نقلی طور پر

خدائی کا اور کیا ثبوت ہو گا۔ اسی طرح اور بہت سی آیات قرآن شریف کی ایسی ہیں کہ اگرچہ

تو ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ایسی صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ ان کے مقابل پر حضرت مسیح کا ابن اللہ ثابت کرنا ایک باطل خیال ہوا ورنہ صرف یہی بلکہ غلبہ اور قدرت جوالہیت کی ضروری صفت ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس بات کو غور کر کے دیکھو کہ جب انجیل اپنے دعویٰ نبوت کیا تو تمام قومیں آپ کی دشمن ہو گئی تھیں کیونکہ آپ دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے اس لئے تمام قوموں نے آپ کے نابود کر نیکا ارادہ کیا اور ایذا رسانی میں کسی نے کمی نہ رکھی بلکہ بعض بادشاہوں نے بھی کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کر کے قتل کر دیں جس میں وہ ناکام رہے پھر وہ کیا راز تھا جسکی وجہ سے آپ تمام دشمنوں کے حملوں سے بچتے رہے؟ وہ آپ کے روح کا خدا سے ایک عینی در عینق تعلق تھا جو کسی انسان کو اس کی مانند نہ ہوا ورنہ ہوا آپ خدا کے لئے غیر مستعد تھے اور خدا آپ کے لئے۔

یہودا حارے نے صرف تیس روپیہ لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کرادیا جس سے ظاہر ہے کہ حاریوں پر حضرت مسیح کے تقویٰ کا کیا اثر تھا لیکن انجیل کے اصحاب چونکہ آپ کو بالکل خدا کا منظر دیکھتے تھے اس لئے برعکس یہودا حارے کے انہوں نے اپنے گھروں کے تمام عزیز مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھ دیے اور انہوں نے اپنے پاک بتی کے سامنے وہ صدق دکھلایا جس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے کون اس یقین کے سمندر کی پیمائش کر سکتا ہے جو ان کے دلوں میں مومنین مار رہا تھا گویا وہ آنحضرت کے چہرے سے خدا کا چہرہ دیکھتے تھے مگر معلوم نہیں کہ حاریوں کے دلوں میں حضرت مسیح کی نسبت کیا خیالات تھے جو پطرس جیسے بہت ہی کثیر ہونے والے بھی نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ حضرت مسیح پر لعنت بھیجی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے ایک دنیا نے منصوبے کئے لیکن کچھ بھی نقصان نہ کر سکے بلکہ جس نے سر اٹھایا وہی مارا گیا۔

چنانچہ جب بد بخت خسرو پر وزیر شاہ ایران آجنباب کے خون کا پیرا سا ہوا اور اپنے سپاہی گرفتاری کے لئے روانہ کر دئے تو ایک رات بھی اس پر گزرنے نہ پائی کہ خدا نے اس کی خیر لے لی حالانکہ ثابت نہیں کہ آپ نے اس ہلاکت کے لئے کوئی دعا بھی کی ہو بلکہ جب سپاہیان نے پکڑنے کے لئے پیغام پہنچایا تو آپ نے انہیں خبر پایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے اسکا جواب خدا دے گا تب دوسری صبح کہہ دیا کہ آج میرے خدا دے گا رات کو تمہارے خداوند کو قتل کر دیا دیکھو مظہر الوہیت اسے کہتے ہیں کہ ایک طرف تو خسرو پر وزیر نے آپ کی گرفتاری کا ارادہ کیا اور دوسری طرف آسمانی حکم سے بلا توقف ملک الموت اسکی جان لینے کے لئے ایران پہنچ گیا۔

اس واقعہ کے مقابل پر جب ہم حضرت مسیح کی گرفتاری کا واقعہ دیکھتے ہیں تو نہایت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مسیح کی ساری رات کی دعاؤں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ناحق بے آرام رہے اور نیند بھی ضائع کی اور صبح ہوتے ہی ان کی گرفتاری کے لئے رومی سلطنت کی پولیس کا ایک سپاہی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ آیا اور مسیح کی گرفتار کر کے دن کے دس بجنے سے پہلے ہی حوالات جاکر داخل کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی جسکا یہ انجام ہوا ہم کسی شخص کا خدا سے کامل تعلق کس طرح اور کیونکر سمجھیں جب تک خدا کا فضل امتیاز کے ساتھ اسی دنیا میں اسپر نہ دیکھ لیں۔ مسیح وہ شخص ہے کہ جس نے دعائیں کیں اور باقرار حضرت مسیحیان وہ دعائیں قبول ہوئیں اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرد خدا ہے کہ جسکی تائید بغیر دعا کے بھی ہوتی رہی ہو اور جب وہ کہ جسے ابھی اسباب رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس مرد کی تائید میں خدا کی مدد میں پارسوں کی طرح برس رہی ہیں تو وہ اسپر فدا ہو گئے اور جھپٹ مری کی طرح اس کی راہ میں خون گئے گئے اور صدق سے جانیں دیں اور خدا کے دین میں کسی انسان کی پرستش جائز ہوتی تو وہ دنیا کے سب سے بڑے خداؤں میں سے

اسی برگزیدہ کو بڑا خدا سمجھتے اور اسی کی پرستش کرتے۔ جس ادب اور اطاعت کو انہوں نے
 ہمارے سید نبی اللہ کی نسبت اختیار کیا کبھی موسےؑ کی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی
 دیکھنا نصیب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مقابل پر جواریوں کی ایمانیت
 اگر دیکھنی ہوتی ہو دکانوں کا نمونہ بار بار غور کر کے دیکھو اور اگر یہ نہیں تو جواریوں کے سردار
 پطرس کی آخری گواہی انجیل میں پڑھاؤ۔ یاد رہے کہ جواریوں کے یہ منافق کے خوش تھے
 یہ دہنے کیسی ان کو ایک طمانچہ بھی نہیں مارا تھا اور خود وہ لوگ حضرت مسیح کی اپنی ہی قوم تھے
 اور وہ بھی باعث گم ہو جانے اکثر فرقوں کے بہت تھوڑے رہ گئے تھے اور زلت میں
 بسر کرتے تھے تاہم جواری لوگ حضرت مسیح کی زندگی میں کوئی وفاداری کا کام دکھانہ سکے
 کسی کی ذرہ سی جھوٹی سے بھی الگ ہونے کو تیار ہو جاتے تھے کیا یہی اثر اس شخص کے
 و غفلتوں کا ہونا چاہئے جو خدا کی کوتاہی سے کر ظاہر ہو۔ غرض خدا کی جلال محمدی زندگی
 سے ہی نمایاں ہے نہ کہ ان کے اپنے لوگوں سے مار کھلتے پھرنے اور کچھ بھی خدا کی
 تائید ظاہر نہ ہو۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جبکہ امور متذکرہ بالا کے رو سے حضرت مسیح کی کوئی
 خدا کی خاصیت ثابت نہ ہو سکی تو کیا آپ کے اخلاق کے رو سے آپ کی خدا کی پرکونگی
 دلیل قائم ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ اس تلاش میں بھی ہم کامیاب نہیں ہو سکتے اور ہماری ناپسندی
 ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم گواہی دین کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق کبھی عقلی طور پر ثابت
 نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاق دو قسم کے ہیں (۱) بعض دولت اور ثروت کی حالت میں
 ثابت ہوتے ہیں (۲) بعض ایسی حالت میں کہ اول عاجزانہ طور پر زندگی بسر...
 کر کے دشمنوں سے طرح طرح کے دکھ اٹھائیں اور پھر انتقام لینے کے لئے پوری قدرت
 پالیں۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ ان دونوں حصوں میں سے حضرت مسیح کے نصیب میں
 کوئی بھی حصہ اخلاق کا نہیں ہوا اگر وہ دولت اور ثروت کا زمانہ پالتے اور انواع اقسام کی

فیاضیان اور سخاوتیں ان سے ظاہر ہوتی ہیں تو ہم کہہ سکتے کہ وہ بڑے سخی اور نیاں متھے جنہوں نے اپنے وقت میں بیواؤں کو یتیموں کو مسکینوں کو بھوکوں کو قحطزدوں کو اپنے مال سے مدد دی مگر اب ہم کس ثبوت کی بنا پر ان کا نام سخی یا جاودر کہیں اور اگر وہ دکھ دے جانے کے بعد قدرت اور حکومت کا زمانہ پالے اور اپنے دشمنوں پر قابو پا کر پھر ان کو بخش دیتے اور انتقام نہ لیتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ بڑے عفو اور درگزر کرنے والے تھے کہ دشمن پر قابو پا کر پھر بخش دیا مگر اب ہم گواہوں سے محبت بھی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے سلسلہ میں سے ان کو ایک بزرگ نبی بھی سمجھتے ہیں مگر ان کے خلق عفو اور درگزر کا ثبوت کیا دیں۔ غرض حضرت مسیح کا کوئی صلہ ثابت نہیں اور تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے نیک خیال سے ان کو اچھا اور بزرگ نبی سمجھتے ہیں۔ ایسا خیال ہمارا محض ایمانی رنگ میں ہے نہ عرفانی۔ اور تحقیقی رنگ میں کہ یہ کوئی عقلی دلیل ہمارے ماتھے میں نہیں۔

لیکن جب ان کے مقابل پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر ڈالتے ہیں تو اعلیٰ درجہ کے ثبوت پر انہماک کے دونوں قسم کے اخلاق ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ عقل اور انصاف دونوں ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم آپ کے اخلاق فاضلہ کا اقرار کر لیں کیونکہ آپ کی سخاوت کے متعلق بڑے بڑے کافروں نے گواہی دی ہے کہ اس شخص کا نظیر سخاوت میں دنیا میں نہیں۔ چنانچہ صد ہا کتابیں ان واقعات سے بھری ہیں اور جاپے برابر میں برس تک دکھ اٹھا کر مکہ فتح کیا اور ان لوگوں پر قابو پایا جو ہزاروں خون ریز یوں کی وجہ سے اس لائق تھے کہ ان کی بوڑھی اور جوان عورتیں اور شیر خواں بچے محبت کے قتل کو جانتے تو اپنے تمام لوگوں کا گنہ بخش دیا اور کہا کہ آج میں تم سے وہ معاملہ کرتا ہوں کہ جو یوسف نے قابو پانے کے بعد اپنے بھائیوں سے کیا تھا جلاؤ میں نے سب کو آزاد کر دیا یہ کہنا کہ والوں کے لئے بڑا نشان ہوا اور سچائی کے قبول کرنے کے لئے سکھ دلا اچھل پڑے۔ اور طاقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

بالا ان کو کھینچ کر لے گئی اور شام ہونے سے پہلے ہی سب سے اسلام قبول کر لیا اب دیکھو کسی صفائی سے ثابت ہو کہ اخلاق فاضلہ جو خدا کی صفات کے ظل ہوتے ہیں یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ثابت ہیں اور آپ صرف سخی اور کریم النفس ہی نہیں ہیں بلکہ عظیم اور پاکستہ اور دشمنوں کے گناہ بخشنے والے تھے غرض جگہوں کے میدانوں نے آپ کی شجاعت کو ثابت کیا اور داد و دودھش نے آپ کی سخاوت ثابت کی اور دشمن پر قابو پا کر گناہ بخشدینے پر اعلیٰ درجہ کا حلیم اور رحیم ہونا ثابت کر دیا۔ (باقی آئندہ)

بیسویں صدی کی عظیم الشان علمی دریافت

۱۔ پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ متفقہ ہوتا ہے کہ احمدی قوم نے اپنے امام کے ایسے ایک عظیم الشان تحقیقات شروع کی وہ تحقیقات اب اس حد تک مکمل ہو گئی ہے کہ ہم اس کے نتیجہ کی اشاعت کے قابل ہو گئے ہیں چنانچہ اس کا ایک حصہ کتاب کی صورت میں زیر طبع ہے اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس مضمون کو سیکڑین کے صفحات میں شائع کریں جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ عربی زبان ام اللہ ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ یہ ظاہر کر سکے کہ وہ زبان جن کی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ عربی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے وہ عربی سے کچھ زیادہ ہے۔ ہم نتائج سے ناواقف نہیں ہیں جنہر زبانہ حال کے عالمان علم اللسان بیہوشی میں ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اولاً اس امر ہی کو تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی زبان میں اتحاد ہے۔

اور پھر اس امر پر شبہات پیش کئے گئے ہیں کہ سریانی اور دوسری زبانوں میں آئین زبان میں! ہم کوئی تعلق ممکن ہے یا نہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا اعلان علم اللسان کے مطالعہ کرنے والوں اور دوسرے لوگوں کے لئے عجیب و غریب اور حیرت افزا ہو گا۔ مگر ہم امید کرتے

ہیں کہ ہمارا یہ دعوے محض اس بنا پر رد نہیں کر دیا جاوے گا کہ یہ اس تحقیقات کے خلاف ہے جو یورپ کے عالمان علم اللسان نے کی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ زبانوں کے سٹیک سلیس (سربانی) پر پوری توجہ نہیں کی گئی اور خصوصاً اس شجرۃ اللسان کے اس بڑے ممبر کے متعلق جو علم اللسان کے متعلق بہت سے مغلق اور تاریک سوالات پر تہا روشنی ڈالنے والا ہے اور یہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ اس سوال کے حل کے لئے اصل مصالح مطلوب تھا جسکے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال حل طلب رہا مگر اب کامل توجہ اور غائر مطالعہ کے بعد اس پردہ روشنی ڈالی گئی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس کی جائزہ دہ کی جاوے گی۔

۳۔ عربی لغت کی حیرت انگیز کثرت جو پیچیدہ اور باریک شمار انسانی کے لئے مفرد الفاظ پیش کرتی ہے اور تاریک ترین خیالات کے اظہار کے لئے الگ اور بین الفاظ کا ہونا (باصفیکہ) یہ ان لوگوں کی بولی ہے جن کا طرز تمدن نہایت ہی سادہ اور جو بالکل جمل اور کھلے خیالات کا سلسلہ نہایت ہی محدود ہے) ایسے قابل غور امور ہیں جنکو تمام عالمان علم اللسان نے تسلیم کر لیا ہے۔ مگر ان سب سے عجیب تر یہ امر ہے کہ جاہل بدوؤں کے بین الفاظ علوم عالیہ کی صداقتوں کے ان خزانوں کو ظاہر کرتے ہیں جن کی بابت ہمیں علم نہیں کہ کس قدر زمانہ وراز کے بعد وہ دنیا کو معلوم ہو گئے ہیں مذہبی نظر سے یہی سچم سمجھ کر نے والی بات نہیں ہے کہ تمام مقدس زبانوں میں سے (وہ زبانیں جن میں مذہب و قوانین اور شرائع دنیا پر ظاہر ہوئے) صرف عربی ہی ایک ایسی زبان ہے جو شاندار اور رکھنے والی زندہ زبان ہے اور یوں یہ اس مذہب کی عظمت اور زندگی کا اظہار کرتی ہے جس کو یہ دنیا کے سلسلے پیش کرتی ہے (یعنی اسلام کی)۔

بجائیکہ دوسری تمام زبانوں کی موت ان تمام اصولوں کی بوسیدگی اور موت پر دلالت کرتی ہے جو وہ تعلیم دیتی ہیں +

آؤ لوگو کہ میں نور خدا پاؤں گے
وہ محض طور سنی کا بتایا ہم نے

ریکوارڈ

یعنی
دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر

بابت مارچ ۱۹۰۲ء

جلد اول

فہرست مضامین

۹۷	یسوع اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بار	۹۷ - ۹۵	اسلام
۱۰۶	یسوع کی خدائی پہ بحث کی مصیبت کے لحاظ سے	۹۶ - ۹۷	پہلے سوال کا جواب
۱۱۰	سیح اور شراب کا استعمال	۹۷ - ۱۱۸	تثلیث اور توحید
۱۱۱	دایہ رائے کی پیچ	۱۱۸ - ۱۱۹	یسوع کی خدائی دعوت کی عمومیہ
۱۱۴	شراب کی اجازت کا انجیل اخلاقی تعلیم پر اثر	۱۱۹ - ۱۲۰	یا خصوصیت کے لحاظ سے

انجمن اشاعت اسلام دہلی نے انجیل حکم و تفسیر آج کے کاخانہ انوار احمد پریس
میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی نے ماہنامہ کاخانہ مذکور بہ تمام مہینوں میں شائع کیا

دوسری مرتبہ فروری ۱۹۰۲ء۔ چند سالہ مع مصولہ لڑاک ۱۹۰۲ء کیلئے دلائی کاغذ پر سے معمولی کاغذ پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام

اس عنوان کے نیچے ہم اس عظیم الشان مضمون کو درج کرینگے جو حضرت میرزا غلام احمد صاحب
 ٹیس قادیان کی طرف سے جلسہ اعظم مذہب پر جو دسمبر ۱۸۹۶ء میں منعقد ہوا تھا پڑا گیا۔ اس کا خلاصہ
 کے محکوم کی طرف سے مفصلاً ذیل پانچ سوال اس غرض کے لئے پیش ہوئے تھے کہ مختلف مذاہب
 کے علماء و ان کے جوابات اپنے اپنے مذہب کے روسے اس جلسہ میں پیش کریں -

- (۱) انسان کی جسمانی - اخلاقی اور روحانی حالتیں -
- (۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقیبہ -
- (۳) دنیا میں انسان کی ہمتی کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب -
- (۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں -
- (۵) علم یعنی گمان اور معرفت کے فوائد اور وسیلے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 سخن و فصل علیٰ رسولہ الکریم

آج اس جلسہ مبارک میں جبکی غرض یہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئی ہیں سوالات شتہہ کی
 پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرمادیں۔ میں اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا
 اور اس سے پہلے کہ میں اپنے مطلب کو شروع کروں اس قدر نظر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ
 میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدا تعالیٰ کی پاک کلام قرآن شریف سے بیان

کروں کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربانی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات میں ہی کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے سوچو کہ کج سہزن قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اس کے کالات کو دکھانا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اس کے اپنے بیان سے باہر نہ جائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کیلئے آسانی ہو اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب میں اپنی اپنی الہامی کتاب کے بیان کے پابند ہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کریں گے اس لئے جنس جگہ معاویہ کے بیان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور وہ کامل کتاب جو حجت نام کتابوں کا خاتمہ ہے۔ غرض کج قرآن شریف کی شان ظاہر ہو شیکا دن ہے اور ہم خدا دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو آمین

سوال اول کا جواب

مؤقر ناظرین کو خیال رہے کہ اس مضمون کے ابتدائی صفحوں میں بعض تمہیدی عبارتیں ہیں جو بظاہر غیر متعلق معلوم دیتی ہیں مگر اصل جمادات کے سمجھنے کیلئے پہلے انکا سمجھنا نہایت ضروری ہے اس لئے صفحہ ۱۱ بیان کیلئے قبل از شروع مطلب ان عبارتوں کو کہہ گیا کہ تاہل مطلب سمجھنے میں وقت نہ ہو۔

اب واضح ہو کہ پہلا سوال انسان کی طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتوں کے بارے میں ہے سو ماننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے ان تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لئے علیحدہ علیحدہ تین مبدعہ ہوتے ہیں یا یوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیتے ہیں جن میں جن جدا جدا یہ حالتیں نکلتی ہیں۔

پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے اسکا نام قرآن شریف نے نفس لکھا

رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَا تَخَارُ بِالْمَوْتِ یعنی نفس تارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اسکے کمال کے مخالف اور اسکی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جہکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے غرض بے اعتدالیوں اور بدوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے جو اخلاقی حالت سے پہلے اسے طبعاً غالب ہوتی ہے اور یہ حالت اسوقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے دیرسایچین چلتا بلکہ چارپاؤں کی طرح کہانے پیڑ سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اس وقت ان تینوں حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا بلکہ اس وقت یہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے ہی کچھ ذکر کیا آئیگا۔

اور اخلاقی حالتوں کے مشتملہ کا نام قرآن شریف میں نفس لوامہ ہے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے وَلَا تَقْسِمُ بِالنَّفْسِ الْكَوَامَةِ یعنی میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں جدی کے کام اور یہ ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے یہ نفس لوامہ انسانی حالتوں کا دوسرا مشتمل ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اس جگہ نفس لوامہ کی قسم کھانا اس کو عزت دینے کے لئے ہے گویا وہ نفس انارہ سے نفس لوامہ بنکر جو اس ترقی کے جناب الہی میں عزت پانے کے لائق ہو گیا اور اسکا نام لوامہ اسلئے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر رہنی نہیں ہونا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شتر بے ہمار کی طرح چلے اور چارپاؤ کی سی زندگی بسر کرے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اسے اپنی حالتیں اور اپنے اخلاق صادر ہوں اور انسانی زندگی کے تمام لوازم میں کوئی بے اعتدالی ظہور نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں پس چونکہ وہ ہری حرکت پر ملامت کرتا ہے اسلئے اسکا نام نفس لوامہ ہے یعنی بہت ملامت کرنے والا۔ اور نفس لوامہ اگر طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں ملامت کرتا رہتا ہے لیکن نیکیوں

کے بجائے پر پور سے طور سے قادر ہی نہیں ہو سکتا اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اس پر غلبہ کر جاتا ہیں تب اگر عاقلانہ ہو کر کھا تا ہے اور ہٹ کر کھا تا ہے گویا وہ ایک کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے جو اگر ناہنیں چاہتا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے کرتا ہے۔ پہر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے۔ مرض نفس کی وہ اخلاقی حالت جو بوجہ نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے اور کوشش سے بیزار ہوتا ہے مگر پورے طور پر غالب نہیں آ سکتا۔

پہر ایک تیسرے طبقہ ہے جسکو روحانی حالتوں کا مبادیہ کہنا چاہئے اس پر حشریہ کا نام قرآن شریف نے نفس مطمئن رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ يَدْخُلُ فِيهَا الْمُقَدِّمُونَ** (سورہ فاطر)۔ یہ نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آ جا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پا کر روحانی قوتوں سے بہرہ جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی ہی نہیں سکتا اور جس طرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور سیب اپنی کثرت کے اور تیز رو کوں کے دور بہہ نیچے بڑے زور سے چلتا ہے اسی طرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ اسی کیفیت اشارہ جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے وہ نفس جو خدا سے آرام پا گیا اسی کی طرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں نہ دوسری جگہ ایک بہشت اسکو ملتا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ اپنے رب کی طرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ ایسا ہی اس وقت یہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اسکی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی کی بخشش جتنی اسے پانی پتی ہے اسلئے موت سے نجات پاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا** یعنی جس نے اپنی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ فتح پا گیا اور ہلاک نہیں ہوگا مگر جس نے اپنی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں پھرتی ہیں پھسپھسا کر وہ زندگی سے ناامید ہو گیا۔

مرض یتیم حالتیں ہیں جسکو دوسرے لفظوں میں طبعی اور اخلاقی مادی اور روحانی حالتیں کہہ سکتے

ہیں اور چونکہ طبعی تفکسے افراط کے وقت بہت شلنک ہو جاتے ہیں اور بے اوقات خلافی اور روحانیت کا ستیا س کر دیتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ان کو نقصان دہ کی حالتوں سے مبرا کیا گیا۔ اگر یہ سال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ انکی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور علی طور پر یہ کتاب ان کو رہنما چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کے روح انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں یہاں تک کہ انسان کے کہانے پینے کے طریقے ہی انسان کے اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایت کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نیک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نیک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور شروع خضوع کے مقاصد جہانی ظہار تون اور جسمانی ادب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کر سیکے وقت ہی خلاصی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت بڑا اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال کو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔

ملاحظہ ہمارے انکھیں روزانہ شروع کریں اور کونکھ سے ہی روون گرنی الفوران السون کا ایک شعاع کھڑول پر چاڑتا ہے تب دل ہی آنکھوں کی پردہ کر کے نکلین ہر جانا ہے ایسا ہی جب ہم تکلف سے نہنا شروع کریں تو دل میں ہی ایک افسا پیدا ہو جاتا ہے یہ ہی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ ہی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے اسکے مقابل پر ہم یہ ہی دیکھتے ہیں کہ جب ہم کرم کو اسی کپنچکر اور چپائی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا کھلواؤ خود بینی پیدا کرتی ہے تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کھلنا ہے کہ بیشک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی تو تون چیزوں اثر ہے۔ مثلاً زردہ غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت خورن کہاتے رفتہ رفتہ انکی شجاعت کی

قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خدا داد قابل
 تعریف قوت کو کہہ بیٹھتے ہیں اس کی شہادت خدا کے کا فون قدرت سراسر طبع پر بھی ملتی ہے کہ
 چار پائوں میں سے جس قدر گھاس غرجا نور میں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا
 جو ایک گوشت خوار جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس میں کیا
 شک ہے کہ اخلاق پر غذا خون کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے
 ہیں اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ جی سلم اور انکساکے خلق میں کم ہو
 جاتے ہیں اور میاں زروشن کو اختیار کر نیوالے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں اسی بھکت کے
 لحاظ سے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ
 اور دوسری چیزیں بھی کہاؤں مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرنا اسکا اخلاقی حالت پر بد اثر
 پڑے اور تا یہ کثرت مضرت ہی نہ ہو اور جیسا کہ جہانی افعال و اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا
 ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر پڑتا ہے جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم چراب ہو جاتا ہے اور
 جسکو خوشی ہو آخر وہ جسم کرنا ہے جس قدر ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا حرکت کرنا آرام کرنا غسل کرنا وغیرہ
 افعال طبعیہ ہیں۔ یہ تمام خیال ضروری ہمارے روحانی حالات پر اثر کرتے ہیں ہماری جہانی بناوٹ کا
 ہماری انسانیت میں بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یکھنٹ حافظہ جان بھٹا کر
 اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس نصرت ہوتے ہیں۔ دماغ کی ایک دھڑلی مولا
 کہ قدر بعدی سے جسم میں اثر کرے پہر دل میں اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ
 جسکے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درجہ درجہ ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ انسان دیوانہ ہو کر خنڈ پٹ
 میں گزر جاتا ہے غرض جہانی خدمات ہی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح
 اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس اذ کو کہو لانا انسان کا کام نہیں۔ اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت
 یہ دلیل ہے کہ غرض سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی مان جسم ہی ہے حاملہ عورتوں کے پیٹ میں بھی اور
 سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نقطہ میں ہی پوشیدہ طور پر چھپی ہوئے ہے اور جسم کے نشوونما کے ساتھ
 بیکٹا ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا پاک کلام میں سمجھا ہوا ہے کہ روح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔

جو لفظ سے رحم میں تیار ہوتا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَمَّا كُنْتُمْ نَافَاً مِّنْكُمْ الْخَرَّ
 ذَكَرَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْذِكْرِ لَمَّا خَلَّيْنَا مِنْ تِيَارٍ مِّنْ تِيَارٍ مِّنْ تِيَارٍ مِّنْ تِيَارٍ مِّنْ تِيَارٍ مِّنْ تِيَارٍ
 دُكَّ مِّنْ لَّا تَسْمَعُ مِّنْ أَدْبَارِكِ اَوْ فَلَطَّتْ اَوْ كِي ظَاهِر كَرْتِ مِّنْ جَوْجِ كَرْتِ مِّنْ مِّنْ مِّنْ مِّنْ مِّنْ مِّنْ مِّنْ مِّنْ
 بہت بکثرت والا ہے اور ایسا خالق ہے کہ کوئی اسکے برابر نہیں۔

روح القدس

اور یہ جو فرمایا کہ ہم آج صبح میں سے ایک اور پیدایش ظاہر کرتے ہیں یہ ایک گہرا راز ہے جو
 روح کی حقیقت کو دکھلا رہا ہے اور ان نہایت محکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو روح اور جسم کے
 درمیان واقع ہیں۔ اور یہ اشارہ ہمیں اس بات کی تہنیتیہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور لوازم
 جو ظہری سال جب خدا تعالیٰ کیلئے اور اس کی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو ان سے یہی آہی
 خلاصی متعلق ہے یعنی ان مخلصانہ اعمال میں ہی ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ لفظ
 میں مخفی تھی۔ اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا جاتا ہے وہ روح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ
 قالب پورا تیار ہو چکا ہے تو ایک دفعہ وہ روح اپنی کامل شکل کے ساتھ چمک اٹھتی ہے اور اپنی روحی حیثیت
 سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی ہر حرکت شروع ہو جاتی ہے جس کی کمال کا پورا قالب تیار
 ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک کہ ایک چیز اندر سے اپنی کھلی کھلی چمک دکھلا کر شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ
 ہوتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَلَفَفْتُمْ فِيهِ
 رَحْمَتِي مَرَّةً فَفَعَّلْنَا لَكَ مَا يَجِدُ فِيْكَ يَنْبَغِيْ جِبْ مِّنْ اَوْ كَا قَالِبِ بَنِي اِذَا رَجَلِيَّتْ كَيْتِ كَيْتِ مِّنْ
 درست کر لئے اور اپنی روح اور بہن بھونک لے لی تو تم سب لوگ اسکے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے
 اگر باؤڑ سوس آیت میں ہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں
 وہ روح چمک اٹھتی ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ وہ نبوی زندگی کا فنا
 کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے اس لئے الہی روشنی جو پہلے جسمی تھی ایک دفعہ ہرگز اٹھتی ہے اور
 واجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکھ کر ہر ایک سجدہ کرے اور اس کی طرف کھینچا جائے سو ہر ایک
 اس کو دیکھ کر سجدہ کرے اور طبیعت اس طرف آتا ہے بجز ایمیں کے جو تاریکی سے دوستی
 رکھتا ہے۔

پھر مزید یہی بات کی طرف رجوع کر کے بیان کرنا چاہوں کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو جسم میں پرورش پاتا ہو پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور امتداد اس کا غیر لفظ میں موجود ہوتا ہے مثلاً وہ آسمانی خدا کے ارادے اور اس کے اذن اور اس کی مشیت سے ایک مجہول الکشف علاقہ کے ساتھ لفظ سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ کا وہ ایک روشن اور نورانی چہرہ ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ لفظ کی ایسی جز ہے جیسا کہ جسم جسم کی جز ہوتا ہے مگر یہی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر لفظ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا لفظی بین مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر بہتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشا و نہیں ہے کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے لفظ کے ساتھ مل کر جسم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہ خیال کی سطح صحیح نہیں ٹھہر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو کائنات قدرت میں باطل پر ٹھہرا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور بے گمانوں میں اور گندے زعفران میں ہزار آکیڑے پڑ جاتے ہیں سیلے کپڑوں میں صد ہا جوئیں پڑ جاتی ہیں انسان کے پیٹ کے اندر یہی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے آتے تھے کسی کو دکھائی دیتے ہیں۔ سو صحیح بات یہ ہے کہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور وہی دلیل سے اسکا مخلوق ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

اب اس وقت ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ حقیقت و مطلق سے روح کو قدرت کا ملکہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے اسکا ہی رابطہ علوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیداوار نہیں کہ وہی جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے۔ روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر متوقف ہیں جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں روح بھی بالضرورت پیچھے پیچھے پہنچی چلی آتی ہے اس لئے انسان کی طبعی حالتوں کی طرف متوجہ ہونا خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے انسان کی طبعی حالتوں کی اصلاح کیلئے بہت توجہ فرمائی ہے اور انسان کا ہنسنا۔ رونا۔ کہنا۔ پینا۔ سونا۔ بولنا۔ چپ ہونا۔ بڑی کرنا۔ مجبور ہونا۔ چلنا۔ ٹھہرنا اور ظاہری پاکیزگی غسل وغیرہ کی

عز سبیلہ: قل انتم شریکون للہ قالوا لیونہ فیہ شفعین کما قال اللہ ولیفعل لکم ذنوبکم
واللہ عفو رحیم کہ ترجمہ ہم نے اپنے نجات یافتہ وہ شخص سے جو اپنے وجود کو خدا کے لئے
اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح رکھ دے اور نہ صرف نیت ہو بلکہ نیک کاموں اور اپنے صدق
کو دکھلاوے جو شخص ایسا کرے اسکا بدلہ خدا کے نزدیک مغفرت ہو چکا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف
ہے اور نہ عقوبت ہو سکے۔ کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنے کا خدا
کے لئے ہے جسکی ربوبیت تمام چیزوں پر محیط ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اسکا شریک نہیں۔
اور مخلوق کو کسی قسم کی شرکت اسکا ساتھ نہیں ہے۔ مجھے ہی حکم ہے کہ میں ایسا کروں اور اسلام کے مفہوم
پر قائم رہوں والا یعنی خدا کی راہ میں اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے اول میں ہوں
یہ میری راہ ہے سواؤ میری راہ اختیار کرو اور اس کے مخالف نہ کرو اور خدا سے دور
جاؤ گے ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے پیار کر کے تم ہو تو اؤ میرے پیچھے ہو لو اور میری راہ پر چلو تا خدا ہی
تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشنده اور رحیم ہے۔

اب ہم انسان کے ان تین مرحلوں کا جدا جدا بیان کریں گے لیکن اول یہ یاد دلانا ضروری
ہے کہ طبعی حالتیں جبکہ حشر و تبدل نفس تا رہے خدا تعالیٰ کے پاک کلام کے اشارات کے
موفق اخلاقی حالتوں سے کوئی الگ چیز نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاک کلام نے تمام پیرل تو
اور جسمانی خواہشوں اور تقاضوں کو طبعی حالات کی مہین رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں
جو بالا راہ ترتیب اور تدریج اور موقع بینی اور محل پر استعمال کر کے نیکہ بدلہ خلق کا رنگ پکڑ لیتی ہیں
ایسا ہی اخلاقی حالتیں روحانی حالتوں سے کوئی الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ وہی اخلاقی حالتیں
ہیں جو پورے فانی اعداد و تزکیہ نفس اور پورے قطع الی اعداد اور پوری محبت اور پوری
محبت اور پوری سکینت اور اطمینان اور پوری موافقت باعد سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتی
ہیں طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آئیں کہ طبع انسان کو قابل تعریف نہیں بناتیں
کیونکہ وہ دوسرے حیوانات کی جارات میں بھی پائی جاتی ہیں ایسا ہی مجبوراً خلق کا حاصل کرنا
ہی انسان کو وہ حافی زندگی نہیں بخشتا بلکہ ایک شخص خدا تعالیٰ کے وجود سے بھی منکر ہو کر آگے

طبی حالتوں اور اخلاقی حالتوں کا بیان

اخلاق دکھلا سکتا ہے دل کا غریب جتنا یاد دل پر عظیم ہو یا مطلع کار ہو یا نایا ترک شکر کار اور شریک
 مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبی حالتیں ہیں اور اسی باتیں ہیں جو ایک نال کو بھی قائل ہو سکتی ہیں جو
 اصل میں خیریت و نجات کے لیے نصیب اور آتشنا مشعل ہے اور بہت سی چار پاسے غریب ہی ہوتے ہیں
 اور ہٹے اور غریب ہونے سے صلہ کاری بھی دکھلا سکتے ہیں سو سٹے پر سوٹا مارنے سے کوئی قائل
 نہیں کرتے مگر یہی ان کو اس بات میں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے جانیگے ان خصلتوں سے وہ اسطے درجے کے
 انسان بن سکیں۔ ایسا ہی بد سے بد عقیدہ والا ملک بعض بد کاریوں کا منجھ ان باتوں کا پانچ
 ہو سکتا ہے لیکن یہ کہ انسان رحیمین اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اسکے اپنے ہی زعم میں کہ
 پڑیں انکو ہی قتل کرنا روانہ رکھے اور جانداروں کی پاسداری اس قدر کرے کہ جو میں جو میں پڑتی
 ہیں یا وہ کیڑے جو پڑتے اور انشروں اور دماغ میں پیدا ہوتے ہیں ان کو بھی آزار دینا نہ چاہتے
 بلکہ میں قبول کر سکتا ہوں کہ کسی کارجم اس حد تک پہنچے کہ وہ شہد کہا ترک کر دے کیونکہ وہ بہت سی
 جانوں کے تلف ہونے اور غریب کہوں کو ہانکنے استہان سے پرانگندہ کرنے کے بعد حاصل ہو سکتا
 اور میں ماننا ہوں کہ کوئی مشک سے بھی پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب ہرن کا خون ہے اور اس غریب
 کو قتل کرنے اور سچوں سے جدا کرنے کے بعد یہ ترسکتا ہے ایسا ہی منجھ اس سے بھی انکار نہیں کہ
 کوئی موتیوں کے استعمال کو بھی چھوڑ دے اور ایشیم کو پہننا ہی ترک کرے کیونکہ یہ دونوں غریب
 کیڑوں کے ہاک کرنے سے ملتے ہیں بلکہ میں یہاں تک ماننا ہوں کہ کوئی شخص دکھ کی قوت جو کہ
 کے ٹکانے سے ہی پرہیز کرے اور آپ کو دکھ اٹھائے اور غریب جو کہ کی موت کا خواہان نہ ہو۔ بالآخر
 اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں ماننا ہوں کہ کوئی شخص اس قدر رحم کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دے
 کہ پانی بیٹا چھوڑ دے اور اس طرح پانی کے کیڑوں کے سچانیکے لئے ہتھیاروں کو لاک کرے۔ میں
 یہ سب کچھ قبول کرتا ہوں لیکن میں ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ یہ تمام طبی حالتیں اخلاق دکھلا سکتی ہیں
 یا صرف انہی سے وہ اندرونی گندہ ہونے جاسکتے ہیں جن کا وہ خود خدا کے ملنے کی روک ہو ہیں
 کہی باد نہیں کرونگا کہ اس طرح کا غریب اور بے آزار دنیا میں بعض چار باتوں اور پرندوں کا ہم
 نہیں بڑھا ہے اعلیٰ انسانیت کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ میرے نزدیک یہ قانون قدرت

سے لڑائی ہے اور رضا کے بہاری خلق کے بر خلاف اور اس نعمت کو رو کرنا ہے جو قدرت نے ہر کو
 عطا کیا ہے بلکہ وہ روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقع پر استعمال کر نیکی بعد اور بہر خدا کی راہوں
 میں فساداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے جو اسکا جو جانب ہے اسکی
 یہی نشانی ہے کہ وہ اسکے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے نزع
 کی گئی اور اسکا پانی خدا کی محبت ہے۔

اب میں پہلے کلام کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ انسانی حالتوں کے حشر ہے
 تین ہیں یعنی نفسِ آمارہ۔ نفسِ لوامہ۔ نفسِ مطمئنہ۔ اور طریقِ اصلاح کے بھی تین ہیں۔ اول یہ کہ
 بے تمیز وحشیوں کو اس آؤنے خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کہاں سے پیو اور شادی وغیرہ تہذیبی
 امور میں انسانیت کے طریقے چلیں۔ دہنکے پہرین اور نہ کنٹون کی طرح مرد اور خوار ہوں اور نہ کوئی اور
 بے تمیزی ظاہر کریں طبیعی حالتوں کی اصلاح میں سے ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے یہ اس قسم کی
 اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیز کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لازم سکھانا ہو
 تو پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق انسانیت . . . اور طریقِ ادب کی ان کو تعلیم دی جائے گی۔ دوسرا
 طریقِ اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کر لے تو اسکو ٹیڑھے
 اخلاق انسانیت کے سکھائے جائیں اور انسانی تو اسے میں جو کچھ بہر اڑا ہے ان سب کو محل اور موقع
 پر استعمال کر نیکی تعلیم دی جائے۔ تیسرے طریقِ اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاقِ فاضلہ سے متصف ہو کر
 میں ایسے خشک ہوں کہ شربتِ محبت اور وصل کا مزہ چکھایا جائے یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن
 شریف نے بیان فرمائی ہیں۔

اور ہمارے سید و مولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک
 پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْآلَمِ وَالْبَصِيرِ
 یعنی منجھل بھی بگڑا گئے اور دور یا بھی بگڑ گئے یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو ایک کتاب کہلاتے
 ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْآلَمِ وَالْبَصِيرِ
 شریف کلام دراصل مردوں کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ

اصلاح کے تین درجے

اصلاح کے تین درجے
 سوال
 جواب
 اصلاح کے تین درجے
 سوال
 جواب

یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ سنئے سرے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت وجہ کی حوشیہ حالت تک پہنچا ہوا تھا اور کوئی نظام نہ تھا۔ باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے ایک ایک شخص صد میویان کر لیتا تھا۔ حرام کا کہنا ان کے نزدیک ایک شکار تھا ماؤن کے ساتھ بکھل کرنا حلال سمجھتے تھے اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا **صَدَقَ عَلَیْکُمْ بَابُہَا** یعنی آج میں تمہاری تمپر حرام ہو گئیں۔ ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے۔ آدم خور ہی تھے دنیا کا کوئی ہی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاویہ کے منکر تھے۔ بہت سوان میں سے خدا کے دجو کے پی قائل نہ تھے۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے بظاہر تو انسان تھے مگر عقلمند نہ تھے نہ حیاتی نہ شرم ہی نہ غیرت ہی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جسکا دنا کاری میں اول نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا یہی علمی اعتد رہتی کہ اگر ارد گرد کی تمام قوموں نے انکا نام اسی رکھ دیا تھا۔ ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جینکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں انکا حقیقت یہی زمانہ تھا پس ایسا دجو سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم مہذبکا دعوے کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقع نہیں ملا اور قرآن شریف کو ملا اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ یہ لوگوں سے انسان بناوے اور انسان سے بلا خلاق انسان بناوے اور با خلاق انسان سے با خدا انسان بناوے اسی واسطے ان تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے +

اور قبل اسکے کہ جو ہم اصلاحات ثلاثہ مفصل بیان کریں یہ ذکر کرنا ہی ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو ربوتی مافی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلاثہ میں اور اسکی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاح کے لئے بطور وسائل کے ہیں اور ہر طرح بعض وقت ڈاکٹر کو ہی صحت کے پیدا کر نیکی کے کبھی پیر کبھی رحم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے ہی انسانی ہمدردی کیلئے ان

لوہم کو اپنے محل پر ہتھال کیا ہے اور اسکے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں اور وصایا اور سائنات
 اصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو انکی طبعی حالتوں سے جو دشوار رنگ اپنے اندر کچھ مین اخلاقی
 حالتوں تک پہنچائے اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپید انکار دریا تک پہنچائے
 اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ لاکھ چیزیں
 ملکہ ہیں حالات میں جو تبدیل اور موقع اور محل پر ہتھال کر نیستے اور عقل کی تجویز اور شورہ سے
 کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پرکھ لیتے ہیں اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت
 کی صلاح اور شورہ سے صابر ہوں گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہیں و حقیقت اخلاق
 ہمیں ہرے ملکہ طبیعت کی ایکسے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک کتے ایک بکری سے
 اپنے لاکھ کے ساتھ محبت اور انکار ظاہر ہو تو اس کتے کو قطع نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری
 کا نام ہندب الا خلق کر کہیں گے۔ اسی طرح ہم ایک بہر طیرے یا شیر کو انکی درندگی کی وجہ سے
 بد خلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اخلاقی حالت محل اور سوج اور وقت شناسی کے
 بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل تدبیر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیر خوار
 بچوں کی طرح جنکے دل اور دماغ پر بہت قوت عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا یا ان دیوانوں کی طرح
 جو جو عقل اور دانش کو کھو بیٹھے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیر خوار اور دیوانہ ہو وہ اسی طرح
 بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں مگر کوئی عقل ان کا تمام افلاک
 نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ حرکتیں نہیں اور موقع بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر
 تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صا ورموتی جاتی ہیں جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی
 ماں کی چھاتیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کیلئے دوڑتا
 ہے۔ جو کہ بچہ جب کہ عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں ظاہر
 کرتا ہے اور شیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو نور سے دیکھنا چاہیے
 کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھانا شروع کر دیتا ہے اور پہر جب برس ڈیڑھ
 برس کا ہوا تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایان ہو جاتی ہیں مثلاً پہلے جس طور سے روٹا تھا اب

طبعی حالتیں تبدیل سے اخلاقیات متحول ہو جاتی ہیں

رونا پسندیت پہلے کے کسی قدر بلند ہو جاتا ہے ایسا ہی ہنسیا فہمہ کی صحتک پہنچ جاتا ہے
اور آنکھوں میں ہرچی عکس اور یکہنہ کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور اس میں یہ ایک اور امر
طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رخصتا مندی یا نارضا مندی حرکات سے ظاہر کر لے اور کسی کچھ
ماتا اور کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے مگر یہ تمام حرکات و سہل طبعی ہوتی ہیں۔ پس ایسے سچ کی ہنسی
ایک خوشی آدمی بھی بہتہ جیکو انسانی تیز سے بہتہ ہی کم جھٹلا ہے وہ ہی اپنے ہر ایک فعل
او فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا کلام
قریباً ہر کوئی بات اس کے اندرونی قوی کے تدبیر اور فکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر
اند پیدا ہوا ہے وہ خارجی شے کو ان کے مناسب حال نکلنا چلا جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ اس کے
طبعی جذبات جو اس کے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب برسے نہ ہوں
بلکہ بعض ان کے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبیر اور مشورہ کافی کو ان میں دخل نہیں
ہوتا اور اگر کسی قدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبہ جذبات طبعی قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جس طرح کثرت
ہے یہی کو معتبر سمجھا جائے گا۔

خداوند

نوع انسانیت کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر جذبات طبعی
میراثوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب و شادی
کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ
جب انسان کی عقل خدا او پختہ ہو کر اس کے ذریعے سے نیکی اور بدی یا دیر یا بدی کی نیکی
کے درمیان فرق کر سکے پہلے سچے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک جھڑپ ہوتی ہے
اور برسے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں مذہم اور شیطان دیکھتے یہ انسان کی زندگی کا دوسرا
زمانہ ہے جسکو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفس لوامہ کہتے ہیں جس سے ہر آدمی
کہ ایک وحشی کو نفس لوامہ کی حالت تک پہنچانے کیلئے صرف سرسری نصیحت کافی نہیں ہے بلکہ
بلکہ ضروری ہر تلمیذ کہ اسکو خدا ناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش جہود اور
شیال نہ کرے تا معرفت آہی سے سچے اخلاق میں پیدا ہوں اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اسکو سائنس

سچے خدا کی معرفت کیلئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلا یا ہے کہ ہر ایک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جس زندگی میں روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر پناہ دیا اور دکھائی دیا۔ غرض نفس لوامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کائنات سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ جسے کام پر اپنے تئیں ملاکت کرے اور ایک کام کا خواہشمند اور چاہیے رہتا ہے یہ وہی درجہ ہے کہ حسین انسان اخلاق فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہو گا کہ میں خلق کے لفظ کی ہی کسی قدر تشریف کر دوں سو جانتا چاہئے کہ خلق خاکی نفع سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خلق خا کے منہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اسلئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور یہ بات ہی بیان کر کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف طبعی اور نرزی اور خواہش کا نام ہے یہ انکی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں لکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے وہ جب بدرجہ عقل خدا داد کے اپنے محل میں متعل ہو تو وہ ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں۔ جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام ہی خلق ہے۔ اور ایسا ہی انسان کہی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم کہتے ہیں اور کہی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کہی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا بیرون سے

یا دل اور دماغ سے اور انکی ہیروئی کیلئے اپنا سر باہر بچ کر رہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں۔ پس جب انسان ان تمام قوتوں کو متوجہ اور میل کے لحاظ سے ہتھمال کرتا ہے تو اس وقت انسان نام غلق رکھا جاتا ہے اور میل شایہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلَّاهُ الْخَلِيفُ عِظَمُہُ یعنی تو ایک برگ خلق پر قائم ہے سوا ہی شریعت کے مطابق اسکے معنی ہیں یعنی یہ کہ تمام قبیلہ اخلاق کی سخاوت، شجاعت، عدل، رحم، احسان، صدق، حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ ادب، حیا، دیانت، مروت، غیرت، استقامت، عفت، زہادت، اعتدال، مواسات یعنی ہمدردی، ایسا ہی شجاعت، سخاوت، عفو، صبر، احسان، صدق، وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبیر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کجائیں گی تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق و حقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اسلئے وہ سچے مذہب کی ہیروئی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر ہی اور جاندار کے لئے نصیب نہیں ۛ

اصلاح اول عین طبعی حالتیں

اب ہم منجملہ قرآن شریف کی اصلاحات ثلثہ کے پہلی اصلاح کو جو اونے درجہ کی طبعی حالتوں کے متعلق ہے ذکر کرتے ہیں اور یہ اصلاح اخلاق کے شعبوں میں سے وہ شعبہ ہے جو ادب کے نام سے موسوم ہے یعنی وہ ادب جسکی پابندی دشمنوں کو انکی طبعی حالتوں

کہا نے پینے اور شادی کرنے وغیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اس ننگی سے
سخت بخشی ہے جو حشیاہ اور چو پاؤں یا درندوں کی طرح ہو جیسا کہ ان تمام آداب کے آپ
میں اس بل شانہ قرآن شریف میں فواہر

حَرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ
الْأَخِي وَامَهَاتُكُمْ أَلْفُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّجَالِ وَأُمَّهَاتُكُمْ نِسَاءُكُمْ وَأُمَّهَاتُكُمْ
الَّذِينَ فِي حُجُورِكُمْ مِنَ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دُخْلًا بِهِنَّ فَمَا جُنَاحُ
عَلَيْكُمْ وَحَلَالٌ بَيْنَاكُمْ الَّذِينَ مِنْ أُمَّهَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ جَمْعُ بَيْنِ الْأَخْيَارِ الْأَمَّا قَدْ سَلَفَ
الْأَخْلَافُ لَكُمْ أَنْ تَرْغُوا النِّسَاءَ كَرِهَاءً وَلَا تَنْكُحُوا أُمَّهَاتِكُمْ مِنَ النِّسَاءِ الْأَمَّا قَدْ سَلَفَ
أَحِلَّ لَكُمْ الْطَيِّبَاتُ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أَوْفُوا الْكُتُبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجْرَهُنَّ مَحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَعَدِّينَ عَاطِلِينَ
وَلَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ كَمَا قَتَلْتُمُوهُنَّ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ غَيْرَ بِبُيُوتِكُمْ حَتَّى تَبْتَاعُوا
وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَرْحَامِهِمْ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فِيهَا حَرَامٌ فَلَا تَدْخُلُوهُنَّ حَتَّى يَبْعُذَ عَنْكُمْ وَإِنْ قِيلَ
لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هَؤُلَاءِ لَكُمْ وَأَقُولُ الْبُيُوتُ مِنْ أَبْوَابِهَا وَإِذَا حَضَرْتُمْ بِمَجْمَعَةٍ
فَحَبِّبُوا بَابَ حَسَنِ مِنْهَا أَوْ رَدُّوْهَا - إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ إِلَّا زَلَّاهُمْ مِنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - حَرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ طَلْقًا وَلَحْمَ الْخَنَازِيرِ
وَمَا أَهْلَ لِبَاسِ اللَّهِ بِهِ وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّةُ وَالنَّجِيسَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ وَمَا ذَبَحَ
عَلَى النِّصَبِ نَيْبًا وَمَا ذَا أَحِلَّ لَكُمْ لَمْ يَحِلَّ لَكُمْ وَالطَّيِّبَاتُ وَإِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَبَّلُوا
فِي الْمَجَالِسِ فَامْحُوا وَادْفَعُوا الشَّرَّ وَأَقْبِلُوا الشَّرَّ وَاسْتَرْجِعُوا - كَلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا وَقُولُوا
قَوْلًا سَدِيدًا وَأَتِيَاكُمْ فُطْرًا وَالرَّحْمَنُ فَاجْزُوا وَاعْتَصِمُوا مِنْ صَوْتِكُمْ وَاصْصَدُوا مِنْكُمْ
تَزَوُّدًا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَافُوا بِالْهَمِّ حَقَّ السَّائِلِ
وَالْهَرَمِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ تَقْطَعُوا فِي السَّبِيلِ فَانْكَرُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَشْرُوعًا
وَرِجَالًا وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ تَقْطَعُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَالِكَةً يَأْتِيَكُمْ ذَلِكَ ادْفَعُوا لَعَلَّكُمْ تَقْبَلُونَ

مترجمہ یعنی پتہ تہاری مائیں حرام کی گئیں اور اب ہی تہاری بیٹیاں اور تمہاری بھینس اور
 تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں . . .
 اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں اور
 تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کے پہلے خاوند سے لڑکیاں جن سے تم ہم صحت
 ہو چکے ہو اور اگر تم ان سے ہم صحت نہیں ہوئے تو کوئی لگناہ نہیں اور تمہارے حقیقی مائیں
 کی عورتیں اور ایسے ہی دو بہنیں ایک وقت میں یہ سب کام جو پہلے ہوتے تھے آج تم پر
 حرام کئے گئے۔ یہی تمہارے لئے جائز نہ ہو گا کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ یہی
 جائز نہیں کہ تم ان عورتوں کو نکاح میں لاؤ جو تمہارے باپ کی بیویاں تھیں۔ جو پہلے چوچکا
 سو ہو چکا پاک و اہل عورتیں تم میں سے یا پہلے الہ کتاب میں سے تمہارے لئے حلال ہیں
 کہ ان سے شادی کرو لیکن جب مہر قرار پا کر نکاح ہو جائے بدکاری جائز نہیں اور نہ چہا ہل
 یا رانہ۔ عرب کے جاہلون میں جس شخص کے اولاد نہ ہوتی تھی بعض میں یہ رسم تھی کہ انکی بیوی
 اولاد کے لئے دوسرے سے نشانی کرتی۔ قرآن شریف نے اس صورت کو حرام کر دیا۔
 مسافحت اسی بد رسم کا نام ہے۔ پہر فرمایا کہ تم خود کشتی نہ کرو اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اور دوسرے
 گہروں میں وحشیوں کی طرح خود بخود بے اجازت نہ چلے جاؤ۔ اجازت لینا شرط ہے۔
 اور جب تم دوسرے گہروں میں جاؤ تو داخل ہونے السلام علیکم کہو اور اگر ان گہروں
 میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت نہ دے ان گہروں میں مت جاؤ۔
 اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔ اور گہروں میں دو اوزن
 پر سے کود کر نہ جایا کرو بلکہ گہروں میں ان گہروں کے دروازہ میں سے جاؤ۔ اور اگر کوئی
 تمہیں سلام کہے تو اس سے بہتر اور نیک تر اسکو سلام کہو۔ شراب اور قمار بازی اور بت پرستی
 اور شگون لینا یہ سب پلید اور شیطان کا کام ہیں ان سے بچو۔ مرد امت کہناؤ۔ غریب کاگو
 مت کہناؤ۔ بنوں کے چڑھاوے مت کہناؤ۔ لاٹھی سے مارا ہوا مت کہناؤ۔ سینک گئے
 سے مارا ہوا مت کہناؤ۔ درندہ کا پھاڑا ہوا مت کہناؤ۔ بت پر چڑھایا ہوا مت کہناؤ کیونکہ یہ سب

مردار کا حکم رکھتے ہیں اور اگر یہ لوگ پوچھیں کہ پہر کیا مین کیا۔ تو جواب یہ دے کہ دنیا کی تمام پاک چیزیں کہاؤ صرف مردار اور مردار کے مشابہ اور پلید چیزیں مت کہاؤ۔ اگر مجلسوں میں نہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو۔ یعنی دوسرے کو جگہ دو تو جگہ کشادہ جگہ کرو تا دوسرے بیٹھیں۔ اور اگر کہا جائے کہ تم آٹھ جاؤ تو پہر بغیر حورن و چرا کے آٹھ جاؤ۔ گوشت وال وغیرہ سب چیزیں چوپاک ہوں بیشک کہاؤ مگر ایک طرف کی کثرت مت کرو اور اسراف اور زیادہ غوری سے اپنے تئیں بچاؤ۔ لغو باتیں مت کیا کرو محل اور موقع کی بات کیا کرو۔ اپنے کپڑے صاف رکھو۔ بدن کو اور گہر کو اور کوچہ کو اور ہر ایک جگہ کو جہاں تنہا رہی نشست ہو پلیدی اور میل بچیل اور کثافت سے بچاؤ یعنی غسل کرتے رہو اور گہر کو کوصاف رکھنے کی عادت پکڑو۔ نہ بہت اونچا بولا کرو نہ بہت نیچا درمیان کو نگاہ رکھو یعنی باستنداء وقت ضرورت کے چلتے ہیں ہی نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت آہستہ درمیان کو نگاہ رکھو۔ جب سفر کرو تو ہر ایک طور پر سفر کا انتظام کر لیا کرو۔ اور کافی زاد راہ لے لیا کرو تاکہ اگر کسی سے بچو۔ جنابت کی حالت میں غسل کر لیا کرو۔ جب روٹی کہاؤ تو مسائل کو بھی دو اور کتنے کو بھی ڈال دیا کرو اور دوسرے پر بند وغیرہ کو بھی اگر موقع ہوئے بیٹھ کر لکھیاں جن کی تم پرورش کرو ان سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث ہیں شاید تمہارا نفس اپنے زیادتی کرے تو ان باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مشووب زمین اور ان کا تمہیں خوف رہے ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو اور اگر اعتدال نہ ہو تو پہر ایک ہی پر کفایت کرو۔ گو ضرورت پیش آوے۔ چار کی حد تک دی گئی ہے وہ اصلیت سے ہے کہ تا تم پرانی عادت کے تعلق سے سے افراط نہ کرو۔ یعنی صد تا تک نوبت نہ پہنچاؤ یا یہ کہ حرام کاری کی طرف جھمک نہ جاؤ اور اپنی عورتوں کو مہر دو۔

غرض یہ قرآن شریعت کی پہلی اصلاح ہے جس میں انسان کی طبعی حالتوں کو وحشیانہ طریقہ سے پہنچا کر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کی طرے توجہ دلائی گئی ہے اس تعلیم میں ہی علم اخلاق کا چھپرہ کر نہیں صرف انسانیت کے آداب ہیں اور ہم کچھ چکے ہیں کہ اس تعلیم کی یہ

ضرورت پیش آتی تھی کہ چارے نبی صلا علیہ وسلم جس قوم کی اصلاح کے لئے آئے تھے وہ وحشیانہ حالت میں سب قوموں سے بڑھی ہوئی تھی کسی پہلو میں انسانیت کا طریق ان میں قیام نہیں رہا تھا پس ضرور تھا کہ سب سے پہلے انسانیت کے ظاہری ادب ان کو سکھائے جاتے۔

نیز کا اثر

ایک نکتہ اس جگہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ خنزیر جو حرام کیا گیا ہے خدا نے ابتداء سے اس کے نام میں ہی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ خنزیر کا کالفظ خنز اور آڑ سے مرکب ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ میں اس کو فاسد اور خراب و بیکھتا ہوں خنز کے معنی بہت فاسد آڑ کے معنی بیکھتا ہوں۔ پس اس جانور کا نام ابتداء سے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو ملا ہے وہی اس کی پیدائی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی میں اس جانور کو شہور کہتے ہیں یہ لفظ ہی سو اور آڑ سے مرکب ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کو بہت برا و بیکھتا ہوں اور اس سے تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ سو کا لفظ عربی کیونکہ یہ سوکتا ہے کیونکہ ہم نے اپنی کتاب مثنیٰ القرآن میں ثابت کیا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں عربی زبان ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان میں نہ ایک دو بلکہ ہزاروں ملے ہوئے ہیں۔ سو سوء عربی لفظ ہے اس لئے ہندی میں سوء کا ترجمہ بڈ ہے پس اس جانور کو بد بھی کہتے ہیں۔ اس میں کچھ ہی شک معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تھی اس ملک میں یہ نام اس جانور کا عربی میں مشہور تھا جو خنزیر کے نام کے ہم معنی ہے ہر اب تک یادگار باقی رہ گیا۔ ان یہ ممکن ہے کہ شاستری میں اس کے قریب قریب یہی لفظ تغیر ہو کر اور کچھ بن گیا ہو مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ اپنی وجہ تسمیہ ساتھ رکھتا ہے جس پر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے اور یہی معنی جو اس لفظ کے ہیں یعنی بہت فاسد اس کی تشریح کی حاجت نہیں۔ اس بات کا کس کو علم نہیں کہ یہ جانور اول درجہ کا ناپااست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے۔ اب اس کے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت بھی چاہتا ہے کہ ایسے پلید بد جانور کے گوشت کا اثر ہی بدن اور روح پر پید ہی ہو کیونکہ

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کے روح پر ضرور اثر ہے۔ پس ہمیں کیا شک ہے کہ ایسے ہڈا کا اثر بھی بدی پڑے گا جیسا کہ یونانی طبیبوں نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت میاں کی قوت کو کم کرتا ہے اور یونانی کو طربا نام ہے اور مردار کا کھانا بھی اسی لئے اس شریعت میں منع ہے کہ مردار بھی کھائے والے کو اپنے رنگ میں لانا ہے اور نیز ظاہری صحت کیلئے بھی مضر ہے اور جن جانوروں کا خون اندر ہی رہتا ہے جیسے گلا گھوٹا ہوا یا لالٹھی سے مارا۔ یہ تمام جانور درحقیقت مردار کے حکم میں ہی ہیں۔ کیا مردہ کا خون اندر رہنے سے اپنی حالت پر رہ سکتا ہے؟ نہیں بلکہ وہ بوجہ مروطوب ہو نیکی بہت جلد گندہ ہوگا اور اپنی عفونت سے تمام گوشت کو خراب کر دینا اور نیز خون کے کیشے جو حال کی تحقیقات سے ہی ثابت ہوئے ہیں کہ ایک زہرناک عفونت بدن میں پھیلاؤں گے۔

مثلیت اور توحید

یسوع کی خدائی پر اس پہلو سے بحث کہ اسکی

عوت عام تھی یا خاص۔

پہر ہم حضرت مسیح کی خدائی کی کوئی جز تلاش کر نیکی لئے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا خدا کی عام خدائی کی طرح اُن کی دعوت عام تھی یا ایک خاص گروہ تک محدود تھی ظاہر ہے کہ خدا صرف یہودیوں کا خدا نہیں بلکہ تمام قوموں یہودی۔ مجوسی۔ عیسائی۔ ہندو۔ تارہ پرست وغیرہ کا خدا ہے۔ اور جو شخص خدا کا پورا ظل ہو کر دنیا میں دہشت کیلئے آئے ہے ضرور ہے کہ اسکی دعوت بھی عام ہو اور چاہئے کہ اسکی فطرتی ہمدردی کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جس قدر زمین پر مختلف قومیں وسعت کے ساتھ موجود ہیں۔ غرض ظہر کا ل کیلئے یہ ضروری ہے کہ جیسے خدائی عام ہے ویسا ہی اسکی دعوت بھی عام ہو۔ اب دیکھو یہ ثوب کی جگہ ہے یا نہیں کہ دعویٰ تو خدائی

کا ہے مگر بہت اس قدر شفیق اور مصلح ہے کہ صرف ڈیڑھ قوم یہود تک جو بارہ قوموں میں سے باقی رہ گئی تھی اور وہ بھی ذلیل اور پست حالت میں تھی صرف اپنی ایک حضرت مسیح اپنی خدائی کا دائرہ محدود کرنا چاہتے ہیں گویا رب العالمین کے مقابل پر ایک چھوٹی سی خدائی کی تجویز کی گئی ہے۔ کیا خدا کی خدائی یہودیوں کے چند اجڑے ہوئے گھروں تک محدود تھی۔ میں کہوں کہ ہاں سکنا ہوں کہ جو شخص اپنے تئیں اس خدا کا اقرار کرتا ہے کہ جو دنیا کی تمام قوموں کا خدا ہے اس کی ہمت اور نظر صرف اپنے چند آبائی شرکوں تک ہی محدود رہے۔

دیکھو جو خدا کا پورا خلیفہ اور مظہر اتم تھا اس نے مسیح کی طرح نہیں کیا جو صرف مکہ اور مکہ اپنی دعوت کو محدود رکھا ہو بلکہ ظاہر کر دیا کہ وہ ہی خدا کی طرح اپنی دعوت عام رکھتا ہے ہم اس مقام میں کسی پرزہ برستی نہیں کر سکیں گے بلکہ صرف ہم حضرت مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت اور ہمدردی کا بالمقابل اندازہ دکھلانے کے لئے انجیل اور قرآن شریف میں سے دو آیتیں لکھ دیتے ہیں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے کون نبی صفت علو ہمت اور عام ہمدردی کی بنا پر دعوت کیلئے اٹھا ہے اور کون نبی صرف اپنی خاندان کے چند گھروں تک اپنی ہمت اور ہمدردی محدود رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کی پاک فطرت اور پورا مظہر الہی ہونیکے لئے یہ ہی ایک پیمانہ ہے کہ نبی نوع کی ہمدردی کے بارے میں اسکے ہمت الہی عالی اور اسکی غیر خیر الہی اتم اور مکمل ہو کہ کوئی فرد انسانی اور کوئی قوم اسکے نیک ارادوں سے ہمارے ہر سکے ایسا شخص در حقیقت خدا کا کامل مظہر اور کامل خلیفہ ہوتا ہے جس کی نبی نوع کے لئے ہمدردی تمام انسانی روحوں پر محیط ہوتی ہے اور یہی کامل ہوتی ہے جو خدا کی ربوبیت اور جمیعت کے دوش بدوش ملتی ہے اس عظیم الشان صفت کی جب ہم حضرت مسیح میں تلاش کرتے ہیں تو چاروں انجیلوں کی تمام درق گردانی کر کے صرف ہرین یہ آیت ملتی ہے کہ میں بھڑی اسدہ ٹیل کی ہڈیوں کے اوپر کسی کی طرف نہیں بھاؤں گا۔ (متی ۲۶) لیکن قرآن اس بات کو بھرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نوع انسان کی اصلاح کیلئے اپنے تئیں پیش کیا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ﴾

مختصر تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلَيْسَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ - یعنی کہ جسے کہ میں تمام انسانوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ اور ہر نئے تمام عالموں کے لئے تجھے ایک رحمت عجم بنا کر بھیجا کر اب وہ کہو کہ دعوت کے امر میں حمدی ہستے زمین کا کوئی ایسا گناہ چھوڑنا نہیں چاہا جس میں کوئی فرقہ انسانوں کا موجود ہو بلکہ تمام اس جن کہ ہر ایک کے لئے بلا یا ہے کو کسی سے بخل نہیں کیا۔ پھر بنیاب کے مقابل پر اس نبی کو کہو جسکی طرف خدا کی دعویٰ منسوب کیا گیا ہے کہ اسرائیل کی بہترین سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا اور یہ حیرت پر حیرت یہ کہ اس فرض کو بھی تو پورا نہیں کیا۔

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے طور سے بہت عرصہ پہلے بنی اسرائیل کے فرضے زمین پر متفرق ہو چکے تھے اور جسکی طرف حضرت مسیح بھیجے گئے تھے وہ سب اور شلیم میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کے بارہ فرقوں میں سے مثل فرقے دنیا کے مختلف مقامات اور بلاد میں بخت نصیبے حاشا کے وقت پر لگندہ ہو چکے تھے خود محقق عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ بعض فرقے ان میں سے ایران کی طرف سے ہو کر افغانستان میں اقامت گزین ہو گئے تھے اور وہ حقیقت وہی لوگ ہیں جو اس افغان کہلاتے ہیں اور ان ملکوں میں آباد ہیں اور بعض فرقے ان میں تو ہندوستان میں سے ہو کر کشمیر کی طرف چلے گئے اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ کشمیری لوگ وہ حقیقت وہی اسرائیلی ہیں جو طرح طرح کے انقلاب کے بعد آخر مسلمان ہو گئے اور یہ تو ریت کے آخری وعدہ کے سلف حق قبول کرے کے بعد ان کو سلطنت بھی دی گئی جیسا کہ ظاہر ہے کہ افغانوں میں بھی اتناک سلطنت اور حکمرانی پائی جاتی ہے اور کشمیری بھی بادشاہ رہے ہیں۔ اور بعض یہودیوں کی طرف بھی چلے گئے تھے اور بعض تبت میں اور بعض چین تک بھی گئے۔ لیکن ان کا گردہ کشمیر افغانستان اور کشمیر میں رہا۔

پھر اگر مسیح اس دعویٰ میں سچا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی متفرق بہیرون کو جمع کرنے آیا ہے تو اس کا فرض تھا کہ صلیب کے واقعہ بعد ان تمام ملکوں کی سیاحت کرنا جس میں یہود و باشا اقتدار کری تھی اور مناسب تھا کہ جب کہ وہ اور شلیم کے یہودیوں کی اصلاح سے نوید ہو چکا تھا تو لازماً اس صلیب سے نجات پا کر یا قبول عیسائیان دوبارہ زندگی حاصل کر کے ہندوستان میں آتا اور ایران

بنی اسرائیل کی طرف

مسیح کا دعویٰ تھا کہ میں تمام انسانوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اور افغانستان کی سیر کرتا اور کشمیر میں جاتا اور اس ملک کے یہودیوں پر اتمامِ حجت کرتا اور اس حیاتِ ابدی کی طرف اُن کو بلاتا جس سے یہوشلیم کے یہودی بے نصیب رہے تھے اور اس طرح پر اپنا فرض پورا کر کے اُن کا دل بندوں میں داخل ہوتا چو اپنی ذمہ داری کے کاموں کے لئے جان و سینہ تک بھی تیار ہوتے ہیں۔ یکس قسم کی دانشمندی تھی کہ فرضِ منصبی تو ابھی پورا نہیں کیا اور وہ قسمت تو میں جن کی اصلاح کے لئے آیا تھا ابھی اکثر اُن کے بلکہ قریباً تمام اُن کے بجز ایک قلیل فرقہ کے اُس کے آئے سے ہی بخیر ہیں اور جھٹ آسمان پر جا بیٹھا کیا آسمان پر بھی کوئی یہودیوں کا فرقہ رہتا تھا جن کی اصلاح کے لئے آسمانی سفر بھی ضروری تھا اور جبکہ یہ میں اس قدر قوت اور طاقت موجود تھی کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ کشمیر کا سفر اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا بلکہ یہ ملک بلادِ شام سے آب و ہوا میں بہت ملتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ افغانستان میں جانا بھی کچھ دشوار نہ تھا پہر کوئی اس کو یہ خیال آیا کہ اپنے فرض سے سبکدوش ہونے سے پہلے ہی لاکھوں یہودیوں کو بے خبر اور نا کام چھوڑ کر آسمان کی راہ لی تعجب کہ کوئی ٹکڑا کل قدم آسمان کی طرف چلا اور کوئی اس کو کاشنفس نے قبول کر لیا کہ ایک گروہ کثیر یہودیوں کو چھ صد سال سے اس کی انتظار کر رہے تھے اور دن رات اُس کے ظہور کے لئے دعا مانگتے تھے اور وطن سے بے وطن تھے بیکبارگی اوس نے فراموش کر دیا اور ایک دفعہ ہمدردی کی رگ جنبش میں نہ آئی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ اپنا فرض منصبی ادا کر لیتا تو قابلِ تعریف ٹھہر جاتا۔ اسے ان پر نبی سبیل کہلاتا اور زمین پر تکالیف سفر کی وجہ سے قوم کی نظر میں سچا فدیہ ٹھہرتا تھا ہر سچے آسمان پر اس کا بیٹھنا نہ اس کے لئے عقیدہ تھا اور نہ اس کی قوم کے لئے۔ سچا فدیہ یہی تھا کہ وہ یہودیوں کا پتہ لگا کر اُن دور دراز ملکوں تک سفر کرتا کہ جن ملکوں میں یہودیوں نے بددوباش اختیار کر لی تھی اور اس عظیم الشان فدیہ کی یادگار کے لئے نہایت مناسب اور موزون تھا کہ وہ اسی تلاش میں طیر ملک میں مرنے اور غیر ملک میں

اس کی قبر جوتی تب ہر ایک عقل مند قائل ہو کر درحقیقت اس نے قوم کی بھلائی کے لئے
اپنی جان کو مشقت اور تکلیف میں ڈال کر اور آخر ہی راہ میں جان دے کر ان کے لئے
اپنے تین کفارہ کیا۔ مگر یہ بیہودہ کفارہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قوم کے تو کاکھون آدمی ہی
اسکے وجود سے ہی بے خبر بیٹھیں مگر اس نے ایک لفظی موت کو اپنے لئے پسند کیا ایسے
کفارہ میں کوئی نفعی فلاحی معنی نہیں اگر دید کے سر میں سخت درد ہوتا ہو۔ اور بکواس کی
اس حالت سے گہرا کر ایک پتھر سے اپنا سر ہوڑ لے تو کوئی عقلمند اقرار نہیں کرے گا کہ بکرنے
دید کی خیر خواہی کے لئے فعل کیا کیا بیطرح کی حقیقی خیر خواہی یہودیوں کے حق میں اسی میں تھی
کہ وہ تنگدلیف سفر اپنے پرگوارا کر لیتے اور سردی اور گرمی اور بہوک اور پیاس کی کچھ پروا
نہ کر کے مختلف ملکوں کی راہ لیتے۔ اگر ایسا کرتے تو خدا کی راہ میں سچے شہید کہلاتے اور
چونکہ مسیح کے لفظ کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ بہت سیاحت کرنے والا ہنداموہ اس حقیقت
ان معنوں کے ہی مصداق ہو جاتے تب ہر ایک شخص آہ کہج کر کہتا کہ کاش میں نبی قوم کو لئے
ایسی ہی تکالیف اٹھا کر قوم کے لئے فدیہ ہوتا جیسا کہ مسیح نے اٹھا میں اور فدیہ ہوا اور آئندہ
نسلوں کے لئے یہ اس کا کام نامہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہوتا کہ وہ قوم کی اصلاح اور
دستگیری اور غمخواری کیلئے دور دراز ملکوں میں گیا اور غربت اور صافرت کی حالت میں جان دی
اور زمین دفن ہوا اور اس صورت میں وہ ہجرت کی سنت قدیمہ کو بھی جو سنت نبیہ ہے پورا کر لیتا
بلکہ اپنے اس قول کے رد سے جو نبی بے غربت نہیں مگر اپنے وطن میں آسمان اور زمین و دونوں
جگہوں میں عزت پاتا۔ ہائے اس نے یہ کیا کیا کہ اپنے فرض منصبی کو نامہ جو ہر آسمان پر جا
بیٹھا گویا بار نبوت سے گہرا کر گوشہ گزینی اور آرام پسندی اختیار کی جو طریق مردی اور فتوت سے
بہت بعید ہے۔

غرض حضرت مسیح کا اپنے فرض نبوی سے قاصر رہنا اور ان کے مقابل پر پہاڑ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا تمام انسانوں کو پورے جوش سے ہدایت کے لئے دعوت عام کرنا یہ انحضرت صلی
علیہ وسلم اور حضرت مسیح میں ایک ایسا فرق ہے جس سے بہداشت معلوم ہوتا ہے کہ انحضرت

صفت کون کا ہے کہ انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیم کے جوہر میں نہایت
بازگشتہ ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں صفت رحمت عامہ موجود تھی اور وہ تمام لیاقتیں آپ کے نفس نفیس میں جمع تھیں جو دنیا کی تمام مختلف قوموں کو دعوت حق کرنے کے لئے ایک کامل مصلح میں ہونی چاہئیں مگر حضرت مسیح کی فطرت میں نہ رحمت عامہ اور نہ باقی یہ تمام صفات موجود تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح کی ہمت اپنی قوم کے پیش نظر کفار سے یعنی یہود سے آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ انکی فطرت میں آگے بڑھنے کے قوائے موجود نہ تھے ناچار انہوں نے ایک تہوڑے سے اور مختصر کلام پر ہی اپنی نبوت کو ختم کر دیا اور صاف انکار کر دیا کہ میں صرف بیغصب کی اولاد اور اپنے حبشی لوگوں کے لئے پیغام دعوت لیکر آیا ہوں اور دنیا کی قوموں سے مجھ کچھ کام نہیں لیکن مجھری ہمت اور فطرت چونکہ تمام انسانی روحوں سے ہمدردی کا تعلق رکھتی تھی اور آنجناب کی وہ روح تھی جس سے تمام روحیں فیضیاب ہونے کے لئے پیدا کی گئی تھیں لہذا اس عالی ہمت نے اس پر اکتفا نہ کیا کہ وہ صرف قریش تک ہی اپنی رسالت کو محدود رکھتے یا محض عرب تک ہی اپنی دعوت کا انحصار کر لیتے بلکہ تمام نوع انسان کو دین اسلام کی طرف بلایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس پاک اور کامل فطرت کو یہ پوش دیا گیا ہے کہ ہر ایک جو زمین پر رہنے والا ہے خواہ نوع انسان میں سے ہے یا نوع جن میں سے وہ اس کے فیض عام سے فائدہ اٹھاوے۔

پس تو یہ ہے کہ زمین کے تمام کناروں تک عام ہمدردی کا خیال دل میں بہر جانا اور عام قومیں جو دوسری قوموں سے بکلی منقطع ہو کر اور علیحدہ علیحدہ مذہبوں اور ناموں سے مخصوص ہو کر اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہو چکی تھیں سب کی اصلاح کا فکر کرنا اور سب کو نیکی اور ہدایت کی طرف بلانا اس قسم کی دعوت عامہ کا منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا ان میں سے بعض کا تو وہ زمانہ تھا کہ منور مختلف قومیں دنیا میں آباد نہیں تھیں اور بوجہ نہ پڑنے کسی تفرقہ قاطع کے تمام انسان ایک ہی قوم کے مکمل میں تھے اور بعض کا وہ زمانہ تھا کہ مختلف قومیں آباد تو تھیں مگر ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی یا خبر ہی تھی مگر ملاقات باہمی محنت و مشاقتی سہل اور آسان نہ تھی ان دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں غیر

ممکن تھا کہ کسی نبی کی انبیاء گذشتہ میں سے کل قوم ان کی دعوت عامہ میں یا دعوت خاصہ میں کیلئے دعوت کہلا سکتی پس جیسا کہ دوسرے بدین کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہیں تمام قوموں کے لئے دعوت عامہ کا منصب نہیں دیا گیا ایسا ہی حضرت مسیح کو بھی نہیں دیا گیا بلکہ یہ منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص کیا گیا کیونکہ آپ ہی کی فطرت اس بوجہ کی متحمل ہوئی۔ اب جہاں تک انسانوں کے لئے خدا تعالیٰ کی عطا کی زمین پر وہاں پہلایا ہوا ہے وہاں تک ان تمام انسانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی عام ہے اور یہ ایک عظیم الشان خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے جس میں کوئی دوسرا نبی شریک نہیں۔

ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کا منظر تمام ہوتے یا یوں کہو کہ خدا ہوتا تو یہ خصوصیت ان میں ہونی چاہیے تھی اور ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ اس ذات کامل کا روپ بن کر جس نے سب انسانوں کیلئے اپنے سوج اور چاند اور دوسری مخلوقات کو پیدا کیا ہے ایسی کم مائی دکھلائے کہ صرف یہودیوں کے محدود و بے چند گھروں تک اپنی نبوت کو منحصر کر لیتے بلکہ چاہتے تھا کہ وہ یہ کہتے کہ جیسا کہ خدا تمام نوع انسان کا خدا ہے ایسا ہی میں بھی تمام نوع انسان کیلئے پہنچا گیا ہوں اور یہ عذر کہ اگرچہ پہلے انہوں نے یہی کہا تھا کہ میری رسالت بنی اسرائیل تک ہی محدود ہے اور میں خاص انہی کے لئے پہنچا گیا ہوں مگر آخر کو انہوں نے اس قول کی پابندی چھوڑ دی اور اپنے اس اقرار پر قیام نہ رکھ سکے اور پھر دعوت عام کا دعوے کر دیا۔ یہ جواب ایسا ہے کہ بجز اسکے کہ ایک طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجو کی جائے اور یہ مان لیا جائے کہ انکی طبیعت کچھ ایسی صاف ہوئی تھی کہ انکو اپنے قول اور اقرار کا کچھ بھی پاس نہ تھا اور کچھ بھی اس جواب کا نتیجہ معلوم نہیں ہوا کیونکہ جب کہ خود بقول حضرت مسیح کے یہ بات فیصلہ پا چکی تھی کہ وہ صرف یہودیوں کے لئے بھیجے گئے ہیں نہ کسی اور کے لئے تو پھر اس فیصلہ اور اس اقرار کے بعد ان کے لئے یہ گنجائش باقی نہیں تھی کہ وہ پہلے بیان سے انکاری ہو کر یہ کہہ دیتے کہ میں دھرت بنی اسرائیل کیلئے نہ آیا ہوں دیکھو

حضرت مسیح کی دعوت عامہ کی ایک علامت

لئے ہر جا گیا ہوں اس کی توجہ نہ یہ مثال رہے کہ مثلاً فرض کر لو کہ ایک گواہ خالد نام نے
حلف اٹھا کر ایک برج کے سامنے ایل یہ بیان کیا کہ زید نے جو ایک بڑا مالدار تھا ایک
کرور روپیہ مجھے اس فرض سے دیا کہ کیا تھا کہ میں اس روپیہ کی کوئی جائیداد خرید لیا مگر کسی
اسکی طرف سے دیدن اور وہ جائیداد کا مالک واحد ہو گا اور اس جائیداد میں کسی اور
شخص کو ایک پیسہ کا بھی حصہ دار قرار نہ دیا جائیگا اور پھر اپنے تختہ بیان میں لکھا یا کہ زید
نے یوں کہا تھا کہ وہ جائیداد صرف ہمارے کے حوالہ نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے سچاس اور شخص
بھی مالک ہونگے اور ہر کے شریک مساوی نہ کر کے کیلا اور ان کے یہ بیان میں تو اب
بتلا کر دیکھا وہ حج اس مختلف بیان کو صحیح سمجھ لیگا اور پیش کردہ اشخاص کو کہہ کے شریک قرار
دیدے گا نہیں بلکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ اسی وقت اس کو حلف دروغی کے متقدمین
چھٹائے گا اور اس سے پوچھ گا کہ تیرے ان دونوں بیافون میں سے کون اسپا اور کونسا
بجڑا ہے اور آخر قانون کی حد تک حلف دروغی میں اسکو سزا دیگا۔

یہ حضرت عیسیٰ کی سختی ادبی ہے کہ لغو ذرا ایسے متناقض اقوال ان کی طرف
منسوب کئے جاتے ہیں جو کسی عدالت میں پیش ہونے سے بڑا تم قابل مزاح نہیں ہنسنا زمین
لیکن افسوس کہ حضرات پادری صاحبان کو اس حریس شدید کی وجہ سے کہ کسی طرح حضرت مسیح
کو خدا مان لیا جائے محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ان کی کلام میں امور متناقضہ اور متضادہ جمع ہو کر
ہیں ایک بات کرتے ہیں اور پھر اسی وقت دوسری بات اسکی ضد اور اسکی نقیض بیان کرتے
ہیں مثلاً ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کامل ہے اور پھر دوسری طرف یہ ہی کہہ دیتے
ہیں کہ وہ انسان کامل ہے اور نہیں سوچتے کہ جب تمام انسانی لوازم انسانیت کا کمال نہیں
کرتی تھے انکی ذات میں جمع ہونگے تو وہ الٰہیت کے کمالات کے خلاف پڑ جائیے کیونکہ
ایک طرف تو انسانی جہالتیں اور انسانی سہو و سیماں اور انسانی شہوات کا طوفان
حضرت مسیح کے نفس میں مان لیا جائے گا اور پھر اسی نفس کی لہجست یہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیگا
کہ وہ تمام جہالتوں سے ازل پاک اور تمام سہو و سیماں سے ازل برتر و اعلیٰ ہے پادری

پادریوں کا جو شریک ہوتا ہے متناقض اقوال کی طرف

صاحبوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اپنے غلط عقیدہ کو خواہ مخواہ پھیلانیکے لئے حضرت مسیح کے کلام کو تناقضات کا مجموعہ بنا دیں اور اس طرح پر یہودیوں کو کلمۃ جہنمی کے لئے مدد دیں۔ یہ حضرت مسیح کی زندگی پر ظالمانہ حملہ ہے کہ انکی طرف اس دردغے فروغ کو منسوب کریں کہ اول مسیح ہونیکا دعویٰ کرتے ہی ایک مدت تک بلکہ صلیبی اقتدار تک بار بار کہہ دیا کہ میں یہ مٹانے رہے کہ میں بجز اسرائیل کی بیٹیوں کے اور کسی کی طرف نہیں پہنچا گیا اور یہ چہرہ دیکھا کہ یہ بات تو نبی نہیں اور یہودی سمجھے قبول نہیں کرتے اور انکی نسبت تو اب بجلی امینہ قطع ہو چکی ہے تو اپنی ان تمام باتوں کو فراموش کر کے کہ جو کہا کرتا تھا کہ مجھ کو دوسری قوموں سے کچھ غرض واسطہ نہیں یہہ شوخچپا شروع کر دیا کہ نہیں بلکہ میں تو تمام قوموں کے لئے پہنچا گیا ہوں۔ اب دیکھو کہ اس تناقض کو جسکی نسبت سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا ارتکاب کرنے والی ایک غرض نفسانی تھی حضرت مسیح کی طرف منسوب کرنا کہ اس قدر اس غریب اور رہنمائی پتلم شدہ ہے۔

اگر بطور فرض مان لیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مونہ سے کوئی ایسا کلمہ نکلا تھا جس میں بظاہر اس قابل شرم تناقض کا وہم گذرنا تھا تو مناسب تھا کہ پاک دل محققین کی طرح ان دونوں قسم کے کلمات میں جو اپنی ظاہری صورت میں ایک نادران کے نزدیک تناقض کا خیال پیدا کرتے تھے اور حضرت مسیح پر اعتراض کا موقع دیتے تھے ایسے معنوں سے تطبیق کر دیتے کہ تناقض باقی نہ رہتا اور یہودیوں کو ہنسنے کا موقع نہ ملتا چنانچہ بات یہی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اول تو صاف صاف کہہ دیا کہ میں بجز اسرائیل کی بیٹیوں کے اور کسی کی طرف نہیں پہنچا گیا اور یہ چہرہ کہ وہ یہودی جو یروشلیم میں اور اس کے گرد تھے شرارت اور بے ایمانی سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو قبول کیا تو یہ حضرت مسیح نے اپنا فرض منصبی پورا کر نیکیے لئے اپنے پیہ حق واجب اور فرض لازم دیکھا کہ ان یہودیوں کی طرف تو جہرین جو مختلف ملکوں کی طرف بلاد وطن ہو کر چلے گئے تھے جیسے کہ بعض یونانین میں جہر کر آباد ہو گئے تھے اور بعض ہندوستان اور کشمیر کی طرف چلے گئے تھے اور بعض

افغانستان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اب دیکھو یہ معنی کیسے صاف اور سیدھے اور ترغیب قیاس ہرین جن کے ماننے سے نہ تو کوئی تناقض لازم آتا ہے اور نہ مسیح علیہ
 راستبازی کے کلام میں کسی بناوٹ اور جدید منصوبہ کی بدبو آتی ہے اور دل خوشوان
 لیتا ہے کہ جب کہ حضرت مسیح کو معلوم تھا کہ وہ تمام یہودیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث
 ہوئے ہیں نہ صرف چند گہروں کے لئے تو یہ ان کا کام تھا اور ان کو کرنا چاہئے تھا
 کہ جب کہ یروشلم کے یہودی سرکشی اور شرارت سے پیش آئے تھے اور ان سے امید
 ہدایت قطع ہو چکی تھی تو وہ تکالیف سیاحت اور سفر اپنے ذمہ کے کران یہودیوں کی طرف
 متوجہ ہوتے جو دور و دراز ملکوں میں چلے گئے تھے اور اگر یہہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت
 مسیح یروشلم کے یہودیوں سے نومید ہو کر گمشدہ یہودیوں کے فرقوں کی طرف متوجہ
 نہیں ہوئے بلکہ اپنے پہلے قول اور اقرار کے مخالف اپنے حواریوں کو یہ حکم کیا کہ اب تم
 غیر قوموں کی طرف جاؤ اور ان کو اپنے دین کی دعوت کرو تو یہ ایک دوسرا اعتراض حضرت
 مسیح پر وارد ہو گا کہ جس حالت میں ابھی وہ فرقتے یہود کے ان کے وجود سے ہی بنے تھے
 جن تک اپنی دعوت کو پہنچانا مسیح کا اصل فرض تھا تو کیوں اس فرض کو تلف نامہذا کر کے
 دوسری قوموں کی طرف توجہ کی۔

غرض یہ بات کسی طرح ٹھیک نہیں ہے کہ حضرت مسیح کی دعوت عام تھی اور جبکہ
 دعوت عام مذہبی قواس سے خدائی کا دعوے بیداریت باطل ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی کفار
 کا مسئلہ کیونکہ خدا تمام قوموں کا خدا ہے نہ صرف یہودیوں کا اور وہ سب کے لئے نجات
 کے طریق ظاہر کرتا ہے نہ محض اسرائیل کی اولاد کے لئے ہیں اگر یہ بات سچ ہے کہ انسانوں
 کی نجات بغیر کسی کے رسولی ملنے کے غیر ممکن ہے تو اس صورت میں دوسری تمام مخلوقات
 کی نجات کے لئے کسی دوسرے مسیح کے خون کی اشد ضرورت ہے بلکہ دوسری کی ضرورت
 (۱) ایک تو ایسا مسیح چاہئے کہ جس فرض کو حضرت عیسیٰ علیہ اسلام ادھر راہ چھوڑ کر آسمان پر
 جا بیٹھے تھے یعنی یہود کے دوسرے فرقوں کو حکم الہی پہنچانا جو ان کا فرض تھا اس فرض کو

وہ پورا کہے اور سیاحت اختیار کر کے جس قدر یہودی غیر ملکوں میں آباد ہیں ان کو خدا کا حکم پہنچا دے اور پھر ان کے لئے سولی لٹھائے (۲۱) دوسرا وہ مسیح چاہئے جو دوسرے تمام انسانوں کے لئے جو یہودی نہیں ہیں صلیب پر اپنی جان دیے۔

یسوع کی خدائی پرچش اس کی پیش کردہ مخصوصیت کے لحاظ سے

اب جبکہ دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری دعوت تمام نفع انسان کے لئے عام ہے بلکہ یہ دعوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو دعوت کے رو سے تو حضرت مسیح میں کوئی ایسی خصوصیت پائی نہ گئی جس سے انکی خدائی کا کچھ خیال پیدا ہو سکا اب ہمیں یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا معصوم ہونے میں حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ہے یا چھت پیش ہو سکے کہ وہی خصوصیت ان کی خدائی پر ایک دلیل ہے۔

پس واضح ہو کہ اس مقام میں حضرت مسیح کا اپنا ہی قول ایک فیصلہ کرنے والا قول ہے کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ ایک نے آکے مسیح سے کہا اے نیک استناد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ اس نے آکے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے تو نیک کو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۹-۱۷-آیت مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے نیک ہونے سے انکار کیا ہے اور اسکے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کیسے اپنے تئیں گنہ گار سمجھتا تھا اور پوری صاحبوں کی طرف سے اس جگہ یہ جواب ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ میں خدا ہوں اس لئے اس طرح کی تقریر سے اس کا یہ منشا تھا کہ جو شخص مجھے انسان سمجھتا ہے نہ کیوں مجھے نیک کہتا ہے کیا انسان نیک ہو سکتا ہے مگر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ جواب ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اگر مسیح نے اپنی خدائی کا دعویٰ یہودیوں کے آگے پیش کیا تھا تو ایسا دعویٰ کرنا بالاتوان کے نزدیک کافر اور نہایت بدآدمی اور فحشیت کے رو سے

واجب القتل تھا تو پھر کیونکر ایک یہودی ایسے دعوے کو سنکر اسکے یکہ کہہ سکتا تھا اور اگر اس یہودی نے خدائی کے دعوے کو مان لیا تھا تو پھر ایسی بات کہنے کا کوئی موقع نہیں تھا کہ تو میری خدائی سے منکر ہو کر مجھے کیوں نیک کہتا ہے یہ بات وحقیقت غیر معقول اور غیر ممکن ہے کہ ایک یہودی شخص نے اپنے کا فون سے سنا ہو کہ حضرت مسیح خدائی کا دعوے کرتے ہیں اور پھر وہ ان کو نیک کہہ سکے یہودیوں کا ہرگز یہ نہ رہا نہ یہ نہیں ہے کہ خدا کا دعوے کرنا لائیک ہو سکتا ہے پس جس یہودی نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نیک کہا تھا اسکی نسبت پادری صاحبان کو بہر حال یہ فرض کرنا پڑے گا کہ وہ حضرت مسیح کی خدائی پر ایمان رکھتا تھا ورنہ وہ کیونکر ان کو نیک کہہ سکتا تھا تو اس صورت میں وہ توجیہ باطل ہو جاگی جو پادری صاحبان اس آیت میں کرتے ہیں پس کچھ شک نہیں کہ ایسے معنی مذکورہ بالا آیت کے محض بناوٹ ہو گئے ہیں مسیح کے الفاظ سے وہ معنی ہرگز نہیں نکلتے اور ایسی یہود کچھ تان سے مسیح کے مسموم بنانے کے لئے کوشش کرنا ہرگز کوئی منصف اور عقلمند پس نہیں کر سکتا۔

صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے مذکورہ بالا آیت میں اپنے نیک ہونے سے سادہ اور پہل الفاظ میں انکار کیا ہے اور یہی الفاظ رہستہ بازوں کے معاورہ میں ہمیشہ سے داخل ہیں کہ وہ اپنے تئیں کمزور سمجھ کر حقیقی نیکی خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور انکا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر صرف خدا ہی نیک ہوا ورتہام بندے اسی سے قوت پاکر نیک بنتے ہیں نہ کہ خود بخود۔ اب کس قدر ظلم اور حق پوشی ہے کہ ایک سید ہے اور عطا اؤر کو جو رہستہ بازوں کی خواہر خلق کے سرسرمنا سب حال ہے خدائی کے دعوے کی طرف کھینچا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہی الفاظ قدیم سے رہستہ بازوں کے استعمال میں آتے ہیں اور ہر ایک قوم کے رہستہ بازوں کے موبہ سے یہی کلمہ نکلتے ہیں کہ وہ حقیقی نیکی کا سرچشمہ اپنے مولیٰ کو ہی ٹھہرتے رہے ہیں اور جب انکو نیک کہا جاتا تھا تو وہ انکسار کے طور پر اسی کو خدائی کو خیال کر کے یہی جواب دیتے رہے کہ حقیقی نیکی خدا کے

لئے مسلم ہے۔

اب ایسے کلمات کو جو اپنی کمزوری اور خدا کی عظمت کے لئے وضع کئے گئے تھے
 شک و شبہ و گمان میں لے آتا اور ان سے خدائی کا دعویٰ نکالنا عجیب و غریب رکھا جاتا ہے۔ کیا
 ایک پاک کائنات قبول کر سکتا ہے کہ نیک و نیکو اسناد کہنے سے مسیح کو یہ جوش آیا کہ لوگوں
 خدا کر کے کیوں نہیں پکارتے حالانکہ آیت کے سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے
 کہ مسیح نے اس مقام میں اپنی فطرتی سعادت کی وجہ سے انکار دکھلایا اور اس شخص
 کو اس بات پر متنبہ کیا کہ حقیقی نیک کا حشر چھڑا ہے اور جو کچھ تو مجھ میں نیکی دیکھتا ہے
 وہ میری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ ایک معرفت کا سبق تھا جو مسیح
 نے مسکودیا نہ یہ کہ شیخ میں اگر نہایت تجربہ سے اپنی خدائی کو پیش کیا۔ خدائی تو جو کچھ تھی
 وہ روزانہ مصیبتوں اور نا کامیوں سے ظاہر تھی حاجت بیان تھی پہلے اسکے زمانے سے
 ناراض ہونا اور پھر نا اور غصہ ہونا اخلاق سے ہی بہت بعید تھا اور سرسریہ وجہ تھا
 ہمیں پادری صاحبان معاف کریں اگر ان کو یہ بات تلخ معلوم ہو کہ جس شخص کو عظمت
 خود مختاری کی بھی طاقت نہیں تھی جو خدائی کے اونے لوازم میں سے ہے اور
 یہودیوں نے جو خود کمزور اور ذلیل ہو رہے تھے اسکو پورے اقتدار سے تکلیفین پہنچا
 اور جو کچھ چاہا اس سے کیا تو کیا ایسے شخص کو عقل سلیم خدائے قادر مطلق کہہ سکتی ہے
 یا ایک عاجزانسان؟ کیا ہم خدا کی طرف یہ ذلتیں منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ چند کمزور
 انسانوں کے ہاتھ سے پکڑا گیا اور حالات میں کیا گیا اور ایک ضلع سے دوسرے ضلع
 میں اسکا چالان ہوا اور سپاہیوں کے ہاتھ سے اس نے طمانچہ کھائے اور
 ساری رات کی دعا قبول نہ ہوئی اور کیا عقل قبول کر سکتی ہے کہ جو شخص خود خدا تھا
 اس کو یہی دعا کی حاجت تھی؟

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا کہ پادری صاحبان
 سمجھتے ہیں معصوم ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے گناہ گار

یہ کلام

خداوند کی طرف سے

ہونے کے معنی نکالے جاتے ہیں تو پھر حضرت مسیح کے اس اقرار سے کہ مجھے نیک مسموم
 بوجہ اولی گناہ کا رہنا ثابت ہوتا ہے بلکہ مسیح کی علی حالتیں انہیں معنوں پر روشنی ڈال کر حق
 الیقین تک آگے پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ اول تو مسیح نے یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا اصطلاح لیا جس
 میں اعتراف گناہ کا ہے پس اصطلاح کیا لیا گیا گناہ کا رہونے پر مہر لگا دی۔ مگر ہمارے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ہاتھ پر توبہ نہیں کی۔ یہ بات ایک بڑی غور کے لائق ہے کہ اگر
 مسیح معصوم تھا تو اسے توبہ کی کیا ضرورت تھی دوسرے کی خدمت میں ایک ذلت کے ساتھ
 حاضر ہونا اور گناہ کا اقرار کرنا بجز اس صورت کے کب ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے دل میں
 محسوس کرنا ہو کہ میں گناہ کا رہوں اور دوسرے یہ کہ سچ پر اور اس کی والدہ پر دشمنوں نے جو
 یہودی ہیں وہ سخت تضارام لگائے ہیں جن کے پکھنے سے ہی ہاتھ کا تپا ہے بلکہ بعض الزام
 تو ایسے ہیں کہ مسیح نے اپنے ذمہ غواگوں قبول کر لیا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ انجیلوں میں حواریوں
 نے ان پر کوہی دے دی ہے اور عیسائی مؤرخوں نے ان کو مان لیا ہے اور یہودیوں کی کتابوں
 اور تاریخوں کے دیکھنے سے جو اعتراضات سے چہرین مسیح کی عصمت کی نسبت اس قدر
 اور شکلات پیش آگئی ہیں کہ انہیں سے کہنا چڑتا ہے کہ کاش پادری صاحبان خدا کے پاک
 نبیوں کی نکتہ چینی نہ کرتے اور توہین اور تحقیر اور عیب گیری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں
 کا دل نہ دکھاتے تا مسلمان بھی یہودیوں کی کتابوں کی دوسرے اور غواہ پنجلیوں میں سے ہی
 حضرت مسیح کے عیبوں کی تفتیش نہ کرتے یہ گناہ و حقیقت پادری صاحبوں کی گردن پر ہے
 کہ وہ تمام مقتدر اور استبدادوں کی عیب گیری پر مکرر تہہ ہو گئے اور طرح طرح کی بیجا تاویلوں
 بلکہ تحریفوں سے چاکا کہ خواہ مخواہ خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو گناہ کا رٹھراوین اسٹے خدا نے
 حضرت مسیح کو ہی نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھا یہ یہ قول نہایت سچ ہے بلکہ پادری صاحبوں
 کے حق میں یہ پیشگوئی ہے کہ عیب مت لگاؤ تا تم ہی عیب دکھایا جائے اور یاد رہے
 کہ طریق نبیوں کی عیب گیری اور نکتہ چینی کا و حقیقت انیسویں صدی عیسوی کے پادریوں
 کو اس کا سوجہ کہنا چاہیے مگر انہوں نے اچانک نہیں کیا کہ اس طریق پر حد سے زیادہ زور دیا اور

مسلمانوں کے دلوں کو حد سے زیادہ آزار پہنچایا ہم سب نہیں سمجھتے کہ وہ کونسی عیست اور پاک اپنی حضرت مسیح مین ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود نہیں۔ مسیح کی سرکشت میں گنہ کا اقرار بھی موجود ہے۔ گناہ گاروں کی طرح تو یہ بھی موجود ہے۔ اور گناہ گاروں والے افعال بھی موجود ہیں۔ اور اگر دشمن کی نکتہ چینی اور عیب گیری سے کوئی نبی خدا کا جرم بن سکتا ہے تو عیسا کہ یہودیوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے ایسی ہی نکتہ چینیوں کے انبار دربار حضرت مسیح کی زندگی میں بھی موجود ہیں۔

مثلاً ایک شراب پی کر جو اتم الجھاٹ جس سے طح کے نفسانی جوش پیدا ہو کر کبھی انسان مرتکب فسق و فجور کا مرتکب ہے اور کبھی خون ریزی کا ارتکاب کرتا ہے اور بلاشبہ یہ تمام گناہوں کی مان ہے مگر نہ صرف یہودیوں کے اعتراضات سے بلکہ انجیل سے بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح تمام عمر اس کے مرتکب رہے اسی وجہ سے عیسائیوں کی عشارتانی کی ہے یہ ایک جڑ ہے اور انجیل میں حضرت مسیح اقرار کرتے ہیں کہ یہ تو شراب نہیں پیتا تھا مگر اپنی نسبت بالآخر سے کہا تو پتھر کا لفظ استعمال کیا ہے غرض اس میں کسی کو بھی کلام نہیں کہ مسیح عیسیٰ شراب پی کر لاتا تھا چنانچہ پرچہ اخبار ایسی فنی ۲۷۔ اپریل ۱۹۹۷ء میں ہی جو ایک مشہور پادریوں کا پرچہ انگریزی زبان میں کلکتہ سے نکلتا ہے یہ عبارت ہے ”مسیح گشت بھی کھاتا تھا اور شراب بھی پیتا تھا۔ اور کتاب انی ایل باب اول میں شراب کو ناپاک قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ روانی ایل اسکو ناپاک سمجھتا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ شراب ایسی خبیث چیز ہے کہ اس کا پلید ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ تو ریت یا انجیل یا کسی دوسرے صحیفہ میں اس کو پابہ اور ناپاک لکھا ہو بلکہ اگر فرض کے طور پر کسی کتاب کے شراب کی تعریف کی ہو تو شراب اس سے قابل تعریف نہیں ٹھہرے گی ہاں اس کتاب پر اعتراض آئے گا کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے جس چیز کے عیب اور نقصان تجارت سے کہل گئے ہوں اس میں ہم کسی کتاب کی شہادت کے محتاج نہیں ہیں ہزاروں قسم کی ذہن اور غیبت چیزیں دنیا میں موجود ہیں جن کی مضرتیں متحور نے ہم پر کھول دی ہیں۔ پس ضرور نہیں کہ ہم ان چیزوں کو غیبت ٹھہرنے کے لٹو آسانی

شراب اور مسیح کا تعلق

گناہوں کی ورق گردانی کریں ان سب میں سے اول درجہ پر شراب ہے۔ تو نایاب ہزاروں شہادتیں اس کی مضرت اور غیبت پر موجود ہیں ان سب کا گناہ موجب تطویل ہے اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ عیسائیوں میں سے فقط ایک نامی انسان کی شہادت شراب کے بارے میں بیان کی جائے چنانچہ ہم ذیل میں اس شہادت کے لئے جناب وائیسراے لارڈ کرن کی پیچ... متحر کر کے ہیں اور یہ وہ تقریر ہے جو وائیسراے ممدوح نے بمقام سہلہ ۷ جون ۱۸۸۷ء کو فوجی ٹمپرفس سوسائٹی کے جلسہ پر بیان فرمائی تھی چونکہ اس پیچ کا پڑھنا ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں اس لئے ہم اس کو کتب خانہ نقل کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

آپ میں اس انجمن کی کارروائی اور اس کی ضرورت پر گفتگو کرتا ہوں۔ فوج برطانیہ کے اعتدال یا غیر اعتدال کے جس پہلو کو دیکھو اس نے ضرورت غیرت کی کئی منزلیں طے کی ہیں۔ ہمیں ان سپاہیوں کے واقعات یاد ہیں جن کو ساتھ لیکر ڈویک آف ونگٹن نے بہت سے میدان مارے تھے ان میں چنداں اعتدال یا پرہیزکاری نہ تھی۔ وہ اُسے درجہ کے لوگوں میں سے بہرہ کی کئے جاتے تھے اور ان ایام میں یعیجب وہم پہلایا جاتا تھا کہ سبے زیادوں شرابی سب سے عمدہ لڑنے والا ہوتا ہے اگرچہ بعد کے تمام تجاربہ بنطس امرکو غلط قرار دیا ہے۔ ڈویک آف ونگٹن نے کئی بار اس بات کو بیان کیا تھا اور وہ اپنے سپاہیوں کی بہادری کی عزت کو ان کی بدیوں کی نفرت کے ساتھ پہلو پہلو بیان کرتا تھا لیکن وہ زمانہ اب گویا اور موجودہ زمانہ میں کوئی کھائی فہم نہ گویا نہ ملے گا جو یہ کہہ کہ بہت شراب پینے والا سپاہی اخلاقی طور پر موجب وقت اور جنگی موقع پر خطرناک ہے۔ (غرضہ خوشی) ڈالا لارڈ بارٹ کی رپورٹ جنوبی افریقہ کی جنگ میں سپاہیوں کے متعلق پڑھو وہاں انہیں مجبوراً بھی اور خوشی سے ہی شراب سے پرہیز کرنا پڑا کیونکہ شراب لتا ہی نہ تھا اور باوجود اس کے انہوں نے مردانہ اور شہرہ آفاق کارروائیاں کیں مگر ان کی دلچسپی پر لارڈ بارٹ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ جس اعلیٰ درجہ کے بہرہ میدان تھے اب ویسے شعبہ میں گئے

کیونکہ وطن میں شراب پینے کے لئے بہت سی ترغیبیں ہیں مجبور کرتی تھی پس اب ہم کہہ
ایسے فائدہ مند آگے ہیں جس میں ہر ایک اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ پھر نیز کہ خود والا سپاہی
شرابی سے بہتر ہے اور اسطرح کہ شرابی سخت شرابی سے بہتر ہے اور..... بالکل نہیں
والا سب سے بہتر ہے۔ (غرض خوشی) اس امر سے کو کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن حاجت
ہمیں بیان میں نہیں کرنی چاہئے یہاں تک تو صرف لفظی باتیں نہیں اب انکو حقیقی اعتبار
پر لگانا چاہئے۔ افلاطون کے مثال کو پڑھ کر خوش ہو لینا اور سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ ہم اپنا
کام کر چکے کہ فائدہ نہیں رکھتا۔ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر صرف تعزیر کرنا کہ اب ہمارے
جنگ بھلا وہ یا جنگ وائر کے ایام سے بہتر ہے اور اسی کو اپنے مقصد کا انجام سمجھ لینا کہ نہیں
نہ ہوگا۔ جو بگ کے اور کسی اور مقام کے سپاہیوں کے لئے یہ بات مفید ثابت ہوگی کہ ان
عہد خیالات پر خوشی کے فوسے مارے جائیں اور بعد میں ان ساری تعزیروں کو نہایت
فیاضی کے ساتھ رجسٹر کے شراب خانہ کے غم میں ڈبو دیا جاوے۔ (غرض خوشی) پس
ہمیں اعتبار کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور صرف خیالات کے ساتھ یا نقشوں کے ساتھ
اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہئے کیونکہ اگر کوئی ات خیالات سے بڑھ کر غلط ہو سکتی ہے
توہ نقشوں کے ہند سے ہیں۔ پس میں صرف اتنے پر کہ گذشتہ تاریخ کی نسبت اب بہتر حال
ہیں کہ کہہ سکتا کہ اب سب کچھ درست ہے اور زمین مجرموں اور ارمیوں کے کمروں
کے نقشوں کا کچھ حال دینا چاہتا ہوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ صرف نقشوں کو دیکھ کر خوش ہو جائیں اور
سمجھ لوں کہ جتنے (مثلاً) حیات لی ہے مجرموں کے نقشے تو کافی ہو سکتے ہیں اور وہ غلطیوں
سے خالی ہیں اور وہ مکان انسر ہے وقوف ہوگا جو صرف نقشوں کی صفائی پر ہوسر کر کے
یہ کہہ سکے کہ اب شراب بہت نہیں پی جاتی ہیں تسلیم کر لینا چاہیے اس انجن کو یہی چاہئے کہ اس
کو تسلیم کرے کہ اگرچہ شراب کے سبب سے جرم اب کم ہو تا ہے تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ بہت
زیادہ ہے ہمارے اگرچہ شرابی اور یا نظام تہوڑے ہیں تاہم چلے کہ اور ہی تو ہوڑے ہوں
اور کہ اب بھی رجسٹر میں ایک بڑی تعداد ایسے آدمیوں کی موجود ہے جو کہ عادتاً سخت شرابی

ہیں۔ اگرچہ ان سے کوئی جرم صادر نہ ہوا ہو اور اگرچہ وہ حد سے باہر نہ ہو گئے ہوں تاہم وہ حد پر پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے دن بھر ایک انگریزی فوج کا نقشہ دکھایا گیا جس میں یہ لکھا تھا کہ صرف ایک جینٹلمین ایک ہسینہ کے اندر (۲۰۸۰) دو ہزار اسی من شراب پیا گیا ہے اور اس جینٹلمین میں یارون اور نہ پینے والوں کے سوا کسی ۳۸۰ آدمی ہیں اس سے یہ اوسط نکلی کہ ہر ایک آدمی ہر روز تقریباً تین بیر شراب پیتا ہے اور اگر ان میں بعض آدمی تھوڑا پینے والے ہونگے تو بہتر خیال کیا جاسکتا ہے کہ بہت پینے والے کس کثرت سے پیتے ہونگے اس انجمن کو چاہئے کہ ایسے آدمیوں کو اپنے میں ملائے۔ ہمیں صرف یہی نہیں چاہئے کہ جرم کے روکنے کی خاطر سخت شراب خوری کو بند کر دیں بلکہ ہمارا یہ منشا ہے کہ ایسی شراب خوری کو بھی روکا جائے جس سے حیوانی اور اخلاقی قوی کو نقصان پہنچتا ہے۔ بین الممالک کیا ہوں کہ اگر ہر ایک مکان افسر کو یہ کہا جائے کہ تمہاری حکومت تمہاری جینٹ کی پرہیزگاری سے جانچی جائیگی اور شراب خانہ کی رونق ایک خراب کیرنل کی نشانی ہوگی تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ لوہین پتھر پوزین کمانڈران چیف کے آگے بادیہ پیش کرتا ہوں۔

اب صرف ایک اور امر باقی ہے جس کی طرف میں اس انجمن کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ ایک زیادہ وسیع خیالات کی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سب کو برٹش کالج کے نائب ایمنے ڈائریکٹر سے لیکر ایک معمولی سپاہی تک ... بمس طرح اپنا رویہ رکھنا چاہئے۔ ہم سب کو چاہئے کہ اپنے وطن کی خاطر ایک نمونہ قائم کریں جو آدمی نیک نمونہ قائم کر لے ہے وہ اپنے فرض کو ادا کرتا ہے۔ لیکن شرابی کیا نمونہ قائم کرے اور کونسا نمونہ قائم کر سکتا ہے وہ جو شراب کی عادت کو پاؤں کے نیچے کیل ڈالنے کی بجائے آگے کرے اور کہا ہے وہ کیا نمونہ قائم کرے گا۔ اس موقع پر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ ایسی سپاہی بھی ملے گی جتنے ہیں کیونکہ ایک گناہ کرنا دوسرے کے واسطے موجب معذرت نہیں ٹھہر سکتا۔

اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ عیسائی قوم میں شراب نے بڑی بڑی خرابیاں پیدا کی ہیں اور بڑی بڑی مجسمہ رانہ حرکات ظہور میں آئی ہیں لیکن تمام گناہوں کا منبع اور سرچشمہ

یسح کی تسلیم اور اسکے اپنے حالات ہیں۔ جس شخص کے نمونہ کو دیکھ کر پرہیزگاری میں لوگوں نے ترقی کرنا تھا جب کہ وہی خود شراب کا مرتکب ہوا۔ پہران بے جا حرکات میں اور ون کا کیا گناہ ہے اور جس حالت میں سچی لوگ یقیناً جانتے ہیں کہ ہمارے ہمارا وہی شراب پینے کا شائق تھا بلکہ عشاء و بانی سے اس نے شراب خواری کو دین کی تجویز دیا تھا تاہا قناس صورت میں کسی دوسرے کی تقریر سے ان پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اگر ایسی پیچون کے وقت ایک آیت ہی شراب کے حرام ہونے پر پیش ہو سکے جس کے نہ ملنے کا ہر ایک پرہیزگاری کے داعی کو اذیت ہو گا تو ان پیچون میں بچائی کی صوح پڑ جائے اور دلوں پر ان کا فوق القادرات اثر ہو لیکن سچ لوگ جو عیسائی کہلاتے اور انجیل شریف پر فدا ہیں جبکہ وہ شراب خوری کی انجیل میں مانعیت نہیں پاتے بلکہ حضرت یسح کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں خود اس کا مرتکب دیکھتے ہیں تو کیا وہ شراب سے رک سکتے ہیں انسان بالطبع اپنے دای اور پیشوا کی پیروی کرتا ہے اور اسکے نمونہ پر چلتا ہے ہر جبکہ یسح نے شراب سے بچنے کا نمونہ نہیں دکھلایا اور اسی وجہ سے اس کو کہاؤ میو کہا گیا تو کیونکہ عیسائیوں کو شراب چوڑنے کی طاقت مل سکتی ہے اب ہزار کوشش کرو بے فائدہ اور ہزار سعی کرو لا حاصل کیونکہ آپ لوگوں کے پیشوا کی زندگی میں اس قسم کی پرہیزگاری اور معصومیت نہیں ہم قبول کرتے ہیں کہ عیسائی قوم کی عصمت کو اس خانہ خراب شراب نے قوت غنیمت اور شہوہ کے اشتغال دینے سے بڑا نقصان پہنچایا ہے لیکن ہم قیل نہیں کر سکتے کہ عیسائیت کے دائرہ میں نہ کہ ہر ایک طبیعت اور فطرت کا آدمی شراب ہی کا ل پرہیز کر سکتا ہے الا شاؤ و نادیر مجرم کے حکم میں ہے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شراب کی اباحت نے انجیل کی تمام اخلاقی تسلیم کو بیکار کر دیا ہے مثلاً یہ سچ ہے کہ یہ فقرہ اپنی ظاہری صورت میں بہت عمدہ ہے کہ شراب کا مقابلہ نہ کر اور اگر کوئی شخص تیری دائیں گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسری بھی پیرو سے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شراب خواہ آدمی اس حکم کا پابند رہ سکتا ہے؟ کیا وہ ایک رانت نکالنے سے غصہ میں آکر چار رانت نہیں نکال لیگا؟ ایسا ہی انجیل کا یہ فقرہ کہ جو شخص بیگانہ عورت کو شہوت کی

شراب کی اباحت کا انجیل مخالفیوں میں ہمارا

نظر سے دیکھتا ہے وہ دل میں اس سے ذرا کچکا۔ یہ دیکھنے میں تو اچھا ہے لیکن عقل نہ دن
میں سے کون ہے جو اس بات کو قبول کرے کہ ایک نئے خوار آدمی جب نشے سے دست
اور شہوت غالب اور نفس طالب ہو تو وہ ایسی حالت میں اپنی نظر پاک رکھ سکتا ہے نہیں
بلکہ میوہ چمکتا ہوں کہ وہ نہ صرف صلح سے برکاری میں مبتلا ہوگا بلکہ چونکہ وہ شراب سے
انداز ہے لہذا ذہنا یا تجربہ کا بھی مرتبہ ہوگا۔ ایسی تعلیم جس نے گناہ سے توبہ کیا ہے لیکن
گناہ کے جو اصل موجبات ہیں ان کے ٹپے چوڑے دروازے کہول دئے ہیں وہ جتنی نیکی
پرتاؤ نہیں کر سکتی۔

اس بات میں قرآن کریم کی تعلیم

اس کے مقابل پر قرآن شریف نے ایک طرف تو شراب کی مذمتیں بیان کر کے اور
پرہیزگاری کی دشمنی شہر اکراطلعی طور پر اس کو حرام کر دیا ہے اور دوسری طرف آنکھ اور دل
کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ایک بیوی کدو یا دو یا تین یا چار لیکن حرام لگا
سے اپنے تئیں بچاؤ کیونکہ جو شخص اپنے تئیں پاک رکھنے کے لئے چند بیویوں سے بھی کر رہا ہے
وہ اس سے اچھی حالت میں ہے جو ایک بیوی رکھتا ہے مگر اس سے موافقت نہیں رکھتا اور
حرام کاری میں پڑتا یا ہمیشہ اپنی نظر ناپاک رکھتا ہے۔ جو شخص شراب پینا پیتا اور پر ضرورت محسوس
کر کے ایک بیوی کے پیار ہونے کی حالت میں یا کسی اور وجہ سے ناقابل اور موجب نفرت ہونے
کی حالت میں دوسری بیوی نکاح میں لانا ہے اور دونوں کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے
وہ پیار پرہیزگار ہو کر فرشتوں کی طرح زمین پر چلتا ہے اس کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس قسم کے
لوگ کثرت کے ساتھ پرہیزگار پاؤں گے۔ میرے نزدیک اس شخص سے بڑھ کر کوئی خطرناک حالت
میں نہیں ہے جو ایک طرف تو شراب پیتا ہے جو شہوتوں کو ابھارتی اور جوش دیتی ہے اور دوسری
طرف اس کی کوئی بیوی نہیں ہے جس سے وہ ان متحرک شدہ شہوتوں کو عمل پر تھما کر رکھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

اسی وجہ سے میں اپنے سچے دل سے اپنے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
بمقابل حضرت مسیح کے بہت پیار سے دیکھتا ہوں اور مصونیت کے اعلیٰ اور اکمل مقام پر پانا
ہوں کیونکہ جس متیق نے جو پرہیزگاری کے اسباب اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے وہ حضرت

مسیح کے عطا نہیں کئے ہیں۔ میں شہرِ افسانوں کی طرح خواہ مخواہ کی رعایت نہیں کرتا اور کسی
 خدا کے مقدس اور بہت بڑے پیر پروردہ حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں نے خوب غور کر کے دیکھا
 ہے اور جہاں تک فکرِ کام دے سکتا ہے خوب سوچا ہے۔ میرے نزدیک جبکہ مسیح شراب سے
 پرہیز کرنے والا نہیں تھا اور کوئی اسکی بیوی ہی نہیں تھی تو گو میں مانتا ہوں کہ خدا نے اس کو
 ہی بڑے کاموں سے بچایا۔ لیکن میں کیا کروں میرا تجربہ اس بات کو نہیں مانتا کہ وہ عصمت میں
 ایسا کامل ہو سکے جیسا کہ وہ دوسرے شخص کی چونہ شراب پیتا ہے اور نہ حلال و حرام کی عورتوں سے
 اسکو کچھ کمی ہے۔ گویہ جواب دیا جانا ہے کہ مسیح کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ باوجود شراب پیو اور باوجود
 کسی بیوی کے نہ مرنے کے پہر ہی وہ پرہیزگاری پر قائم رہا۔ لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ
 شہر و شہنوں نے اپنی واقعات کو مد نظر رکھ کر مسیح پر یہ الزام لگائے ہیں کہ کیوں اس نے مریم
 نام ایک کچی کو بہرہ متعہ دیا کہ اس نے اس کو چوا اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ میں سے تیل ملا اور
 پیروں کو انجیر بالوں سے پونچھا اور کیوں اس نے ایک دوسری عورت کو جو فاحشہ کر کے شہر ہو
 تھی جسکا نام بھی مریم تھا ہمیشہ اپنے پاس رہنے دیا۔ تو مجھے خیال آتا ہے کہ کاش ایسے معجزہ
 سے مسیح اپنے شاگردوں کو بچاتا اور چاہا ہوتا۔ مسیح کا یہ فرض تھا کہ ایسی عورتوں کو جو حرام کاریوں میں شہرت
 پا چکی نہیں اپنے پاس سے دفع کر کے حواریوں میں ایک نیک نمونہ قائم کرتا۔ اب دشمنوں
 کو یہی تو اعتراض ہے کہ اس نے ایک فرض کے اور اگرنے میں یہی وجہ سے کمزوری دکھلائی
 کہ وہ شراب کا حامی اور لغو و باعدا کے شہوت انگیز جذبات میں گرفتار تھا۔ ایسا اعتراض
 کرنے والے صرف یہودی ہی نہیں بلکہ وہ بھی ہیں جو عیسائی قوم میں سے ہیں اور نہایت بے یقینی
 سے ایسے اعتراض مسیح کے چال چلن پر کر کے پھر ان رسالوں کو نہ صرف لندن کے بازاروں
 میں تقسیم کرتے بلکہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی شائع کرتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اب آئیس سو برس کے بعد عیسائی صاحبوں کو محسوس ہوا ہے کہ سر
 پیا ایسا گناہ ہے جو اخلاق کو بگاڑتا اور پرہیزگاری کا استیفاء کرتا ہے اور ان کے جہلمیں اس
 کو شمش میں ہیں کہ اس بدعت کا اپنی قوم میں سے استیصال کریں۔ لیکن میرے خیال میں

یہاں تک کہ ان کے لئے
 یہاں تک کہ ان کے لئے

ایسی کوشش کرنا جس سے آگے قدم رکھنا ہے یا ایک نئی انجیل بنانا۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ سبق جو نماز و راز کی شراب خواری نے عیسائی صحابوں کو دیا ہے اور وہ شکلات جوادن کو پیش آئی ہیں وہ فرقہ شریف کی تعلیم کی طرف ان کو کھینچ رہی ہیں۔ بچے اس سے تعجب آتا ہے کہ جو شراب خواری کا خوفناک نقشہ لارڈ کرزن نے اپنی بیسچ میں کھینچا ہے وہی نقشہ نہایت موثر الفاظ میں قرآن شریف میں ہم پائے ہیں لیکن فرقہ اتنا ہے کہ قرآنی نقشہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے سکا ہے اور اس بیسچ کا نقشہ لارڈ کرزن کو زمانہ نے اور خرابیوں کے مشاہدہ نے بتایا۔ لارڈ کرزن نہایت مدبر اور اصلاح کے کاموں میں سرگرم معلوم ہوتے ہیں اور انکی بیسچ میں گرنٹ اور قوم کی ہمدردی کی روح موجود ہے اگر ان کے لئے ممکن ہوتا تو وہ ایسی موثر بیسچ میں ضرور کوئی انجیل کی آیت بھی یا دولتے اور اگر یہ بیسچ کسی افسر مسلمان کی طرف سے ہوتی تو وہ پرزور قرآنی آیات سے دکھاتا کہ کس قدر خدا شراب پینے والوں پر ناراض ہے۔ بہر حال ضمیمہ ہے کہ ایسے بیلارغف داخل افسر گرنٹ اور رعایا کے غیر خواہئے تعلیم کر لیا ہے کہ وہ حقیقت شراب جو براہ حرکات کی موجب ہوتی ہے اور اخلاقی اور روحانی قوسے پر بہت برا اثر ڈالتی ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اخلاقی تعلیم بے فائدہ ہے جس میں شراب کی ممانعت نہیں۔ شراب خورون کو عفو اور درگزر کی تعلیم کرنا اور شہوت کی نظر سے روکنا اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ہم ایک شخص کو ایک دوا سے بیہوش کر دیں اور پھر اس سے ہوشیاروں کے کام لینا چاہیں۔ نبی کے لئے اہم امر یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہوں کے اصل اسباب اور موجبات معلوم کر کے ان کے دور کرنے کے لکھو کوشش کرے اور جب وہ دور ہو جائیں گے۔ تو خود گناہ کا سیلاب ترک جائے گا۔ سو قرآن اور انجیل میں یہ فرق ہے کہ انجیل نے لوگوں کے علل اور اسباب سے نظر اندازی کر کے محض چستہ اخلاقی فقروں کے برف سے لوگوں کو خوش کرنا چاہا ہے اور قرآن نے حکیم حافظ اور پیچھے ہدرو کی طرح ان علل اور اسباب اور موجبات کو درمیان سے اٹھانا چاہا ہے جو اخلاقی خجاست کو پیدا کرتے ہیں۔ پس اس جگہ ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے جو غواہ سخا انجیل تبلیہ

گناہ کے علل و اسباب اور ان کے دور کرنے کے لکھو کوشش کرے

پر غر کر تے اور اخلاقی خزانہ کی اس کو کبھی سمجھتے ہیں۔ ہم چرچ کہتے ہیں کہ انجیلی تعلیم نے شراب کو حلال اور مباح کر کے اخلاقی حالات کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ رحم۔ انصاف۔ راستبازی۔ پرہیزگاری۔ جو کچھ عمدہ صفات ہیں ان سب کی شراب دشمن ہے۔ پہر جب تک ایک گھر میں دشمن موجود ہے کیونکر توقع ہو سکتی ہے کہ اس گھر والے اس دشمن کے حوالے سے بچ سکیں۔

(باقی آئندہ)

سچے لوگوں کو یہ نفع دینے کا پاداش ہے
لوہتیں طور ستلی کا بستیا ہم نے

ریویو آف ریلجنز

دنیہ کے مذہب پر
نظر

نمبر (۴)

اپریل ۱۹۰۲ء

جلد اول

فہرست مضامین

۱۵۲

یسوع کی علی غلیبیاں

یسوع کی تسلیم کی

غلطیاں

۱۵۶

۱۵۸

انجیلی عفو کی حقیقت

۱۲۷

یسوع کی عصمت پر دوسرے اقراض ۱۲۷

اسلام

انسان کی اخلاقی حالتیں

تثکلیت اور توحید

انجمن اشاعت الاسلام قادیان

۲

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں چھپوا کر

۳۰ جون کو شائع کیا

چند سالانہ محصول اک :- معمولی کاغذ پر (۲۰) و لائق کاغذ پر (لحمہ) *

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدک و نصلى علی رسولک الہ الکبری

اِسْلَام

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

انسان کی اخلاقی حالتیں

دوسرا حصہ قرآنی اصلاح کا یہ ہے کہ طبعی حالتوں کو شرائط مناسب کے ساتھ مشروط کر کے اخلاق فاضلہ تک پہنچایا جائے سو واضح ہو کہ یہ حصہ بہت بڑا ہے اگر ہم اس حصہ کو تفصیل کیساتھ بیان کریں لینے تمام وہ اخلاق آجگہ لکھنا چاہیں جو قرآن شریف نے بیان کئے تو یہ مضمون اس قدر لمبا ہو جائیگا کہ وقت اس کے دسویں حصہ تک کو بھی کفایت نہیں کریگا اس لئے چند اخلاق فاضلہ جو کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں *

اب جاننا چاہئے کہ اخلاق درمستقیم ہیں اول وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترک شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے اور ترک شر کے معنوں میں وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ انسان کو شش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچائے یا نقصان رسائی یا کسر شان کا ارادہ نہ کرے اور ایصال خیر کے معنوں میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ سے انسان کو شش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچائے یا اسکے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے یا اگر کسی نے اس پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگزر کر سکے اور اس طرح اس کو کھاد و عذاب بدنی اور تادان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچائے یا اسکو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت

میں اس کے لئے سراسر رحمت ہے +

اب واضح ہو کہ وہ اخلاق جو ترک شر کے لئے صانع حقیقی نے مقرر فرمائے ہیں وہ زبان عربی میں جو تمام انسانی خیالات اور اصناف اور اخلاق کے اظہار کے لئے ایک ایک مفرد لفظ اپنے اندر رکھتی ہے چار ناموں سے موسوم ہیں۔ چنانچہ پہلا خلق احسان کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مرد و خاں کا نام لیا گیا ہے جو مرد اور عورت کی قوت تاسل سے علاقہ رکھتی ہے اور محض یا محضہ اس مرد یا اس عورت کو کہا جائیگا کہ جو حرام کاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہ کر اس ناپاک بدکاری سے اپنے متین رو کے جس کا نتیجہ دونوں کے لئے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوک جہان میں عذاب آخرت اور متعلقین کے لئے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے مثلاً جو شخص کسی کی بیوی سے ... ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اس کے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے غلو میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیر متذللہ کی ایسی بیوی کو جو زنا کرنے پر راضی ہو گئی یعنی بیانا بھی واقع ہو چکا تھا طلاق دینی پڑیگی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹے ہونگے بڑا فقر پڑیگا اور مالک خانہ یہ تمام نقصان اس بد ذات کی وجہ سے اٹھائیگا +

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خلق جس کا نام احسان یا عفت ہے یعنی پاکدامنی یا اسی حالت میں خلق کما جائیگا جبکہ ایسا شخص جو بد نظری یا بد کاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی قدرت نے وہ قوت اس کو دے رکھے ہیں جن کے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچائے اور اگر باعث کچھ ہوئے یا نامرد ہوئے یا جو ہوئے یا بیہ فروقت ہوئے کے یہ قوت اس میں موجود نہ ہوتوں صورت میں ہم اس کو اس خلق سے جس کا نام احسان یا عفت ہے موصوف نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عفت اور احسان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خلق کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتیں بلکہ اس وقت خلق کی حد میں داخل کی جائیگی جبکہ عقل کے زیر سایہ ہو کر اپنے عمل پر صادر ہوں یا صادر ہونے کی قابلیت پیدا کر لیں۔ لہذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کر لیں اس خلق کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے گو بظاہر عفت اور احسان کے رنگ میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ تمام صورتوں میں ان کی عفت اور احسان کا نام طبعی حالت ہو چکا نہ اور کچھ۔ اور چونکہ یہ ناپاک حرکت اور اس کے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں ویسے ہی عورت

بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ لہذا خدا کی پاک کتاب میں دلوں میں مرد اور عورت کیلئے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے۔ قل
 لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ وَيَحْفَظُونَ أَرْوَاحَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ
 يَغْضِضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
 بِخُمُرِهِنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ وَلَا يُضْرِبْنَ بِأَصَابِلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا غَفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا
 أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَةَ إِنَّهَا كَانَتْ فَاخِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا وَلَيْسَتْ غَفِيَةً
 الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ فَاصْرُوهَا فِي سَرَايَاهَا
 پیسے ایمانداروں کو جو مرد ہیں کمدے کہ انکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں
 کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقع پر غریبہ نگاہ کی عادت پڑیں اور
 اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچادیں ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچادیں یعنی بیکار عورتوں کے
 گالے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں یہ طریق پاک نظر اور پاک دل پہننے کے لئے عمدہ طریق ہے۔
 ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کمدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں یعنی انکی
 پریشوآت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضا کو کسی غیر محرم پر نہ
 کھولیں اور اپنی اذہن کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور
 سر اور کندھیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر نہ چنے والوں کی طرح نہ مائیں یہ وہ
 تدبیر ہے کہ جسکی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف
 رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچا جے اور بغرضوں سے نجات دے زنا کے قریب رمت
 جاوے یعنی ایسی تقریبوں سے دور رہوں جس سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار
 نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو جو زنا کرنا ہے وہ بدی کو اتنا تک پہنچا دیتا ہے کہ زنا کی
 راہ بہت بری راہ ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لئے سخت خطر ناک ہے
 اور جس کو نکاح میں نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچا جے مثلاً روزہ رکھے یا کہ
 کھائے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور اگر لوگوں نے یہ بھی طریق بکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ خدا کو شکر
 سے دست بردار رہیں یا جو بے نیل اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم
 فرض نہیں کئے اسلئے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نباہ نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمان کہ ہمارا یہ حکم نہیں رسولؐ

خو جسے نہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ مضمومہ دی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنا یا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات پر ہے کہ ایک فتنے موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دوسرا ثواب حاصل کرے پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں اہلوں سے محروم رہنا ثواب کو جذبہ مخالفت کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اس کو کیا ثواب ملے گا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب مل سکتا ہے؟

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق احسان یعنی عفت کے حاصل کرنے کیلئے صریحاً اہل تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن پہننے کیلئے پانچ علاج بھی بتلا دیئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر نہ ڈالنے سے بچانا، کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا، سامنہ محرموں کے قصے نہ سننا۔ اور اسی تمام تقریروں سے جن میں اس بد فعل کا اندیشہ ہوا اپنے تئیں بچانا اگر توحیح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعوے کیساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم اُن سب بیروں کے ساتھ جو قرآن شریف کے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام سے ہی خاص ہے اور جگہ ایک محتہ یا دیکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تعمیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اسکے جذبات شہوات محل اور موقع پاکر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے بایں کہ وہ کو سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا منتہف دیکھ کر تولیا کریں اور انکی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز چارہ وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجا مان لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں۔ لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحالی کی آوازیں اور انکے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے

بلکہ ہمیں چاہئے کہ اُن کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تاٹھو کر نہ کھا دیں کیونکہ ضرر ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک ہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سنائی۔ اسیں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب جاتی ہے اگر ہم ایک عجب کے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر اسے دیکھیں کہ اُس کتے کے دلیں خیال نکالیں روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قوتوں کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آئے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں +

اسلامی پردہ کی یہی فلاحی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مردوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کہ چونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یاد ہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری مجاہزہ نظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غصن بقصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار چرچلنے والے کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے۔ بلکہ اس کیلئے اس تمدنی زندگی میں غصن بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی طبیعت حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائیگی اور اسکی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جسکو احسان اور عفت کہتے ہیں +

دوسری قسم ترک شر کے اقسام میں سے وہ خلق ہے جس کو امانت و دیانت کہتے ہیں یعنی دوسرے کے مال پر شرارت اور دینیتی سے قبضہ کر کے اسکو ایذا پہنچانے پر راضی نہ ہونا۔ سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اسی واسطے ایک بچہ شیر خوار بھی جو بوجہ کم سن اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور زیر باعث صغر سن ابھی بری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا۔ بہت دیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی شکل سے پیتا ہے اور اگر بیوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زامیں اسکو دوسرے کا دودھ پلانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرلے کہ قریب ہو جائے مگر دوسری عورت کے دودھ سے طبعاً

بیزار ہوتا ہے۔ اس قدر نفرت کا کیا بھید ہے؟ بس یہی کہ وہ والدہ کو چھوڑ کر غیر کی چیز کی طرف رجوع کرنے سے طبعاً متفرق ہے۔ اب ہم جب ایک گری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور اس پر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے کرتے اسکی اس عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہم پر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے یہی جڑ دیانت اور امانت کی ہے اور دنیا کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اس کے دل میں پیدا نہ ہو جائے لیکن بچہ اس عادت کو اپنے محل پر استعمال نہیں کرتا اور اپنی بوقونی کے سبب سے بہت کچھ تکلیفیں اٹھالیتا ہے لہذا اس کی یہ عادت صرف ایک لذت طبعی ہے جسکو وہ بے فتنہ نظر کرتا ہے اس لئے وہ حرکت اس کے خلق میں داخل نہیں ہو سکتی گو انسانی سرشت میں اصل ہر طبع دیانت اور امانت کی دہی ہے جیسا کہ بچہ اس غیر معقول حرکت سے متبرک اور اس میں نہیں کھلا سکتا ایسا ہی دھتھن بھی اس خلق سے متصف نہیں ہو سکتا جو اس طبعی حالت کو محل پر استعمال نہیں کرتا میرا اور دیانت رازنا بہت نازک امر ہے جب تک انسان اس کے تمام پہلو بجا نہ لائے ملین اور دیانت راز نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے نمونے کے طور پر آیات مفصلہ ذیل میں امانت کا طریق سمجھایا ہے اور وہ طریق امانت یہ ہے

وَلَا تَوَلَّوْا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ مِنْهَا وَلَا تَسْفِكُوْهُمُ قَوْلُكُمْ اَوْ كَلًا
مَعْرُوفًا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اَهْتَمْتُمْ مِنْهُمْ رِّشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ
اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اَسْفًا وَّ اِدْبَارًا اِزْيٰكُرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ
كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَسْبَغْتَ مِنْهَا عَلَيْهِمْ وَكُفٰى بِاللّٰهِ
حَسِيْبًا وَلِغَشِّ الْاٰمِنِ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتًا ضَعِفاً خَا فَاَوْعَالَيْهِمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَقُولُوْا
قَوْلًا سَدِيْدًا اِنَّ الَّذِيْنَ يٰكْفُلُوْنَ اَمْوَالِ الْيَتٰمٰى ظٰلِمًا اِنْ اَيَّا كُنُوْنَ فِيْ بَطْنِهِمْ نٰمًا وَ سَيَصْلُوْنَ سَعِيْرًا
ترجمہ یعنی اگر کوئی ایسا تم میں والد ہو جو صحیح العقل نہ ہو مثلاً یتیم بچہ یا نابالغ ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنی قسمت
سے اپنے مال کو ضائع کر دیگا تو تم (بطور کوڑ آف وارڈس کے) وہ تمام مال اس کا متکفل کے طور پر اپنے
قبضہ میں لے لو اور وہ تمام مال جیسے سلسلہ تجارت اور وراثت کا چلتا ہے ان بیوقوفوں کے عاشرت کر دو
اس مال میں سے بقدر ضرورت ان کے کھانے اور پہننے کے لئے دیدیا کرو اور ان کو اچھی باتیں قول محروم
کی کہتے ہو یعنی ایسی باتیں جن سے ان کی عقل اور تیز بڑھے اور ایک طرف سے ان کے مناسب مال انکی

ترتیب ہو جائے اور جاہل اور ناتجربہ کار نہ رہیں اگر وہ تاجر کے بیٹے ہیں تو تجارت کے طریقہ انکو سکھا دو اور اگر کوئی اور پیشہ رکھتے ہیں تو اس پیشہ کے مناسب آل انکو بھیج کر دو وغرض ساتھ ساتھ تعلیم دیتے جاؤ اور اپنی تعلیم کو وقتاً فوقتاً امتحان بھی کرتے جاؤ کہ جو کچھ تم نے سکھایا انہوں نے سمجھا بھی ہے یا نہیں یہ سب سناج کے لائق ہو جائیں یعنی عمر بھر رہا اٹھارہ برس تک پہنچ جائے اور تم دیکھو کہ ان میں اپنے مال کے انتظام کی عقل پیدا ہو گئی ہے تو ان کا مال ان کے حوالہ کرو۔ اور فضول خرچی کے طور پر ان کا مال خرچ نہ کرو اور نہ اس خوف سے جلدی کر کے کہ اگر یہ بٹے ہو جائیں گے تو اپنا مال لے لیگے ان کے مال کا نقصان نہ کرو جو شخص دہلے ہو اسکو نہیں چاہیے کہ ان کے مال میں سے کچھ حق الخدمت لیے لیکن ایک محتاج بدلو معرفت سے سکتا ہے عرب میں مالی منافعوں کیلئے یہ طریق معروف تھا کہ اگر تہتوں کے کارپرداز ان کے مال میں سے لینا چاہتے تو حتی الوسع یہ قاعدہ جاری رکھتے کہ جو کچھ تہتیم کے مال کو تجارت سے فائدہ ہوا اس میں سے آپ بھی لیتے اس مال کو تباہ نہ کرتے۔ سو یہ اسی عادت کی طرف اشارہ ہے کہ تم بھی ایسا کرو اور پھر فرمایا کہ جب تہتیموں کو مال واپس کرنے لگو تو گواہوں کے روبرو ان کا انکا مال دو اور جو شخص فوت ہوئے لگے اور پیسے اُس کے ضعیف اور ضعیف تر ہوں تو اسکو نہیں چاہیے کہ کوئی ایسی ہیئت کرے کہ جس میں بچوں کی حق تلفی ہو جو لوگ ایسے طور سے تہتیم کا مال کھاتے ہیں جس سے تہتیم پر ظلم ہو جائے وہ انہیں بلکہ آگ کھاتے ہیں اور آخر جلائیو الی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

اب دیکھو خدا تعالیٰ نے دیانت اور امانت کے کس قدر پہلو بتلائے۔ سو حقیقی دیانت اور امانت وہی ہے جو ان تمام پہلوؤں کے لحاظ سے ہو اور اگر پوری سختی کو دخل دیکر امانت داری میں تمام پہلوؤں کا لحاظ نہ ہو تو ایسی دیانت اور امانت کئی طور سے چھپی ہوئی خیانتیں اپنے ہمراہ رکھے گی اور پھر دوسری جگہ فرمایا۔ وَلَا تَكْلُواْ اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذِلُّواْ بِهَا اِلَى الْوَعْدِ اَمَّا لَتَكْلُواْ اَفْرِيقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِلَا اَدْرَءَ اَنْ تَمَّ تَعْلَمُونَ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّواْ اَلْاَمَنَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَحِبُّ الْمُخْفِیِّیْنَ وَادْفَعُوْا اِلَیْهِمْ كَلِمًا وَّزِنًا بِالْقِسْطِ اَلْمُسْتَقِیْمِ وَلَا تَخْسُوا النَّاسَ اَشْیَاءُ هُمْ وَلَا تَعْتَوْنَ فِی الْاَرْضِ مَفْسِدِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَفْهَامَ بِالْغَبِیْطِ یعنی آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر مست کھایا کرو اور اپنے مال کو رشوت کے طور پر حکام تک پہنچایا کرو یا اس پر حکام کی اعانت سے دوسرے کے مالوں کو دباؤ۔

انسانوں کو ان کے حق داروں کو واپس دیدیا کرو۔ خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا جب تم پلو تو پورا پلو جب تم وزن کرو تو پوری اور بے غلغل ترازو سے وزن کرو۔ اور کسی طور سے لوگوں کو ان کے مال کا نقصان نہ پہنچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت بھرا کرو یعنی اس نیکی کے چوری کرنا یا ڈاکہ ماریں یا کسی کی حریف کتیں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں اور پھر فرمایا کہ تم اچھی چیزوں کے عوض میں خبیث اور ردی چیزیں نہ دیا کرو یعنی جس طرح دوسروں کا مال نہالینا ناجائز ہے اسی طرح خراب چیزیں بیچنا یا اچھی کے عوض میں بُری دنیا بھی ناجائز ہے۔ ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ نے تمام طریقے بددیانتی کے بیان فرمائے اور ایسا کلام کلی کے طور پر فرمایا جس میں کسی بددیانتی کا ذکر باہر نہ رہ جائے۔ صرف یہ نہیں کہا کہ تو چوری نہ کر۔ تا ایک نادان یہ نہ سمجھ لے کہ چوری میرے لئے حرام ہے مگر دوسرے ناجائز طریقے سب حلال ہیں اس کلمہ جامعہ کیساتھ تمام ناجائز طریقوں کو حرام ٹھہرانا یہی حکمت بیان ہے غرض اگر کوئی اس بصیرت سے دیانت اور امانت کا خلق اپنے اندر نہیں رکھتا تو یہ ایسے تمام پہلوؤں کی رعایت نہیں کرتا۔ وہ اگر دیانت و امانت کو بعض امور میں دکھلائے بھی تو یہ حرکت اس کی خلق دیانت میں داخل نہیں سمجھی جائے گی بلکہ ایک طبعی حالت ہوگی جو عقلی تہذیب اور بصیرت سے خالی ہے۔

تیسری قسم ترک شرکی خلاق میں سے وہ قسم ہے کہ جس کو عربی میں ہکڈنہ اور ہون کہتے ہیں یعنی دو سکر کو ظلم کی راہ سے بدنی آزار نہ پہنچانا اور بے شر انسان ہونا اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا پس بلاشبہ صلح کاری اعلیٰ درجہ کا ایک خلق ہے اور انسانیت کیلئے از بس ضروری اور اس خلق کے مناسب طبعی قوت جو بچہ میں ہوتی ہے جس کی تدبیر سے یہ خلق بنتا ہے الفت یعنی خود کو نگہبانی یہ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف طبعی حالت میں یعنی اس حالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ جنگ جی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے پس اس وقت جو ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلح کاری کی عادت کی ایک جڑ ہے لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبیر اور فاضل ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی اس لئے خلق میں داخل نہیں بلکہ خلق میں تب داخل ہوگی کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلح کاری کے خلق کو اپنے عمل پر استعمال کرے اور بے عمل استعمال کرنے سے مجتنب رہے اس میں اللہ جل شانہ یہ تعلیم فرماتا ہے

وَأَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ - أَلَصَحَّ خَيْرٌ - وَأَنْ جَنَعُوا الْمُسْلِمَ فَأَجْنَحَ لَهَا وَتَبَادُلَ الْجَمَلِ
الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَرْنًا وَأَذًا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرًّا وَكَأَنَّمَا أَدْفَعُ بِأَلْتِي هِيَ أَحْسَنُ
فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ یعنی آپس میں صلح کاری اختیار کر دینا
خیر ہے جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین
پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور
پر طرح دیکر چلے جاتے ہیں اور اگلے دن بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے یعنی جیتنا کوئی زیادہ
تکلیف نہ پہنچے اس وقت تک ہنگامہ پر واری کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلح کاری کے محل شناسی کا یہی
ہول ہے کہ لڑنے والے ہاتھوں کو خیال میں نہ لائیں اور معافی فرما دیں اور خود کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے
سودا صبح ہو کر عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ شدا ایک شخص شرارت سے ایسی کجاس کہے یا یہ
نیرت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس کے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہنچتا یہ صلح کاری کی
یہ علامت ہے کہ ایسی ہیودہ ایسا سے چشم پوشی فرما دیں اور بزرگانہ سیرت عمل میں لائیں لیکن اگر ایذا افزہ
کی مدین میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہنچے تو صلح کاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق
نہیں بلکہ اگر ایسے گناہ کو نشا جانے تو اس خلق کا نام عفو ہے جس کا انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد بیان ہو گا اور
پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ زیادہ گئی کرے تو تم نیک طریق سے صلح کاری کا اس کو جواب دے ورنہ اس
خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائیگا غرض صلح کاری کے طریق سے چشم پوشی کا عمل صرف اس طرح کی
بدی ہے جس کے کوئی واقعی نقصان نہ پہنچا ہو صرف دشمن کی ہیودہ گولی ہو +

چوتھی تمیز کہ شر کی ملاقا میں فرق اور قول حسن اور قول عین اس میں ہے پہلا یہ کہ اس بات پر کہ حق کی خبر حاصل کیے
جو میں تکلام کرتے یہ بتا دینا نہیں تھا پہلے فرق اور قول حسن کے ملاقات کہ اعلان ہے یہی لیل اس بات پر کہ حق کی خبر حاصل کیے
شیخ پہلے ہی ملاقات کے ملاقات کیا کرتے تھے اور فرق ایک طرح سے اس وقت کو عمل پر متماثل کہ نہیں پہلے جاتا ہے اس میں
خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے وقولوا للناس حسناً - لَا يَسْمَعُونَ مِنْ قَوْمٍ عَصَىٰ إِنْ يَكُونُوا
خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ نِسَاءٍ عَصَىٰ إِنْ يَكُونَنَّ خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا ظُلْمًا اِنْ اَفْسَكُمْ وَلَا
تَنَابَزُوا بِالْأَقْلَابِ اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ اِنْ بَعْضُ الظَّنِّ أَثَرٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا
وَالْتَقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ وَلَا تَقْتَمِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ

والبصری والقواد کے آل اولیائک کا زعمہ مسئلہ یہ ہے لوگوں کو وہ باتیں کہ جو واقعی طور پر نیک ہوں ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھانہ کرے ہو سکتا ہے کہ جسے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھانہ کریں ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھی ہوں اور عیب مت لگاؤ اپنے لوگوں کے بے برے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ یہ کہ کو کرید کرید پوچھو ایک دوسرے کا گلہ مت کرو کسی کی نسبت وہ ہمتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہو گا اور کان آنکھ دل ہر ایک سے پوچھا جائیگا +

ترک شر کے اقسام ختم ہو چکے اور اب ہم ایصال خیر کے اقسام بیان کرتے ہیں دوسری قسم ان اخلاق کی جو ایصال خیر سے تعلق رکھتے ہیں پہلا خلق ان میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا اس میں ایصال خیر ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ ضرر دلائی جائے۔ خد کر ایا جائے۔ جرم نہ کر ایا جائے یا آپ ہی اس پر تہہ اٹھا یا جلائے پس اس کو بخش دینا مناسب ہے تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔۔۔ وَاللّٰکَ ظَہِیْمَ الْغَیْظِ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔۔۔ وَجَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو عفو کھلانے کے عمل پر اپنا غصہ کھاتا ہے اس اور بخشنے کے عمل پر گناہ کو بخشنے میں بڑی کی جزا اُسی قدر بڑی ہے جو کیگئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخشدے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پریدانہ ہوتا ہو یعنی عین عفو کے عمل پر ہونہ غیر عمل پر تو اس کا وہ بدلہ پائیگا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ نواہ خواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ وہ مل اور موقع گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا ہے پس مجرم کے حق میں اور نیک عامہ خلاق کے حق میں جو کچھ فی الواقع بہتر ہو وہی صورت اختیار کر جائے۔ بعض وقت ایک مجسمہ مگناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ثابت ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں کی طرح صرف گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ واقعی نیک کس بات میں ہے آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر جریں ہوتے ہیں

یہاں تک کہ دادوں پر دادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگزر کی عادت کو استہانک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراط سے دیوثی تک بہت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم صلہ اور عفو اور درگزر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سرسرمحیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ بیکارک صلیبی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگزر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ کرنا آہستہ ہیں۔ انہی خرابیوں کے لحاظ سے قرآن شریف میں ہر ایک خلق کیلئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو یا دے کہ مجھ کو خلق نہیں کر سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں بھی پائی جاتی ہے بچہ کوجس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی کچھ ٹھوڑی دیر کے بعد وہ اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس مجھ سے جانتا ہے اور اگر ایسے شخص نے اس کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں افضل نہیں ہوگا۔ خلق میں اس صورت میں افضل ہوگا جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کریں گے ورنہ صرف ایک سادہ طبعی قوت ہوگی۔ دنیا میں بہت ٹھوٹے ایسے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں ہم بار بار لگ بھگتے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقع کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چار پاؤں میں لگائے بھی بے شر ہے اور بیکری بھی دل کی غریبے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان مخلوق سے متصف نہیں کر سکتے کہ ان کو محل اور موقع کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکمت اور خدا کی بھی اور کامل کتابے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقع کی شرط لگادی ہے +

دوسرا خلق اخلاق اخیال خیر میں سے عدل ہے اور تیسرا احسان اور چوتھا ایثار ذی القرباے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَاِیْتٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغٰی یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو اور اگر عدل سے بڑھکر احسان کا موقع اور محل ہو تو وہاں احسان کرو اور اگر احسان سے بڑھکر قریبیوں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کر لے کامل ہو تو وہاں طبعی ہمدردی سے نیکی کرو اور اس سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ تم حدود اعتدال سے آگے گزر جاؤ یا احسان کے بارے میں منکرانہ حالت تم سے صاف ہو جس سے عقل انکار کرے یعنی یہ کہ تم بے محل احسان کرو یا بے محل احسان کرنے سے دریغ کرو یا یہ

کہ تم محل پر ایسا و ذی القربے کے خلق میں کچھ کمی اختیار کرو یا دھ سے زیادہ رحم کی بارش کرو اس گیت کی کہ
 میں ایصال خیر کے تین درجوں کا بیان ہے اول یہ درجہ کنیکی کے مقابل پر نیچی کچائے یہ تو کم درجہ ہے اور
 اوسے درجہ کا بجھالنا آدمی بھی یہ خلق محفل کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرتا ہے
 دوسرے درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہ کہ ابتداء آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسی کے حق کے احسان کے طور
 پر اس کو فائدہ پہنچانا اور یہ خلق اوسط درجہ کا ہے۔ اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں
 ایک مخفی عیب ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کہ سے کم وہ اپنے
 کے عوض میں شکوہ یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اس کا مخالف ہو جائے تو اس کا نام احسان
 فراموش رکھتا ہے بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اسے فوق الطاقات جو چھ ڈال دیتا ہے اور اپنا احسان
 اس کو یاد دلانا ہے جیسا کہ احسان کرنے والوں کو خدا تعالیٰ متنبہ کرے کہ لئے فرماتا ہے۔ لا تبطلوا
 صدقتکم بالذنن والا ذلے۔ یعنی اے احسان کرنے والو اپنے صدقات کو جن کی صدق پر بنا
 چاہئے احسان یاد دلانے اور رکھ دینے کے ساتھ برباد مت کرو یعنی صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے
 پس اگر دین صدق اور اخلاص سے ہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں ہوتا بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے
 غرض احسان کرنے والے میں یہ ایک غامض ہوتی ہے کہ کبھی غصہ میں اگر اپنا احسان بھی یاد دلادیتا ہے اسی
 وجہ سے خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا۔ تیسرے درجہ ایصال خیر کا خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے
 کہ اہل احسان کا خیال نہ ہو اور شکر گزاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نکلے صلہ ہو
 جیسا کہ ایک نیا بیت قریشی شہداء الدہمیں ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے۔ یہ وہ
 آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام ایصال خیر
 کی قبول کو محل اور موقع سے وابستہ کر دیا ہے اور آیت ہر صوفہ میں صاف فرمایا ہے کہ اگر یہ نیکیاں اپنے اپنے
 محل پر متعلق نہیں ہونگی تو پھر یہ بدیاں ہو جائیں گی بھلے عمل غشتا بخیر یا یعنی مد سے آنا بخیر کرنا کہ
 ناپاک صورت ہو جائے اور ایسا ہی بجائے احسان کے منکر کی صورت بن جائے یعنی وہ صورت جس سے
 عقل اور کائناتیں انکار کرتا ہے اور بجائے ایسا و ذی القربے کے نبی ہجائے گا یعنی وہ ہے محل ہمدردی
 کا جوش ایک بے بی صورت پیدا کر دیا محفل میں نبی اس بارش کو کہتے ہیں جو مد سے زیادہ برس جائے اور کہتے ہیں
 تباہ کرنے اور حق واجب میں کمی رکھنے کو یعنی کہتے ہیں اور یا حق واجب افزونی کرنا بھی نبی ہے غرض ان

تینوں میں سے جو محل پر صادر نہیں ہوگا وہی خراب سیرت ہو جائیگی۔ اسی لئے ان تینوں کے ساتھ موقع اور محل کی شرط لگا دی ہے اسجگہ یاد رہے کہ مجرد عدل یا احسان یا سہر دی ذی القربى کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ انسان میں یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی قوتیں ہیں کہ جو بچوں میں بھی وجود عقل سے پہلے ہی ملتی ہیں مگر خلق کے لئے عقل شرط ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ ہر ایک طبعی قوت محل اور موقع پر متمالہ + اور دیگر احسان کے بارے میں اور بھی ضروری باتیں قرآن شریف میں ہیں اور سب کو الف لام کے ساتھ جو خاص کرنے کے لئے آتا ہے استعمال فرما کر موقع اور محل کی رعایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے

میساکہ وہ فرماتے :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَحْتَمِلُوا الْحَيْثُ مِنْهُ - لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ - أَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ - إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا - وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَيْثُ وَجَدُوا بِهٖ سُلَيْمًا وَأَسِيرًا - إِنَّمَا تُطْعَمُونَ لَوَجْهِ اللَّهِ لَا نَرَيْدُ مِنْكُمْ جُزَاءً وَلَا شُكْرًا - وَإِنِّي الْمَالِ عَلَى حَيْثُ دَوِيَ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ الْأُمِّ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ إِذَا انْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ وَلَمْ يَتَّقُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا - وَالَّذِينَ يُبْذَلُونَ مِمَّا رَزَقَهُ اللَّهُ بِهِ إِنْ يُوَصَّلُوا وَلا يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ - الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ - وَاتَّقُوا مَقَارِظَ فُلْهُم مِسْرًا وَعِلَانِيَةً - إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفِينَ قُلُوبَهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ - لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ - وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تُبْذِرْ بَذِيرًا - وَابْنِ السَّبِيلِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَالْمَحَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْمَحَارِ الْحَبِيبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنِّ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا - الَّذِينَ يَخْلَوْنَ رِيَاءَ مَرْءٍ النَّاسِ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا أَنشَأَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ**

ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا قصد وغیرہ دو جو تمہاری پاک کمالی ہے یعنی جس میں چری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے وسیع کی آمیزش نہیں اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال کو نکوداد اور دوسری یہ بات کہ اپنی خیرات اور مرآت کو احسان رکھنے اور دکھ دینے کیساتھ باطل مت کرو یعنی اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ تمہیں تجھے یہ بقا اور ناس کو دکھ دیکو کہ طرح تمہارا احسان باطل ہو گا اور نہ ایسا طریق بچڑو کہ تم اپنے مال کو نیکو یا کاری کیساتھ خرچ کرو۔ خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے جو لوگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں ان کو وہ جام پلائے جائینگے جنکی ملوئی کا فور کی ہوگی یعنی دنیا کی سوزشیں اور جستیں اور ناپاک آہشیں ان کے دل سے دور کر دی جائیں گی۔ کا فور کفر سے شتم ہے اور کفر لغت عرب میں دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ انکے جذبات نا جائز دبانے جائینگے اور وہ پاک باطن ہو جائینگے اور حضرت کی جنکی ان کو پہنچے گی پھر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پیئینگے جسکو وہ آج اپنا تھ سے چیر رہے ہیں سبکگ بہشت کی خلافتی کا ایک گراز بتلایا ہے جسکو سمجھنا ہو سمجھ لے اور پھر فرمایا ہے کہ حقیقی نیکی کر نیوالوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کے لئے وہ کھائے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قریبوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم پر کوئی حمان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کیلئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس کے من کیلئے یہ خدا ہے ہم تم سے نہ کو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم سہارا شکر کر کے پھر وہ یثا اس بات کی طرف ہے کہ ایصال خیر کی تہ سری تم جو محض بہر دی کے خوش سے ہے وہ طریق بجا لاتے ہیں سچے نیکیوں کی یہ عادت چلتی ہے کہ خدا کی رضا کو کیلئے اپنے قریبوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور دنیا اس مال سے یتیموں کے قصداوران کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو فقر و فاقہ سے بچانے میں اور اور سافروں اور سوا الیو بھی خدمت کرتے ہیں اور ان لوگو غلاموں کے آزاد کرنے کیلئے اور قصداً و نحو سبکدوش کرنے کیلئے بھی دیتے ہیں اور اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش چلتے ہیں پیوند کرنے کی جگہ پر پیوند کرتے ہیں اور ضلے سے ڈرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سوا الیوں اور بے زبالوں کا حق بھی ہے۔ بیز بانوں سے مراد کتوں بلیاں چڑیاں بیل گدھے بھیریاں اور دوسری چیزیں ہیں وہ تخیلوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے دل تنگ نہیں ہو جاتے بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے منہ کو موافق سخاوت کے رہتے ہیں وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور کبھی نظارہ پوشیدہ اس لئے

کہ تیار کیا کاری سے ہمیں اور ظاہر اس لئے کہ تا دوسرے کو ترغیب دیں خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال یا جائے اس میں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ پہلے جس قدر محتاج ہیں ان کو دیا جائے ان کو خیرات کے مال کا تصدیق کریں یا اس کیلئے انتظار تمام کر لیں ان کو خیرات کے مال سے کچھ مل سکتا ہے اور نہ کسی کو بدی سے بچانے کیلئے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کیلئے اور محتاج اور ضروریوں اور کثرت زرہ لوگوں کی مدد کیلئے بھی اور دوسری راہوں میں جو محض خدا کے لئے ہوں..... خرچ ہو گا تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ نبی نوع کی ہمدردی میں نہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے غریبوں کو حق ادا کرو اور سکینوں کو دو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں کو اپنے تئیں بچاؤ یعنی بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی نگاہوں میں اور لڑکچہ بچہ ہونے کی رسوم میں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ تم مال بچے نیکی کرو اور آخر میں نیکی اور تیموس اور سکینوں کا اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور دوسرے سے اور لوگوں کو اور غلام اور گھوڑے اور کبری اور بیل اور گائے سے اور حیواناں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں نہ لا پرواہیوں اور خود غرضیوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنی محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں :-

اور بخیرہ انسان کی طبعی حالتوں کے وہ حالت ہے جو شجاعت سے مشابہ ہوتی ہے حیدر اکثراً فرار ہے یہی اسی قوت کی وجہ سے کبھی آگ میں اتھ ڈالنے لگتا ہے کیونکہ انسان کا بھی بیاعت فطری جو ہر غلبہ انسانیت کے ڈرنے والے نمونوں سے پہلے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتا اس حالت میں انسان نہایت بے باکی سے شہر میں دوڑ کر جنگلی دزدوں کا بھی مقابلہ کرتا ہے اور ترن نہا مقابلہ کیلئے کئی آدمیوں کے لڑنے کے لئے نکلتا ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے لیکن یہ صرف ایک طبعی حالت ہے کہ اور دزدوں میں بھی پیدا ہوتی ہے بلکہ کتوں میں میں بھی پائی جاتی ہے اور حقیقی شجاعت جو عمل اور موقع کے ساتھ خاص ہے اور جو اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق ہے وہ ان عمل اور موقع کے امون کا نام ہے نہ کہ ذکر خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اس طرح آیا ہے :-

وَالضَّيْفُ يُزَكِّي الْإِنْسَانَ وَالضَّغَاءُ وَالْحَدِيدُ وَالزَّيْنُ صَبْرًا وَابْتِغَاءُ وَجْهِ رَبِّهِ
الَّذِينَ قَالُوا لَكُمْ النَّاسُ إِنْ لَمْ تَأْتِ قَدْ جَمَعُوا الْكُفْرَ فَاتَّخِذُوهُمْ قُلُوبًا وَهَمًّا يَمَانًا فَالْكَافِرُ حَسْبُ مَا أَتَاهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيلُ - وَلَا تَحْكُمُوا عَلَى الَّذِينَ يَخْرُجُونَ مِنْ دِيَارِهِمْ بِطَرِيقِ النَّاسِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْبَاغِينَ

وہیں کہ جب لڑائی کا موقع آئے یا نہ پر کوئی مصیبت پڑے تو بھاگتے نہیں ان کا صبر لڑائی اور سختیوں کے وقت میں خدا کی رضا منی کے لئے ہوتا ہے اور اس کے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ بہادری دکھانے کے اٹھ کھڑا یا جاتا ہے کہ لوگ تمہیں سزا دینے کیلئے اتفاق کر گئے ہیں سو تم لوگوں سے ڈرو نہ پس ڈرانے سے اب بھی انکا ایمان بڑھتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا ہمیں کافی ہے یعنی ان کی شجاعت مردوں اور کتوں کی طرح نہیں ہوتی جو صرف طبعی جوش پر مبنی ہو جس کا ایک ہی پہلو پرمیل ہو بلکہ انکی شجاعت دو پہلو رکھتی ہے کبھی خود اپنی ذاتی شجاعت سے اپنے نفس کے جذبات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر غالب آتے ہیں اور کبھی جب دیکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ قرن صدیوں سے تو نہ صرف جس نفس سے بلکہ سچائی کی مدد کیلئے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں مگر نہ اپنے نفس کا بھروسہ کر کے بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے بہادری دکھاتے ہیں اور ان کی شجاعت میں یہ ایک نئی اور خود بینی نہیں ہوتی اور نہ نفس کی پیروی بلکہ ہر ایک پہلو سے خدا کی رضا مقدم ہوتی ہے ان آیات میں سمجھا دیا گیا ہے کہ حقیقی شجاعت کی پڑھ اور ثابت قہمی ہے اور ہر ایک صبر نفسانی یا بلا جو دشمن کی طرح حکم کر کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہو کر بھاگنے جانا یہی شجاعت ہے سو انسان اور درندہ کی شجاعت میں بڑا فرق ہے درندہ ایک ہی پہلو پر جوش اور غضب کا کام لیتا ہے اور انسان جو حقیقی شجاعت رکھتا، وہ مقابلہ اور ترک مقابلہ میں کچھ قرین مصلحت ہو وہ اختیار کر لیتا ہے +

اور سمجھو انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کا فائدہ ہے سچائی ہے انسان جب تک کسی غرض نفسانی اسکی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کر نہیں ایک طرح کی لغت اور قبض اپنے دلیں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کے تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں دخل نہیں ہو سکتی بلکہ اپنے اور دلوں کے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے غافل نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر استغلو نہیں ٹھہر سکتا کہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جن میں اس کا چندان حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش ہے تو اسکو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوجیہ کیا پاکل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہو گا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ مخواہ جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہو گا۔ سچ کے بولنے کا

بڑا بھاری عمل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی یہ تعلیم ہے۔
 فاجتنبوا الرجس من الأوثان واجتنبوا قول الزور۔ ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا۔ ولا تکتھموا الشہداء۔ ومن ینکھما فاندیشہ قلبہ۔ واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذاقرب۔
 کو فوا قوا یمین بالعتق شہداء اللہ ولو علی انفسکم او الوالدین والا قریبین۔
 ولا یجزم منکم شئناں قوم علی الا تعدلوا۔ والصادقین والصادقات وتواصوا بالحق
 وتواصوا بالصبر۔ لایشہدون الزور۔ ترجمہ۔ یوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز
 کرو یعنی جھوٹ بھی ایک ہے جس پر ہر دسا کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی
 ناتق ہے جاتا ہے اور یہ فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کیلئے بلائے جاؤ تو جملے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو
 مت چھپاؤ اور چھپاؤ کا اس کا دل گنہگار ہے اور جب تم بولو تو وہی بات نہ بولا جو سرسچ اور عدالت
 کی بات ہے اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہئے کہ ہر ایک کی ہونے
 خدا کیلئے ہو۔ جھوٹ مت بولو اگرچہ بولنے سے تمہاری جان کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کے
 ضرر پہنچے اور قریبوں کو صیبہ بیٹہ وغیرہ کو۔ اور پتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی نہیں سچی گواہی سے نہ کہ سچے
 اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائینگے۔ ان کی عادت ہے کہ ادروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں
 کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

منجملہ انسان کے طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اس کو ان صیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا
 ہے جو اس پر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سی ایسے اور جرح و فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جانتا
 چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے دوسرے ممبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک طالع ہے جو متک
 جانے کے بعد ضرورتاً ظاہر ہو جاتا ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک طالع ہے کہ وہ صیبت
 کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا ہوتا سر پٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکال کر خوش قسم جاتا ہے اور انتہائی
 پیچھے کر دیکھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں انکو خلق کے کچھ قلب نہیں بلکہ اس کے
 متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی ہے تو اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر کوئی
 شکایت منہ پر نہ لائے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا لے لیا اور ہم اس کی رضا کے ساتھ رہنے لگے
 اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا پاک کلام قرآن شریف ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے۔۔۔

يَسْتَعِيْزُ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَالْقَيْصِ مِنَ الْاَلَمِ وَالْاَلْفَسِ وَالْغَرَاتِ وَتَبَسُّوْا بِالشَّيْءِ
 الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَٰوٰتٌ
 مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - یعنی اے مومن تم میں اس طرح آزماتے رہیں گے کہ کبھی
 کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تم پر شامل ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا
 اور کبھی جانوں پر آفت آئے گی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہو گے اور حسب الامر نتیجے کو شناسو گے کہ نہیں ٹھیک
 اور کبھی تمہاری بیماری اور دمرگی پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جہاں کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ
 ہم خدا کی چیزیں اور اس کی نعمتیں اور اسکے مملوک ہیں پس حق ہی ہے کہ جب کسی انسان پر اس کی طرف جوع
 کرے ہی لوگ میں خیر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پاگئے غرض اس خلق کا نام صبر اور رضا
 برضا الہی ہے اور ایک طرح سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ انسان کی تمام زندگی میں اس
 کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور تیر ہزار باتیں اس کی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خوش
 کے مطابق اقتدار نعمتیں اس کو دے رکھی ہیں کہ انسان شمار نہیں کر سکتا تو پھر یہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی
 اپنی مرضی بھی منوانا چاہے تو انصاف خیر ہو اور اس کی رضا کے ساتھ راضی نہ ہو اور چون چڑا کرے یا
 بیدار اور بے راہ ہو جائے ۔

اور بخیر انسان کے طبعی امور کے جو اسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جمعہ ہوتا ہے
 قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک نہ ہر ایک کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی
 ہمدردی کیلئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے۔ سو اس حالت کو خلق نہیں کر سکتے
 یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کو دوسرے وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی
 ہے کہ ایک کتے کے منے پر ہزار کتے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اس وقت دخل دیتی
 جبکہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو اس وقت یہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا
 نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا
 ہے ۔ لَمَّا دَاوَا عَلٰی الْبَرِّوَالنَّعْدٰوِیْ وَ لَمَّا دَاوَا عَلٰی الْاَنۡفِیۡ وَالْعَدُوۡلِ وَ لَمَّا دَاوَا عَلٰی اِبۡتِلَآءِ الْعِوۡمِ وَ لَمَّا
 نَكَرَ لِنَاۡئِیۡدِیۡ خَصِمًا وَّ لَمَّا جَادَلَ عَنِ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡفُسَهُۥمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَدَاۡتًا وَّ اَنۡفِیۡہَا
 یعنی اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہئے ۔ اور ظلم اور زیادتی کے

کاموں میں انہی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو تھکومت اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا +

ثلیث اور توحید

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یسوع کی عصمت پر دوسکرا اعتراض

ایسا ہی یہودی آج تک یہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کا ایک یہی تواریک کرو سے گناہ تھا کہ اس نے ماں کی بے عزتی کی۔ دیکھو متی باب ۷۔۴۔ وہ یہ بھی اس پر الزام رکھتے ہیں کہ وہ عمداً ایک بیگناہ کی نقصان رسائی کا مرتکب بھی ہوا دیکھو متی باب ۵۔۱۳۔ انکا یہ بھی اعتراض ہے کہ اسوجہ سے بھی تواریت اُسکو گناہ ٹھہراتی ہے کہ اُس نے اپنے شاگردوں کو حرام کا مال کھانی سے منع نہ کیا۔ دیکھو متی باب ۱۔۱۰۔ وہ طے دعوئے اور اصرار سے اسلئے بھی اسکو مجرم ٹھہراتے ہیں کہ اُس نے ایک بدکار اور فاحشہ شہرت کو موقع دیا کہ اُسکے بعض ہنسا سے اپنے اعضا چھوئے اور اپنے مال حرام کا عطر اس کے سر پر لے۔ دیکھو لوقا۔ باب ۷۔۳۷۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تواریک کرو سے نہایت سخت اور قابل نفرت اس سے یہ بھی گناہ ہوا کہ اُس نے ضلالتی تحقیر کی اور اپنے تئیں اس کے برابر ٹھہرا کر اس کے نام کو بے عزت کیا پس وہ اس حرکت نہ صرف گناہگار بلکہ کافر اور واجب القتل ہو گیا۔ دیکھو لوقا باب ۵۔۱۸۔ انکا ایک بھی اعتراض ہے کہ یمیم بچہ لپٹی ایک عورت فاحشہ تھی کیوں یسوع نے اسکو اخیر تک اپنے پاس رکھا اور اپنے تئیں اسکی صحبت سے بچایا۔ وہ لوگ آج گناہگار ہونے کا یہ بھی موجب ٹھہراتے ہیں کہ اُن کا قول ہے کہ ایک مرتبہ یسوع کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور قوم ہر ایل میں اس گناہ کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ ایک بزرگ نے جو مسیح کا استاد بھی تھا

اس سے وہ حرکت دیکھ کر اور سخت ناراض ہو کر ہمدیہ کیلئے اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیا دیکھو کتاب سفیر اولد ہمدیہ
یہودی لوگ اپنی شرارت اور فحاشت سے یہی الزام پیش کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی ماں پاکہ لندن نہیں تھی بلکہ
حضرت مسیح کی پرورش نمود بالہ ناجائز ہے اور یہاں صریح معصوم ہونے کے برخلاف ہے۔ ہنگامہ پادری صاحبوں
کے لئے بڑی مشکل ہے کیونکہ جبکہ ان لبا گیا ہے کہ یسوع کی پرورش اپنے باپ کی طرف سے نہیں تھی تو اس بات
کا باثبات عیسائیوں کے ذمہ ہے کہ روح القدس بھی عورتوں کو حاملہ کر دیا کرتا ہے اور صیتک نظیر وکس ساتھ ہکا
شانی ثبوت پیش کیا جائے تب تک عرضین کا حق ہے کہ اعتراض کریں +

ہندوؤں میں اس قسم افسانے بہت ہیں اور پوراؤں میں اس قسم کے تذکرے پائے جاتے ہیں کہ بعض
عورتوں کو چاند سے حمل ہو گیا تھا اور بعض کو سورج سے اور بعض کو اندر سے اور دیوتا سے لیکن وہ
نظیریں بھی یقینی طور پر پیش کرنے کے لائق نہیں کیونکہ ہندوؤں میں نیوگ کی بھی رسم ہے جو مقدس مائی گئی ہے
اور معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت کی حیا کے سبب نیوگ کی اولاد کو ان اجرام کی طرف منسوب کر دیا گیا ہوگا کیونکہ
ہندوؤں کے نزدیک نیوگ کی رسم ایک شنی مقدس رسم اور گود دوسری قومیں اپنی جنسیت کی وجہ سے اعتراض
کریں گے چونکہ یہ تمام کارروائی وید کے دوسرے ہے اسلئے ایک نیا تمارا ریس بائیس کچھ بھی کراہت نہیں کرتا اگر کسی تو
اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اپنی بیوی کو دوسرے سے ہم بستہ کرانے اور وہ بھالوں اس طرح راضی مرد کے ذریعہ
گیارہ نکاح لادرنیہ نہ سکتی ہے مگر لڑکیاں حساب سے باہر ہیں کہ میں ہو جائیں معلوم ہوتا ہے کہ وید کے اہل
زمانہ میں نیوگ میں یہ شرط تھی کہ اس شخص میں سے بجا لانیوالا کوئی مقدس بہن ہو اور نہ تہا رے کے طور پر اسی کو سورج
یا چاند یا اندریا اور کوئی آسمانی دیوتا نکاح یا کرتے تھے اور جانلوں سے حقیقت کو چھپانے کیلئے قوم کے بزرگوں میں
یہ ایک اصلاح تھی مگر پھر بعد اسے نیوگ کا مسئلہ بہت وسیع کیا گیا اور بہن کے لفظ میں بزرگ اور مقدس ہونے کی شرط
نہ رہی بلکہ یہ لفظ عام قومیت پر اطلاق پانگیا اور اب بغیر شرط اعمال کے ایک خاص قوم کے لوگوں کو جو شاید ان بزرگوں
کی اولاد ہیں بہن کہا جاتا ہے اور ان سے نیوگ کی رسم کرائی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس رسم کیلئے
کسی دوسرے کو جو مضبوط جان قابل عمل ٹھہرانے کے ہو انتخاب کیا جاتا ہے ہندوؤں میں نیوگ کی رسم بکثرت ہی
ہے اور اب بھی ہے مگر یہ کارروائی بہت پردہ سے اور قنیاہ سے کیا جاتی ہے غرض ہندوؤں کے خاندانوں کی یہی
نظیروں میں کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو گیا بہت شبہ ہے اسلئے ہم ان سے جیسا کہ چاہئے فائدہ نہیں اٹھا سکتے
اور یونانیوں میں بھی ایسے تذکرے ہیں مگر دراصل یونانی گویا یورپ کے ہندو ہیں پس کچھ شک نہیں کہ وہ بھی نیوگ

کی رسم کو پوشیدہ رکھ کر ایسے بچوں کو دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتے تھے جس میں بایوں کو کہہ انہوں نے بھی عقیدہ انسانوں کو دیوتا ہی سمجھ لیا تھا اور ہندوؤں میں اب تک عام خیال کیا جاتا ہے کہ رشی کبھی سب پریشکر کے ہی مورت ہیں اسی وجہ سے بہت سی عورتیں جگن ناتھ یا کاشی جی کے مندر و نہیں کسی مقدس بہمن سے اولاد لینے کیلئے پڑی رہتی ہیں اور بعض جگہ جو بچے تراہن اور مدہ گویا پریشکر کا روپ کھاتے ہیں وہ بعد میں یا کاشی یا جگن ناتھ جی کے جنگلوں میں کسی تالاب یا کسی بھاری سرسبز درخت کے نیچے پریشکر کے دھیان میں بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ سب میں سخت درجہ پر محو ہوتے ہیں اور ایسی اطفال کی حالت غیرطاری ہوتی ہے کہ سچے پریشکر کے اوتار نظر آتے ہیں اور وہ بدھ مت ہندو جن کو اولاد کی کمی ہے وہ وید کی آگیا سے ان مہم مورت رشیوں کی عزت میں اپنی جان عین ہر طرح سے آراستہ کر کے بھیجتے ہیں اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ چند دن میں ہی وہ توبہ کا حال ہو کر گھروں میں آجاتی ہیں اور شاید رام جی کا لفظ جو ہندو مذہب کے طائفہ پر بولا جاتا ہے اسی اصلیت بھی یہی ہے کہ ان مقدسوں کو رام لینے پریشکر سمجھا جاتا ہے اور اس طرح کی ذریت رام جی کہلاتی ہے ۔

غرض جس بات کی ہم تلاش میں تھے یعنی یہ کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا اسکی نظیر یقینی طور پر ہندوؤں اور یونانیوں میں نہیں ملے بلکہ اکثر یہ قصے استعاروں کے رنگ میں پائے گئے گو ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن امکان ثبوت کے نام مقام نہیں ہو سکتا پھر جبکہ یہود اس قسم کی پرالیش کو ملتے نہیں اور عیسائیوں کے پاس اس قسم کے نظائر نہیں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ چونکہ مخالف کی نظر حضرت مسیح جیسے نبی کی پاک فطرت پر دھبہ لگاتی ہے اور موصوم ہونے کے دعوے کو سر سے اڑا دیتی ہے اسلئے میرے خیال میں پادری صاحبوں کا یہ فرض ہے کہ سب سے پہلے اس شخص پیش آمد سے کوئی رہائی کی راہ نکالیں اور یہ کہ کتنا کہ مسیح خدا تھا اس کو باپ کی کیا حاجت تھی یہ دعوے پر دعوے ہے کیونکہ ابھی کہاں ثابت کیا گیا ہے کہ درحقیقت وہ خدا ہے کیا چند معمولی نشان جو محض قصوں کے رنگ میں پائے جاتے ہیں اور ایسے فوق العادت امور میں دیکھ کر نبی شریک بھی ہیں ان قصوں خدا کی ثابت ہو جائیگی؟ اسو اس کے اگر فرض کے طور پر مان لیا جائے کہ مسیح چونکہ خدا تھا اسلئے وہ بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا تھا تو ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیر بادو جو خدا ہونے کے اس کو مان کی حاجت کیوں پڑی؟ اور ایک منکر کہ کتنا ہے کہ جبکہ مسیح بغیر ماں کے پیدا نہیں ہو سکتا تو اس قیاس کے تحت ہمیں کہ باپ بھی کہیں معنی ہو گا اور چونکہ ہم کسی مخالف کا بغیر حجت قوی کے منہ نہیں بند کر سکتے اس لئے اس سوال کا ہمارے پاس کیا جواب ہے اگر کوئی یہ کہہ کر کیوں جائز نہیں کہ اندرا اور چاند کی اولاد کی طرح اسجگہ بھی کوئی استعارہ ہی ہوا اور

صدیقہ کے محل کیلئے کوئی معنی صدیق ہوا اور ایک عیسائی کی طرف سے یہ جواب نیک نیتی سے نہیں ہو سکتا اور نہ بطوحجت صحیحہ کے قابل تہدلال کہ قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لیا ہے کیونکہ جس حالت میں قرآن کی وحی اپنے نزدیک خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ انسانی اقترا ہے تو کیا وہ انسانی اقترا سے اپنی بات کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں پس قرآن کی شہادت اُن کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی بجز اس کے کہ وہ قرآنی وحی کو منجانب اللہ قبول کر لیں ۛ

اس شکل کے محل کرنے کیلئے مسلمانوں میں سے ایک نئے مقد نے جو چوبیسوں کے نام سے مشہور ہیں کہا خیال کو ظاہر کیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے تھے لیکن یہ خیال عقل اور عقل دونوں کے مخالف ہے کیونکہ اگر فرضی ہی بات تھی کہ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چار اور بھائیوں کی طرح یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ جو شور قیامت حضرت مریم کے سر پر ہو دیوں لے چایا جس کے قرآن شریف نے آیت دہا کا نعت انک بغیا میں بیان فرمایا ہے وہ ایسی معمولی اور جائز پیدائش میں چھایا جاتا تو عقل سے اسلئے یہ خیال مخالف ہے کہ قرآن کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم بھی پیٹ میں ہی تھیں کہ ان کی والدہ نے اپنے پرہیزگاران لی تھی کہ اس نے اپنے پرہیزگے بچے کو سیکل یعنی خانہ خدا کی خدمت کے لئے تمام عمر تک وقف کر دیا ہے اور بعد کر لیا ہے کہ وہ بچہ جو پیٹ میں ہے ہمیشہ کیلئے دنیا کے تعلقات اور نیز تعلق ہی نہیں یا مینا کی دست بردار ہو گیا تو اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ برخلاف عہد کے مریم صدیقہ کا ناطہ کسی شخص سے کیا جاتا بلکہ وہ پیدا ہونے پر نذر کے موافق سیکل کے بزرگوں کے سپرد ہو چکی تھی اور ان باپ طعنا اس دست دیا ہو گئے تھے جیسا کہ آیت وکفایا ذکر کیا ہے یا سے ظاہر ہے یعنی بعد اس کے کہ وہ لڑکی ماں باپ سیکل کے بزرگوں کے حوالہ کر دی ذکر یا نبی اسکی پرورش کا شغل ہو گیا اور یہودیوں میں یہ قدیم رواج تھا کہ اس طرح سیکل کی خدمت کیلئے رہبانہ زندگی بسر کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ کی نذر مقرر کرنے سے مقرر ہو جاتی تھیں۔ اسی قصہ کو قرآن شریف کی یہ دو آیتیں تصریح سے بیان کرتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

اذ قالت امرأت عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محرما تقرقبلى انک انت السميع العليم۔ ویکھو سورۃ آل عمران۔ یعنی وہ وقت یاد کر جبکہ عمران کی بی بی نے جناب الہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکو میں تعلقات زوجیت اور دوسرے کاروبار دنیا سے آزاد کرکے تیری نذر کرتی ہوں پس میری نذر قبول کر تو صبح عظیم ہے۔ اس آیت میں دو نطفہ قابل یادداشت ہیں ایک

منہ اور دوسرے شخص نے نذر کا لفظ اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کو انسان اپنے دلیں کسی خاص شخص کیلئے مخصوص کر لیتا ہے اور نذر کا لفظ اسکی تاکید میں ہے جس سے مطلب ہے کہ کسی طرح سے خیر کو اس میں اثر کر نہیں ہو گا یہاں تک کہ والدین بھی ایسے بچہ سے اپنی اطاعت نہیں چاہتے اور نہ کسی اور کی قید اطاعت میں اسکو لاتے ہیں پس ان آیات صاف ثابت ہے کہ مریم کو نذر کے طور پر میکہ کی خدمت کیلئے ناکر بھا گیا تھا اور چونکہ تورات میں حکم ہے کہ اپنی نذروں و قسموں کو پورا کرو اسلئے والدین کا اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی نذر کو نذر کر مریم کا کسی ناطہ کر دیتے لہذا یہ خیال کہ مریم کا یہ ناطہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد یوسف سے حمل ہو گیا نہایت جلاہل خیال اور نص صریح قرآن کے مخالف ہے اور انجیل بھی اس خیال کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وہ انجیل جو حال میں لندن میں چھپی ہوئی ہے جو ان چار انجیلوں کے علاوہ ہیں ان میں بھی یہ نذر کا قصہ موجود ہے جو قرآن شریف سے مطابقت رکھتا ہے بلکہ ان میں لکھا ہے کہ نہ صرف اس نے نذر مانا تھی بلکہ مریم کے بچے بھی نذر مانا تھی اور خود مریم نے بھی بائبل ہو کر نئے مسیح اپنے قہر اور وعدہ سے اس نذر کی تائید کی تھی یعنی خدا کے آگے عہد کیا تھا کہ وہ مرتے دم تک خداوند نہیں کرے گی ایک آنگر طبیب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس نذر کے ہمارے نذر کے کہ مریم کے بچے ماں اور خود مریم کی طرف سے تھا پھر کیوں مریم نے خداوند کر لیا اور توہین کے حکم کو توڑ دیا۔

اس سوال کا جواب کسی باوری صاحب نے صفائی سے نہیں دیا لیکن حال میں مجھے ایک فاضل یہودی کی کتاب ملی ہے جس میں صحیح طور پر اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مریم جب میکہ کی خدمت کے لائق ہوئی تو کچھ مدت تو ایک نامی کے تحت خدمت میں مشغول رہی لیکن بائبل چلتے کیسا تھا کہ کسی نامعلوم طریق سے اسکو حمل ہو گیا اور پھر شہادت پیدا ہوئی اور یہودیوں نے ایک عیسوی سپاہی پر یہ الزام لگایا یہ حال جب وہ حاملہ پائی گئی تو پہلے کے منظم ہزرگوں کو یہ امر بہت شاق گذرا اور انہوں نے اس حمل کے بعد مریم کو میکہ کی خدمت پر برکھنا نامناسب تصور کیا اسلئے انہوں نے کوشش کر کے ایک بوٹھا آدمی بنی اسرائیل جس کی تلاش کیا جس کا نام بوٹ تھا اور اسکو مجبور کیا کہ مریم کو اپنے محل میں لے آوے وہ شخص بوٹھا بھی تھا اور وہ رعاش بھی نہایت قلیل تھی ایسے بڑھی تھا اور اس کے گھر میں اسکی جو بھی زندہ موجود تھی ان شکلا کے سبب مریم کے جو روئے سے اس نے انکار کیا اور ہزرگوں کی خدمتیں باوجود عرض کی کہ میں بوٹھا ہوں اور میرے گھر میں ایک بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں اسلئے مجھے اس شخص سے معاف رکھا جائے مگر ہزرگوں نے بہت ہمارا کر کے بسعت تمام مریم کا اس شخص سے نکاح کر دیا تو مریم کو پہل سے دھت کر دیا تا خدا کے مقدس گھر پر بخیر جنیاں نہ ہوں پھر کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لوکا

پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔ آج تک یہود اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ لڑکا معجزہ کے طور پر پیدا ہوا تھا۔
اس یہودی قائل کا یہ بیان ہے جو ہم نے لکھا اور اس بیان سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ کیوں ضرورت نکاح کی پڑی
تھی اور اس کے مقابل پر جو انجیلوں میں یہ بیان ہے کہ گویا مریم صدیقہ کا معمولی طور پر حبیبہ کہ دنیا جہان میں دستور
یوسف کے ناظم ہوا تھا یہ باطل و دروغ اور بنیاد کے بلکہ سچ بات یہی ہے کہ پہلے کے نظم و نگرانی کا یہ کہ عورت کے
صل کو دیکھ کر اور دشمنوں کے اعتراض سے ڈر کر اور خاندان کی فضیلت کے اندیشہ کر کے پردہ پوشی کیلئے یہ تہذیب پر سوجھ بھٹی
اور ہر چند وہ جانتے تھے کہ ایسا نکاح تو ریس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ عہد جو مریم کے تارک رکھنے میں خدائے کیا تھا وہ
اس میں ٹوٹا تھا تاہم گناہ ناموس کی مصلحت کے اور شہادت اعدا کے خوف کے ان کو اس کام کیلئے سخت مجبور کر دیا تھا
اور ہر چند اس عمل کو اس طرح پوشیدہ کیا گیا تھا تاہم شریعہ یو دیوں نے جو اس خاندان کے دشمن تھے ناجائز طریق پر شہرت
دیدنی تھی چنانچہ آج تک انہی خیالات سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو یسوع ہے کیسے بولتے ہیں یعنی اخیر
عین کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دلیس گذشتہ ہے کہ قرآن شریف نے جو
حضرت یسوع علیہ السلام کا نام عیسیٰ لکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا اور ایسے ہر
خطا بولنے کا یہ مطلب تھا کہ اپنی جعلی شہادتوں سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ صدیقہ کے چال ملین پر ناجائز حرکت کریں اور
ان کو عصمت اور طہارت سے محروم قرار دیں پس جس نہایت محروم صورت پر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ پر تہتان لگائے گئے
اور ان کی عیب شماری کی گئی اس کی نظیر دوسرے تمام نبیوں میں نہیں پائی جاتی حضرت مریم صدیقہ اور ان کے سید لڑکے
کو ایسے ہمتانوں سے کچھ دل پر صدمہ پہنچا ہوا کہ اس کا اندازہ ہر ایک شریفیت کر سکتا ہے ۛ

انہی ہمتانوں کو جو ہر سے یہود پر یہ بھٹکار پڑی کہ جو عیب وہ حضرت مریم اور حضرت مسیح پر لگاتے تھے
وہی عیب ان کے مردوں اور عورتوں میں پھیل گئے کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ جو قوم کسی نبی پر کوئی عیب لگتی ہو اس
عیب میں خود گرفتار ہو جاتی ہے مثلاً یورپ کے پادریوں اور ان کے پیروؤں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فسق و فجور
کا عیب لگا یا تھا آخر یہ لوگ بقدر استیفاء لذات اور ناجائز شہوات میں گئے اور جس قدر ایک گروہ شیر لور کے
مردوں اور عورتوں نے کھلی کھلی حرام کاری کے منہ کھلائے دوسرے ملکوں میں اسکی نظیر تلاش کرنا ایک
عبث کاوش ہے یہ غرض جو کچھ حضرت مسیح اور ان کی والدہ کی نسبت یہود و مسعود نے ایک طے مار عیبوں کا جمع کر رکھا ہے
اور صیحا کر ان کی ساری زندگی گناہ سے بھری ہوئی زندگی قرار دی ہے یہ نظارہ پادریوں کیلئے ایک نہایت عبت
کا نظارہ ہے اور اس سے سمجھ آسکتا ہے کہ کیونکہ ہم ایک شخص کیلئے عیب جوئی کا میدان وسیع ہے پھر ان خیالات

میں پڑنا کہ دوسرے تمام نہیں لوگ نہنگا کر قرار دیں اور مسیح کا نام معصوم رکھیں گویا خود لوگوں کو اس طرف تھکانا ہے کہ انھوں نے بھی مسیح کے پیروں کی تلاش کروئے یا درکھیں کہ اس غیر مذہب وار گندے طریق میں پڑ کر ان کو کاسیائی نصیب نہیں ہوگی اور نہ یہ شریف اور نیک فطرت انسانوں کی عادت ہو سکتی ہے کہ خدا کے ان شخصوں کو کالیان میں اور ان کا نام فاسق اور فاجر رکھیں جن کو اس قادیانی نے کر ڈرا مخلوق کا کٹ پھڑا ٹھہرا کر جہاں جلال کے تحت پر بچھا دیا ہے خوب یاد رکھو کہ تم دوسرے نہیں گویا کہ مریم کے بیٹے کو نیک نہیں بنا سکتے خدا کے تمام پاک نبی ایک جود کے حکم میں ہیں جب جو دواحد میں سے ایک عصفوی صحت خراب ہو جائے تو اسے جود کی صحت خراب ہو جاتی ہے کسی کا عیب مت تلاش کرو کہ وہی عیب تیر لگا یا جا رہا ہو گمان مت کرو کہ دوسرے نبیوں کو عیب ناک ٹھہرا کر مسیح پر بے عیب ثابت ہو جائیگا بلکہ خدا کی غیرت جو اس کے پاک نبیوں کیلئے ہے تمہیں دکھلائیگی کہ مسیح کے مخالفوں نے سب سے زیادہ اس کے عیب دکھلائے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے اس کی والدہ کی عزت پر حملہ کر کے مسیح کی ولادت کو بھی عیب ناک صورت میں دکھلایا ہے پھر معصوم کیسا اور عصمت کس بات کی۔ یہ قرآن شریف کا مسیح اور اس کی والدہ پر احسان ہے کہ کر ڈرا انسانوں کی مسیح کی ولادت کے بلے میں بے یار بن کر دی اور ان کو تعلیم دی کہ تم یہی کہو کہ وہ بے باپ پیدا ہوا تھا اور نہ اگر قرآن بھی وہی رائے حضرت مسیح کی ولادت اور ان کی ماں کی چال چلن کی نسبت ظاہر کرتا جو یہودیوں کی ظاہر کی تھی تو تمام دنیا اسی کثرت رائے کی طرف مائل ہو جاتی اور ضرور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت مسیح اور ان کی ماں کی عصمت ثابت کرنا ایک امر محال اور غیر ممکن ہو جاتا اور گویا اب بھی لوگوں کو اس جدید منطق کی طرف راہ نہیں کہ یکبارہ روح القدس کو نوازی عورتوں کو عطیہ حمل عطا کر دیا کرتا ہے اور نہ کسی کے پاس اس کی نظیریں ہیں لیکن یہ اسلام نے دجی الہی کی اطاعت سے اس شکم حمل کو مان لیا ہے اسلئے ایمانی رنگ ہیں کسی دلیل سے مسلمان کو قبول کرنا پڑا کہ ایسا ہی ہوگا +

اب محل کلام یہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ مجھے کیوں نیک کہتا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ مسیح اس طرح کی تعریف سے ناخوش تھا جیسا کہ اس کو خدا خدا کر کے نہ بچا را جائے بلکہ یہ ایک پھانسی کا کٹاں اسی پر گواہی دیتا ہے کہ مسیح نے خدا کی عصمت اور جلال کو یاد کر کے اور اپنی فطرتی کمزوریوں کو تصویب دلا کر نہ چاہا کہ اس کو نیک کہا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مسیح نے اس کلمہ سے اس نیک کلمہ کو لے کر بھی جہاں ہو کر جب کہ تم لوگ اپنے دلوں میں مجھے اچھا نہیں جانتے اور کہتے ہو کہ یہ شخص شراب خوار اور بے قیاد اور صبی

عورتوں سے تعلق رکھنے والا ہے اور اس باپ کی عزت نہیں کرتا اور نہ سبت کی تعلیم کرتا ہے بلکہ یہی سب باتیں پر بھی ایسی ایسی تہمتیں لگاتے ہو تو پھر زبان سے مجھے نیک کرنا کیا فائدہ مذہب سے وہی بات کہو جو ہمارے دل میں ہے یہ خیال اسلئے قریں قریا ہے کہ یہ وہاں تک مسیح کو اچھا نہیں جانتے جس شخص لئے یہودیوں کی کتابیں لکھی ہوئی ہیں ان کے علماء سے مسیح کے چال چلن کی نسبت کچھ استفسار کیا ہو گا وہ یہ کہ اس بیان کی تصدیق کریں کہ عیسائیوں نے جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت عیبی کی ہے وہ اس شخص عیسیٰ سے بہت ہی تھوڑی ہے جو یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کرتے ہیں کوئی ایسا الزام جو تقویٰ اور نیک چلنی کے برخلاف ہو تصور میں نہیں آسکتا جو یہود نے حضرت مسیح اور ان کی ماں اور ان کے حواریوں پر نہیں لگایا جو قدر گستاخی سے حضرت مسیح اور ان کی ماں کی نسبت انہوں نے عیب شناسی کی ہے ایک سلمان کی قلم سے وہ باتیں نہیں نکل سکتیں لیکن یہودیوں کے اعتراضات کا توڑنا سہل بات نہیں وہ خدا کے مقدس کلام کو پیش کر کے لکھتے ہیں کہ ضرور تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آجیے کہ ملائی کی کتاب میں بھرا ہوا یہودی موجود ہے پھر ابن مریم سچا مسیح کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے آگے پہلے ایلیا آسمان نازل نہیں ہوا یہودی مسیح کی اس تاویل کو نہیں مانتے کہ ایلیا کے نزول سے مراد کوئی اور شخص ہے یعنی یوحنا جو ایلیا کے خواہ و طبیعت پر آیا ہے کہ یہ طوطا نہ تاویل ہے اور ایک گناہ ہے جو اس مخلوق میں آیا کیونکہ اس نے اپنے تئیں مسیح صادق ٹھہرائے کیلئے خدا کے کلام کی تحریف کی ایک یہودی فاضل اپنی کتاب میں جو اس وقت پیر سامنے رکھی ہے لکھتا ہے کہ ہمارے لئے خدا کے سامنے یہ حجت بس ہے کہ خدائے ملائی نبی کے صحیفہ میں یہ خبر دی ہے کہ خود ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا یہ ہیں کہا کہ اس کا شیل آئیگا پھر ان کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انجیلوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ یم روح القدس سے حاملہ پائی گئی لیکن اعمال باب ۲-۳۰ میں لکھا ہے کہ خدائے داؤد نبی سے قسم لکھا کہ کما کہ مسیح تیری نسل سے ہو گا اگر مسیح روح القدس ہے تو داؤد کی نسل سے کیسے ہو سکتا ہے اور تو ریت سے ظاہر ہے کہ نسل مرد سے نکلتی ہے +

یسوع کی عملی غلطیاں

اب اس امر کا لکھنا بھی اچھا کہ غیر موزون نہ ہو گا کہ جس قدر مسیح کی عصمت اور استبازی کے بارے میں یہودیوں نے سختہ چڑیاں کی ہیں عیسائی قوم کے بعض محققوں نے ان سے کہ نہیں کہیں دیکھتے ہیں کہ

انسان موصوم وہ ہوتا ہے کہ جو غلطی کرنے سے بھی موصوم ہو اور گنہ سے بھی موصوم ہو لیکن مسیح سے دونوں رنگ میں خلاف عصمت حرکات صادر ہوئی ہیں وہ اخیر عمر تک شراب پیئے اور شراب پیئے کا حامی تھا اور شراب چہنے والی اور بدکار عورتوں کی اُس کے پاس آمد رفت تھی وہ بعض ناکردہ گناہوں کی نقصان سالی کا بھی موجب ہوا اور اُس کے شراب کو عشاء و رات پیئے ایک مذہبی رسم میں داخل کر کے عیسائی مذہب میں ہمیشہ کیلئے برائے نمونہ قائم کیا جس کا خمیازہ آج تک یورپ کی قوموں کو کھینچنا پڑا یعنی شراب کا رواج حد سے زیادہ ہو گیا۔ پس کہ جو کچھ کہتے ہیں کہ وہ گنہ سے موصوم تھا اور گنہ کار نہ تھا ایسا ہی وہ خطا سے بھی موصوم نہ تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ اُس نے محض اپنی ذاتی غرض پر نظر رکھ کر ایسا اس کی دوبارہ آنے کی پیشگوئی کے حقیقی معنی ترک کر کے تاویل کے طور پر بیان کیا اور کہا کہ ایلیا خود نہیں بلکہ اس کی خواہش طبیعت پر کوئی اور آگیا ہے حالانکہ ملائکہ نبی کے محیض میں صاف لکھا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ آنا ضروری ہے مسیح کو اس تاویل کی اسلئے حاجت پڑی کہ وہ حقیقی معنوں کے عوض جو ظاہر الفاظ سے نکلتے ہیں سچائی بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا چاہے کہ اُس کو خدا بنا یا جاتا پس اس صورت میں اگر مسیح کی نسبت بہت ہی نرمی اور نیک فطرتی کجائے تب بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہودیوں کے مقابل پر مسیح نے صریح غلطی کی راہ اختیار کی ہے یا یوں کہو کہ خواہ مخواہ مسیح بننے کیلئے ظاہر اور کھلے معنوں کو عمدتاً ترک کر دیا ہے اگر مسیح نے صحت نیت اور ایمان داری سے انہی معنوں کو صحیح سمجھا ہے یعنی یہ کہ حقیقی طور پر ایلیا کی آمد ثانی مراد نہیں ہے بلکہ کسی اور کا آنا مراد ہے تو پھر اُس نے اپنی آمد ثانی کے بارے میں یہی معنی کیوں بیان نہ کئے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا بلکہ کوئی اور شخص جو اس کی خواہش طبیعت پر ہوگا آئیگا اب صاف ظاہر ہے کہ ایلیا کی آمد ثانی جسے آج تک یہودی منتظر ہیں مسیح کے دعوے کو باطل کرتی تھی اور اسکو کاذب ٹھہراتی تھی اسلئے اس نے اپنے تئیں سچا مسیح بنانے کیلئے یہی مصلحت دیکھی کہ ایلیا کی حقیقی آمد ثانی سے انکار کر دے جو اس کے اُسے لئے کوئی اور راہ نہ تھی اور نہ یہ قدرت تھی کہ اس کو زندہ کر کے عیش کر سکتا لیکن اپنی آمد ثانی میں اُس کی ایک مصلحت تھی اور وہ یہ کہ مسیح کا یہ دعوے کہ داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرے لے لے میں جو یہ کہ لینی اور نیز اس فاضل حضرت کی طرف اشارہ ہے جس نے مسیح کے سر پر اپنا عطر ملا تھا اور نیز اس تھک طرف اشارہ ہے جو یہودیوں میں مشہور ہے مسیح ایک دفعہ ایک عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے بعض بزرگوں نے ہتھ کیلئے اس سے حرکات فحاشا کر دی تھی دیکھا کہ یہودی فاضل کی تالیف سیف فرشتہ جیشو +

بھیجا گیا ہوں اس وقت صحیح ثابت نہیں ہوا اور جس قدر لوگ اس دعوے کی امید پر اس کے ساتھ ہوئے تھے
 بتیسرا ان میں مرد ہو گئے لہذا مسیح نے اپنی پہلی سلام کو بدھ کر کہنا شروع کیا کہ میری بادشاہت زمین کی نہیں
 بلکہ آسمان کی ہے اس کے بتوں کی امیدیں اڑٹ گئیں کیونکہ یہودی تو زمین کی بادشاہت کے بھوکے اور پیاسے
 تھے وہ آسمان کی محض ایک ہی بادشاہت کیونکر تسلی پزیر کئے تھے وہ تو اسی امید پر بیٹے تھے کہ ایسا مسیح
 اُن کی قوم میں ظاہر ہو گا کہ جو زمین پر ایک نبردست بادشاہت قائم کرے گا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر کے
 اچھی انتہی سے انکو نجات دے گا۔ اب بجائے اس کے کہ انکی سالہا سال کی امیدیں پوری کیجا تیں حضرت مسیح اس
 طرح انکو تسلی دینے لگے کہ نجات دینے سے مراد گناہ سے نجات دینا ہے اور بادشاہت مراد آسمانی بادشاہت
 ہے اور ایسا ہے مراد یوحنا ہے جو اسکی خواہ طبیعت پر گیا لکن استعاضوں پر ایمان لاؤ اور غیر قوم کی ذرا غلطی
 کرو اور خوش رہو میں تمہارا ضرور نبی ہوں مگر روحانی طور پر اور ضرور بادشاہ ہو لکن آسمانی طور پر ایسا ہیچاے
 مصیبت کے سامنے جو غیظ و نفرت کے پیر و گئے نیچے چلے گئے تباہ ہو گئے مراد ہو گئے ویران ہو گئے ملک سے جلا وطن
 کئے گئے غلام بنائے گئے ذلیل کر کے اپنے نبی کو کیا کرتے اور ان چند لفظوں پر کہ خوش ہو سکتے تھے کوئی عذر تو بھی تو نظر کر سکتے
 نہ تھا حواری جنہوں نے اس نبی کو قبول کر لیا تھا وہ بھی طرح طرح کے لالچوں اور دھوکے میں گرفتار تھے جنہوں نے اس نبی پر ہی خواہداشت
 بھیجی تھی چہرہ پر یہ دھوکہ کوئی کاغذ یا لکھنیاں شہنشاہ کا دکھائی دیا تو پھر وہ کیونکر مسیح کو نبی مانتے نہ تو ان پر عقلی اور حضرت ہمارا گناہ کا
 آپ کچھ فکر نہ کریں اسکا ہم خود تدارک کر لینے ہمارے لئے اسکو چہرہ کی رہنما تو ریت کافی ہے اور ہم بھی جانتے
 ہیں کہ آپ اس کا کچھ زیادہ تر بندوبست کر ہی نہیں سکتے کیونکہ آپ کے شاگردوں میں کوئی عمدہ نمونہ استقامت اور
 ترک نہ کیا کاغذ نہیں پھر میں آپ کو عالی نعمت کو کسی دیکھے ملن یا تو نکو جانے دیجئے ہم انکو قبول نہیں کر سکتے
 بلکہ ایسی ہیودہ باتوں سے قوم کو زیادہ تر نفرت ہوتی جاتی ہے اگر آپ مسیح ہیں اور نوشتوں کے موافق پہلے دیو
 دکھوں کو دور کرنے آئے ہیں تو ہماری قومی کمزوری کا کچھ بندوبست کیجئے غیظ و نفرت کی انتہی سے ہمیں لڑ
 دیجئے جلا وطن شدہ فرقوں کو پھر وطن کا منہ دکھلائیے جسمانی مصیبتوں کو ریت کے وعدے کے موافق مخلصی دلائیے
 اور موسیٰ کی طرح فرعونوں پر ہاتھ صاف کیجئے پھر آپ ہمارے اور ہم تمہارے ہیں گراں سے مسیح کو ہم کیا کریں کہ جو
 ایک ہے بھی ہماری اُن مصیبتوں کو دور نہیں کر سکتا جنہوں نے اسرائیل کی قوم کو آگ کی طرح کھا لیا ہے اور مجھے کے
 تنوں میں ڈال دیا ہے۔ یہ یہودیوں کا ایسا سوال تھا جس کا جواب مسیح کو کچھ بھی نہیں آیا مگر وہ دل میں موسس کر گیا
 کہ اب میں انکے سامنے ا جواب ہوں تب اس نے چالاک کی سے ایک تیسرا پہلو بدلا یعنی پہلے تو یہ کہا تھا کہ ابھی میں

واؤ کا تخت قائم کر دیا اور جب بات غیر ممکن نظر آئی تو جھٹ کمدیا کہ میری بادشاہت آسمانی ہے اور جب یہود
 نے آسمانی بادشاہت پر بھی تنہی کی تو اب تیسرا پہلو یہ بدلا کہ اب تو میں نہیں بلکہ بادشاہ ہونہیں تختاب کی مصلحت
 ہے۔ مگر آخری زمانہ میں یسے جلال کے ساتھ ترونگا اور اسرائیل کی قوم کو غیر طاقتوں سے نجات دینگا اب
 جبکہ مسیح نے پیچھا چھوڑنے کیلئے دور کی ڈال دی اور دل میں یہ خیال کیا کہ اس قدر لمبے زمانہ کی کون کونسی حقیقتات
 کریگا مگر یہودی بھی ان باتوں کے ہٹا دیتے تھے انہوں نے تاڑ لیا کہ تو مانتا ہے تیرا نبیوں نے بادبعص کی جس کا
 یہ صاف تھا کہ پس ازانکہ من نام نہ کچھ کا خواہی آمد تب مسیح نے جھٹ ایک چوتھا پہلو بدل دیا کہ پہلی دفعہ میں
 سے زندہ ہونگے کریں آج دنگا اور تم ابن آدم کو آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے تب یہودی اپنی درازی
 عمر کی خوشخبری پا کر خوش ہو گئے اور سپر زیادہ بحث نہ کی کہ نہ انسان کا قاعدہ ہے کہ خوش آمد کے لفظوں پر زیادہ
 جرح نہیں کرتا غرض مسیح جیسا کہ انیل یسٹا دکھاتا ہے اس ماضی جوبانی میں آتا دکھلا کر افسوس کہ یہ بیگانگی اس
 کی ایسا قابل شرم دروغ تھا جس کی تصریح کی بھی حاجت نہیں غرض اس قدر کہ اعتراضات میں سے ایک قیہی
 اعتراض بھی جو مان کیا گیا اور یہ فرق لندن میں موجود جو فری تھنکر کہلا گئے ہیں اور ہمیشہ اخبارات درملنے انہی
 مضمون کے شائع کرتے رہتے ہیں عیسائی دوسروں پر حملہ کرتے ہیں اور وہ عیسائیوں پر نہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ
 جبکہ مسیح الیاس کی آمد ثانی کی نسبت جو تفسیر صحیفہ ملاکی میں موجود ہے کہ اسے کہ وہ تحقیقی طور پر نہیں بلکہ اس
 سے مراد یوحنا بنی ہے جو الیاس کی خواہ طبیعت پر آیا ہے تو مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی آمد ثانی کو بھی اسی طور پر قرار دے
 مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ دونوں موقع پر وہ مسیح کی مصلحت کو مد نظر رکھا ہے چونکہ الیاس کی تحقیقی طور پر آمد ثانی مسیح
 سے پہلے نہیں ہوتی اس لئے اس کو اپنی بات بنانے کیلئے کہنا پڑا کہ الیاس سے مراد یوحنا ہے تاہنا دعویٰ بڑا داند
 ہو جائے لیکن دوسرے موقع پر جہاں اپنی آمد ثانی کا ذکر ہے یہودیوں کو اسنو پختہ منظور تھے تاہم چامی کی طور پر جیسا
 وہ انتظار کرتے تھے نہ بھی سمجھ لیں لہذا یہی کمدیا کہ میں ہی آج دنگا اور یہ سرفرہر کا طریق ہے کہ الیاس کی آمد
 ثانی کے وقت کچھ کہا اور اپنی آمد ثانی کی وقت کچھ کہا اور دونوں پہلوؤں میں اپنا ہی فائدہ مد نظر رکھا ہے تو پھر
 ہے کہ گریو دے کہ مسیح کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے بلکہ اس نے انجیل میں صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ میری آمد ثانی بھی
 الیاس لینے الیاس کے مانند ہوگی یہ سمجھو تی بات ۱۔ آیت ۱۰ سے بارہ تک اس میں مسیح نے صاف اشارہ کر دیا کہ
 الیاس کو درتہ دیکھ اٹھا ناظر ۱۔ ایک اپنی آمد اول میں دوسری آمد ثانی میں جو روزی رنگ میں تھی اور الیاس بھی
 دکھ اٹھا یہ کا صرف یہ فرق ہوگا کہ پہلے دکھ کے ساتھ محض صبر تھا اور دوسرے دکھ کیساتھ نفرت اور نفی پھر آئی

کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ مسیح جو کہ طرح آگیا دیکھو انجیل متی باب ۲۴-۲۵ آیت ۳۴-۳۵ اور نظام سربہ کہ جو رشتہ چھپا کر آتا ہے اپنی وضع بدلا کر آتا ہے اور اسلاطین ۳۴ اسلاطین سے جو بنی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو ایلیاس کے سوانح سے بہت ہی مشابہت تھی مثلاً جن عجزات مسیح کو فدا بنایا جاتا ہے اور وہی عجزات ایلیاس نے بھی دکھلائے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ ایلیاس کے دشمن اس کی پیشگوئی اور بددعا سے انکی نظر کے سامنے ہلاک ہوتے رہے مگر مسیح ایسا نہیں کر سکا پھر دوسری مشابہت یہ کہ عیسا نادان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھایا گیا یہی خیال ایلیاس کی نسبت یہودیوں کا ہے کہ وہ آسمان پر اٹھایا گیا اور عیسا کہ مسیح کی نسبت کم فہم لوگ انبات کہ رہے ہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہو گا ایسا ہی یہودیوں کا ایلیاس کی نسبت تھا جو کہ وہ بھی نازل ہو گا اور عیسا کہ مسیح کو دکھ دیا گیا اس کے قتل کا ارادہ کیا گیا ایسا ہی ایلیاس کے ساتھ بھی کیا گیا اور عیسا کہ اہل کی آمد ثانی بروز ہی طور پر تھی ایسا ہی مسیح کی آمد ثانی بھی بروز ہی طور پر ہے اسی کی طرف مسیح متی باب ۱۳ آیت ۴۱ سے ۴۳ تک اشارہ کرتا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح ایلیاس نے اپنی آمد اول میں مخالفوں کے ہاتھ سے رکھا اٹھایا اور پھر آمد ثانی میں بروز ہی طور پر دکھ اٹھایا ایسا ہی مسیح کے ساتھ ہو گا اور ہو گا کہ آخر میں وہ فتح پا ہو گا اور اکا جلال نظر کرے گا غرض یہ ہزاروں صحیح نہیں ہے کہ داؤد کا تخت قائم کر نیکی پیشگوئی کی جب صحیح نہ تھی۔ تو مسیح نے اس غلطی کی پردہ پوشی کے لئے اپنی آمد ثانی کا وعدہ کیا اور شاہک کہنے والوں کو سرسفر فریب سے یہ اطمینان دینا چاہا کہ گو میں اب داؤد کے تخت کو قائم نہیں کر سکا مگر آخری زمانہ میں میں دوبارہ آؤں گا اور پھر داؤد کا تخت قائم کروں گا کیونکہ عیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں مسیح نے ہرگز دھوئے نہیں کیا کہ فی الحقیقت میں ہی دوبارہ آؤں گا ایسا خیال کرنا حضرت مسیح پر سرسفر تھتا ہے بلکہ انہوں نے نوٹس سے اپنے تئیں مشابہت دیگر یہ سمجھا کہ میں قبر میں اٹھ لوں گا کہ زندہ رہوں بلکہ زندہ اور ایلیاس سے اپنے تئیں مشابہت دیگر یہ سمجھا کہ میری آمد ثانی ایلیاس کی طرح ہوگی اور دونوں قسم کی آمد میں جاہل لوگ مجھ سے دشمنی کرینگے عیسا کہ ایلیاس سے کی سوانح سے سب باتیں پوری ہو گئیں کیونکہ جب کہ یہ قائم مسیح کی روح کے رنگ سرنگیں ہو کر اداس کے لباس میں ظاہر ہوا تو نہ مسلمانوں نے مجھے قبول کیا نہ عیسائیوں نے اور میں کا فر ضرہ ایا گیا اور قتل کے وقتے کھٹے گئے +

یسوع کی تعلیم کی غلطیاں

اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ عیسائی قوم کے نکتہ چینیوں نے عیسا کہ مسیح کو

اعمال کے دوسرے غیر معصوم اور گناہگار ٹھہرانے کیلئے بہت کوشش کی ہے اور ایک بڑا ذخیرہ معائب کا اس کی نسبت طیار کیا ہے ایسا ہی اس امر کا بھی ثبوت دیا ہے کہ مسیح اپنے قول کے دوسرے بھی معصوم نہیں تھا اور اس کی تعلیم..... خطا سے پاک نہیں ہے، مثلاً اُس نے اپنے تمام شاگردوں کو قصی ہوئی کی ترغیب دی اور ظاہر ہے کہ خدا نے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ تمام انسان جیسے ہو کر سلسلہ دنیا کا ختم کر دیں۔ یسوع سے ثابت ہے کہ مسیح اپنے قول کے دوسرے ہرگز معصوم نہیں اور ایسی عقل اس کو ہرگز عطا نہیں کی گئی تھی جو غلطی سے اس کو بچاتی پس جس خصلے اس کو غلطی سے نہیں بچایا کیونکہ یقین ہو کہ اس کو گناہ سے بچایا ہو گا۔ اور مسیح خود اقرار کرتا ہے کہ معصوم اہل نہ ہونا ایسا خطرناک نہیں ہے جیسا کہ معصوم القول نہ ہونا جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ جو چیز زندہ جاتی ہے وہ انسان کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ وہ ناپاک کرتی ہے جو اندر سے نکلتی ہے یعنی بے کلمے جو کلمہ اور فسق کی تعلیم دیتے ہیں حقیقی گنہگار ہیں نہ بد عمل گنہگار بھی فرج ہیں +

ایسا ہی مسیح کی تعلیم کا ایک بھی مسئلہ ہے کہ خدا پیٹ میں رہا خدا پیدا ہوا خدا نے بچہ دیا۔ خدا خود بچہ بن گیا۔ اور خدا بچہ اس کے پورا خدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ روح القدس اس کے مثال نہ ہو اور نیز یسوع ابن مریم بھی مثال نہ ہو اور جب تینوں اکٹھے ہو جائیگے تب ان کو کہا جائیگا کہ یہ ایک خدا ہے ورنہ نہیں باظہار ہے کہ یہ کس قدر بیہودہ گمان اور خطائی القول ہے اگر مسیح گناہ سے معصوم ہوتا تو ان بیہودہ باتوں کو بھی ضرور معصوم ہونا کیونکہ اعمال میں نہ معصوم ہونے صرف اپنی ذات پر اثر بد پڑتا ہے لیکن اقوال میں نہ معصوم ہونے میں تمام دنیا پر اثر بد پڑتا ہے اور جو شخص اپنے اعمال میں معصوم نہیں وہ صرف آپ ہلاک ہوتا ہے اور جو شخص اپنے قول میں معصوم نہیں وہ نہ صرف اپنے تئیں ہلاک کرتا ہے بلکہ تمام نبی نوع کو ہلاک کرنا چاہتا ہے بلکہ قول کے گنہ بہ نسبت فعل کے گناہوں کے زیادہ سخت ہیں کیونکہ جھوٹا اور بیجا باندہ اور گالی اور لعنت اور لڑائی اور کفر اور شرک اور جھوٹی گواہی یہ سب قبیح گناہ ہیں اور کچھ شک نہیں کہ یہ فعلی گناہ سے بدرجہا بڑھ کر ہیں فلذا ہے کہ ان کی گناہ کیلئے ہمیشہ کا جہنم نہیں مگر قوی گناہ کیلئے ہمیشہ جہنم ہے +

مذکورہ بالا عیسائیوں کا ایک بھی اعتراض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہے کہ یسوع مسیح کی یہ تعلیم جیسا کہ عیسائی صاحبان سمجھ بیٹھے ہیں کہ انسان اعمال سے نہیں بلکہ یسوع مسیح کے خون سے نجات پائیگا اس تعلیم کے کوڑا باندہوں پر گناہ کے دروازے کھول دئے ہیں اور فسق و فجور اور بے قیدی میں جو کچھ حالت یورپ کی مہربانی ہے اور جس قدر اکثر ان کے صلاحیت اور ضبط و ضبط و ضبط کے نقطہ سے دور نکل گئے ہیں حاجت بیان

نہیں یہاں تک کہ اکثر گوسے بھیڑیوں کی طرح ریگنا نہ عورتوں پر پڑتے اور گدوں کی طرح ہر ایک بکاسی کے مردار پر گرستے ہیں اگر یہ تعلیم صحیح ہوتی تو عملی طور پر ہر طبقہ کے عیسائیوں پر اس کا بہت نیک اثر پڑتا مگر اس تعلیم کی تحریک سے یورپ میں فسق و فجور کی ندیاں بہ گئی ہیں اور ہر ایک شخص جس پہلو سے گنہ کرنے کی قدرت اپنے اندر رکھتا تھا اسی پہلو سے اپنے گنہ کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ شراب خوار تمام دنیا کے شراب خواروں کی سبقت لیگئے ہیں اور تمام باز تمام دنیا کے قمار بازوں کی اور بدکار مرد اور بدکار عورتیں تمام دنیا کے بدکار مردوں اور بدکار عورتوں کی۔ پس کچھ شک نہیں کہ اس تعلیم نے بدیوں کے کروڑوں درخت یورپ میں لوٹے ہیں۔ پس جس شخص کے منہ سے یہ تعلیم نکلی ہے کیا اُس نے کوئی گنہ کا کام نہیں کیا اور ابھی تک اسکو معصوم ہی کہنا چاہئے نہیں بلکہ اُن زمانہ کا روک گناہ سے لیکر جو سچ کو پا کر اس پر ایمان لائے جنکا ذکر کار تھیوں کے خط اول باب ۱-آیت ۲۰-۶ اور باب ۱۳-آیت ۴ میں تصریح مندرج ہے اُن بدکار عورتوں اور مردوں تک جن کا گردہ کثیر حال کے زمانہ میں پیرس میں موجود ہے اور نیز لندن میں اور دوسرے بڑے حصوں میں سب کا مواخذہ اُس معلم سے ہے جس نے ایسی باتوں سے گناہ کرنے پر لوگوں کو گواہ کر دیا اور ابتداء دنیا سے تمام بدیوں نے بدیوں کا کفارہ نیکیوں کو ٹھہرایا تھا کیونکہ یہ مسئلہ تجربہ سے سچا ثابت ہوا ہے کہ روح کا نیکی کے کاموں میں قوت پانا بدی کی قوتوں کو کمزور کر دیتا ہے مگر مسیح یہ سچا مسئلہ سمجھانے کا اس لئے یہ ایسا سنگین گناہ اس کلمور میں آیا ہے کہ عیسائی دنیا کے تمام گناہوں کی وہی جڑ ہے +

انجیلی عفو کی حقیقت

محقق عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال پر ایک بے اعتباری اختیار کر لیا ہے کہ ان کی یہ تعلیم کہ شر کا مقابلہ نہ کرو اور بہر حال ایک طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینی چاہئے سخت قابل اعتراض اور صریح دوسرے کو کہہ دینا کہ یہ ایک ایسا طریق ہے کہ ظالم کے افعال کو بھٹاتا اور مظلوم کو ناحق جان کے خطرہ میں ڈالتا ہے اور ایسی تعلیم دینے والا حقیقت دو گناہ کا مرتکب ہے (۱) ایک کہ دشمنوں کو بے سزا چھوڑ کر ظلم کو بدودیتا ہے اور روارکھتا ہے کہ زمین پر ظالم کی بکثرت ہو جائیں (۲) دوسرے کہ وہ غریب مظلوموں پر دلداری کا دروازہ بند کرنا چاہتا ہے اور اس طرح ایک عمدہ صفت عدل کا دشمن بن کر زمین پر بغاوت اور مفسدہ پھیلانا چاہتا ہے کیا ایسا شخص کل دنیا کی بہتری کا خواہن ہو سکتا ہے جو انسانوں کے

ایک شریف طبقہ کو یہ نصیحت دیتا ہے کہ گو کوئی تمہاری جان پر حملہ کرے یا تمہاری عزت پر یا تمہارے بازاری اور دغا سے تمہارا مال لینا چاہئے بہر حال تمہیں چاہئے کہ وہ حملہ ہوئے دو اور مقابلہ نہ کرو غلط ہے کہ ایسی تعلیم سے شرفاؤ کی بیویاں بھی اس سے گھروں میں نہیں بیٹھ سکتیں کیونکہ اس تعلیم کے رو سے جیسا کہ مرد کو دشمن کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے ویسا ہی عورت کو بھی ایسی تعلیم کو پادری صاحبان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بڑی عمدہ تعلیم ہے حالانکہ یہ تعلیم انتظام دنیا کی دشمنانہ صاف کی دشمن حقیقی پاکیزگی کے پھیلنے کی دشمن ہے کیا یہی تعلیم اس خدا کے منہ سے نکلی ہے جس کے قانون قدر کے آئین میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ نقص اور رجم دونوں کے سلسلہ کو اپنے اپنے محل پر مرعی کھتا ہے اس کے کاموں میں جو دنیا میں نمایاں ہیں نہ صرف انتقام پر مامور پایا جاتا ہے اور نہ صرف درگزر اور رحم پر بلکہ موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں پر یکساں یہ سچ نہیں کہ خدا کا قول خدا کے فعل سے مطابق ہونا چاہئے پھر یہ تعلیم جو حضرت مسیح نے دی ہے کیوں خدا کے قانون قدرت کے مطابق نہیں کلیسیا کے بڑے بڑے اور بزرگ اور دیندار جو دوسرے مذاہب کی سختہ جینیوں میں مصروف ہیں کیوں انجیل کی اس تعلیم پر غور نہیں کرتے جو غریبوں اور کمزوروں کو سکھاتی ہے جو تم ہر ایک ظلم کی شدت کو اور ظالموں کی سرکوبی کے لئے کوئی قانون پیش نہیں کرتی جو شخص دنیا کو ایسا سکھاتا اور ایسی تعلیم دیتا ہے کیا وہ کوئی گناہ نہیں کرتا آپ لوگ اس مقام میں کیوں اس منطق اور فلسفہ سے مدد نہیں لیتے جس میں عمریں بسر کی ہیں اگر کسی منطق سے یہ تعلیم صحیح ٹھہر سکتی ہے تو ہمیں بتادیں جو لوگ سچائی سے پیار کر لے گا دعویٰ رکھتے ہیں وہ ہمیں دکھلا دیں کہ اس تعلیم میں کیا سچائی ہے کہ اپنی جان اور عزت اور مال کی نسبت کسی سے مقابلہ نہ کرو اور ہر ایک حملہ کرنے والے اور اگر سچائی تھی تو کیوں عیسائیوں نے اس پر عمل نہ کیا اس صورت میں یا تو وہ لوگ گنہگار ہوئے جو عمل کر نیئے ظاہر ہے اور یا وہ گنہگار ہو جس نے ایسی تعلیم پیش کی جس میں انکی اور انکی ذریت کی حق تلفی اور بربادی تھی اور پھر طرہ تیرہ کہ ایک خفیف سزا سے درگزر کر کے ایک بڑی سزا کی دھمکی دی ہے مثلاً لکھا ہے کہ آنکھ کی نظر شوکت سے سارا بدن جہنم میں ڈالاجاں گاہ ایک طرف تو یہ منہ کیگا گیا ہے کہ ہر ایک قسم کے شر کا مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ اس کو نہ روکا جائے جس میں بد نظری کرنیوالوں اور عورتوں کی سخت پر حملہ کرنیوالوں کے شر بھی داخل ہیں جب کا مقابلہ یا روکنا ایک سچے عیسائی کیلئے حرام ہے اور پھر دوسری طرف زنا کار کی سزا ابی جہنم لکھی ہے اب ظاہر ہے کہ اگر تھوڑی سی دنیا کی سزا سے ایسے لوگوں کی سرکوبی کیجاتی تو وہ ہمیشہ کے جہنم سے بچ جاتے اور جرائم سے رک جاتے پس اس تعلیم نے جیسا کہ کمزوروں پر

سستی کی ہے وہ ایسا ہی ظالموں پر بھی ایک قسم کا ظلم کیا ہے یہ تو عیسائی محققوں کے انجیل کی تعلیم پر اعتراض
ہیں اور ہم اس بات کو قوت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ عفو اور درگزر اچھے اخلاق ہیں لیکن نہر جگہ اور ہر محل پر اس
بائیس میں قرآنی تعلیم سے برعکس دنیا میں کوئی تعلیم نہیں شتا دیکھو کہ انجیل کی اس تعلیم کے مقابل پر چہ بڑے
زور و شور سے آجکل یورپ میں اعتراض ہو رہے ہیں قرآنی تعلیم عفو یا انتقام کے بارے میں یہ ہے۔ جناب
سیدۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجبر علی اللہ یعنی انصاف ہی ہے کہ بدی کی اسی قدر
سزا دی جائے جو قدر بدی کی گئی ہے لیکن جو شخص سزا دینے یا دلانے سے درگزر کرے اور اس درگزر سے کوئی
اصلح ہو یعنی درگزر کرنے سے مجرم پر نیک اثر پڑے اور کوئی فساد پیدا نہ ہو اور اس عامہ میں کوئی فتنہ نہ پائے
عرض درگزر میں عمل پر ہونے کا یہ نہ ہو تو ایسا شخص ضائع ہو جاتا ہے اگر بائیکاٹ کو نہ درگزر سے ایک ان کو بھی کیا
اور اسکی اخلاقی حالت کی بھی اصلاح کی اور پھر امن عامہ میں کوئی فتنہ نہ آنے دیا اور یہ امر صاف اور بدیہی ہے
کہ گناہ کرنے والے ایک ہی طبیعت کے نہیں ہوتے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا گناہ معاف کیا جائے تو
آئندہ کان کو اتھ لگاتے اور سدھر جاتے ہیں اور پھر ایسی بدی کے متحکب نہیں ہوتے بلکہ ایسی معصیتوں سے
مجتنب ہو جاتے ہیں اور وہ تھوٹے ہیں اور بعض ایسے شریر ہوتے ہیں کہ گناہ معاف کرنے سے اور بھی گناہ
پر دلیر اور خیر و چشم ہو جاتے ہیں اور انکی لغتی زندگی اور بھی خراب ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح تمام لوگوں کے
ایذا دینے کا موجب ٹھہر جاتے ہیں اور وہ بہت ہیں یہ اس سانپ کی طرح ہوتے ہیں کہ جو ایک شخص کو کاٹ
کر اسی پر بس نہیں کر سکتا اور ہرگز نیک و رتائب نہیں بن سکتا بلکہ تمام عمر کیلئے یہ خاصیت اپنے اندر رکھتا
ہے اور موقع پاکر پھر دوسرے کو کاٹتا ہے اور پھر تیسرے کو ایسا ہی ایک شہر کو خالی کرنا چاہتا ہے جب تک کہ
اس کا سر کاٹ کر الگ نہ کر دیا جائے بعض پادری صاحبان اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ ہر جگہ عفو اور درگزر
صحیح نہیں ہے بیشک اس سے فساد پیدا ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ جواب دیتے ہیں کہ انجیل کا آجکیہ نشانہ ہے
کہ تم آپ سب سزاؤں کو بلکہ حاکموں سے دلاؤ تو گویا انجیل عیسائیوں کا یہ سمجھلاتی ہے کہ جب تمہیں ایک گال پر چڑا پڑے
تو مقدمہ سنگین بنانے کیلئے دوسری گال بھی پھیر دو اور جب دوسری گال پر چڑا پڑے تو چوتھی گال پر چڑا پڑے
تو چوتھی گال بھی ٹوٹ جائے تو پھر ضرب شدید کا دعویٰ کر کے عدالت میں نامش کر دو اور سزاؤں کا
اب بتلاؤ کہ اگر انجیل کا یہی نشانہ ہے جیسا کہ پادری صاحبان بیان فرماتے ہیں تو کیا انجیل نے یہی اخلاق سکھائے
ہیں کہ اپنے نہیں درگزر کرنا اور اظہار کر کے دشمن کو سخت سزا کے قابل ٹھہرا دو اور ہرگز نہ چھوڑو یہ تو ایک نیک

ہے کہ اس نیک نیتی اور درگزر کیجائے کہ کسی طرح مجرم کوئی مجرمانہ حرکت کر بیٹھے اور جب مجرمانہ حرکت اس سے صادر ہو چکی تو پھر اسکو بذریعہ وارنٹ گرفتار کر اگر جیل خانہ میں پہنچایا جائے تو خوب درگزر اور عفو ہے۔ اس واسطے کہ اس وقتیں تو انجیل تعلیم کا آل یہ ہو گا کہ کسی طرح دغا بازی سے مجرم کو پھنسا کر سزا کا لائق اسکو کر دیا جائے حالانکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ اس باب میں کامل تعلیم یہ ہے کہ نہ ہمیشہ مجرم کو سزا دی جائے اور نہ ہمیشہ درگزر کیجائے بلکہ محل اور موقع کو دیکھا جائے کہ ابتر ترین مصلحت کیا ہے اور بہتر کیا امر میں ہے۔ درگزر میں یا انتقام میں۔ ہم اس بات کے تسلیم کرتے ہیں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ سب سے پہلے تعلیم سے یہ غرض تھی کہ تاؤن ہڈیوں کو جو سزائیں بہت حریص تھے اس عادت سے روک لے لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ جیسا کہ ہر دیونے ہر ایک موقع میں سزا دی پر زور ڈالنا اور انفرادی کے لیے ایسا ہی حضرت مسیح نے ہر ایک موقع پر ترک سزا کی تعلیم دیکر تقریظ کی راہ کو اختیار کر لیا اور چونکہ دونوں راہیں بڑے اعتدال سے مخوف تھیں اس لیے حکمت الہی نے توازن کیا کہ ایک تیسری راہ دنیا کو دکھائے جو حکمت اور موقع شناسی کا سابقہ دیتی اور اعتدال اور میانہ روی کو سمجھاتی ہے سو وہ راہ قرآن شریف لایا اور یہ واضح نہ صرف انجیل پر بلکہ تورات پر بھی ہے کہ وہ دونوں اس دشمن اور پر حکمت تعلیم کو پیش نہیں کر سکیں جو خدا کی پاک اور زندہ کلام فرقان مجید نے پیش کی کیونکہ وہ دونوں کتابیں قانون مختص المقام یا قانون مختص القوم کی طرح تھیں اور بنی اسرائیل کی افراط اور تقریط کی ہی چاہ تھا کہ ایک نئے میں قانون قصاص نہایت نرم کی سختی کیساتھ ان کے لئے خدا کی طرف سے نازل ہوتا اور دوسرے زمانہ میں قانون ترک سزا نہایت درجہ کے مبالغہ کیساتھ دیا جاتا۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی فطرتوں نے تہذیب اور شائستگی کی طرف آہستہ آہستہ ترقی کی ہے پس یہ امر ایک فردی اور بشری پیدائش کی راہ میں تھا کہ اول انسان جذبات فتنے کے جوش کی وجہ سے شعلہ شریعت کو زیادہ پسند کرتا اور پھر الہی شریعت سے متاثر ہو کر ترک جذبات کے امتیاق سے ایسے قانون کی خواہش کرتا جس میں عفو اور درگزر پر زور دیا گیا ہو اور آخر دونوں طریق افراط اور تقریط کو آزما کر حکمت اور موقع شناسی کے قانون کو ان دونوں راہوں افراط اور تقریط پر ترجیح دیتا اور خدا سے ایسے قانون کی درخواست کرتا کہ نہ تو خواہ مخواہ دانستہ کو محض دانت بھانا چاہتا ہے اور نہ ہر جگہ عفو اور درگزر کو پسند کرتا، پس انسانی فطرت کو اپنی خواہشات کے مطابق تین کتابیں نازل ہوئیں (۱) تورات جو افراط کی طرف لے جاتی ہے (۲) انجیل جو تقریط کی طرف کھینچتی ہے (۳) قرآن جو ہر ایک امر میں بین بین کی راہ اختیار کرتا اور توسط

اور اعتدال کا طریق سکھلاتا ہے *

آؤ کو کہیں نور خدا پاؤ گے لوہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

یو یو آف دیر لمخز

بیسے
ڈیک کے انداز پر

شعبہ ۱۹

نمبر (۵)

جہ لداؤل

فہرست مضامین :-

۱۹۳	(۶) ضرورت شفاعت	عصمت انبیاء علیہم السلام
۱۹۴	(۷) قرآن شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت	(۱) نجات اور شفاعت کی حقیقی نگاہ
۱۹۸	(۸) عیسائیوں کا خدا	(۲) عصمت اور شفاعت میں تعلق
۲۰۵	(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے اور اچھے	(۳) قرآن شریف سے ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے
۲۰۷	(۱۰) مسیح موعود کا ظہور	(۴) استغفار
۲۰۸	(۱۱) عصمت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے	(۵) دنیا دار جہنم میں فرق

انجمن اشاعت اسلام قادیان

نے

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں چھپوا کر

۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء کو شائع کیا

چند سالانہ سے حصول لٹاک :- معمولی کاغذ پر (۱۱) ولائیت کاغذ پر (۱۱) (لحمہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عَصَمَتِ انبیاء علیہم السلام

نجات اور شفاعت کی حقیقی فلاسفی

نبی مسائل میں سے نجات اور شفاعت کا مسئلہ ایک ایسا عظیم الشان اور اہم مسئلہ ہے کہ مذہبی پابندی کے تمام اغراض اُسی پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ اور کسی مذہب کے صدق اور سچائی کے پرکھنے کے لئے وہی ایک ایسا صاف اور کھلا نشان جس کے ذریعہ سے پوری سلی اور اطمینان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مذہب درحقیقت سچا اور خائب اللہ ہے اور یہ بات بالکل درست ہے کہ جس مذہب نے اس مسئلہ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا یا اپنے فرقہ میں نجات یافتہ لوگوں کے موجود نمونے کھلے کھلے امتیاز کے ساتھ دکھلا نہیں سکا اُس مذہب کے باطل ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں مگر جس مذہب نے کمال صحت سے نجات کی اصل حقیقت دکھلائی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اپنے موجود نمونے میں ایسے انسان بھی پیش کئے ہیں جن میں کامل طور پر نجات کی روح پھوٹ گئی ہے۔ اُس نے مہر لگا دی ہے کہ وہ سچا اور خائب اللہ ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان طبعاً اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ وہ صدیاً طرح کی غفلتوں اور پرووں اور نفسانی حملوں اور لغزشوں اور کمزوریوں اور جہالتوں اور قدم قدم پر تاریکیوں اور ٹھوکروں اور مسلسل خطرات اور دساوس کی وجہ سے اور نیز دنیا کی انواع و اقسام کی آفتوں اور بلاؤں کے سبب سے ایک ایسے زبردست ہاتھ کا ضرور محتاج ہے جو اس کو ان تمام کمزوریات سے بچا دے کیونکہ انسان

اپنی فطرت میں ضعیف تھا اور وہ کبھی ایک دم کے لئے بھی اپنے نفس پر کبھی نہیں کر سکتا کڑوہ خود بخود نفسانی غلطیاں سے باہر آ سکتا ہے۔ یہ تو انسانی کائنات کی شہادت ہے اور اس واسطے کہ اگر غلو اور فکرت کام لیا جاوے تو عقل سلیم بھی اسی کو چھاتی ہے کہ نجات کے لئے شفیق کی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ تقدس اور قطر کے مرتبہ پر ہے اور انسان نہایت درجہ ظلمت اور مصیبت اور آلودگی کے لئے میں ہے اور بوجہ فقدان مناسبت اور مشابہت عام طبقہ انسانی گروہ کا اس لائق نہیں کہ وہ براہ راست خدا تعالیٰ سے فیض پاکر مرتبہ نجات کا حاصل کر لیں پس اس لئے حکمت اور رحمت الہی نے یہ تقاضا فرمایا کہ نوع انسان اور اللہ تعالیٰ میں بعض افسر او کا ملہ جو اپنی فطرت میں ایک خاص فضیلت رکھتے ہوں درمیان واسطہ ہوں اور وہ اس قسم کے انسان ہوں جن کی فطرت نے کچھ حصہ صفات لاهوتی سے لیا ہو اور کچھ حصہ صفات ناسوتی سے تاباغت لاهوتی مناسبت کے خدا سے فیض حاصل کریں اور تاباغت ناسوتی مناسبت کے اس فیض کو جو اوپر سے لیا ہے منجھ کو یعنی بنی نوع کو پہنچا دیں اور یہ کتنا واقعی صحیح ہے کہ اس قسم کے انسان بوجہ زیادت کمال لاهوتی اور ناسوتی کے دوسرے انسانوں سے ایک خاص تہیہ رکھتے ہیں گویا یہ ایک مخلوق ہی الگ ہے کیونکہ جس قدر ان لوگوں کو خدا کا جلال اور عظمت ظاہر کر نیکی کے جوش دیا جاتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں وفاداری کا مادہ بکھرا جاتا ہے اور پھر جس قدر بنی نوع کی ہمدردی کا جوش ان کو عطا کیا جاتا ہے وہ ایک ایسا ارفوق العبادت ہے جو دوسرے کے لئے اس کا قصوٰ کو نہ بھیجی شکل ہے۔ لہٰذا یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ تمام اشخاص ایک مرتبہ پر نہیں ہوتے بلکہ ان فطرتی فضائل میں کوئی اسلئے درجہ پر ہے کوئی اس سے کم اور کوئی اس سے کم ہے۔

ایک سلیم اہل نقل کا پاک کائنات سمجھ سکتا ہے کہ شفاعت کا مسئلہ کوئی بناوٹی اور مصنوعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرر کردہ انتظام میں اندر سے اس کی نظیریں موجود ہیں اور خالقان قدرت میں اس کی مثالیں صریح طور پر پائی ہیں۔ اہل شفاعت کی فلاسفی یوں سمجھنی چاہئے کہ شفیق لغت میں جنت کو کہتے ہیں پس شفاعت کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ضروری امر جو شفیق کی صفات میں سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کو دو طرفہ اتحاد حاصل ہونے کیلئے اس کے نفس کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہ ہو ایسا کہ گویا وہ کمال اتحاد کے سبب حضرت احدیت کے لئے بطور جنت اور بیوند کے ہوا دوسری طرف اس کو مخلوق سے بھی شدید تعلق ہو گویا وہ ان کے اعضا کی ایک جز ہو پس شفاعت کا امر مرتبہ جنت

کے لئے درحقیقت یہی دو جز ہیں جن پر ترتیب اثر موقوف ہے ۔

یہی راز ہے جو حکمت الہیہ نے آدم کو ایسے طور سے بنایا کہ فطرت کی ابتداء سے ہی اس کی شریعت میں دو قسم کے تعلقات قائم کر دیئے یعنی ایک تعلق تو خدا سے قائم کیا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا فلا تلتزموا فطرت فیہ من ترویجی ففعلوا لہ شجرا دین یعنی جب میں اس کو ٹھیک ٹھیک مثالوں اور میں اپنی روح اس میں پھونک دوں تو اسے فرشتوں اسی وقت تم سجدہ میں گر جاؤ ۔ مگر وہ بالآیت کے

اس آیت میں ایک عین راز کی طرف اشارہ ہے ۔ جو انتہائی درجہ کے کمال کا ایک نشان ہے ۔ وہ یہ کہ انسان ابتداء میں صرف صورت انسان کی ہوتی ہے مگر اندر سے وہ حیوان ہوتا ہے اور کوئی راز نہیں اس میں نہیں ہوتی اور اس صورت میں فرشتے اس کی خدمت نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک پتہ پر پہنچے لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ سید انسان پر یہ راز آجاتا ہے کہ وہ خدا سے بہت ہی قریب جا رہا ہے تب جب ٹھیک ٹھیک دلچسپی کی روشنی کے مقابل پر اس کا نفس جا پڑتا ہے اور کوئی حجابے سمیان نہیں ہوتا کہ اس روشنی کو روک دے تو بلا توقف الوہیت کی روشنی جس کو کہہ لفظوں میں اللہ کی روح کہہ سکتے ہیں اس انسان کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور وہی ایک خاص حالت ہے جبکہ نسبت کلام الہی میں کہا گیا کہ خدا نے آدم میں اپنی روح پھونک دی اس حالت پر ہر کسی کو تکلف سے دور نہ ایسے امر سے جو شریعت کے احکام کے رنگ میں ہوتا ہے فرشتوں کو یہ حکم ہوتا ہے کہ اس کے آگے سجدہ میں گریں یعنی کامل طور پر اس کی اطاعت کریں گو یا وہ اسکو سجدہ کر رہے ہیں یہ حکم فرشتوں کی فطرت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے کوئی مستحضر نہ امر نہیں ہوتا ۔ پھر انہی شخص کے مقابل پر جگہ جگہ خدا کی صورت پر آجاتا ہے خود فرشتے بطوراً محسوس کر لیتے ہیں اب اس کی خدمت کے لئے ہمیں گرنا چاہئے اور ایسے قصے درحقیقت قصے نہیں ہیں ۔ بلکہ قرآن کریم میں عادات الہی اسی طرح واقع ہے کہ ان قصوں کے نیچے کوئی علمی حقیقت ہوتی ہے پس اس جگہ بھی علمی حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس قصہ کے پیچھے میں ظاہر کرنا چاہا ہے کہ کامل انسان کی نشانی یہ کیا ہے میں فرمایا کہ انسان کامل کی پہلی نشانی یہ ہے کہ انسانی خلقت کے کسی حصہ میں نہ کم نصیب نہ ہو اور اس کے روحانی جسمانی اعضا نے بشری باوٹ سے پورا حصہ لیا ہو اور کمال اعتدال پر اس کی فطرت اتنے ہو (۲) اور دوسری نشانی یہ ہے کہ الہی روح نے (اسکے اندر) حق کیا ہو (۳) اور تیسری یہ نشانی یہ ہے کہ

۱۷۷

صاف ثابت ہے کہ خدا نے آدم میں اسکی پریشش کے ساتھ ہی اپنی روح پھونک کر اسکی فطرت کو اپنے ساتھ ایک تعلق قائم کر دیا۔ سو یہ اس لئے کیا گیا کہ بنا انسان کو فطرتاً خدا سے تعلق پیدا ہو جا سکے ایسا ہی دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں سے بھی فطرتی تعلق ہو جو بنی نوع انسانی کے کیونکہ جب کہ ان کا وجود آدم کی ہڈی میں سے ہڈی اور گوشت میں سے گوشت ہو گا تو وہ ضرور اس روح میں سے بھی حصہ لینگے جو آدم میں پھونکی گئی۔ پس اسلئے آدم طبعی طور پر ان کا شفیع ٹھیرے گا۔ کیونکہ بپاغت نفع روح جو استیلازی آدم کی فطرت کو دی گئی ہے ضرور ہے کہ اسکی استیلازی کا کچھ حصہ اس شخص کو بھی ملے جو اس میں سے نکلا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہر ایک نور کا بچہ اسکی صفات و افعال میں سے حصہ لیتا ہے اور دراصل شفاعت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ فطرتی وارث اپنے وارث سے حصہ لے کیونکہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ شفاعت کا لفظ شفیع کے لفظ سے نکلا ہے جو روح کو گنتے ہیں پس جو شخص فطرتی طور پر ایک دوسرے شخص کا زوج ٹھیر جائیگا ضرور اسکی صفات میں سے حصہ لینگا۔

اسی اصول پر تمام سلسلہ خلقی توارث کا جاری ہے یعنی انسان کا بچہ انسانی قبے میں حصہ لیتا ہے اور گھوڑے کا بچہ گھوڑے کے قبے میں سے حصہ لیتا ہے اور اسی وارث کا نام دوسرے لفظوں میں شفاعت سے فیضیاب ہونا ہے کیونکہ جبکہ شفاعت کی اصل شفیع یعنی زوج ہے پس تمام در شفاعت سے فیض اٹھانے کا اس بات پر ہے کہ جس شخص کی شفاعت آدمی مستفیض ہونا چاہتا ہے اس سے فطرتی تعلق اسکو حاصل ہوتا ہے جو کچھ اسکی فطرت کو دیا گیا ہے۔ اسکی فطرت بھی یہی ملے تعلق جیسا کہ وہی طور پر انسانی فطرت میں موجود ہے کہ ایک انسان دوسرا انسان

فرشتے اسکو سمجھ کریں یعنی تمام فرشتے جو زمین اور آسمان کے کام میں لگے ہوئے ہیں اس کے خادم ہوں اور اسکی منشا کے مطابق کام کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے بندے کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا تمام شک و ملال کا بھی اس شخص کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اسکی فطرت بھک جاتا ہے تب ہر ایک میدان میں اور ہر ایک شکل کے وقت میں فرشتے اسکی مدد کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کیلئے ہر دم کمر بستہ رہتے ہیں گویا وہ ہر وقت اس کے سامنے سجدہ میں ہیں کیونکہ خدا کا خلیفہ ہر یک انسان اور کوئی خیال کے لوگ سمجھ نہیں سکتے کیونکہ آسمانی روح سے انکو حصہ نہیں ملتا۔

۱۷۸

کی ہر چیز ایسا ہی کسی طور پر بھی تعلق زیادت پذیر ہے یعنی جب ایک انسان جانتا ہے کہ جو فطرتی محبت اور فطرتی ہمدردی بنی نوع کی اس میں موجود ہے اس میں زیادت ہو تو بقدر دائرہ فطرت اور دنیا سمیت کے زیادت بھی ہو جاتی ہے اسی بنا پر قوت فطرتی کا متوجہ بھی کہے ایک شخص ایک شخص سے اس قدر محبت بڑھاتا ہے کہ بغیر اسکے دیکھنے کے آرام نہیں کر سکتا۔ آخر اسکی شدت محبت اس دوسرے شخص کے دل پر بھی اثر کرتی ہے اور جو شخص اکتاہٹ و جزا پر کسی سے محبت کرتا ہے وہی شخص کل طور پر اور اپنے طور پر اسکی بھلائی بھی جانتا ہے چنانچہ یہ امر جو کئی نسبت انکی طرف متشہود و محسوس ہے +

پس اصل حشر شفاعت کی یہی محبت ہے جب اسکے ساتھ فطرتی تعلق بھی ہو کیونکہ جو فطرتی تعلق کے محبت کا کمال ہو شرط شفاعت بنی نوع ممکن ہے اس تعلق کو انسانی فطرت میں داخل کرنے کیلئے خدا کو علم و پیدا کیا بلکہ آدم کی پہلی سے ہی اسکو نکالا جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے وَخَلَقْنَا مِنْهَا كُرًّا فَجَعَلْنَاهُ اُنْثٰى اَدَمَ کے وجود میں ہی ہیمنے اسکو جوڑا پیدا کیا جو حوا ہے تا آدم کا تعلق حوا اور اسکی اولاد سے طبعی ہو بناوٹی نہ یہ اسکی کیا کہ تا آدم اولادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلق غیر مفکرت ہے میں مگر طبعی تعلق کیلئے بقا نہیں ہو کیونکہ انہیں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کیلئے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہئے تھے طبعی پر پیدا کئے پس اس تفرقہ سے حفاظت ہے کہ کامل انسان جو شفیق ہو نیچے لائق ہو وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے ان دونوں تعلقوں سے کامل حصہ لیا ہو اور کوئی شخص بغیر ان ہر دو قسم کمال کے انسان کامل نہیں ہو سکتا اسی لئے آدم کے بعد بھی سنت اللہ اسی طرح جاری رہی کہ کامل انسان کیلئے جو شفیق ہو سکتا ہے یہ دونوں تعلق ضروری ٹھہرائے گئے یعنی ایک تعلق کہ انہیں آسانی میں پھونچ گئی اور خدا نے ایسا آئے اتصال کیا کہ گویا انہیں آسرا یا اور دوسرے کہ بنی نوع کی زوجیت کا وہ جوڑو تھا اور آدم میں باہمی ہمدردی اور محبت کے ساتھ محکم کیا گیا تھا ان میں سے زیادہ چمکا یا گیا اسی تحریک سے انکو یونٹ کی طرف بھی رغبت ہوئی اور یہی ایک اول علامت اس کی ہے کہ ان میں بنی نوع کی ہمدردی کا مادہ ہے اور اسی کی طرف سے وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جسکے الفاظ یزید کہ خیر کثیر کمربا کھلائے تھے تم میں سے زیادہ بنی نوع کیساتھ بھلائی کرنے والا ہو سکتا ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے مگر جو شخص اپنی بیوی کیساتھ ظلم اور اشتراک کا تراؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی

محبت کا مصداق اسکی بیوی کو ہی بنایا ہے پس جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا یا اسکی خود بیوی ہی نہیں کمال انسان جو نیچے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور شفاعت کی دو شرطوں میں سے ایک شرط اسنیں قوی ہے اس لئے اگر عصمت اسہیں باقی بھی جائے تب بھی وہ شفاعت کرنے کے لائق نہیں لیکن جو شخص کوئی بیوی نکاح میں لاتا ہے وہ اپنے لئے بی بی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے کیونکہ ایک بی بی بہت رشتوں کا موجب بنتی جاتی ہے اور بچہ پیدا ہوتے ہیں انکی میویاں آتی ہیں اور بچوں کی نانیاں اور بچوں کے ماموں غیرو ہوتے ہیں اور اسطرح ایسا شخص خواہ مخواہ محبت اور ہمدردی کا عادی ہو جاتا ہے اور اسکی اس دیکھا دائرہ وسیع ہو کر سب کو اپنی ہمدردی سے حصہ دیتا ہے لیکن جو لوگ جو گریوں کی طرح نشو و نما پاتے ہیں انکو اس عادی سے وسیع کرنے کا کوئی موقع نہیں ملتا اس لئے انکے دل سخت اور خشک جاتے ہیں +

عصمت اور شفاعت میں تعلق

یہ امر ظاہر ہے کہ عصمت کو شفاعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ عصمت کا مفہوم صرف اس تک ہے کہ انسان گناہ سے بچے اور گناہ کی تعمیل سے بچے کہ انسان خدا کے حکم کو خدا کو توڑ کر لائق سزا ٹھہرتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ عصمت اور شفاعت میں کوئی تلازم ذاتی نہیں کیونکہ تعریف مذکورہ بالا کے رو سے نابالغ بچے اور پیدائشی مجنوں بھی معصوم ہیں وہ یہ کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی گناہ عدا گریں پس بلاشبہ یہ حق رکھتے ہیں کہ انکو معصوم کہا جائے مگر کیا وہ یہ بھی حق رکھتے ہیں کہ وہ انسانوں کے شیعین ہوں اور بچی کہلا دیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ بچی ہونے اور معصوم ہونے میں کوئی تعلق نہیں اور ہرگز عقل نہیں سکتی کہ عصمت سے شفاعت کو کوئی حقیقی تعلق ہو یا عقل اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ شیعہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ بالا دو قسم کے تعلق اسہیں پائے جائیں اور عقل بلا تردید حکم کرتی ہے کہ اگر کسی

بیکہ عقل اور انصاف کے رو سے گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اس وقت کہنا

جبکہ ایک انسان اس فعل کے ذریعہ سے خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھہرے تو اس صورت میں ضروری ہو کہ گناہ کے صادر ہونے سے پہلے خدا کا حکم موجود ہو اور نیز اس گناہ کے مرتکب کو وہ حکم پہنچ بھی گیا ہو اور نیز اس فعل کے مرتکب کی نسبت عقل تجویز کر سکتی ہو کہ اس فعل کے ارتکاب سے درحقیقت وہ سزا کے لائق ٹھہر گیا ہے +

۱۸۱

انسان میں یہ دو صفات موجود ہوں کہ ایک خدا سے تعلق شدید ہو اور دوسری طرف مخلوق سے بھی محبت اور ہمدردی کا تعلق ہو تو بلاشبہ ایسا شخص ان لوگوں کیلئے جنہوں نے عہد اُسی سے تعلق نہیں تو طرادی نبی سے شفاعت کرے گا۔ اور وہ شفاعت اسکی منظور کیا جائیگی کیونکہ جس شخص کی فطرت کو یہ دو تعلق نظام کئے گئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ خدا کی محبت تمام کی وجہ سے اس فیض کو کھینچے اور پھر مخلوق کی محبت تمام کی وجہ سے وہ فیض اُن تک پہنچائے اور یہی کیفیت ہے جسکو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں۔ شخص شفیق کیلئے جیسا کہ ابھی میں بیان کیا ہے ضروری ہے کہ خدا سے اسکو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اُس کے دل میں اُترا ہوا ہو اور اسکی تمام انسانیت مرکزِ بالِ بال میں لاہوئی تجلے پیدا ہو گئی ہو اور اُس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کہ خدا کی طرف سے نہ نکلی ہو اور اس طرح خدا کی طرف سے انتہائی نقطہ چاہی ہو ہو اور اسی طرح شفیق کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جسکے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اسکی ہمدردی میں اسکا دل باخود سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہوگی اور گویا شدت تعلق سے اُس کے اعضا اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اُسکے حواس منتشر ہیں اور اسکی ہمدردی نے اسکو اس مقام تک پہنچا یا ہو کہ جو باپ بڑھکر اور ماں سے بڑھکر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھکر ہے پس جب دلوں حالتیں ایسیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ ایسا ہو جائیگا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جھٹکتے

دشائیں بطور مستشار (زید ایک ایسے دور دراز ملک میں ہے کہ خدا کی شریعت اس کو نہیں پہنچی پس اگر شریعت کے احکام میں سے کسی ایک حکم یا چند حکم کو زید نے توڑ دیا ہے تو اس خلافِ وہی احکام الہی سے وہ مجرم نہیں ہے کیونکہ شریعت پر اسکو اطلاع نہیں لیکن اگر زید عقل اور نعم رکھنے کی حالت میں بت پرستی کر لے لگے اور خدا کی توحید سے برگشتہ ہو جائے تو وہ باوجود انہیکہ کہ شریعت اسکو نہیں پہنچی تب بھی مجرم ہے کیونکہ جس توحید کو قرآن لایا ہے وہ عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایسا امر نہیں ہے جو انسانی فطرت میں منتوش نہ ہو بلکہ وہ روزِ ازل سے بشری فطرت میں منتوش ہے لہذا اسکی خلافِ وہی کے لئے شریعت کا پہنچانا ضروری نہیں صرف نقلِ انسانی کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر شریعت موجود ہے اور ایک شخص کو پہنچائی ہے لیکن وہ متاثر نہیں ہے یا بخون ہے اور اس حالت میں وہ کیسی عیب فعل کا مرتجب ہو ہے جو شریعت کی رو سے گناہ کہلاتا ہے تو وہ سرکہ لائق نہیں کیونکہ انسانی عقل اسکو دین نہیں گئی اسلئے وہ باوجود شریعت کے پھر بھی معصوم ہے +

اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جنت۔ تب دونوں پلیمیزان کے اس میں مساوی ہوں گے۔ یعنی وہ منظر ہوگا
کامل بھی ہوگا۔ اور منظر ناسوت کامل بھی۔ اور بطور برتخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا۔
اس طرح پر



قرآن شریف سے ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے

اسی مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل
ہوئی کی شان میں فرمایا ہے: **ذِي فَكَاكٍ فَكَاكٍ قَابِ قَوْسَيْنِ** اور آگئی یعنی یہ رسول خدا کی عظمت
چڑھاؤ اور جہانگاہ مکان میں ہے خدا سے نزدیک ہے اور قریب کے تمام کمالات کو ملے کیا اور لاہوتی مقام پر
حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل جمع کیا یعنی عربی کے انتہائی نقطہ تک پہنچے ہیں پہنچا یا اور بشر کے
پاک لازم یعنی نیرنگی کی ہمدردی اور محبت جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا لہذا **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ**
میں کمال تمام تک پہنچا جس تک وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہے اور پھر کامل طور پر نبی نوح سے قریب۔ اس
لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ وہ قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے لہذا وہ شرط
جو شفاعت کیلئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدائے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے
نوع میں اپنے خدائے ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

اور پھر کہ در مقام میں آپ کے **اَللّٰہِ سُبْحٰنَہٗ وَّعَظَمٰہُ** کی نسبت **یٰۤاٰی قُلُلَ لَّیْلِ صَلَوٰتِیْ دَیْمَیْ** اور **مُحَمَّدَیْ**
وَمَعْرَکَیْ **اَللّٰہِ رَیِّطَ الْعٰلَمِیْنَ** یعنی لوگوں کو اطلاع دیدے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود کو
بالکل کھنوا گیا ہوں میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہو گئی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک
انسان جب تک کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کر سکتا۔ بلکہ کچھ عبادت اس کی خدا
کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے جیسا کہ خدا کی
عظمت اور بزرگی کوئی چاہئے اور یہی عبادت کی حقیقت ہے اور ایسا ہی ایک حصہ اس کی عبادت اور خدا کے
لئے ہوتا ہے کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرف کو خدا سے مخصوص کرنا چاہئے اس سے عظمت اور قدرت

کا حقد مخلوق کو بھی دیتا ہے۔ اسلئے حبیب اکرم خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی بھی پرستش کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمع اسباب سفیلہ کا اپنی پرستش سے حصہ دیتا ہے کیونکہ خدا کے ارادہ و تقدیر کے مقابل ان اسباب کو بھی کچھ کاغذ و محو و اثبات میں داخل سمجھتا ہے پس ایسا انسان ممتا ہے اس کا سچا پرستار نہیں ٹھہر سکتا جو کبھی خدا کی عظمت کا اپنے نفس کو شکستہ ٹھہراتا ہے اور کبھی مخلوق اور کبھی اسباب بلکہ سچا پرستار وہ ہے جو خدا کی تمام نعمتیں اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرفِ خدا میں کو دیتا ہے نہ کسی اور کو۔ اور جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہنچ جائے تب حقیقی طور پر وہ خدا کا پرستار کہلاتا ہے اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خداوند و جہ لا شریک ہے ایسا ہی وہ اپنے فضل سے لینے اپنی عبادت سے بھی خد کی توحید پر گواہی دیتا ہے پس اسی مرتبہ کا مکلفینِ خدا کا حق ہے مذکورہ بالا میں آنحضرت ﷺ کو فرمایا گیا کہ تو لوگوں کو کہدے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں لینے نفس کو اور خدا کو اور اسباب کو میری عبادت میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ میری قربانی بھی خاص خدا کے لئے ہے اور میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنے کا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ کسیکے لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ نیکت آخرت میں موجود ہے اس کی جمع ہے اور نیز دوسرے معنی اس کے عبارت کے بھی ہیں پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنی عبادت اور قربانی دونوں اطلاق پاتے ہیں یہ اسباب کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب یکے نہیں ہیں وہ حقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی حقیقت کامل عبادت ہے اور پھر بعد اس کے جو فرمایا کہ میرا جینا بھی خدا کیلئے ہے اور میرا مرنے کا بھی خدا کیلئے۔ یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تاکہ وہی اس میں ہمیشہ جسے کہ قربانی سے مراد بچے کی قربانی یا گائے کی قربانی یا اونٹ کی قربانی ہے اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنے کا خاص خدا کے لئے ہے۔ صاف طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے اور قربانی کا لفظ قریب لیا گیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قریب حاصل ہے کہ جب تمام نفسانی قوتیں اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے عرض یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تمام پر ایکٹیو دلی ہے اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خد میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفس اور آپ کی موت محض خدا کیلئے ہو گئی تھی اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے خلاص سے گری بھی کہ اس میں غیری کی ایک ذرہ آمیزش نہیں ہی تھی پس اس طرح آپ نے اس

شرط کے ایک حصہ کو اپنا جو شفعہ کیلئے ایک لازمی شرط ہے اور آخری فقرہ آیہ مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ میرا جینا اور مائیں خدائے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش میں لگا ہوا ہے اس میں اشارہ ہے کہ میری قربانی بھی تمام جہان کی بھلائی کیلئے ہے لہذا جو دوسرا حصہ شفاعت کا ہماری مخلوق سے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آیت **فَنُفِثَ فِيهَا كَا وَدُوسِرَ لَعْنَةُ اللَّهِ الْفٰكِنِ** کا دوسرا لفظ یعنی تکل یعنی اسی ہمدی پر لالت کرتا ہے یا یہ ہے کہ تے کا مجھ کو بے اور کو تے ہیں دل کو تینکے اندر ڈھونا تا پانی اس کے اندر بھر جائے اور دوسرے معنی لو کہ یہ ہیں کہ کیس کو اپنا شفعہ بچڑانا پس تے کے معنی ہیں کہ کہ شفاعت کے لئے دور افتادہ لوگوں کی طرف بھل بھار دی وغیرہ اسی توجہ کرنا اور ان سے بہت دیکھ ہرگز ان کا کھد پانی اٹھانا اور پاک پانی ان کو عطا کرنا +

اور چونکہ خدا سے محبت کرنا اور اس کی محبت میں اعلیٰ مقام تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تمام چیزوں کو اپنا اختیار کر لیا تھا آپ کے ذرہ ذرہ اور رگ در ریشہ میں ان کی محبت اور خدا کی عظمت ایسی جی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا جود خدائی تجلیا تھے پورے مشاہد کے لئے ایک ایڈن کی طرح تھا۔ خدائی محبت کا کہ آنا جس قدر عقل سمجھ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جو کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے وہ یا تو اس کے کسی احسان کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے اور یا اس کے حسن کی وجہ سے کیونکہ جب تک انسان پیدا ہوا ہے اس وقت سے آج تک تمام نبی آدم کا متفق علیہ یہ بتایا کہ ان کی محبت کی تحریک کرتا ہے اور باوجود اسکے کہ بنی آدم اپنی طبائع میں بہت سا اختیار دیتے ہیں تاہم جمیع افراد انسانی کے اندر یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان سے ضرور بقدر اپنی استعداد کے متاثر ہو محسن کی محبت میں پیش آ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ نہایت خستہ اور سستل اور کینہ فرقہ انسانوں کو جو پورا در دکا اور دیگر جرائم پیشہ لوگ ہیں جو بذریعہ مختلف قسم جرائم کے وجہ ہمارش پیدا کرتے ہیں وہ بھی احسان سے متاثر ہو جاتے ہیں مثلاً ایک شخص کا لقب نی کام ہے اگر اس کو راکھ وقت دو گھونٹیں نقب لگانے کا موقع ملے اور ان دونوں میں سے ایک ایسا شخص ہو جو کبھی اس کے ساتھ نیکی کی تھی اور دوسرا محض اپنی ہو تو اس چور کی فطرت باوجود سخت ناپاک ہونے کے ہرگز اس بات کو پسند نہیں کریگی کہ نقب کے وقت اجنبی کے گھر کو تو عدا چھوٹے اور اس اپنے دوست کے

گھر میں نقب لگانے بلکہ انسان تو انسان حیوانات اور درندوں میں بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان کرنے والے پر حملہ نہیں کرتے چنانچہ اس بارہ میں کتے کی سیرت اور خصلت اکثر انسانوں کے تجربے میں آچکی ہے کہ کس قدر وہ اپنے دشمن کی اطاعت اختیار کرتا ہے پس انہیں کچھ بھی شک نہیں کہ احسان کو محبت ہے ایسا ہی حسن کا موجب محبت ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ حسن کے مشابہے میں ایک لیت ہے اور انسان ایسی چیز کی طرف طبعاً میل کرتا ہے جس سے اسکو لذت پیدا ہوتی ہے اور حسن سے مراد صرف جسمانی نقوش نہیں ہیں بلکہ ایسی ہوا اور ناک ایسی ہوا اور پیشانی ایسی ہوا اور رنگ ایسا ہو بلکہ اُس نے ایک ذاتی خوبی اور ذاتی کمال اور ذاتی لطافت ہے جو کمال اعتدال اور بی نظیری سے ایسے مرتبہ پر واقع ہو جو انہیں ایک کشش پیدا کر دے پس تمام وہ خوبیاں جن کو انسانی فطرت تعریف میں داخل کرتی ہے جو حق و اعلیٰ ہوتی ہیں اور انسان کا دل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے مثلاً ایک شخص ایک ایسا پہلوان یا دربارہ زنگار نکلا کہ کئی شخص کشش میں اُس کے ساتھ برابر ہی نہیں کر سکتا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ شیروں کو بھی ماتھے سے پکڑ لیتا ہے اور میدان جنگ میں اپنی شجاعت اور طاقت سے ہزار آدمی کو بھی شکست دے سکتا ہے اور ہزاروں دشمنوں کے محاصرہ میں اگر جان بچا کر نکلتا ہے تو ایسا شخص بالطبع دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور لوگ ضرور اُس سے محبت کرینگے اور گو لوگوں کو اس کی جمیل پہلوانی اور شجاعت سے کچھ بھی فائدہ نہ ہو بلکہ وہ کسی دور دراز ملک کا رہنے والا ہو جسکو دیکھا بھی نہ ہو یا اُس نے مانہ سے وہ پہلے گذر چکا ہو مگر تاہم لوگ اس کے قصوں کو محبت سے سنیں گے اور اُس کے ان کمالات کی وجہ سے اُس سے محبت کرنے لگیں گے سواں محبت کی کیا وجہ ہے !!

کیا اُس نے کسی پر احسان کیا ہے یا ہر ہے کہ احسان تو اُس نے کسی پر نہیں کیا پس ہر شخص اُس کی کوئی اور وجہ نہیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ تمام روحانی خوبیاں حسن ہیں اور اُس کا نام احسان اور حسن صفات ہیں جو حسن اعضا کے مقابلہ پر واقع ہے اور احسان میں اور حسن اخلاق اور حسن صفات میں فرق ہے کہ کسی شخص کے ایک یا نیک صفت کو اس وقت اور اُس شخص کی نسبت احسان کہنا نام سے موسوم کیا جائیگا جبکہ ایک شخص اس نیک خلق یا نیک صفت سے متعلق ہو جائے اور اُس سے کوئی فائدہ اٹھالے پس وہ شخص جو اس نیک خلق یا نیک صفت سے فائدہ اٹھائیگا اس کی نسبت وہ نیک خلق یا نیک صفت احسان ہوگا جسکا ذکر بطور مروج اور شریک کے وہ کریگا لیکن دوسرے لوگوں کی نسبت وہ نیک خلق اُس کا حق ہے

داخل ہوگا مثلاً صفت فیاضی اور سخاوت اس شخص کے حق میں احسان ہے جو فیضیائے اہل و عیال کی نظر میں حسنات سمجھا جائیگا۔

غرض اکا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت میں کاسلسلہ قدیم سے اور انسان کی بنیاد کے وقت سے چلا آتا ہے وہ جتن سمجھتا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق شدید پیدا کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے احسان اور حسنات سے متعلق اٹھایا ہو اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ احسان سے مراد حلالے کے اخلاقی نمونے ہیں جو کسی انسان نے اپنی ذات کی نسبت پیش قدمی خود دیکھے ہوں مثلاً کسی اور عاجزی اور کمزوری اور تنہی کی وقت میں خلاص کامتولی ہوا ہو اور حاجتوں اور ضرورتوں کے وقت میں خدا نے خود اس کی حاجت برآری کی ہو اور سخت اور ٹکرسن نمونے کے وقت میں خدا نے خود اس کی مدد کی ہو اور خدا کی طلبی کے وقت میں بغیر توسط کسی شد اور بلائی کے خود خدا نے اس کی رہنمائی کی ہو اور حسن سے مراد بھی خدا تعالیٰ کی وہی صفات حسن ہیں جو احسان کے رنگ میں ملاحظہ ہوتی ہیں مثلاً خدا کی قدرت کا مدار رفیع اور وہ لطیف اور وہ بے بیست اور وہ رحم جو خدا میں پایا جاتا ہے اور وہ عام ربوبیت اس کی جو مشاہدہ ہو رہی ہے اور وہ عام نعمتیں اس کی جو نشانوں کے آرام کیلئے بکثرت موجود ہیں اور وہ علم اس کا جس کو انسان نبیوں کے ذریعہ سے حاصل کرتا اور اس کے ذریعہ سے موت اور تباہی سے بچتا ہے اور اس کی یہ صفت کہ وہ قیاموں در ماندوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی خوبی کہ جو لوگ اس کی طرف جھیلے ہیں وہ لئے زیادہ ان کی طرف بھٹتا ہے یہ تمام صفات خدا کی اس کے حسن میں داخل ہیں اور پھر وہی صفات ہیں کہ جب ایک شخص خاص طور پر ان صفاتی بھی ہو جاتا ہے تو وہ اس کی نسبت احسان بھی کہلاتی ہیں گو وہ کسی کی نسبت فقط حسن میں داخل ہیں اور بعض خاصہ تعالیٰ کی ان صفات کو جو در حقیقت اس کا حسن اور جمال ہے احسان کے رنگ میں بھی دیکھ لیتا ہے تو اس کا ایمان نہایت درجہ قوی ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی طرف ایسا کھینچا جاتا ہے جیسا کہ ایک ماہر اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اس کی محبت خدا سے بہت بڑھ جاتی ہے اور اس کا پیر و سا خدا پر بہت قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ اس بات کو آتا لیتا ہے کہ اس کی تمام بھلائی خدا پر ہے اس لئے اس کی امیدیں خدا پر نہایت مضبوط ہو جاتی ہیں اور وہ طبعاً کسی تکلف اور ہنار سے خدا کی طرف جھکا رہتا ہے اور اپنے تئیں ہر دم خدا سے مدد پانے کا محتاج دیکھتا ہے اور اس کی ان صفات کا ملکہ کے تصور سے یقین کھتا ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ خدا کے فیض و کرم اور جو کہ

بہت سے نمونے اُس کا چشمہ دیدشاہہ ہوتا ہے اسلئے اُس کی دعائیں قوت اور یقین کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور اسکا عقد بہت نہایت مضبوط اور محکم ہوتا ہے اور آخر کار شاہہ آلا اور نمار الہی کے نور یقین بہت بڑے کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور اسکی ہستی بکل جل جاتی ہے اور باعث کثرت تصور عظمت اور قدرت الہی کے اس کا دل خد کا گھوڑو جاتا ہے اور حیرت انگیز انسان کی روح اسکے زندہ ہونے کی حالت میں کبھی اسکے جسم سے جدا نہیں ہوتی اسی طرح خد سے قادر ذوالجلال کی طرف سے جو یقین اُس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ کبھی اُس سے علیحدہ نہیں ہوتا اور ہر وقت پاک روح اسکے اندر خوش مارتی رہتی ہے اور اسی پاک روح کی تعلیم سے وہ بولتا اور حقائق اور معارف اس کے اندر سے نکلتے ہیں اور خد سے ذوالعزت العجوبت کا خیمہ ہر وقت اُس کے دل میں لگایا ہے اور یقین اور صدق اور محبت کی لذت ہر وقت پانی کی طرح اسکے اندر بہتی رہتی ہے جس کی آپاشی سے ہر ایک عضو اُس کا سیراب نظر آتا ہے آنکھوں میں ایک عیسائی مشہور ہوتی ہے پیشانی پر الگ ایکٹس اس کی ہاں کا لہر ا دکھائی دیتا ہے اور چہرہ پر محبت الہی کی لکھاؤں کی ہستی ہوتی محسوس ہوتی ہے اور زبان بھی اس کی سیرابی سے پورا حصہ لیتی ہے اسی طرح تمام اعضا پر ایک ایسی شگفتگی نظر آتی ہے جیسا کہ ابرہہ کے برسنے کے بعد موسم بہار میں ایک دلکش تازگی و رفتوں کی شینوں اور پتوں اور پھولوں اور پھلوں میں محسوس ہوتی ہے لیکن جس شخص میں یہ روح نہیں اتنی اور یہ سیرابی اسکو حاصل نہیں اُس کا تمام جسم مردار کی طرح ہوتا ہے اور یہ سیرابی اور تازگی اور شگفتگی جس کی قلم تشریح نہیں سکتی یا اس مزار دل گول ہی نہیں سکتی جسکو ذریعہ یقین کے چشمہ نے شاہد نہیں کیا بلکہ ایک طرح کی ٹری ہوئی بدبو اُس سے آتی ہے مگر وہ شخص جسکو نور دیا گیا ہے اور جس کے اندر یہ چشمہ پھوٹ نکلا ہے اس کی علامت یہ ایک علامت ہے کہ اُس کا جی ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک بات میں اور ہر ایک قول میں اور ہر ایک فعل میں خد سے قوت پاوے اسی میں اسکی لذت ہوتی ہے اور اسی میں اس کی راحت ہوتی ہے وہ اُس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا اور قوت پانے کے لئے جو الفاظ خدا کے کلام میں مقرر کئے گئے ہیں ہی ہیں جو استغفار کے نام سے مشہور ہیں +

استغفار

استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خد سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی

مکرمہ صی ظاہر نمود اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر رہے یہ لفظ غفر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے لیکن بعد اسکے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کیساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچا دے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اُس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اُس کے تمام قوت لے اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے یعنی جو کچھ بنایا ہو اُس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنی پائے سہکا سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعے سے بگڑنے سے بچا دے کیونکہ خدا کی خالقیت نے انسان پر لیسان کیا کہ اس کو خدا کی صوت پر بنایا۔ پس اسی طرح خدا کی قیومیت نے تقاضا کیا کہ وہ اس پاک نقش انسانی کو جو خدا کے دوزن بافتوں سے بنایا گیا ہے پلید اور ضائع نہ دے لہذا انسان کو تعلیم دی گئی کہ وہ استغفار کے ذریعے سے قوت طلب کرے پس اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔ تب بھی استغفار ہوتا کیونکہ دراصل استغفار اس لئے ہے کہ جو خدا کی خالقیت نے انسان کی عمارت بنائی ہے وہ عمارت سہارہ ہو اور قائم رہے اور بغیر خدا کے سہارے کے کسی چیز کا قائم رہنا ممکن نہیں۔

پس انسان کیلئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرمایا گیا ہے **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ** یعنی خدا ہی ہے قابل پریش ہے کہیں لگہ وہی زندہ کرے والا ہے اور اسی کے سہارے سے انسان زندہ رہ سکتا ہے یعنی انسان کا نظم ایک خالق کو چاہتا تھا اور ایک قیوم کو۔ تا خالق اس کو پیدا کرے اور قیوم اس کو بگڑنے سے محفوظ رکھے سو وہ خالق بھی اور قیوم بھی اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ سکے لئے ہے اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی غرض خدا کی ہر ایک

اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے لہذا انسانوں میں سے ہی معصوم کامل ہے جو استغفار سے الہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کشش کے لئے تفرع اور شروع کا ہر دم سلسلہ جاری رکھتا ہے تا اس پر روشنی اترتی رہے اور ایسے لے کو اس گھر سے تشدید کیسے ہیں جسکے شرق اور غرب اور ہر ایک وقت تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے لیکن جو شخص خاص سے طاقت نہیں مانگتا وہ اس کو ٹھکری کی مانند ہے جسکے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پہنچتی پس استغفار کیا چیز ہے یا اس آلودگی مانند ہے جس کی او سے طاقت اترتی ہے تمام راز و توحید اسی مصل سے وابستہ ہے کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک متعل جاندار قرار دیا جائے بلکہ اس کے حصول کے لئے معص خد کو سر شہد سمجھا جائے ذات باری تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دل سے مشابہت ہے جس میں مصفا ہوا کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور انسان کا دل کا استغفار ان شرائین اور عروق کی مانند ہے جو دل کے ساتھ پیوستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے گھسیٹتی ہیں اور تمام اعضا لقمہ کرتی ہیں جو خون کے محتاج ہیں *

ذنب اور جرم میں فرق

یہ کہنا بالکل غلطی ہے کہ آیت **وَاسْتَغْفِرْ لَكَ ذَنْبَكَ** میں ذنب کا لفظ موجود ہے جو گناہ کو کہتے ہیں کیونکہ ذنب اور جرم میں فرق ہے جرم کا لفظ تو ہمیشہ کسی گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لئے ہوتا ہے مگر ذنب کا لفظ بشرت کی کمزوری کیلئے بھی آجاتا ہے اسی لئے نبیوں پر انسانی کمزوری کی وجہ سے ذنب کا لفظ اطلاق پایا ہے مگر جرم کا لفظ اطلاق نہیں پایا اور خدا کی کتاب میں کسی نبی کو جرم کے لفظ سے نہیں پکارا گیا اور نیز خدا کی کتاب میں یعنی قرآن کریم میں جرم کیلئے تو جہنم کی وعید ہے طے خدا کی طرف سے عید ہے کہ وہ جہنم میں الا احابیکم مگر ذنب کے لئے کوئی وعید نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَنْ يَظَاهِرْ اَنْفَهُ بِمَا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَاَنْتَ لَكَ جَهَنَّمُ كَمَا لَبِثْتَ فِيهَا وَلَنْ يُخْرِجَكَ مِنْهَا وَلَنْ يَجْعَلَ لَكَ مِنْهَا ذَخِيْرًا يَتَخَذُهَا وَلَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ يَنْفَعَكَ مِنْهَا فَاتَّخِذْهَا حَسْبَ مَا يَمْلِكُ جَنُّكَ** اس کی سزا جہنم ہے نہ اس میں مے کا اور نہ زندہ رہیگا۔ سو اس جگہ خدا نے **فِيْهَا** کہا کہ یہ نہ کہ بعض صورتوں میں معصوم کو بھی ذنب کہہ سکتے ہیں مگر جرم نہیں کہہ سکتے اس پر ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۃ آل عمران میں یہ آیت ہے **وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِيْنَ لَمَّا اتَّخَذْتُمْ مَوْتَ كَتِيْبٍ وَحِكْمَةٍ فَعَرَّجْنَا عَنْهُمْ سُؤْلَ مَصْلُوْقٍ لِّمَا مَعَكُمْ لَنْتُمْ مُنْذِرًا بِهِ وَكَتُمْرَتُهُ لَآ قَالَهُ أَفْرَاقٌ**

اُسکو ٹھوکر اور لغزش سے بچاؤے سوا اسکے علاج کے لئے استغفار ہے۔

اور کبھی یہ لفظ قمع کے طور پر ان لوگوں پر بھی طلاق پاتا ہے جو اول کسی گناہ کے مرتکب نہ جاتے ہیں اور اس جگہ استغفار کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جو گناہ صادر ہو چکا ہے اسکی ہزارے خدا پرانیسے لیکر دوسرے معنی خدا کے مقرب لوگ کے حق میں رست اور روانہ نہیں ہیں وہ یہ کہ خدا نے تو پہلے سے ان پر غنا کر لیا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کوئی سزا نہیں پائینگے اور جنت کے اعلیٰ مقام انکو ملیں گے اور خدا کی رحمت کی گود میں وہ بٹھائے جائیں گے اور ان ایک مذہب کے صدقہ ایسے وعدے انکو دئے جاتے ہیں اور ان کو بہشت دکھا جا جاتا ہے پھر اگر وہ ان محزون کے روضے استغفار کریں کہ وہ اپنے گناہوں کے سبب سے دوزخ میں نہیں تو ایسا استغفار تو خود انکے لئے ایک گناہ ہو گا کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے اور خدا کی رحمت سے اپنے تئیں دور سمجھتے ہیں پھر ایسا شخص جسکے حق میں خدا تعالیٰ یہ فرماوے **وَكَانَ اَكْرَهًا لِّكَرْهَمَ لِّلْخَالِقِينَ** یعنی تمام دنیا کیلئے تجھے ہم نے رحمت کر کے بھیجا ہے اور تو رحمت مجھ سے ہے وہ اگر اپنی نسبت ہی پر شک کرے کہ خدا کی رحمت میرے شامل ہوگی یا نہیں تو پھر دوسروں کے لئے کیونکر رحمت کا باعث ہو گا یہ تمام قرینے ان لوگوں کے لئے جو انصاف سے سوچتے ہیں صریح اس حقیقت کو کھولتے ہیں کہ استغفار کے دوسرے معنی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت خطا کاری اور شرارت ہے بلکہ معصوم کیلئے اول علامت یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور ہر آن اور ہر لحظہ میں بشریت کی کمزوری سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالیٰ اسے طاقت طلب کرتا ہے جسکو دوسرے نقص میں استغفار کہتے ہیں کیونکہ اگر ایک پھر ہر وقت ماں کے ہاتھ کے سہارے سے چلتا ہے اور روانہ نہیں کھتا کہ ایک سیکنڈ بھی ماں سے دور ہو وہ پھر بلاشبہ ٹھوکر سے بچ رہیگا لیکن وہ پھر جو اس سے علیحدہ ہو کر چلتا ہے اور غور و نحو کبھی خوفناک نہ پڑ پڑتا ہے اور کبھی کسی خوفناک نہ سے اترتا ہے وہ ضرور ایک دن گر لیگا اور اسکا گناہ سخت ہو گا پس جس طرح خوش قسمت بچہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی پیاری ماں سے ہرگز علیحدگی اختیار نہ کرے اور ہر گز اسکی گود سے جدا نہ ہو اور اسکے دامن کو نہ چھوڑے یہی عادت ان مبارک قدموں کی ہوتی ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر ایسے جا پڑتے ہیں جیسا کہ ماں کی گود میں بچے اور جیسا کہ ایک چھاپنا تمام کام اپنی ماں کی طاقت سے نکالتا ہے اور ہر ایک دوسرا بچہ جو اس سے غفلت کرتا ہے یا کوئی کتا اسکے سامنے آتا ہے یا کوئی اور خوف نودار ہوتا ہے یا کسی لغزش کی جگہ پر اپنے نہیں

باتا ہے تو فی الفہم اپنی مان کو پکارتا ہے تا وہ جلد اسکی طرف دوڑے اور اسکی آفت سے اُسکو بچائے
یہی حال اُن روحانی بچوں کا ہوتا ہے کہ بعینہ اپنے رب کو مان کی طرح سمجھ کر اسکی طاقت کو اپنا ذخیرہ
سمجھتے ہیں اور ہر وقت اور ہر دم اُسکی طاقتوں کو طلب کرتے رہتے ہیں اور جس طرح شیر خوار بچہ جب بھوک
کے وقت اپنا مٹا اپنی ماں کے پستان کے اوپر رکھ دیتا ہے اور اپنی طبعی کشش سے دودھ کو اپنی طرف کھینچتا
چاہتا ہے تو بھی کہاں محسوس کرتی ہے کہ گریہ اور زاری کیساتھ اس بچہ کے نرم نرم ہونٹھ اسکے
پستان پر جا لگے ہیں تو طبعاً اس کا دودھ جوش مارتا ہے اور اُس بچہ کے منہ میں گرتا جاتا ہے پس یہی
قانون ان بچوں کے لئے بھی ہے جو روحانی دودھ کے طالب اور جویاں ہیں +

ضرورت شفاعت

ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی شخص یہ سوال بھی پیش کرے کہ انسان کو شفاعت کی کیوں ضرورت
ہے اور کیوں حایز نہیں کہ ایک شخص آہ راست توبہ اور استغفار کے خدا سے معافی حاصل کرے۔
اس کا جواب اُن قدر خود دیتا ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا
کہ انسان بلکہ تمام حیوانات کی نسل کا سلسلہ شفاعت پر ہی چل نکلا ہے کیونکہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ
شفاعت کا نقطہ شفع سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں جنت پس اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ تمام برکات
تنازل شفع سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ایک انسان کے اخلاق اور قوت اور صورت
دوسرے انسان میں اسی ذریعہ سے آجاتے ہیں یعنی وہ ایک سے دوسرے کا ہی نتیجہ ہوتا ہے ایسا ہی ایک بچہ ان
جو دوسرے سے پیدا ہوتا ہے مثلاً بکری بیل گدھا وغیرہ اور وہ تمام قوسے جو ایک حیوان سے دوسرے
میں منتقل ہوتے ہیں وہ بھی درحقیقت ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس یہی جوڑ جب ان محسوس سے لیا جاتا
ہے کہ ایک ناقص ایک کامل سے روحانی تعلق پیدا کر کے اسکی مدد سے اپنی کمزوری کا علاج پاتا ہے
اور نفسانی جذبات سے محفوظ رہتا ہے تب اس جوڑ کا نام شفاعت ہے جیسا کہ چاند سورج کے مقابل
ہو کر ایک قسم کا اتحاد اور جوڑ اس سے حاصل کرتا ہے تو مگر اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو آفتاب میں
ہے اور چونکہ اس روحانی جوڑ کو جو پر محبت دلوں کو انبیاء کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس جماعتی جوڑ سے
ایک نسبت ہے جو زید کو مثلاً اپنے باپ سے ہے اسلئے یہ روحانی فیضیاب بھی خدا کے نزدیک لاؤ

کہلاتے ہیں اور اس قول کو کامل طور پر حاصل کرنے والے وہی نقوش اور اخلاق اور برکات حاصل کیے ہیں جو نبیوں میں موجود تھے ہیں پس اصل ہی حقیقت شفاعت ہے اور جس طرح جسمانی شفع لینے جوڑ کا یہ لازمہ ذاتی ہے کہ اولاد مناسب اس شخص کے ہوتی ہے جس سے یہ جوڑ کیا گیا ہے ایسا ہی روحانی شفع کا بھی ضابطہ ہے غرض یہی حقیقت شفاعت ہے کہ خدا کا قانون جسمانی اور روحانی اس طرح پر قدیم سے واقع ہے کہ تمام برکات جو اللہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ایک قسم کو شفع کیا گیا ہے اور دوسری قسم کا نام شفاعت لگا گیا ہے اور انسان کو جس طرح کہ سلسلہ بتا سل کہ محفوظ رکھنے کے لئے شفع کی ضرورت ہے ایسا ہی روحانیت کا سلسلہ باقی رکھنے کیلئے شفاعت کی ضرورت ہے اور خدا کے کلام نے دونوں کو بیان کر دیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خدا نے آدم کو جوڑا پیدا کیا اور پھر اس جوڑہ سے مخلوق مرد اور عورت پیدا کئے اور ایسا ہی فرماتا ہے کہ خدا نے زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کیا جو آدم تھا جس میں خدائی روح تھی پھر وہ آدم سے دوسرے نبیوں میں منتقل ہو گیا اور ابراہیم اور اسحاق اور اسماعیل اور یعقوب آدم سے اور داؤد اور عیسیٰ وغیرہم سب اس نوحہ کے وارث ہوئے یہاں تک کہ آخری وارث ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پس ان تمام پاک نبیوں نے جیسا کہ آدم سے وارث جسمانی نقوش پائے ایسا ہی بحیثیت خلیفہ ہوئے آدم کے اس سے خدائی روح بھی پائی پھر ان کے ذریعہ سے فوتہ اور لوگ بھی وارث ہوئے گئے۔

قرآن شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت

اور قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بارہ میں مختلف مقامات میں ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (اگر تم اللہ کو محبت کرتے ہو تو اللہ تم کو بھیبت کرے گا اور تم کے گناہوں کو بخشتے گا) اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو اللہ تم کو بھیبت کرے گا اور تم کے گناہوں کو بخشتے گا۔ یہ آیت کس قدر صراحت سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت قدم پہ چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا فوری نتیجہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت پیروی کے تیاری سے اس زہر کا اثر ختم ہوتا ہے اور جس طرح زہر دوا میں سے ایک نسان پاک ہو سکتا ہے۔

ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک جاتا ہے اور جس طرح فطرت کو دور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر نازل کرتا
 ہے اور ماگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے دیکھو آگ کیونکر ایک دم میں جلا دیتی ہے
 اسی طرح پرجوش فکری جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے لکھاتی ہے وہ گناہ کا خشن خاشاک جسم کو دھو کر دیکھو
 کا حکم رکھتی ہے جب ایک انسان اپنے دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام نعمت
 اور بزرگی کو ان کرپور سے صدق صفا اور محبت اور اطاعت سے آپ کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی
 درجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلق شدید کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الہی نور جو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اجرتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے تب چونکہ فطرت اور نور کی باہم مناسبت
 ہے وہ فطرت جو اسکے اندر ہے وہ ہمیشہ شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی حصہ فطرت کا اسکے اندر باقی نہیں
 رہتا اور پھر اس نور سے قوت پا کر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اسکے ہر ایک عضو میں سے
 محبت الہی کا نور جھک اٹھتا ہے تب اندرونی فطرت بکلی دور ہو جاتی ہے اور علیٰ رنگ سے بھی اسمیں نور پیدا
 ہو جاتا ہے اور علیٰ رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی اٹھ کر
 سے کو کچھ کرتی ہے یہ نور ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی
 بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اسکو اس اتعاج
 سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب ہو جاتی ہے اور یہی کرنے کی طرف اسکو رغبت
 پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اسکی نسبت اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبِيبٌ لَا يَلْمُكَ الْاِيْمَانُ
 وَلَا يَلْمُكَ الْفِكْرُ وَلَا يَلْمُكَ الْكُفْرُ وَلَا يَلْمُكَ الْاِسْتِسْقَاةُ وَلَا يَلْمُكَ الْاَعْيَانُ یعنی خدا نے تم پر
 پاک و صاف نازل کر کے ہر ایک نیکی نہیں ساری لگائی اور کفر اور فسق اور عصیان تمہاری نظریں میں نہ رہا
 لیکن اگر اس جگہ یہ سوال ہو کہ وہ نور جو بذریعہ نبی علیہ السلام کے پیروی کرنے والے کو ملتا ہے جن سے
 گناہ کے جذبات دور ہو جاتے ہیں کیا چیز ہے سو اس سوال کا یہ جواب ہے کہ وہ ایک پاک معرفت ہے جسکے
 ساتھ کوئی تاریکی شگ شبہ نہیں اور وہ ایک پاک محبت ہے جسکے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں اور ایک
 پاک لذت ہے جو تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے جسکے ساتھ کوئی کثافت نہیں اور وہ ایک بروس کشش ہے
 جن کو کوئی کشش غالب نہیں اور وہ ایک قوی لا اثر تریاق ہے جس سے تمام اندرونی زہریں دور ہوتی ہیں یہ
 پانچ چیزیں ہیں جو نیکو طور پر روح القدس کے ساتھ پیروی کرنے والے کے لئے نازل ہوتی ہیں پس ایسا

دل نہ صرف گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً اُس سے شغریٰ بھی ہو جاتا ہے ان پانچ چیزوں کی طاقت کا جدا جدا بیان تو بہت طول چاہتا ہے مگر صرف پاک معرفت کی خاصیتوں کو کتنی تفصیل سے بیان کرنا اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کیونکر پاک معرفت گناہ سے روکتی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان بلکہ حیوان بھی نقصانِ ساقِ چیر کی نسبت علمِ صحیح اور یقینی پار کرنے پر ایک نہیں جاسکتا۔ چور کو اگر یہ اطلاع ہو کہ جس جگہ میں نقب لگانا چاہتا ہوں لہجہ کدغنی طور پر ایک طاقت کھڑی ہے جو عین نقب زنی کی حالت میں مجھے پکڑ لیگی تو وہ ہرگز اس بات پر جرأت نہیں کر سکتا کہ نقب لگائے بلکہ اگر ایک پرہیز بھی اس بات کو نہ جانتا ہے کہ یہ چند انداز جو میرے لئے زمین پر پھیلانے گئے ہیں انکے نیچے دام ہے تو وہ ان دافوں کے نزدیک نہیں آتا یا سہی مثلاً اگر ایک نہایت عمدہ لطیف کھانا پکا یا گیا ہو مگر کسی شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اس کھانے میں ہرے تو کبھی اُس کھانے کے نزدیک نہیں آتا پس ان تمام مشاہدات سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب ایک مذہبی اور نقصانِ ساقِ چیر کی نسبت پورا علم حاصل کر لے تو کبھی اپنی طرف رغبت نہیں کرتا بلکہ اسکی شکل سے بھاگتا ہے لہذا یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ اگر انسان کو کسی ذریعہ ایسے بات کا علم ہو جاوے کہ گناہ ایسی مہلک ہے جو فی الغور ہلاک کرتی ہے تو بلاشبہ انسان بعد اس علم کے گناہ کا ترکِ بے ہرگز نہیں ہو گا۔

لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے کیا عقل ہے یا ذریعہ ہر سکتی ہے تو اس کا یہی جواب ہے کہ عقل ہرگز کامل ذریعہ نہیں ہو سکتی جب تک کوئی آسمانی مدد کار نہ ہو۔ کیونکہ دل میں یقین ہونا تو گناہ کے لئے واقعی ایک سزا ہے جس سے انسان بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین کل طور پر اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب کامل طور پر معلوم ہو کہ خدا بھی ہے جو گناہ پر سزا دے سکتا ہے لیکن مجھ و عقلمند جبکہ آسمان کوئی روشنی نہیں ملی خدا تعالیٰ پر کامل طور پر یقین نہیں کر سکتا کیونکہ اُس نے خدا تعالیٰ کے کلام کو نہیں سنا اور نہ اُسکے چہرے کو دیکھا اسلئے اُسکو خدا تعالیٰ کی نسبت بشرطِ حد وہ زمین آسمان کی مخلوقات پر غور کر کے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکے صرف اس قدر علم ہو سکتا ہے کہ ان تمام مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہئے لیکن اس یقینی قطعی علم تک نہیں پہنچ سکتا کہ وہ صانع موجود بھی ہے اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہئے۔ اور یہ ہیں بلا فرق ہے یعنی جو شخص صرف اس قدر علم رکھتا ہے کہ نقطہ ہونا چاہئے کے مرتبہ پر آکر ٹھہر گیا ہے پھر وہ اس کے اسکی نظر کے سامنے تاریکی ہی تاریکی ہے وہ اُس شخص کی مانند اپنے علم کے رو سے

ہرگز نہیں کہ جو اس صانع حقیقی کی نسبت صرف یہ نہیں کہتا کہ ہونا چاہئے بلکہ اس نور کی شہادت سے جو اسکو دکھایا گیا ہے محسوس بھی کر لیتا ہے کہ وہ ہے بھی اور یہ نہیں کہ صرف وہ آسمانی نور سے خدا کی ہستی کا شاہد ہو کرتا ہے بلکہ اس آسمانی نور کی ہدایت سے اسکے ذہنی اور قلبی قولے بھی ایسے تیز کئے جاتے ہیں کہ اس کا عیسیٰ استدلال بھی اعلیٰ سے اعلیٰ ہوتا ہے پس وہ دوسری قوت سے خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے۔ اس کے آسمانی نور سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا یقینی مکالمات نصیب ہوتا ہے یا صاحب مکالمات سے نہایت شدید اور گہرا تعلق اسکو ہوتا ہے اور مکالمات الہیہ سے مراد نہیں ہے کہ عام لوگوں کی طرح فطنی طور پر وہ الہام کا دعویٰ ہے کیونکہ فطنی الہام کچھ چیز نہیں ہے بلکہ وہ نقل سے بھی بچے گرا ہوا ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ حقیقت یقینی اور قطعی طور پر خدا تعالیٰ سے ایسی پاک اور کامل معی ہوتی ہے جسکے ساتھ آسمانی نشان ایک لازمی اور محیط جھکتے ہیں اور وہ وہی اپنی ذات میں نہایت شوکت اور عظمت رکھتی ہے اور اپنے پُر عجب اور لذت الفاظ کیساتھ ایک لازمی مسخ کی طرح دل کے اندر گھس جاتی ہے اور اس پر خدا کے نشانوں اور فوق العادہ علامات کی ایک حقیقی طور پر معی ہوتی ہے اور انسان کو خدا پر پورا یقین حاصل کرنے کے لئے یہ ایک پہلی ضرورت ہے کہ ایسی معی سے بذات خود فیضیاب ہو یا ایک فیضیاب سے تعلق شدید رکھتا ہو جو روحانی تاثیر سے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو پس ہر ایک مذہب جمع یہ تازہ تازہ وحی جو زندہ نشان اپنے ساتھ رکھتی ہے پیش نہیں کر سکتا۔ ان بوسہ ہٹیوں کی مانند ہے جو خاک نے قریباً انکو خاک کی مانند کر دیا ہے اور ایسے مذہب سے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ کبھی تبدیل پیدا کر سکے اور اس پر ناز اور فخر کرنے والے صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو محض باپ ادوں کی لکیر چلنا چاہتے ہیں اور حق بوحی کی انکی روح میں کوئی خواہش نہیں اور ایسی خواہش کے وہ از رو مند ہیں۔ بلکہ شدت تعصب اور گراہی کے پیچھے انکی اندرونی حالت کی ایک کاپیا ملٹ ہو رہی ہے انکو اس بات کی بڑا نہیں کہ وہ کیونکر یقینی طور پر خدا پر ایمان لاسکتے ہیں اور وہ خدا کو صفات کا ہونا چاہتے ہیں جیسے یقینی ایمان آسکتا ہے اور وہ کوئی امور میں جو خدا تعالیٰ کی ہستی کی نسبت یقین پیدا کر سکتے ہیں اور یقین کی علامات کیا ہیں جو صاحب یقین کیلئے بطور امتیازی نشان کے ہوتے ہیں یا دیکھ کر اگرچہ کوئی مذہب کسی حد تک معقولیت کے رنگ میں ہو اور ظاہری تہذیب و رشتائستگی سے موصوف بھی ہو لیکن اسی حد تک نہیں کہا جائیگا کہ وہ مذہب خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفات کی نسبت یقین کے مرتبہ تک پہنچا تا ہے بلکہ دنیا کے تمام مذاہمات تک سراسر لغو اور بیفائدہ اور بیہودہ اور بیجان اور مردہ ہیں جب تک کہ ایک سالک کو یقین کے صافی چشمہ نہ پہنچاویں۔

افسوس کہ اگر لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے وجود اور اسکی ہستی اور اسکی عظمت اور قدرت اور دیگر صفات حسنہ یقیناً کیا چیز ہے بلکہ اگر انکی حالت پر افسوس سے یہ اے ظاہر کجائے کہ وہ چشمہ صافی یقین سے نصیب ہیں لہذا سچی پاکیزگی سے بھی بے نصیب ہیں جو یقین کے بعد حاصل ہوتی ہیں تو وہ اس بات سے بہت غصہ کرتے ہیں اور عیش میں آکر کہتے ہیں کہ کیا ہم خدا پر یقین نہیں رکھتے کیا ہم اسکو نہیں مانتے پس ان تمام باتوں کا یہی جواب ہے کہ درحقیقت نہ تم خدا پر یقین رکھتے ہو اور نہ اسکو مانتے ہو افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ ہر ایک سوراخ پر جو ان کو ولی یقین ہوتا ہے کہ اس میں ایک زہریلے سانپ ہے تو اس میں پانی اتھ نہیں ایتے کیونکہ ان میں اپنی ہلاکت دیکھتے ہیں لیکن ہر ایک گناہ و لیری سے کر لیتے ہیں وہ ایک ہلاہل ہر کو نہیں کھائے کیونکہ جانتے ہیں کہ مر جا دیں گے لیکن بڑے بڑے خوفناک جرائم اُن سے ظہور میں آتے ہیں بلکہ یقین تو یقین غلب کے مرتبہ پر بھی وہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کرتے جس سے کسی ضرر کا احتمال ہے مثلاً وہ کسی ایسی چھت کے نیچے سو ناپست نہیں کرتے جسکا شہتیر کس قدر ٹوٹ گیا ہے کسی ایسے گاؤں میں ٹپٹا نہیں جاتے جس میں ہیضہ یا طاعون شروع ہو گئی ہے پھر کیا باعث ہے کہ باوجود دئے یقین کے خدا تعالیٰ کے حکم کو توڑتے ہیں پس یقیناً سمجھو کہ حق یہی بات ہے کہ درحقیقت ان کو یقین نہیں بلکہ انکو یہ غلب بھی نہیں کہ ایک مقتدر ذات موجود ہے جو ایک دم میں ہلاک کر سکتی ہے ۔

عیسائیوں کا خدا

آج کل یہ عیسائی کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں بلکہ جیسی عیسائیوں میں ہے ایسی ہی مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے اور بقدر مراتب مشرقی لوگوں نے بھی اس سے حصہ لیا ہے جیسا کہ مغربی لوگوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں میں فرق یہ ہے کہ مسلمان تو لا پرواہی سے سچے اور قادر خدا سے غافل ہیں تاہم ہمیشہ خدا کا نور ان پر ظاہر کرتا رہتا ہے اور ہر زمانہ میں انکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور بعد سے سعادت کے فزیر اس دوسرے حصہ لیٹے ہیں لیکن عیسائی تو مدت ہوئی کہ اُس خدا کو کھو بیٹھے ہیں جس پر یقین انیسے پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اسکی عظمت اور جلال کے تصور سے درحقیقت گناہ سے سچی بیزاری پیدا ہوتی ہے اور یہ لوگ بجائے اُس حقیقی قوم کے ایک عاجز انسان کو جو میرم کا بیٹا اور مسیح کہلاتا ہے خدا قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ دعائوں کا جواب لے سکتا ہے اور نہ خود کسی کو پکار سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی عظمت اور قدرت

اظہار کر سکتا ہے پس اسکے ذریعہ سے اگر سچی پاکیزگی حاصل ہو تو کیونکر ہوا سکی قدرت کے بنونے جو کتابوں میں لکھے ہیں ہی ہیں جو اسے یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھائے تمام رات کی دعا قبول نہ ہوئی ان پر قابل شرم الزام قائم ہوا اسکی ملاقات کسی خدائی چکار سے نہ کر سکا اسکے معجزات میں اگر وہ صحیح بھی مان لے جائیں کوئی ایسی خوبی نہیں جو دوسرے انبیاء کے معجزات میں نہ ہو بلکہ ایلیاہی کے معجزات اور اس کا مرنے نہ کرنا کہاں قدرت مسیح کے معجزات سے بہت بڑھ چکا ہے ایسا ہی یسعیاہ نبی کے معجزات بھی حقیقت بعض ایسے ہیں کہ مسیح کے معجزات کو لے کر کچھ بھی نسبت نہیں اور حضرت مسیح کی پیشگوئیاں تو نہایت روحی باتیں ہیں کہ بجائے اسکے کہ انے کوئی نیک اثر پڑے انکو بڑھکے سہنی آتی ہے کہ یہ کس قسم کی پیشگوئیاں ہیں کہ قسط پڑینکے روز نے آئیگے اور ایساں ہونگی حالانکہ ان پیشگوئیوں سے پہلے بھی ملک میں سب کچھ ہوا تھا۔ پس ایسے خدا پر کیونکر کوئی ایمان لائے ؟

یہ تو پہلے قصہ میں خدا جانے ان اوقات میں سچ کس قدر ہے اور جھوٹا کس قدر لیکن اس مانے کے لوگوں کیلئے اس نئے خدا کے ماننے میں جس کا یہودیوں کی تعلیم میں بھی نام نشان نہیں اور بھی مشکلات بڑھ گئے کیونکہ ان لوگوں نے نہ تو مرے زندہ ہونے کو چشم خود دیکھے اور نہ یہاں یوں میں سے بھوتوں کا نکلنا چشم خود مشاہدہ کیا اور نہ وہ دیکھے ہوئے ہوتے جو انکی نسبت کئے گئے تھے یعنی یہ کہ اگر وہ کوئی نہ کہ کھالین تو انہیں کیگی اور اگر ایک پہاڑ کو کہیں کہ ایک جگہ سے اٹھ جائے تو وہی الغور اٹھ جائیگا اور سانپوں کو پھانے ہاتھ میں پکڑ لیگی اور وہ نہیں کاٹنے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر یورپ کے عیسائی خود کشتی سے مرتے ہیں الغور انہیں ہر اثر رکھتی ہے اور پہاڑ کا تو کیا ڈر اگر ایک لٹ پڑا ہوا جو تاہو تو قطع حکم سے اسکو سیدھا نہیں کر سکتے جب تک اٹھتا کہ سیدھا نہ کریں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں سے ہمیشہ مرتے رہتے ہیں اب اگر اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ ان آیات کے حقیقی معنے مراد نہیں لینے چاہئے بلکہ اسجگہ مجازی معنے مراد ہیں مثلاً زہر سے مراد ہے کہ وہ غصہ کھالیتے ہیں اور سانپوں سے مراد کہ شریرانکو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو قبل اسکے کہ ہم ان باتوں میں بھی گفتگو کریں ہم حق رکھتے ہیں کہ اسوقت یہ سوال پیش کریں کہ جبکہ یہ تمام دعوے جو نشانوں کے لئے دئے گئے اور بار بار حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو کچھ نشان میں دکھاتا ہوں میں اس پر وہ بھی نشان کھاٹینگے صرف استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں اور انہی نشان مراد نہیں ہیں تو اس قصہ بھی طوطا بہت ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح کی طرف معجزات منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی استعارہ کے رنگ میں ہیں کیونکہ

حضرت مسیح بار بار بخیلو نہیں فرما چکے ہیں کچھ کو میں مجرات دکھاتا ہوں یہی مجرات میرے پیچھے پیرو بھیج رکھا ہے
 رہینگے اب چونکہ ایسے مجرات کے مطالبہ کی وقت یہ جواب ملتا ہے کہ ان مقامات سے مراد مجرات نہیں ہیں بلکہ
 مسیحی لوگوں کی اخلاقی حالتیں مراد ہیں تو کہیں نہ لکھا جائے کہ حضرت مسیح کے مجرات سے بھی ایسے ہی مراد
 ہیں نہ حقیقت مجرات غرض عیسائیوں کے لئے۔ دال ایک سخت مصیبت کیجئے جسے جو کافر کو بھی جواب دے
 پاس نہیں آیا اگر اس تمام میں فرار یا وہ سوچا جائے تو حقیقت یہ ایک مصیبت نہیں بلکہ تین مصیبتیں ہیں (۱)
 ایک تو یہ کہ مسیح کا فرمان کہ کچھ میں مجرات دکھاتا ہوں یہی مجرات بلکہ اُن سے بڑھ کر میرے پیرو دکھائیے
 یہ بات صریح جھوٹی نکل (۲) اس جھوٹ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مسیح نے کبھی کوئی مجرہ نہیں دکھلایا کیونکہ اگر
 مسیح نے کوئی مجرہ دکھلایا تھا تو ضروری تھا کہ مسیح کے پیرو بھی مجرات دکھلائے بغیر ہوتے (۳) اگر فرض حال
 کے طور پر یہ قبول بھی کر لیں کہ مسیح سے مجرات ظاہر ہوئے تھے اور ان عبارت کی کچھ پروا نہ کریں جہاں اُن
 میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے حرام کار نشان مانگتے ہیں انکو کوئی نشان دکھلایا نہیں جائیگا تاہم ایسے مجرات
 سے جو پہلے نبیوں کے معجرات سے کچھ زیادہ نہیں ہیں بلکہ کم ہیں مسیح کی خدائی ثابت نہیں ہو
 سکتی +

پس جب کہ مسیح کی خدائی ایسی ہے کہ ایک سلیم العقل آدمی کو کسی طرح اس پر یقین نہیں آ سکتا تو
 ایسی خدائی کیونکر گناہ سے روک سکتی ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ امر بڑا دل درجہ پر گناہ سے روکتا ہے وہ
 خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین ہے مگر یہ یقین کہ حقیقت ایک خدا ہے جو گناہ کی سزا دیتا ہے مگر مسیح کی نسبت
 ایسا یقین کہ نہ کر پیدا ہو سکتا کوئی نہیں یہ تو بتلا دے کہ اسمیں اور ان لوگوں میں جو مرچکے ہیں بلکہ امتیاز کیا ہے
 ہم دوسرے ایک عقلمند خوب بتاتا ہے کہ خدا میں اور مخلوق میں ایک بال امتیاز ضرور چاہئے لیکن اس جگہ اس باب الامتیاز
 کا تو ذکر کیا یہاں تو استدراجی بال امتیاز ثابت نہیں جو ایک مردہ انسان ^{نفس} اور انسان میں ہو سکتا ہے انہوں
 کہ حضرات عیسائی صاحبان تو مسیح کی خدائی کے لئے شور و فریاد کر رہے ہیں لیکن ہم تو اسی قدر پراضی ہو سکتے
 ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو ایک زندہ انسان کے مرتبہ پر ثابت کر کے دکھلا دیں ہمیں کسی مذہب سے منفی نہیں
 اگر ان پر ہم خدا ہے تو ہم سب سے پہلے اسے قبول کر سیکو طیار ہیں اگر حقیقت وہی شفیق ہے تو ہم جانتے ہیں
 کہ اول المؤمنین ہم ہی ہیں لیکن محض باطل اور سراسر لٹاؤ اور جھوٹ کو ہم کیونکر قبول کر لیں اگر خدا ایسا ہی کر دے
 اور عاجز ہونا چاہئے جیسا کہ یسوع ابن مریم نے تو پھر ایسے خدا کے ماننے کی کچھ ضرورت نہیں ورنہ کسی طرح اس کو

یقین آ سکتا ہے لیکن اگر یسوع مسیح ایسا خدا ہے کہ ہماری طرح سے اسکو شناخت کر سکتے ہیں جس طرح خدا تعالیٰ الٰہ کے
زمانہ میں نبیوں کی معرفت اور خود بخود اپنے متین شناخت کرتا رہا ہے اور وہ بھی اس سے ناشناس تھیں جسے
کو آسمانی کتابیں نہیں پہنچیں تو ہم اسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیار نہیں پس کیا زمین کے پردہ پر کوئی صاحب
ایسے میں جو مسیح کا کوئی امتیازی نشان دکھلا دے یا نہیں ہم اسکی آواز سن سکیں اور اسکی خدائی نشانوں
کو ہم دیکھ سکیں کیونکہ ہم بابرار لکھ چکے ہیں کہ اگر اس شخصے خدا پر بھی محض شکی ایمان ہو جو واقعی خدا ہو تب بھی
ایسا ایمان لگنا ہونے بجائے نہیں ہو سکتا پھر ایسا مصنوعی خدا جو یہودیوں کے ہاتھ سے ماریں کھاتا یا دل
میں اگر محض شکی طور پر اس خدا کی خدائی کا خیال سمجھایا جاوے۔ تو ایسا خیال کس مرض سے بجات
دے گا۔

یقینی امر ہے کہ وہ خدا جو درحقیقت خدا ہے اسپر ایمان لانا بھی اسی حالتیں گناہ سے چھوڑا سکتا ہے
جبکہ وہ ایمان یقین کے درجہ پر پہنچ گیا ہو تو پھر کسی انسان کو خدا بنانا اور اسکی خدائی یقینی دلائل پیش نہ کرنا
کے بعد چلے شرم ہے اور حقیقت ایسے لوگ اسی کے دشمن ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان لوگوں کو قابل
شرم کاروائی کیلئے کوئی ضرورت پیش آتی تھی اور انہی بدلی خدا کے ہاتھ میں کوئی نقصان محسوس تھے
جبکہ انکار اس مصنوعی خدا سے کیا گیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچا خدا جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شہادت پر اور
پھر نوح پر اور ابراہیم پر اور موسیٰ اور تمام نبیوں پر یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام پر وہ ہمیشہ نہو
سچی و قیوم ہے اور جیسا کہ وہ پہلے زمانوں میں نبیوں کی معرفت انا موجود کرتا تھا اب بھی اسی طرح کرتا ہے
اور جیسا کہ پہلے نبیوں نے اسکی باشوکت آوازیں سنیں اور اسکے نشان دیکھے تھے اور جیسا کہ پہلے انبیا
وہ اپنے لوگوں کی دعائیں سنتا اور جواب دیتا تھا اب بھی وہ ہماری دعائیں سنتا اور جواب دیتا ہے اور جیسا کہ
پہلے راستباز اس سے محبت کرنے اور چہرہ دیکھنے سے سچی پاکیزگی حاصل کرتے تھے ویسا ہی ہم بھی حاصل
کر رہے ہیں پس اس قدر اور مقتدر خدا کو وہی چھوڑ لگا جو سخت بدقسمت اور اندھا ہوگا ہم یقین کہتے ہیں
کہ وہاں جس جہتہ رجھوٹے طور پر خدا بنائے گئے ہیں جیسا کہ یسوع ابن مریم اور رام چندا و درکشن
اور بدھ و شیوہ محض بے دلیل بنائے گئے ہیں اور اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک بجری کو انسان کہا
جائے حالانکہ وہ بولتی ہے اور نہ انسانوں کی طرح چل سکتی ہے اور نہ انسانوں کی طرح اسکی صورت ہے اور نہ انسانوں
کی طرح عقل رکھتی ہے اور نہ کوئی علامت انسانیت کی اس میں پائی جاتی ہے۔ پس کیا تم ایک بجری کو انسان کہ

کھتا ہے اور کبھی پیشاب اور پاخانہ کرتی ہے جیسا کہ انسان کرتا ہے لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیح یا راجندر وغیرہ کو خدا سے کوئی خاص شراکت ہے جو ثابت ہو سکے؟

ان خدائوں کے بنائے جانے کی بھڑکے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ بمقابلہ ایک تفریط کے افراط کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً راجہ راون نے جب ایک تہمت سختی سے راجہ راجندر کی ذات کی اور اس کی موت کو بھگا لیا جانے سے راجندر کی قلم چاعت کو سخت صدمہ پہنچا تو جو فریق راجہ راجندر کا حامی تھا انہوں نے فی الفور راجہ راون کو انسان نہ مانی مسئلہ سے خارج کیا اور راجہ راجندر کو ایسے یقین کامل سے پریشتر بنا دیا کہ اب تک تمام ہندو بجائے اپنے پریشتر کا نام لینے کے رام رام ہی کیا کرتے ہیں بلکہ ان کے سلام کا لفظ بھی ام رام ہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کو یسوع کے خدا بنانے میں ابھی اس قدر غلو نہیں جیسا کہ ہندوؤں کو راجندر کے خدا بنانے میں غلو ہے یہاں تک کہ ہندوؤں کو اپنے پریشتر کا نام قریباً بھول ہی گیا ہے اور ہر ایک مومق پر گھڑت استہمال ام رام کی ہے پس جس بمقابلہ غیرت اور غلو کی وجہ سے راجہ راجندر کو خدا بنایا ہے نہیں اسباب سے یسوع ابن مریم کو بھی خدا بنایا گیا یعنی اول شریہودیوں نے حضرت مسیح کی لادت کو ناجائز قرار دیا اور حضرت مریم کو اولہ امعی کا الزام لگایا اور پھر حضرت مسیح کے چال چلن پر بہت افترا کیا چنانچہ چند فضائل پر لکھی گئی کہ ہیں جو اس وقت ہمارے مطالع میں ہیں ان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی زندگی کا بہت برا نقشہ کھینچا ہے یہ کہتا ہیں ان فضائل یہودیوں کی ان قول میں شام کے وقت ہم نے حلقہ میں محفل غرض سے پڑھی جاتی ہیں کہ تم ہماری جماعت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آپ کل بعض نادان و جبریں بھگتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر افترا اور بہتان کے طور پر حملے کرتے ہیں ان سے بدتر حملے حضرت مسیح کی زندگی پر کر کے گئے ہیں یہاں تک کہ بعض ایسے حملے ہیں جن کے کہنے سے بھی شرم اور حیا مانع ہے انکی ماں پر نہایت ناپاک الزام ہے ایسا ہی انکی بعض ادویوں نے تمہارا در را حسب در شیت مسیح پر حرار مکاری کے الزام ہیں جنکو پادری صہاجان بھی قبول کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ الزام ہیں جو حضرت مسیح کے چال چلن پر ہیں یہ کہ انہوں نے کس طرح ہر ایک بات میں نیکی کا کام لیا اور کیونکر خدا نے تورات کے وعدے کو موافق انکو آخر کار آ موت دیدی یہ تمام ذلت اور انانیت اور تمہت کے ایسے الفاظ ہیں جو ایک مسلمان بغیر اسکے جو بے اختیار غصہ میں جائے انکو پڑھ نہیں سکتا۔ پس جب اس قدر حضرت مسیح کی توہین کی گئی کہ جو ایک معمولی انسان کے درجہ پر

بھی انکو گرایا گیا تو اس صورت میں یہ واقعہ ایک طبی امر تھا کہ جو جماعت حضرت مسیح پر ایمان لائی تھی وہ رفتہ رفتہ افزا طر کی طرف مائل ہو جاتی لہذا پرچش آدمی جنکو پہلے سے شرک سے پیارتھا بجز اسکے خوش منو سکے کہ حضرت مسیح کو خدا بنا دیا جائے تو یا کہ وہ اس طرح پران یہودیوں کے حملوں کا بدلہ تارنا چاہتے تھے۔ جو نہایت ہی سے حضرت مسیح پر سکے گئے تھے۔

اور عجیب ترین بات ہے کہ جن انجیلوں نے عیسائی لوگ حضرت مسیح کی خدائی ثابت کرنا چاہتے ہیں انجیلوں کے حوالہ سے ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں ثابت کرنا چاہا ہے کہ لغو ذلتیہ انسان نہ حقیقت ایک نیا پرست اور درکار تھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی سچی نکلی اور وہ لکھتا ہے کہ انجیلوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ گویا مسیح نے بہت سے معجزات یہودیوں کو دکھلائے۔ یہ قول خود انجیلوں کے ہی بیان سے جھٹکا ثابت ہوتا ہے کیونکہ انجیل کی گواہی سے ثابت ہے کہ جب یہ گمان قوم یسوع سے کوئی معجزہ طلب کرتے تھے تو اسکے جواب میں یسوع کا یہی طریق تھا کہ وہ ان بزرگوں کو گندہی کا لیاں نیکر ہی کرنا کرتا تھا کہ ان کو کوئی نشان دکھلایا نہیں طایگا اور پھر کہتا ہے کہ ہم اگر ان بھی لیں کہ بعض بیمار و نکوڑے اچھا کیا تھا تو یہ کوئی مفید دلیل اسکی خدائی کیلئے نہیں کیونکہ اسی زمانہ اسکے مخالف بھی ایسے معجزات دکھلاتے تھے اور پھر کیا عقل قبول کر سکتی ہے کہ ایسے معجزات جیسے بہت بڑھکد اور بڑی دکھلاتے ہیں ان سے یسوع کا خدا نہانا ثابت ہو جائیگا غرض جبکہ یہودیوں نے نہایت سختی سے حضرت مسیح کی توہین کی تو اسکا ایک ضروری نتیجہ تھا کہ اس تعزیر کے مقابل پر افراط بھی کیجاتی پس جب افراط کا سیلاب عیسائیوں میں پڑا تو یہ چلا سٹی بائبل میں حضرت مسیح کے خدا بنانے کیلئے بنیا رکھی گئی یہ بات اسوقت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے جبکہ ایک فاضل یہودیوں کے حملوں کو دیکھا جائے اور دوسرے طریق ان حملوں نے پہنچنے کے لئے عیسائیوں کی مالانہ آمیز باتوں کو غور سے سچا جائے اب چونکہ یہودیوں کی کتابیں بھی شاعت پا چکی ہیں اور بعض فاضل یہودیوں نے انکو فرانسیسی زبان میں شائع کیا ہے اور پھر انگریزی زبان میں بھی وہ چھپ گئی ہیں لہذا ان لوگوں میں حق کے طالبوں کے لئے اصل حقیقت سمجھنے کے لئے نہایت آسانی ہوگئی ہے یہودیوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جب سے کہ حضرت موسیٰ کو تورات ملی اور پھر وقتاً فوقتاً بنی آتے رہے کسی نے تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہی تعلیم تھی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے اور غالب ہے یہودیوں کا یہ بھی عقیدہ کہ جب موسیٰ نے کوہ سینا پر خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ اپنا چہرہ دکھلا تو خدا نے اسوقت کیوں کہا کہ میرا چہرہ کوئی دیکھ نہیں سکتا چاہئے تھا کہ خدا

اس وقت عیسائیوں کی شکل دکھلا دیا کریا چہرہ یہ ہے غرض یہودیوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عیسائی مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ توریت کے پرانے عقیدے کو جس پر تمام نبیوں کی مہریں ہیں چاک کرنا چاہتا ہے اور توریت کا بنیادی پتھر جو وحید ہے اسکے استیصال کے وہ درپے ہے ۴

الحاصل عیسائیوں نے ایسے خدا کو پیش کر کے کہ جسکی تعلیم خدا کی بابت ہرگز ہرگز توریت کی تعلیم کے مطابق نہیں اور نہ قرآن کے مطابق ہے ایک ٹکڑہ بدعت کو دنیا میں پھیلانا چاہا ہے انکو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں کہ اس نئے عقیدے نے اگر توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں کی مخالفت کی ہے تو اسے وہ قتل کے ذریعے ہی ثابت کیا جاتا بلکہ انکو عقل کی راہ سے بھی عجیب پروا ہی ہے گویا انکے نزدیک عقل استدلال کی مذہب کوئی حکمرانی نہیں بلکہ انکے نزدیک عقل کو یہ حق حاصل نہیں کہ وحید اور ثابت کئے جا کر میں اپنی کوئی شہادت دے سکے وہ دوسروں کی ضرورہ گیری اور نکتہ چینی کے بہت عادی ہیں مگر تعجب کہ اپنے عقیدہ کی نسبت وہ بھول کر بھی ایک غور کی نظر نہیں کہ نئے انکا اصلی کام یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضرت مسیح کی خدا کی جسکے توریت قرآن عقل تینوں مذہب ہیں اول ثابت کر لیتے اور پھر کفار اور نجاست وغیرہ خود را شیدائوں پر زور دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنے عقیدہ کی اصل بنیاد کو نظر انداز کر کے یہودہ باتوں میں لگ پڑے لیکن اسکے ساتھ میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس غلطی کی تہ میں ایک سچائی بھی مخفی ہے اور جو سچا توہمات کے حاشیہ سے اس سچائی کا ٹکڑا لا کر دیا گیا ہے کہ اب بچانے کو بھڑکتی کے ایک ثابت بد اور انکی شکل نظر آتی ہے تاہم پھر بھی اس سیاہ بادل کے اندر ایک طاقتی سچائی کی برقی روشنی ہے جو نہایت عظیم طور پر اسکی مملکت تعلیم مسیح کو خدا بنانے وغیرہ میں محسوس ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ توریت سے نہایت ہونا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور اپنا نور اسکے اندر رکھا اور اپنی روح اس میں بھری دی یہی خیر ان شریف ہے جسکی ہمتی ہے پھر انسانانی استعداد اور فطرت سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے کہ خدا اپنے بندہ کے صفات میں اسطورے نزول جلال فرماوے کہ اسکی عظمت کا خیال سکے دل میں قائم ہو جائے اور بندہ کو خدا سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جاوے جیسا کہ تعلق جو لوہے کو نہات تیز اور بھڑکتی ہوئی آگ میں لگا جائے تو وہ نظر آگ کی صورت پر ہی نظر آجاتا ہے مگر تاہم وہ حقیقت وہ لوہا ہے نہ آگ۔ پس حقیقت یہی تعلق خدا کے کامل محبوب کو خدا سے ہو جانا ہے اور وہ اپنے اندر محسوس کرنے لگتے ہیں کہ خدا ان میں اترا ہے اور بدادہات اس عالم ایجاد میں بعض لوگوں کی زبان پر شیطیات بھی جاری ہو جاتی ہیں جسے وہ لوگ اس الہی تعلق کو ایسے

رنگ سے بیان کرتے ہیں کہ عام آدمی اس دھوکے میں پڑتے ہیں کہ گویا وہ خدائی کا دعوے کرتا ہے قریباً اس قسم کے کلمات تمام الہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں *

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال

قرآن شریف میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو اسی بنا پر خدا کا قول و فعل تعبیر لایا گیا ہے مثلاً قول کی نسبت یہ آیت ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا نَزْلٌ مِّنْ سَيِّدٍ مَّجِيدٍ اس نبی کا قول بشری ہوا وہ ہوس کے چشمہ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کا قول خدا کا قول ہے اب دیکھو کہ اس آیت کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال و افعال خدا تعالیٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں پھر اسکے مقابل پر ایک دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے افعال بھی خدا تعالیٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَمَا كُنْتُمْ لَدَيْهِمْ كَيِّدٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ يَمْحُوهُ كَيْفَ يَشَاءُ يَمِيزُ الْفَعْلَ الْغَيْرَ مِنَ الْفَعْلِ الْغَيْرِ يَمْحُوهُ كَيْفَ يَشَاءُ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے افعال ہیں پھر جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے افعال ہوئے اور افعال بھی خدا کے افعال ہوئے۔ تو اب عیسائی بتائیں کہ انکے ہاتھ میں کیا عذر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ قرار نہیں دیتے اور مسیح کی طرح آنجناب کو الوہیت کا کوئی اقنوم نہیں ٹھہرتے مگر اس جگہ علی طور پر ثبوت ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کیلئے غیرت رکھتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ آنجناب کے لئے غیرت دکھلاتا ہے جتنا پھر جن لوگوں نے آنجناب کو مکہ دیا تھا اور ناحق کے خون کئے تھے اور آپ کو وطن سے نکالا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آنجناب کو وفات نہیں دی جب تک کہ ان لوگوں کو عذاب کا مزانہ چھکا لیا اور جن لوگوں نے ساتھ دیا تھا انکو تختوں پر بٹھا دیا تھا اب جب ہم آنجناب کے ان حالات کا یہ یسوع مسیح کے حالات سے مقابلہ کرتے ہیں تو مجبوراً یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی طور پر یسوع مسیح کے لئے کوئی اپنی تائید نظر ہر نہ کی بلکہ الٹا یہودیوں کی تائید کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا اور بڑی بڑی لیتیں

پہنچا ویں رچرچر دیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جب ارادہ کیا تو ایک ہی رات میں خود قتل کیا گیا۔ لیکن جب یہودیوں کی جھوٹی خبری سے یسوع مسیح کی گرفتاری کا وارث جاری ہوا تو صرف ایک دو سہا پہوں نے تین گھنٹہ کے اندر یسوع مسیح کو گرفتار کر کے حوالاتیا داخل کر دیا اب کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کیساتھ کوئی الہی جلال بھی تھا جو باوجود تمام رات کی دعاؤں کے گرفتار ہونے سے بچ نہ سکا اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ پر جس قدر لوگ حملہ کی نیت پر آئے گھر جمع آئے تھے اور گھر کا محاصرہ کر لیا تھا وہ باوجود سخت و سخت کوششوں کے نامراد رہے اور بغیر اسکے جو آنجناب یسوع مسیح کی طرح تمام رات دعائیں کہتے عنایت ایزدی سے بچائے گئے اور اس ہجرے سے روز روشن میں صاف نکل گئے اور کوئی آپکو دیکھ نہ سکا لیکن حضرت مسیح کی دردناک دعا لیلیٰ لیلیٰ لکما سبقتنا فی صبر ایاکم یہودی ہستی ٹھٹھا مانتے ہیں ایسی نامقبول ہوئی کہ باقراریسیائیاں اس عا کے بعد تہہ بھی نکلا کہ مصلوب ہو گئے یہ تو حضرت مسیح کی ذات کیساتھ خدا تعالیٰ کے معاملات تھے پھر حواریوں کے حالات بھی ایسے ہی ہیں انکو وعدہ دیا گیا تھا کہ ابھی تم زندہ ہو گے کہیں ایس آؤ لنگا اب دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے جھوٹ نکلی اور دو ہزار برس ہونے لگے آئینا نام و نشان نہیں رہا انتظار کر رہے والے ایسی حالتوں میں مرے کہ ہمیشہ یہود اُسے ٹھٹھا کرتے رہے کہ تمہارا استاد کہا دوبارہ آیا اور وہ ہمیشہ اس سوال سے شرمندہ ہے اور کوئی جواب نہ دیکھ سکے انکو بارہ تھوٹکا وعدہ دیا گیا تھا مگر خود حضرت مسیح کی زندگی میں ایک حواری مرتد ہو گیا اور دوسرے نے بھی مرتد ہو گیا سا کام کیا اور اس حساب سے تخت صرف دس گئے حالانکہ پیشگوئی میں بارہ کا وعدہ تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں تختوں پر بیٹھنے کا اپنے اصحاب کو وعدہ دیا تھا۔ سو ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ وہ وعدہ سچا ہو گیا غرض حضرت مسیح کی تعلیم میں ان الفاظ سے جنسے انکو خدا بنایا جاتا ہے کوئی نادر اور عجیب لفظ نہیں اس لئے کہ اور نبیوں کی شان میں بھی اس قسم کے الفاظ بہت آئے ہیں آدم کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا ہے اور اسرائیل کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا بلکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تم سب خدا ہو مگر کیا ایسے لفظوں سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہئے کہ ان لوگوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال پائے ہیں وہ درحقیقت خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں حضرت

مسیح نے بھی تو ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں :

مسیح موعود کا ظہور

غرض بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قدرت مسیح کے معاملہ میں ناحق ایک تنگے کا پہاڑ بنا دیا گیا ہے دیکھو میں بھی خدا سے الہام پاتا ہوں اور میں برس سے زیادہ عرصہ سے خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہے دیکھو سو کے قریب نشان ظاہر ہوا ہے میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس قسم کے مرنے کو جنت اللہ کے روع زندہ ہوتے بہے ہیں وہ مجھ سے بھی زندہ ہوئے اسی طرح میں حلفا کہہ سکتا ہوں کہ دسہزار سے زیادہ میری عائن قبول ہوئی ہیں اور جس قسم کے الفاظ انجیل میں مسیح کی نسبت ہیں جیسے انکی خدائی نکالی جاتی ہے انہی بہت بڑھکر خدا تعالیٰ کا کلام میری نسبت ہے اور ایسے کلمات میں لکھا ہوئے کہ ذریعہ سے شائع بھی کر دئے ہیں خدا نے میرا نام آدم رکھا ہے خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے خدا نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ موعود جس کے انتظار میں تمام نبی گذر گئے ہیں وہ تو ہی ہے مگر باوجود اسکے میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں حالانکہ میری نسبت خدا کے کلام میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں جنکے ذریعہ سے مسیح ابراہیم کی نسبت باسانی خدا کہلا سکتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کفر ہے اسی لئے میں تمام دنیا سے زیادہ جہنم ہوں کہ کوئی کوئی خاص فضیلت مسیح ابن مریم میں تھی جسکی وجہ سے اسکو خدا یا نبی یا گیا کیا اسکے کوئی خاص معجزات تھے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس سے بڑھکر یہاں معجزات ظاہر ہوئے ہیں کیا اسکی پیشگوئیاں اسنے قسم کی تقصیر گریں خلافت ائمہ کو ننگا لگایا قرار نہ کروں کہ جو پیشگوئیاں مجھے عطا کی گئی ہیں مسیح ابن مریم سے بہت بڑھکر ہیں کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انجیل میں مسیح ابن مریم کی شان میں بڑے اعلیٰ درجہ کے لفظ ہیں جن سے انکو خدا ماننا پڑے مگر میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا دنیا اور آخرت میں موجب لعنت ہے کہ وہ الفاظ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میری شان میں ارد ہوئے ہیں جنکی نسبت میں پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خالص خدا کے الفاظ ہیں انجیلوں کی طرح معروف و مبطل وغیرہ ان الفاظ کی شان سے کہیں بڑھکر میں جو مسیح ابن مریم کی نسبت باوردی صاحبان انجیلوں میں کہلاتے ہیں مگر کیا مجھے جائز ہے کہ میں بھی خدائی کا دعوے کروں یا خدا کا بیٹا

کھلاؤں پس اس طرح یقیناً سمجھو کہ مسیح ابن مریم بھی خدا کا بیٹا نہیں نہ خدا ہے میں مسیح مجھڑی ہوں اور وہ مسیح موسوی تھا خدا کی تقدیر نے یہ مقدر کیا تھا کہ اسرائیلی سلسلہ کے آفرین جس کی شریعت کی ابتدا موسے سے ہے ایک مسیح آوے اور اُسکے متقابل پر یہ بھی مقدر کیا تھا کہ اسماعیلی سلسلہ کے آفرین بھی جس کی شریعت کی ابتدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ایک مسیح آوے سو ایسا ہی ہوا۔ موسے خدا کا بندہ اسرائیل کے لئے شریعت لایا خدا کو معلوم تھا کہ موسے سے قریباً چودھویں صدی پر بنی اسرائیل شریعت کے حقائق اور رموز کو چھوڑ دینگے اور نیر اخلاقی حالت انکی بہت ابتر ہو جائیگی سو اسی غرض سے خدا نے حضرت موسے سے چودھویں صدی پر مسیح ابن مریم کو پیدا کیا اس ملک میں جس میں بنی اسرائیل کی سلطنت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ سر جبریل ریت کتابستانہ کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثل موسے آیا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا نے آپکے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ میں ہوں اور جبریل مثل موسے بہت سی باتوں میں موسے سے بڑھ کر ہے ایسا ہی مثل عیسیٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھ کر ہے اور یہ عزتی فضیلت ہے جسکو خدا چاہتا ہے دیتا ہے ۝

عصمت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے

اب میں دیکھتا ہوں کہ جس مسئلہ عصمت اور شفاعت کو عیسائیوں کی طرف سے بار بار پیش کیا جاتا ہے وہ ایک سرسردھوکا ہے جو عیسائیوں کو لگا ہوا ہے اگر معصوم کے یہ معنی ہیں کہ کوئی دشمن کسی کی عملی زندگی کی نسبت کوئی نکتہ چینی نہ کرے تو آؤ ہم یہود کی کتاب میں دکھلاتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح اور ان کی ماں کے چال چلن پر بہت نکتہ چینی کی ہے اور اگر معصوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص اپنے منہ سے یہ کہے کہ میں نیک ہوں تو آؤ ہم انجیل سے آپ لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے اقرار کیا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں پس جبکہ خود مسیح ابن مریم کی عصمت کسی طور سے ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ انجیلوں سے بعض حرکات اسکی عصمت کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ شراب پینا انجیل کے ابدی احکام صریحاً و خفیہاً وغیرہ کا توڑنا ناحق دوسرے کے مال کو نقصان پہنچانا۔

ہتھیہوں فریسیوں کو گالیاں دینا بدرکار عورتوں کو جسم چھونے کا موقع دینا حرام کا تیل سر پہلوانا۔

شاگردوں کو غیر لوگوں کے کعبیوں سے خوشے توڑنے سے منع نہ کرنا اب بتاؤ کہ یہ تمام امور گناہ ہیں یا

نہیں اگر شراب پینا اچھا کام تھا تو یوحنا نے شراب پینے سے کیوں نفرت کی دانیال نے کبکد شراب
 پینے والوں پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ خنہ جواہری حکم تھا۔ اس سے کیوں وکدیا حالاً
 آجکل کی تحقیقات کے رو سے بھی وہ بہت سے امراض کو مفید ہے ایسا ہی سورہ ہیشہ کے لئے حرام
 تھا اسکو دکھانے کیوں فتوے دیا اور خود کہا کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی۔ اور پھر آپ ہی اُسے منسوخ
 کیا اور یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح ابن مریم کی عصمت انجیل کے رو سے ثابت کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ
 اس مسئلہ کی صحت ثابت کرنا جس کا مرض بول اور دستوں کی حالت تک پہنچ چکا ہے کیا ضروری نہ تھا
 کہ پہلے حضرت مسیح کی عصمت ثابت کر لیتے پھر دوسروں پر نکتہ چینی کرتے قرآن میں استغفار کا لفظ
 دیکھ کر بے الغورہ دعویٰ کر دینا کہ اس سے گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور انجیل کے اس لفظ کو
 ہضم کرجانا کہ میں نیک نہیں کیا یہ ایمان داری ہے پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہیں
 کہ آخرت کا شفیع ثابت ہو سکتا ہے جسے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو سو اس
 معیار کو اگے رکھ کر جب ہم مجھے پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہ اُس نے
 اترتا ہوا عذاب عا سے ٹال دیا اُسکی توریت گواہ ہے اسید طرح جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اچھے بد بھیات معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپکی شفاعت کا
 ہی اثر تھا کہ آپ نے غریب صحابہ کو سخت پر بٹھا دیا اور آپکی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس
 کہ رب پرستی اور شرک میں نشوونما پایا تھا ایسے موجد ہو گئے جنکی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور پھر
 آپکی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپکی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں خدا اُن سے
 ہم کلام ہوتا ہے مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکہ اور کہاں سے مل سکتے ہیں ہمارے سعید
 مولے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے بڑھکر اور زبردست شہاد
 کیا ہوگی کہ ہم اُس جناب کی واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں ہماری دشمنی نہ نہیں پاسکتے اگر ہمارے
 مخالف اس امتحان کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہو سکتا ہے مگر وہ فیصلہ کے خواہاں نہیں
 ہیں وہ اسی خدا کو ماننے کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں جو نہ بول سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ پیش
 ازوت کچھ بتا سکتا ہے مگر ہمارا خدا اُن سب باتوں پر قادر ہے۔ تبارک وہ جو ایسے کا طالب ہو
 (باقی آئندہ)

آؤ گو کہ ہیں نوحؑ را پوئے گئے لوہیں طور سلی کا بتایا ہم نے

ریو لو آف ریلجنز

یعنی
دنیکے اندازہ پر

جوز سن ۱۹۰۲ء

نمبر (۶)

جلد اول

مضامین فہرست

دافع البلاء ومعيار اهل الاصطفاء

۲۲۶

۲۲۸

"

"

"

"

متب
طاعون

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

ایضاً

۲۲۳

۲۲۹

۲۳۳

اسلام

اخلاقی حالتیں

ہستی باری تعالیٰ

صفات باری تعالیٰ

روحانی حالتیں

دافع البلاء

انجمن اشاعت الاسلام قادیان

۲۰

انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں چھپا کر

۳۔ اگست ۱۹۰۲ء کو شائع کیا

چند سالانہ نمونہ محصولات: معمولی کاغذ پر (پہلے) دلائی کاغذ پر (لکھنے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام

اخلاقی حالتیں
ہستی باری تعالیٰ

(رسالہ نمبر ۴ سے آگے)

نبیلۃ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پٹری ہوئی ہیں ایک بزرگتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے ہونے لگتا ہے جب کہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف چھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اُس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے کیشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و پناہیں طور پر کھاتی چلی جاتی ہے پھر توبہ ہوتا ہے کہ بچہ اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنارے فطرت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور کر دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈبیر ڈال دیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کیشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوئی ہے وہ کیا چیز ہے؟

درحقیقت یہ وہی کشش ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلقی محبت پیدا کرنا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ خوشحالی ہے

اور حقیقت اسی نعمت کا وہ ایک عکس ہے گو یا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گم شدہ چیز کی تلاش کر رہا ہے جس کا
اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے نجات کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اسکی
روح کا کھینچے جانا اور حقیقت اسی گمشدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اس دقیق و دقیق ہستی کو جو ایک
کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سر پر پوشیدہ ہے اپنی جہانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناقص عقل سے
اس کو پاسکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور سہو کاریوں سے
اُس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے کہ دنیا ایک ایسے شیش محل
کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا ہے اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا
ہے جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔ اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو
بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہئے حالانکہ حقیقت
شیشے میں گڑھا صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب وغیرہ یہ وہی صاف
شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور ان کے نیچے ایک اعلیٰ طاقت کا مرکز بھی ہے جو ان شیشوں کے پردہ
میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف
کام کو منسوب کر رہے ہیں جو ان کے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس آیت کریمہ کی ہے لا تَنْتَهِ
صَرَاحٌ مِّنْ رَّدِّ عَنَّا رَدِّكَ رَغُوصٌ چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات باوجود نہایت روشن ہونے کے پھر بھی نہایت
مخفی ہوتی ہے اس لئے اس کی شناخت کے لئے صرف یہ نظام جماعتی جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کافی نہ تھا
اور یہی وجہ ہے کہ ایسے نظام پر مدار رکھنے والے باوجود دیکھ اس ترتیب و مبلغ اور حکم کو جو صد مبالغہات پر مشتمل ہے
نہایت غور کی نظر سے دیکھتے رہے بلکہ ہشت اور طبعی اور فلسفہ میں وہ ہمارے سیدائیں کہ گویا آسمان و زمین
کے اندر دھس گئے مگر پھر بھی شکوک اور شبہات کی تاریکی سے نجات نہ پاسکے اور اکثر ان کے طرح طرح کی خطاؤں
میں مبتلا ہو گئے۔ اور یہ جو وہ لوگ ہیں پڑ کر کہیں کے کہیں چلے گئے اور اگر ان کو اس صانع کے وجود کی طرف
کچھ خیال بھی آتا تو بس اسی قدر کہ اس اعلیٰ اور عمدہ نظام کو دیکھ کر یہ ان کے دل میں پڑا کہ اس عظیم الشان سلسلہ کا
جو جو حکمت نظام اپنے ساتھ رکھتا ہے کوئی پیدا کرنے والا ضرور چاہئے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ خیال ناقص اور یہ معرفت
ناقص ہے کیونکہ یہ کہنا کہ اس سلسلہ کے لئے ایک خدا کی ضرورت ہے اس دوسرے کلام سے ہرگز مساوی نہیں
کہ وہ خدا و حقیقت ہے یہی غرض یہ ان کی صرف قیاسی معرفت تھی جو دل کو لہلہا نا اور کیفیت نہیں بخشتی

اور نہ شک کو بجلی دل پر سے اٹھا سکتی ہے اور نہ یہ ایسا پیالہ ہے جس سے وہ پیاس معرفت تاسہ کی کچھ نہ جھونکا
کی فطرت کو لگائی گئی ہے بلکہ ایسی معرفت ناقصہ نہایت پر خطر موتی ہے کیونکہ بہت شور ڈالنے کے بعد پھر
آخر بیچ اور نتیجہ نادر دہے۔ غرض جب تک خود خدا تعالیٰ اپنے موجود ہونے کو اپنے کلام سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ
اس نے اپنے کام سے ظاہر کیا تب تک صرف کام کا ملاحظہ قلبی کشش نہیں ہے مثلاً اگر ہم ایک ایسی کوٹھڑی کو دیکھیں
جس میں یہ بات عجیب ہو کہ اندر سے کنڈیاں لگائی گئی ہیں تو اس قفل ہم ضرور دل یہ خیال کرینگے کہ کوئی انسان
اندہ ہے جس نے اندر سے زنجیر کو لگایا ہے کیونکہ باہر سے اندر کی زنجیروں کو لگانا غیر ممکن ہے لیکن جب ایک مدت
تک ہلکے پھریوں تک باوجود بار بار آواز دینے کے اس انسان کی طرف سے کوئی آواز نہ آوے تو آخر یہ رائے جاری
کر کوئی اندہ ہے بدل جائے گی اور یہ خیال کرینگے کہ اندر کوئی نہیں بلکہ کسی حکمت علی سے اندر کی کنڈیاں لگائی گئی
ہیں یہی حال ان فلاسفوں کا ہے جنہوں نے صرف فعل کے مشاہدہ پر اپنی معرفت کو ختم کر دیا ہے یہ بڑی غلطی
ہے جو خدا کو ایک مردہ کی طرح سمجھا جائے جس کو قبر سے نکالنا صرف انسان کا کام ہے۔ اگر خدا ایسا ہے جو صرف
انسانی کوشش نے اس کا پتہ لگایا تو ایسے خدا کی نسبت ہماری سب امیدیں عیث ہیں بلکہ خدا تو وہی ہے جو
ہمیشہ سے اور قدیم سے آپ انا الموجد و کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے یہ بڑی گستاخی ہوگی کہ ہم ایسا
خیال کریں کہ اس کی معرفت میں انسان کا احسان اس پر ہے اور اگر فلاسفہ ہوتے تو گویا وہ گم گم ہی رہتا
اور یہ کہ خدا کو نہ کر بول سکتا ہے کیا اس کی زبان ہے یہ بھی ایک بڑی میسائی ہے کیا اس نے جسمانی باتوں
کے بغیر تمام آسانی اجرام اور زمین کو نہیں بنایا۔ کیا وہ جسمانی آنکھوں کے بغیر تمام دنیا کو نہیں دیکھتا۔ کیا وہ جانی
کالوں کے بغیر ہماری آوازیں نہیں سنتا۔ پس کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اسی طرح وہ کلام بھی کرے یہ بات بھی ہرگز
صحیح نہیں ہے کہ خدا کا کلام کرنا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ ہم اس کے کلام اور مخاطبات پر کسی زمانہ تک
مہر نہیں لگاتے بیشک وہ اب بھی ڈھونڈنے والوں کو الہامی چشمہ سے مالا مال کرنے کو تیار رہے جیسا کہ پہلے
تھا اور اب بھی اس کے فیضان کے ایسے دروازے کھلے ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ ہاں ضرورتوں کے ختم ہونے پر
شرعیات اور حدود ختم ہو گئیں اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولے
صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تھا کمال کو پہنچ گئیں۔ اس آخری نور کا عرب کے ظاہر و باطن بھی خالی حکمت سے نہ تھا
عرب وہ بنی اسماعیل کی قوم تھی جو اسرائیل سے منقطع ہو کر حکمت الہی سے ہوا بان قارام میں ڈال دی گئی
تھی اور قارام کے معنی ہیں دو فرار کرنے والے یعنی بھاگنے والے۔ پس جن کو حضرت ابراہیمؑ نے بنی اسرائیل سے

علیحدہ کر دیا تھا ان کا توریث کی شریعت میں کچھ حصہ نہیں رہا تھا جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ اسحاق کے ساتھ حصہ نہیں پائیں گے۔ پس تعلق والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور کسی دوسرے سے ان کا تعلق اور رشتہ نہ تھا۔ دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کی باقی جاتی تھیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ کسی وقت ان کو نبیوں کی تعلیم پہنچی تھی مگر صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا جو ان تعلیموں سے محض بناؤ وقف تھا اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا اس لئے آخر میں اس کی نوبت آئی اور اس کی نبوت عام ٹھہری تمام ملکوں کو دوبارہ برکات کا حصہ دیوے اور جو غلطی پڑ گئی تھی اس کو نکال دے۔ پس ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جس نے سارا کام انسانی اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں رکھا بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے و جشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے پھر انسانی صورت بنانے کے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا۔ یہ قرآن نے ہی دنیا پر احسان کیا کہ طبعی حالتوں اور اخلاق فاضلہ میں فرق کر کے دکھلایا اور جب طبعی حالتوں سے نکال کر اخلاق فاضلہ کے محل عالی تک پہنچایا تو نقطہ اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اور مرحلہ جو باقی تھا لینے روحانی حالتوں کا مقام اس تک پہنچنے کے لئے پاک معرفت کے دروازے کھول دیئے اور نہ صرف کھول دیئے بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس تک پہنچا بھی دیا۔ اور اس طرح پرتینوں قسم کی تعلیم جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کمال خوبی سے بیان فرمائی۔ پس چونکہ وہ عام تعلیموں کا جن پر دینی تربیت کی ضرورتوں کا مدار ہے کامل طور پر جامع ہے اس لئے یہ دعویٰ اس نے کیا کہ میں نے دائرہ دینی تعلیم کو کمال تک پہنچا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا یعنی آج میں نے دین تمہارا کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارا دین اسلام ٹھہرا کر خوش ہوا یعنی دین کا انتہائی مرتبہ وہ امر ہے جو اسلام کے مفہوم میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ شخص خدا کے لئے ہو جائے اور اپنی نجات اپنے وجود کی قربانی سے چاہنا نہ اور طریق سے اور اس نیت اور اس ارادہ کو عملی طور پر دکھلا دینا یہ وہ نقطہ ہے جس پر تمام کمالات ختم ہوتے ہیں پس جس خدا کو حکیموں نے شناخت نہ کیا قرآن نے اس سچے خدا کا پتہ بتایا قرآن نے خدا کی معرفت عطا کرنے کے لئے دو طریق رکھے ہیں۔

اَوَّلُ دُو طَرِيقَیْنِ جِسْ كِه رُوسِی انسانی عقل عقلی دلائل پیدا کرنے میں بہت قوی اور روشن ہو جاتی ہے اور انسان غلطی کرنے سے بچ جاتا ہے۔ دوسرا روحانی طریق جس کو ہم تیسرے سوال کے جواب میں عنقریب

انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے۔ اب دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن شریف نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل تاویل دیتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقًا ثُمَّ هَدَىٰ خَلْقًا یعنی خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی پھر اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کی لئے راہ دکھلا دی اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھ کر انسان سے لیکر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال معلوم ہوتی ہے پھر ہٹھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہے +

دوسری دلیل خدا تعالیٰ کی ہستی پر قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کا علمت العلل ہونا فراموش نہیں کیا جیسا کہ فرماتا ہے وَ اَنْ اِلٰهَ الْاَلَمِیْنِ یعنی تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعیش سے معلوم ہوگا کہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ سے مربوط ہے اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں بعض بعض کے لئے بطور اصول اور بعض بطور فروغ کے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہوگی یا اس کا وجود کسی دوسری علت کے وجود پر منحصر ہوگا اور پھر یہ دوسری علت کسی علت پر وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ تو جائز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے پس جس پر اس تمام سلسلہ کی انتہا ہے وہی خدا ہے اچھے کھوکھو دیکھو کہ آیت وَ اَنْ اِلٰهَ الْاَلَمِیْنِ اپنے مختصر لفظوں میں کس طرح اس دلیل مذکور بالا کی بیان فرما رہی ہے جس کے بیٹھے ہیں کہ انتہا تمام سلسلہ کی تیرے رب تک ہے +

پھر ایک اور دلیل نبی ہستی پر یہی دلیل کہ فرماتا ہے اَللّٰهُمَّ یَذِیْرِ لَکَ اَنْ تَذَرِکَ الْقَمَرَ وَ اَلْاَیْلَ سَابِقَ الْاَنْهَارِ وَ کُلَّ فَلَکٍ یَّسْجُوْنَ یعنی آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات مجھڑ ماہتاب ہے دن پر مجھڑ آفتاب ہے کچھ تسلط کر سکتی ہے لیٹھے کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا اگر ان کا درپردہ کوئی تدبیر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے یہ دلیل مثبت پر غور کرنے والوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور شہا مارگوئے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے یہ یکسوی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں اور نہ بال بھر رفتار دہلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دیتے ہے کچھ گھٹے اور نہ ان کی گلوں پرندوں میں کچھ فرق آیا اگر سرحد کوئی محافظ نہیں تو

کیونکہ آسمان پر اللہ کا بیشمار برسرِ سوسے خود بخود جبل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے خدا تعالیٰ دوسرے مقام میں فرمایا ہے اِنِّی الْاَلُوْهُ شَرِّکًا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی کیا خدا کے جہود میں شک ہو سکتا ہے جس نے آسمان اور اسی زمین بنائی ۔

پھر ایک لطیف دلیل نبی ہستی پر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ **مَنْ عَلِمَ بِهَا فَإِنَّ وَبِقِي وَجْهَ رَبِّهَا**
دُونِ الْخَلَائِلِ و اگر کوئی کرام پئے ہر ایک چیز معرض حال میں ہے اور جو باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلالت
اور بزرگی والا ہے۔ اب یہ دیکھو کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ایسا ہو کہ زمین فہرہ وہاں ہے اور جرم فلکی بھی ٹکڑے ٹکڑے
ہو جائیں اسیان پر محدود کرنے والی ایک ایسی ہوا چلے جو تمام نشان ان چیزوں کے شادے گرے بھی عقل
اس بات کو مانتی اور قبول کرتی ہے بلکہ صحیح کائنات اس کو ضروری سمجھتا ہے کہ اس تمام نیستی کے بعد بھی ایک
چیز باقی رہ جائے جس پر فطرتی اصول اور تغیر کو قبول نہ کرے اور اپنی پہلی حالت پر باقی رہے پس قسمی
خدا ہے جو تمام فانی صدوں کو ظہور میں لایا اور خود فنا کی دستبرد سے محفوظ رہا +

پھر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر قرآن شریف میں پیش کرتا ہے اَلْكَسْبُ بِرَبِّكَمَ قَالُوا كَيْفَ يَكُونُ لَنَا رُوحٌ كَمَا كُنَّا كَمَا كُنَّا؟ میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ قصۃ کے رنگ میں رُوحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو ان کی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی رُوح فطرت کے رُوسے خدا تعالیٰ کا انکار نہیں کر سکتی صرف منکروں کو اپنے خیال میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے مگر یا وجود اس انکار کے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر ایک حادث کے واسطے ضرور ایک محدث ہے دنیا میں ایسا کوئی نادان نہیں کہ اگر شکر ملائکہ میں کوئی بیماری ظاہر ہو تو وہ اس بات پر اصرار کرے کہ وہ پرہیزگار بیماری کے ظہور کی کوئی علت نہیں اگر یہ سلسلہ نہ کیا کا علل اور معلول سے مربوط نہ ہوتا تو قبل از وقت یہ بتا دینا کہ فلان تاریخ طوفان آجیگا یا آندھی ہشیگی یا خوف ہوگا یا کسوف ہوگا یا فلاحان وقت بیمار یا یک بیماری کے ساتھ فلاحان بیماری لاحق ہو جائیگی یہ تمام باتیں غیر ممکن ہو جائیں پس ایسا محقق اگرچہ خدا کے وجود کو اقرار نہیں کرتا مگر ایک طور سے تو اس نے اقرار کر ہی دیا کہ وہ بھی ہماری طرح معلولات کے لئے علل کی تلاش میں ہے یہ بھی ایک قسم کا اقرار ہے اگرچہ کمال اقرار نہیں ماسوائے اس کے اگر کسی نے کہے کہ ایک منکر و جہ و باری کو ایسے طور سے ہیہوش کیا جائے کہ وہ اس سفلی زندگی کے خیالات سے بالکل الگ ہو کر ازل و تمام اراہوں سے محفل رہ کر اعلیٰ ہستی کے قبضہ میں ہو جائے تو وہ اس بصورت میں خدا کے وجود کا اقرار کرے گا۔

انکار نہیں کریں گے جیسا کہ اس پر پڑے بڑے مجربین کا تجربہ شاہد ہے سو ایسی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور مطلب آیت یہ ہے کہ انکار و جوہاری صرف سفلی زندگی تک ہے و ذیل فطرت میں اقرار جبر و اجواء ہے +

صفات باری تعالیٰ

یہ دلائل وجود باری پر ہیں جو ہم نے بطور نمونہ کے لکھ دیئے بعد اس کے یہ بھی جانا چاہئے کہ جس خدا کی طرف

ہیں قرآن شریف نے بلایا ہے اس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں +

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ظَلَمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلُوكَ سَرَسًا لِّمُؤْمِنِينَ الْمُؤْمِنِينَ الْغَزِيرُ الْمُتَجَاوِزُ الْمُتَكَبِّرُ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبُّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ أُجْنِبْ دَعْوَةَ الْدَّاحِ الْأَخْيَ الْيَقِينُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

یعنی وہ خدا جو واحد لا شریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں یہ اس نے فرمایا کہ اگر وہ لا شریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے

اس صورت میں خدائی معرض خطرہ میں رہے گی اور یہ جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اس

یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات

میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدائی صفات

فرض کریں تو سب اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا وہی خدا ہے جس کی پرستش میں اونے کو بخریک

کو ناظم ہے پھر فرمایا کہ عالم الغیب یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا

ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں پھر فرمایا کہ وہ

عالم الشہادہ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کا کچھ علم اشیاء سے

غافل ہو وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب لیس

نظام کو توڑ دینا اور قیامت برپا کر دے گا اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا سو وہی خدا ہے

جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے پھر فرمایا کہ هُوَ الرَّحْمَنُ یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے

محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی کے عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامانِ راحت میسر کرتا ہے جیسا کہ آقا اب اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنایا۔ اس حلیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمن کہلاتا ہے پھر فرمایا کہ الرحیم یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہ صفت رحیم کے نام سے موسوم ہے اور پھر فرمایا **إِنَّ يَوْمَ الَّذِي يَنْفَعُ** یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا کوئی ایسا کار پرواز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہم بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو وہی کار پرواز سب کچھ جزا ساز دیتا ہو یا آئینہ دینے والا ہو اور پھر فرمایا **إِنَّ يَوْمَ الَّذِي يَنْفَعُ** یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں اگر مثلاً تمام رعیت جلا وطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کریں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کرے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر کچھ ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی کہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ عافی اور نجات دیکر پھر دوسری دنیا کہاں سے لانا کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی صحافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آنا اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح و اغدار بادشاہ ہونا جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں بات بات میں بگڑتے ہیں اور اپنی خود غرضی کے دقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو تو یہ اضطراب پیش نہیں آتا چاہئے پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو یا تو وہ مکرور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عاقل بن کر خدا ہی کو الوداع کہتا بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔ پھر فرمایا **إِنَّ يَوْمَ الَّذِي يَنْفَعُ** یعنی وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے اس کے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ وہ آپہی مصیبتوں میں پڑا لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا ہے پھر اس شو کو دیکھ کر

ہر ایک پکارے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنی دعائوں کا قبول کرنے والا اور پھر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
یعنی ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا یہ اس لئے کہا کہ وہ انہی ابدی نہ ہونے والی اس کی
ترنگی کے بارہ میں بھی دھڑکا رہے گا شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ
کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس *۔

اودیا رہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت یا کمی نہ کرنا یہ وہ عدل ہے جو انسان
اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجا لاتا ہے یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے جو قرآن شریف کی تعلیم میں سے وچ ہوتا
اس میں اصول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا ہے اور ہر ایک خلق کو اس حالت
میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اپنی واقعی اور واجب حد سے کم پیش نہ ہو تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی ہی
چیز ہے جو وجودوں کے وسط میں ہوتی ہے یعنی زیلوتی اور کمی یا افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے ہر ایک
عادت جو وسط کی طرف گھٹے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے محل اور موقعہ کا بچپنا
ایک وسط ہے مثلاً اگر زمیندار اپنا تمام وقت سے پہلے بروسے یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا
ہے نیکی اور حق اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقعہ یعنی میں یا یوں سمجھ لو کہ حق جو چیز ہے کہ ہمیشہ متقابل
باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقعہ کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا
ہے اور خدا شناسی کے بارہ میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کے
پہلو کی طرف جھک جائے اور نہ خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ قرار دے یہی طریق قرآن شریف نے صفات باری تعالیٰ
میں اختیار کیا ہے چنانچہ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ خدا سنا جانتا بولنا کلام کرتا ہے۔ اور پھر مخلوق کی مشابہت سے
بچانے کے لئے یہ بھی فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ذَٰلَکَ لَیْضُرُّ بِہٖ اَللّٰہُ اَلَمْ یَخْلُقْ ذَٰلَکَ یَعْنِیْ خدائی ذات اور صفات
میں کوئی اس کا شریک نہیں اس کے لئے مخلوق سے مثالیں مت دوں خدا کی ذات کو تشبیہ اور تزیینہ کے
بین میں رکھنا یہی وسط ہے غرض اسلام کی تعلیم میانہ روی کی تعلیم ہے سورہ فاتحہ بھی میانہ روی کی بدلت
فرماتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ اَلْفَضْلِ عَلَیْہِمْ یہ مغضوب علیہم سے وہ لوگ
مرا ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقابل پر قدرت غصبی کو استعمال کر کے قوی سبجیسم کی پیروی کرتے ہیں اور ضالین سے
وہ مرا ہیں جو قوی بیہیمہ کی پیروی کرتے ہیں اور میانہ طریق وہ ہے جس کو فَطَرَ اَلْعَالَمِیْنَ عَلَیْہِمْ یَا د
فرمایا ہے غرض اس مبارک است کے لئے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے تو ریت میں خدا تعالیٰ نے

استقامتی امور پر زور دیا تھا اور انجیل میں عفو اور گذر پر زور دیا تھا اور اس امت کو متعدد شہاسی اور وسط کی تعلیم ملی
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہوئے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّنَبْلُوكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ اور وسط
کی تعلیم تمہیں دینی سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا۔

روحانی حالتیں

تیسرا حصہ یعنی یہ کہ روحانی حالتیں کیا ہیں۔ واضح رہے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ
بوجہ ہدایت قرآن شریف کے روحانی حالتوں کا منبع اور چشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو باخلاق ہونے کے متر
سے باخدا ہونے کے مترتے تک پہنچاتا ہے جیسا کہ اس جیل شانہ فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي
إِلٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضُومَةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِيْ وَادْخُلِي الْجَنَّةَ۔ یعنی اے نفس خدا کے ساتھ آرام
یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آؤ تجھ سے راضی اور نواس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور
میرے بہشت کے اندر۔ اس جگہ ہرگز کہ ہم روحانی حالتوں کے بیان کرنے کے لئے اس آیت کریمہ کی تفسیر
کسی قدر توضیح سے بیان کریں پس یاد رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں
یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کی خدا میں ہی ہو جائے یہی
وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے اس حالت میں انسان اپنے کامل صديق
اور صفا اور وفا کے بدل میں ایک نقد بہشت پالیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی بہشت موجود پر نظر ہوتی ہے اور
یہ بہشت موجود میں داخل ہوتا ہے اسی وجہ پر پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جس کا بوجھ اس کے سر پر
ڈالا گیا ہے وہ حقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اس کی روح نشو و نما پاتی ہے اور جس پر اس کی روحانی زندگی
کا بڑا بھاری مدد ہے اور اس کے نتیجہ کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے اس مقام پر یہ بات
حاصل ہوتی ہے کہ وہ ساری ملائیں جو نفس کو آمہ انسان کا اس کی ناپاک زندگی پر کر تاہے اور جو بھی بیخود ہوں
کو اچھی طرح ابھار نہیں سکتا اور یہی خواہشوں کے حقیقی اُفت زیندہ نہیں سکتا اور یہی کی پوری توجہ بخش سکتا ہے پس پاک
ترکیب سے بدلتا ہے جس میں جو نفس مطمئنہ کے نشو و نما کا آغاز ہوتی ہے اور اس پر ہر چکر وقت آجاتا ہے کہ انسان پوری افلاح حاصل کرے
اور تعلیم انسانی جنابت خود بخود افسردہ ہو گئے ہیں درجہ پر ایک ایسی طاقت افزا ہو جاتی ہے جس انسان پہلے کی زندگی
کی نظریہ دیکھتا ہے اس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے اور عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا

ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور چلا کر آگیا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خدا کی عبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے ماہر پھینک دیتا ہے سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے اور فطرت کے تمام رجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ آیات فیہ میں انہیں سورہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ **وَأُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَ لَهُم مِّن رُّوحٍ مُّنِيرَةٍ وَرَآهُمْ يَسْرِعُونَ** **وَلَا يَكْفُرُوا الْفُسُوقَ وَالْأَعْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ أَشَدُّ وَفَاءً لِّمَنَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ حَتَّىٰ مَآءُ الْخَيْ وَرَحَىٰ النَّبَاطِطِ إِنَّ النَّبَاطِطَ كَانَ رُفُوفًا** یعنی خدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیا ہے۔ اور روح القدس کے ساتھ ان کی مدد کی ہے اسے مومنوں ایمان کو تھما را محبوب بنا دیا اور اس کا حسن و جمال تمہارے دل میں بٹھا دیا اور کفر اور بدکاری اور حسد سے تمہارے دل کو نفرت دیدی اور بری راہوں کا کمرہ ہونا تمہارے دل میں جمادیا یہ سب کچھ خدا کے فضل اور رحمت سے ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کب حق کے مقابل ٹھہر سکتا تھا غرض کہ تمام اشارات اس روحانی حالت کی طرف ہیں جو تیسرے درجہ پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اور سچی بینائی انسان کو کبھی نہیں مل سکتی جب تک یہ حالت اس کو حاصل نہ ہو اور یہ جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایمان ان کے دل میں اپنے ہاتھ سے لکھا اور روح القدس سے ان کی مدد کی ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آسمانی مدد اس کے شامل حال نہ ہو نفس کو امر کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہونا ہے کہ بار بار توبہ کرتا اور بار بار گرتا ہے بلکہ بیاوقات اپنی صلاحیت سے کام لے رہا ہے اور اپنی مرض کو ناقابلِ علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مقدر پورا ہوتا ہے تو ملامت یادوں کو ایک دفعہ ایک دریا سپر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں الہی قوت ہوتی ہے اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آ جاتا ہے اس وقت انسان کو توبہ لگتا ہے کہ خدا ہے اور نگہوں میں وہ نور آ جاتا ہے جو پہلے نہیں تھا لیکن اس راہ کو کیونکر حاصل کریں اور اس روشنی کو کیونکر پاویں۔ سو جانتا چلتا ہے کہ اس دنیا میں جو دارالاسباب ہے ہر ایک حلول کے لئے ایک علت ہے اور ہر ایک حرکت کے لئے

ایک محرک ہے اور ہر ایک علم حاصل کر نیکی کے لئے ایک راہ ہے جس کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو بغیر باندی ان قواعد کے مل سکے جو قدرت نے ابتداء سے اس کے لئے مقرر کر رکھے ہیں قانونِ قدرت بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک صراطِ مستقیم ہے اور اس کا حصول اسی پر قدرتا موقوف ہے مثلاً اگر ہم ایک اندھیری کوٹھری میں بیٹھے ہوں اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہو تو ہمارے لئے یہ صراطِ مستقیم ہے کہ ہم اس کوٹھری کو کھول دیں جو آفتاب کی طرف ہے تب مکلفہ آفتاب کی روشنی اندر آکر ہمیں منور کر دے گی سو فیصد ہر ہے کہ اسی طرح خدا کے سپے اور واقعی فیوض کے پلے کے لئے بھی کوئی کوٹھری اور پاک روحانیت کے حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص طریق ہوگا اور وہ یہ ہے کہ روحانی امور کے لئے صراطِ مستقیم کی تلاش کریں جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنی کامیابیوں کے لئے صراطِ مستقیم کی تلاش کرتے رہتے ہیں مگر کیا وہ یہ طریق ہے کہ ہم صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اور اپنی ہی خود تراشیدہ بالوں سے خدا کے وصال کو ٹھیک کر لیا محض ہماری ہی اپنی منطق اور فلسفہ سے اس کے وہ دروازے ہم پر کھلتے ہیں جن کا کھلنا اس کے قوی ہاتھ پر موقوف ہے یقیناً سمجھو کہ یہ بالکل صحیح نہیں ہے ہم اس سچی و قیو قوم کو محض اپنی ہی تہمیدوں سے ہرگز نہیں پاسکتے بلکہ اس راہ میں صراطِ مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی مع اپنی تمام باتوں کے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے پھر خدا کے وصال کے لئے دعائیں لگے رہیں تاخیر کو خدا ہی کے ذریعہ سے پاویں اور سب سے زیادہ بیماری اور جو عینِ محل اور موقع سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور نظرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ دعا ہے جو خدا نے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں سورہ فاتحہ میں ہمیں سکھائی ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وہ تمام پاک تعریفیں جو ہو سکتی ہیں اُس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جانوں کا پیداکرنے والا اور قائم رکھنے والا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وہی خدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لئے رحمت کا سامان میسر کرنے والا ہے اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت کے ساتھ جزا دینے والا ہے هَلْ يَكْفِيكَ يَوْمَ الدِّیْنِ وہ خدا جو جزا کے دن کا وہی ایک مالک ہے کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِیْزُ اے وہ جو ان تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجھ ہی سے چاہتے ہیں اُس جگہ ہم کے لفظ سے پرستش کا اقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قوسے تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے آستان پر جھکے ہوئے ہیں کیونکہ انسان باعتبار اپنی اندرونی قوس کے ایک جماعت اور ایک امت ہے اور اس طرح

تمام قوس کا خدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں اُھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْ
 اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھا اور اسپر ثابت قدم کر کے ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تیرا احرام
 واکرام ہے اور تیرے مورد فضل و کرم ہو گئے ہیں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ اور ہمیں ان لوگوں
 کی راہوں سے بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو کچھ تک نہیں پہنچ سکے اور راہ کو بھول گئے اھْدِنَا سَبِیْلَیْہِی کر
 یہ آیات سمجھا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کمال ہیں انہیں پرنازل ہونے
 ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دیکر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کر کے اور اس کی رضا میں
 محو ہو کر پھر اس وجہ سے وہ عابین گئے رہتے ہیں کہ تلخ کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور
 اس کے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے اور اس دعا کے ساتھ اپنے تمام قوس سے
 عبادت بجالاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور اس شانہ الہی پر بڑے رہتے ہیں اور جو ہائیک ان کے لئے ممکن ہے
 اپنے نہیں ہری سے پہنچاتے ہیں اور غضب الہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں سوچو نگہ وہ ایک اعلیٰ ہمت اور
 صدق کیساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اس لئے اس کو پا لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے
 سیراب کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچا اوکل
 فیض جو روحانی عالم تک پہنچنا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالت
 صدق و وفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے
 اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے غریبوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ پیاروں کی جدائی
 اس میں خلل انداز نہ ہو سکے بے اہمرونی کا خوف کچھ عیب نہ ڈال سکے ہولناک دکھوں سے مارا جانا یا یک ذرہ دل کو
 نہ ڈرا سکے سو یہ وردانہ بہت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گزار ہے کس قدر مشکل ہے اُھْدِنَا سَبِیْلَیْہِی اسی کی
 طرف اللہ جل شانہ ان آیات میں اشارہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَخَوَاؤُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
 وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَصْوَالُكُمْ اَتَقْرَبُوْهُنَّ وَیَجَارُوْكُمْ فَتَخْشَوْنَ كَسَادَهُنَّ وَهُمْ لَا یُزَادُوْنَ فَاَحْبَبَ
 اِلَیْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِہِ فَاَنْتُمْ تَصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَ اللّٰہُ لَا
 یُفْیِضُ اِلَی الْفَقُوْمِ الْفَاسِقِیْنَ ہ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے
 بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری بیزاروری اور تمہارے وہ مال جو تمہارے محنت سے کمائے ہیں
 اور تمہاری سوداگری جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری جو ملیاں جو تمہارے دل پسند ہیں

خدا سے اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑنے سے زیادہ پیار سے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر ہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ میں دیکھا گیا۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں کافر ہیں وہ ضرور ہلاک ہونگے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے پس سچ کو یہ ہے کہ جب تک ہم خود مریم زندہ خدا نظر نہیں آسکتا خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ماتھے میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اسکے محاذات میں پڑیگا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے حاصل ہوگی اس سے پہلے نہیں اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا وہ فرماتا ہے کہ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهًا لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ يَعْنِي بَدَلَ قُرْبَانِي کی طرح میرے آگے گردن رکھ دو ایسا ہی ہم اس وقت درجہ استقامت حاصل کریں گے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پُڑے اور ہمارے نفس کی تمام تہیں اسی کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قُلْ إِن صَمَكُوا فِي دُخَانِي وَسُخْيَايَ وَهَيَايَ وَمَمَارِي لِلدُّرِّ أَلْعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ یعنی کہ میری ناک اور قمرانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے اور جب انسان کی محبت خدا کے ساتھ اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کا مرنا اور جینا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا ہی کے لئے ہو جائے تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو سپر راز کرتا ہے اور اندونوں محبتوں کے لئے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے جس کو دنیا میں پہچانی اور نہ سمجھ سکتی ہے اور ہزاروں صدیقیوں اور مگرگیدوں کا اسی لئے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچان سکتا یہی لئے مکار اور خود غرض کہلائے کہ دنیا کے نورانی چہرہ کو دیکھنے سے کسی جیسا کہ فرماتا ہے يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُفْهِمُونَ یعنی وہ جو سن کر تیری طرف دیکھتے تو نہیں مگر تو انہیں نظر نہیں آتا غرض جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی پیدائش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہو جاتا ہے وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اس کے اندر بولتا ہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھاتا ہے اور اس کے دل کو کہ چپا کہ محبت سے بھرا ہوا ہے اپنا تخت گاہ بنتا ہے اور جب یہی سے کہ یہ شخص ایک نورانی تبدیلی پا کر ایک نیا آدمی ہو جاتا ہے وہ اس کے لئے ایک نیا

خدا ہوتا ہے اور نئی عادتیں اور نئی سلتیں ظہور میں لاتا ہے یہ نہیں کہ وہ نیا خدا ہے یا عادتیں نئی ہیں مگر خدا کی عام عادتوں سے وہ الگ عادتیں ہوتی ہیں جو دنیا کا فلسفہ ان سے آشنا نہیں اور شخص جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے وَمَنْ الْتَأَسَّ مِنْ يَشْرِكْ نَفْسُهُ يُخَالِفْ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَؤُفٌ رَحِيمٌ (یعنی انسان کو میں وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھٹے جاتے ہیں وہ اپنی جان بچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو عمل لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے ایسا ہی وہ شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس رحمت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بچھڑتا ہے اور جان بخشی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعت خالق اور خدمت مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے اور میری حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں ایسے شوق و ذوق و حضور دل سے بجا لاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہر گز ہوا جاتا ہے اور تمام لذت اس کی فرمانبرداری میں کھجور جاتی ہے اور تمام افعال صالحہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتفاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں وہ تقدیرِ مشیت ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آئینہ ملے گا وہ حقیقت اسی کی ظلال دہتا ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرت خداوندی حیوانی طور پر تشل کر کے دکھلائے گی اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَمَنْ حَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ - وَسَتَأْمُرُهُمْ رَبُّهُم بِأَنْ يَأْمُرُوا - إِنَّ الْآيَاتِ لَا يُشْرِكُونَ مِنْ كَاسٍ كَانَتْ مِنْ أَجْهَلٍ كَانُوا عَيْنًا يُشْرِكُ بِهَا عِبَادَ اللَّهِ يُفْعَلُونَ وَلَهُ الْفَيْزُ هَ يُسْتَقُونَ فِيهَا كَاسٌ كَانَتْ مِنْ أَجْهَلٍ نَجْدٍ عَيْنًا فِيهَا تَسْبِيحٌ سَلْسِلًا إِنَّا أَخَذْنَا بِالْكُفْرِينَ ه سَلْسِلًا وَأَعْلَاقًا وَسَعِيدًا - وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ نَعْمَىٰ ذُوقُوا الْأَخْرَىٰ أَهْلِي وَأَصْلَابَ بَنِي إِسْرَافَ

یعنی جو شخص خدا تعالیٰ سے خائف ہے اور اس کی عظمت و جلال کے مرتبہ سے ہر اسان ہے اس کے لئے وہ بہشت میں ایک ایسی دنیا اور دوسری آخرت اور ایسے لوگ جو خدا میں محو ہیں خدا نے ان کو وہ شہرت پہلا ہے جس ان کے دل اذھیالات اور امادات کو پاک کر دیا نیک بندے وہ شہرت پی رہے ہیں جس کی ملوثی کا فائدہ ہے وہ اس چشمہ سے پیتے ہیں جس کو وہ آپ ہی چیرتے ہیں اور میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ کافور کا لفظ اسو سے اس آیت میں اختیار فرمایا گیا ہے کہ لغت عرب میں کفر دہانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ایسے خلوص سے اقطار اور رجوع الی اللہ کیا کہ دنیا کی محبت

بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تمام جذبات دل کے خیال سمی پیدا ہوتے ہیں اور جب دل ان نالایق خیالات سے بہت ہی دور چلا جائے اور کچھ تعلقات ان سے باقی نہ رہیں تو وہ جذبات بھی آہستہ آہستہ کم ہوتے گئے ہیں یہاں تک کہ نابود ہو جاتے ہیں سو اس جگہ خدا تعالیٰ کی یہی غرض ہے اور وہ اس آیت میں بھی سمجھا رہا ہے کہ جو اس کی طرف کامل طور سے جھک گئے وہ نفسانی جذبات سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں اور ایسے خدا کی طرف جھکے کہ دنیا کی سرگرمیوں سے ان کے دل ٹھنڈے ہو گئے اور ان کے جذبات ایسے دگے جیسا کہ کافر زہریلے اودن کو دیا دیتا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کا فوری پیا لہ کے بعد وہ پیالے پیتے ہیں جن کی طوفانی زنجبیل ہے اب جاننا چاہئے کہ زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے یعنی زنادا و جبل سے اور زنادا لغت عرب میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو اس کے ترکیبی معنی یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ گیا اب جاننا چاہئے کہ انسان پر ہر ایک زہریلی بیماری کے فرد ہونے کے بعد اعلیٰ درجہ کی صحت تک وہ حالتیں آتی ہیں ایک وہ حالت جبکہ زہریلے مولو کا جوش بجلی جانا رہتا ہے اور خطرناک مادوں کا جوش رو باصلاح ہو جاتا ہے اور رسمی کیفیت کا حملہ بخیر و عافیت گذر جاتا ہے اور ایک ہلکا طوفان جو اٹھا تھا تھما نیچے دب جاتا ہے لیکن ہنوز اعضا میں کمزوری باقی ہوتی ہے کوئی طاقت کا کام نہیں ہو سکتا ابھی مردہ کی طرح انسان و خیر ان چلتا ہے اور دوسری وجہ ہے کہ جب اصلی صحت عود کرتی اور بدن میں طاقت پھر جاتی ہے اور قوت کے بحال ہونے سے یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا تکلف پہاڑ کے اوپر چڑھ جائے اور نشاط خاطر سے اپنی گھائیوں پر دوڑتا چلا جائے سو سلوک کے تیسرے مرتبہ میں یہ حالت میسر آتی ہے ایسی حالت کی نسبت اللہ تعالیٰ آیت موصو نہ میں اشارہ فرماتا ہے کہ انتہائی درجہ کے باخدا لوگ وہ پہلے پیتے ہیں جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے یعنی وہ روحانی حالت کی پوری قوت پا کر بڑی بڑی گھائیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور بڑے مشکل کام ان کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں حیرت ناک جانفشانیاں دکھلاتے ہیں +

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ علم طب کے رو سے زنجبیل وہ دوا ہے جس کو مندی میں سوٹھ کہتے ہیں وہ حرارت غریزی کو بہت قوت دیتی ہے اور دستوں کو بند کرتی ہے اور اس کا زنجبیل اسی واسطے نام لکھا گیا ہے کہ گویا وہ کمزور کو ایسا قوی کرتی ہے اور ایسی گرمی پہنچاتی ہے جس سے وہ پہاڑوں پر چڑھ سکے ان متقابل آشیوں کے پیش کرنے سے جن میں ایک جگہ کافور کا ذکر ہے اور ایک جگہ زنجبیل کا۔ خدا تعالیٰ کی یہی غرض ہے کہ اپنے بندوں کو سمجھائے کہ جب انسان جذبات نفسانی سے نیکی کی طرف حرکت کرتا ہے تو پہلے پہل حرکت

کے بعد یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ اس کے زہریلے مواد نیچے دبائے جاتے ہیں اور نفسانی ہند بات روک لی ہوتی لگتے ہیں جیسا کہ کافر زہریلے مواد کو دبا لیتا ہے اسی لئے وہ ہفتہ اور عترتوں میں مفید ہے اور پھر جب زہریلے مواد کا جوش بالکل جاتا رہے اور ایک کڑھوت جو ضعف کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے حاصل ہو جائے تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف بیمار و نحیل کے شہرت سے قوت پائے اور زنجبیل شہرت خدا تعالیٰ کے حسن و جمال کی تخلیق ہے جو روح کی غذا ہے جب اس تخلیق سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اونچی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسی چیز ناکھنتی کے کام دکھاتا ہے کہ جب تک یہ عاشقانہ گری کسی کے دل میں نہ ہو ہرگز ایسے کام دکھائے نہیں سکتا سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ ان دو حالتوں کے سمجھانے کے لئے عربی زبان کے دو لفظوں سے کام لیا ہے ایک کافر سے جو نیچے دبا ہوا ہے کو کہتے ہیں اور دوسرے زنجبیل سے جو اونچے چڑھنے والے کو کہتے ہیں اور اس راہ میں بھی دو حالتیں سالکوں کے لئے واقع ہیں باقی حصہ آیت کا یہ ہے۔ اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَاَعْلَٰهَکُمْ سَعِیْرًا یعنی ہم منکر دل کے لئے جو چاہتی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں تیار کر دی ہیں اور طوق گردن اور ایک اخر خستہ آگ کی سوزش۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ پیچے دل سے خدا تعالیٰ کو نہیں ڈھونڈتے ان پر خدا کی طرف سے رحمت پڑتی ہے وہ دنیا کی گرفتاریوں میں ایسے مبتلا رہتے ہیں کہ گویا پانچ زنجیریں اور زمین کی کاموں میں ایسے نگوں سار ہوتے ہیں کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانے دیتا اور ان کے دلوں میں حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ مال حاصل ہو جائے اور یہ جا بیل و مل چلے اور قتلان ملک ہمارے قبضہ میں آجائے اور قتلان دشمن پر ہم فتح پا جائیں اس قدر وہ پیہ ہوا اتنی دولت ہو سوچو کہ خدا تعالیٰ ان کی نالائقی کو دیکھتا ہے اور ہرگز کاموں میں مشغول پاتا ہے اسلئے یہ یقینوں بلائیں ان کو دکھاتا ہے اور اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اسی کے مطابق خدا بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے مثلاً انسان جس وقت اپنی کوٹھڑی کے تمام دروازوں کو بند کر دے تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہو گا کہ وہ اس کو ٹھٹھری میں اندھیرا پیدا کر دیگا کیونکہ جو امور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کے لئے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقدر ہو چکے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں درجہ کہ وہی علت العلل ہے ایسا ہی اگر مثلاً کوئی شخص زہر قاتل کو کھائے تو اس کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل صادر ہو گا کہ اسے ہلاک کر دیگا ایسا ہی اگر کوئی ایسا بجا فعل کرے

اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہیں ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّكَافِرٍ كَلِمَةً خَاطِبَةً لِّشَاجِرٍ طَبِئَةٍ أَصْلُهَا ثَاوِيٌّ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ قُوِّيْ اٰكْثَرُهَا اَكْبَرُ جَعَلْنِيْ يَنْفَعُ وَهَ اِيْمَانِيْ كَلِمَةً جَوَاهِرِيْكَ اِفْرَاطِ قَطْرِ اَوْ نَقْصِ اَوْ زَعْلِ اَوْ رَنْدِ اَوْ سَبَاكِ اَوْ مَن كُلِّ الْوُجُوْهِ كَالْهَوَاسِ وَرَحْتَ كَسَاةٍ شَابِهَةٍ بِجَوَاهِرِيْكَ عَيْبِيْكَ پَاكِ اَوْ جَبَسِيْ كِيْ ثَرَزِيْنِ مِيْنِ قَاثِمِ اَوْ شَاخِيْنِ اَسْمَانِ مِيْنِ هَوَلِ اَوْ اَبْنِيْ بَحْلِ كُوْهِ مَشْرِقِيَاوِ اَوْ رُوْكَوْثِيْ وَفَتِ اَسْپَرِزِيْنِ اِنَّا كَسَا كِيْ شَاخُوْنِ مِيْنِ بَحْلِ نَهْ هَوَلِ - اس بیان میں خدا تعالیٰ نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھلدار و رخت سے مشابہت دیکر تین علامتیں اس کی بیان فرمائیں (۱) اول یہ کہ جڑ اس کی جھل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنی انسانی فطرت اور انسانی کائنات نے اس کی حقانیت اور صلیت کو قبول کر لیا ہو (۲) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنی معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانون قدرۃ جو خدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو مطلب یہ کہ اس صحت اور صلیت کے دلائل قانون قدرۃ سے مستنبط ہو سکتے ہوں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلیٰ ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں جن تک اعتراض کا نا تھ نہیں پہنچ سکتا (۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لائق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو یعنی علیٰ اثرات کے بعد اس کی برکات و ثمرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہور اور محسوس ہوتی ہوں یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں اور پھر فرمایا مَثَلٌ كَلِمَةٍ خَبِئَةٍ لِّشَاجِرٍ طَبِئَةٍ اِنْ جَبَسَتْ مِنْ قُوِّيْ اَكْثَرُ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ یعنی پلید کلمہ اس رخت کے ساتھ مشابہت جو زمین میں اکھڑا ہوا ہو یعنی فطرت انسانی اسکو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا نہ دلائل عقلیہ کے رد سے نہ قانون قدرت کے رد سے صرف قصہ اور کہانی کے رنگ میں ہوتا ہے اور جیسا کہ قرآن شریف نے عالم آخرت میں ایمان کے پاک و رختوں کو انگور اور نار اور عمدہ عمدہ میوؤں سے مشابہت دی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس روز وہ ان میوؤں کی صورت میں تمہل ہو گئے اور دکھائی دی گئے ایسا ہی ہے ایمانی کے خبیث رخت کا نام عالم آخرت میں زقوم رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ اَكْثَرَ خَبِيْرٍ لِّكَ اَنْ تَبْجُوْكَ اَلْزُقُوْمِ اَنْ تَجْعَلْنَهَا وَفَنَةً لِّظُلَمِيْنِ اِنَّهَا لَتَبْجُوْكَ تَخْرُجُ فِيْ اَصْلِ الْحِجْرِ لَمْ تَطْلَعْهَا كَاَنَّهُ رُوْسُ الشَّيْطَانِ اِنْ تَبْجُوْكَ اَلْزُقُوْمِ طَعَامٌ اَكْبَرُ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبَطْنِ كَغَلِي الْحَمِيْمِ ذُوْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ - یعنی تم تہاؤ کہ بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقوم کا رخت جو ظالموں کے لئے ایک بلا ہے وہ ایک و رخت ہے

جو جہنم کی چڑیاں سے نکلتا ہے یعنی نیک اور بدو یعنی سے پیدا ہوتا ہے یہی دوزخ کی چڑیا ہے اس کا شگوفہ ایسا جیسا کہ شیطان کا سر شیطان کے معنی میں ہلاک ہونے والا یہ لفظ شیط سے نکلا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونے والے اور چمکے ہوئے کا دوزخ کا کھانا ہے جو بعد اگناہ کو اختیار کرتے ہیں وہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ انما تکلوا مما کما ہو کھوتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنے والا پھر دوزخ کی مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس دوزخ کو چکے تو عزت والا اور جررگ ہے یہ کلام نہایت غضب کا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تو نیک نہ کرتا اور اپنی بندگی اور عزت کا پاس کر کے حق سے منہ نہ پھیرتا تو آج یہ تلخیاں تجھے اٹھاتی نہ پڑتیں یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ دراصل یہ لفظ دوزخ کا ذوق اور ام سے مرکب ہے اور ام انک انت العزیز الکودھ کا ملخص ہے جس میں ایک حرف پہلے کا اور ایک حرف آخر کا موجود ہے اور کثرت استعمال نے ذال زکے ساتھ بدل دیا ہے اب حاصل کلام یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا کے ایمانی کلمات کو بہشت کے ساتھ مشابہت دی ایسا ہی اسی دنیا کے بے ایمانی کے کلمات کو دوزخ کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو دوزخ کا دوزخ ٹھہرایا اور ظاہر فرمادیا کہ بہشت اور دوزخ کی چڑیاں دنیا سے شروع ہوتی ہیں جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہ فرماتا ہے تَاَذِ اللّٰهُ الْمُوَفِّدُ لَآ اُتٰی تَطْلَعُ عَلٰی اَکْا کَشِدَیْہِ لَآ یعنی دوزخ وہ آگ ہے جو خدا کا غضب اور اس کا مینع ہے اور گناہ سے بچرکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس آگ کی اصل جزوہ غم اور حسرتیں اور دہم میں جو دل کو پکڑتے ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں اور پھر ایک جگہ فرمایا وَفُودھا النَّاسُ وَالْجِیَارَہُ یعنی جہنم کی آگ کا ایندھن جس سے وہ آگ ہمیشہ افرختہ رہتی ہے دوزخ میں ہیں ایک وہ انسان جو حقیقی خدا کو چھوڑ کر اور دوزخ میں کی پرستش کرتے ہیں یا ان کی مرضی سے ان کی پرستش کیجاتی ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَصْتُمْ جَہَنَّمَ یعنی تم اور تمہارے معبود باطل جو انسان ہو کہ خدا کو مٹاتے رہتے جہنم میں ڈالے جائینگے (۲) دوسرا ایندھن جہنم کا بت میں مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا وجود نہ ہوتا تو جہنم بھی نہ ہوتا سو ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا معیار اور منبع روحانی امور ہیں ان دونوں چیزوں کے دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آتیں گی مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہونگی اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف عود کر کے

گتے ہیں کہ خدا کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے اسلام اور دعا و فاتحہ ہے یعنی اول اپنی تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے تمام اسلام کا مغزیہ و دلوں چیزیں ہیں اسلام اور دعا و فاتحہ دنیا میں خدا تک پہنچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کے لئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جو قافہ نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الہی کے لئے مقرر کیا ہے اور وہی خدا کو پاتے ہیں کہ جہاں سلام کے معنوم کی روحانی آگ میں داخل ہوں اور دعا و فاتحہ میں لگے رہیں اسلام کیا چیز ہے وہی جلیقی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو جھسم کر کے اور ہمارے باطل مہجوروں کو جلا کر بچھے اور پاک جہود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے کبھی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اور پس ہم پر مارتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا دھوس اور غیرت کی محبت جھسم ہو جاتی ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کے رو سے اسلام ہے اسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سر نو زندہ ہوتے ہیں اس دوسری زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ ہوا خدا دردی ہے اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام تقاد الہی ہے یعنی خدا کا دیدار اور خدا کا درشن۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس کو آگھ سے دیکھتا ہے اور اس کو قوت دیکھتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے اسی درجہ پر آ کر خدا انسان کی آگھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ماتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حکم کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیہ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خدا فرماتا ہے **يَكُنُ اللَّهُ قُوَّةً** اکیلی بیٹھو یہ اس کا چہرہ خدا کا ماتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے اور ایسا ہی فرماتا ہے **وَمَا رُكْنَيْتُ اَوْ رُكْنَيْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحَمِي** یعنی جو تو نے چلایا تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا غرض اس درجہ پر خدا کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ میں حکم ہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں قبل اور درست نہایت لطافت پر آ جاتی ہے یہ معنی اس آیت کے ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَ اَيُّكُمْ يَهْدِي رَبُّهُ فَذُرُّهُ** اس مرتبہ میں محبت اور عشق کی نہر میں ایسے طور سے جوش مارتی ہیں جو خدا کے لئے نرا

اور خدا کے لئے ہزاروں دکھ اٹھانا اور وہ آبرو ہونا ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک ہلکا سا تکا توڑنا ہے خدایک طرف
کھینچنا چلا جاتا ہے اور زمین چائنا کہ کون کھینچ رہا ہے ایک غیبی ہاتھ اس کو اٹھائے پھر تپے اور خدایک مریضوں
کو پورا کرنا اس کی زندگی کا اصل اصول ٹھہر جاتا ہے اس مرتبہ میں خدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ
اس نے فرمایا ہے **شَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** کہ ہم اس سے اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ نزدیک
ہیں ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے
اسی طرح اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات مغلی کا عدم ہو جاتے ہیں اس کا اپنے خدا سے ایک گہرا تعلق چھوٹا
ہے اور وہ مخلوق سے دور چلا جاتا اور خدا کے مکالمات اور مئی طلبات سے شرف پاتا ہے اس مرتبہ کے حامل کرنے کیلئے
اب بھی دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا کا فضل یہ نعت ڈھونڈنے والوں کو دیتا
ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا مگر یہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور نقطہ حقیقت
باتوں اور لافوں سے یہ دروازہ نہیں کھلتا چاہئے رالے بہت ہیں مگر پانے والے کم اس کا کیا سبب ہے
یہی کہ یہ مرتبہ سچی سرگرمی سچی جانفشانی پر موقوف ہے باتیں قیامت تک کیا کر دیکر ہو سکتا ہے صدق سے
اس آگ پر قدم رکھنا جس کے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں اس راہ کی پہلی شرط ہے اگر علی سرگرمی نہیں
تو لاف زنی بیچ ہے **وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ إِنَّ حَبِيبَ دَعْوَاكَ الدَّخِيلُ إِذَا دَعَاكَ**
فَلْيَسْتَجِبْ يُؤْمِنُ وَالْإِيْمُ مِمَّنْ أَلِيَّ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ یعنی اگر میرے بندے میری نسبت سوال
کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے۔ میں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں
پس چاہئے کہ وہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لا دیں تاکہ اسباب ہو دیں +

دَافِعُ الْبَلَاءِ وَمُعَيَّاظُ الْإِثْلِ لَا ضَظْفَاءَ

انحضرت میرزا غلام احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

تمہید

جس پیغام کو ہم اس وقت اپنے عزیزان ملک کے پاس اس سالہ کے ذریعے پہنچانا چاہتے ہیں اس کی نسبت ہمیں انبیاء علیہم السلام کے قدیم تجربہ کے روتے یہ ثابت ہے کہ سر دہشت اس ہماری ہمدردی کا قدری ہو گا کہ پھر وہ ہم اسلام کے مولویوں اور عیسائی مذہب کے پادریوں اور ہندو مذہب کے پندتوں سے گالیاں سنیں اور طرح طرح وہ خطابوں سے یاد کئے جائیں اور ہمیں پہلے سے خوب معلوم ہے کہ ایسا ہی ہو گا لیکن ہم نے نفع انسان کی ہمدردی کو اس بات سے مقدم رکھا ہے کہ عام بد زبانی سے ہم سلسلے جائیں کیونکہ باوجود اس کے یہ بھی احتمال ہے کہ ان صد ہا اور ہزار گالیاں دینے والوں میں سے بعض ایسے بھی پیدا ہو جائیں کہ ایسے وقت میں کہ جب آسمان پر سے ایک انگ بریں رہی ہے بلکہ گلے جاڑے میں کو اور بھی زیادہ برسنے کی توقع ہے اس رسالہ کو غور سے پڑھیں اور اس اپنے ناصح شفیع پر جلد ناراض نہ ہوں اور جس نسخہ کو وہ پیش کرتا ہے اس کو آزار مالیں کیونکہ اس ہمدردی کے صلہ میں کوئی اجرت یا پاداش ان سے طلب نہیں کی گئی محض سچے خلوص اور نیک نیتی سے انسانوں کی جان چھوڑنے کے لئے ایک آزمودہ اور پاک تجویز پیش کی گئی ہے پس جس حالت میں لوگ بیمار یوں میں علاج کی غرض سے بعض جانوروں کا پیشاب بھی پی لیتے ہیں اور بہت سی ملیہ چیزوں کو استعمال کر لیتے ہیں تو اس صورت میں ان کا کیا حرج ہے کہ اپنی جان چھوڑنے کے لئے اس پاک علاج کو اپنے لئے اختیار کر لیں اور اگر وہ نہیں کرینگے تب بھی بہر حال اس مقابلہ کے وقت میں ایک دن ان کو معلوم ہو گا کہ ان تمام مذاہب میں سے کو نسا ایسا مذہب ہے جس کا شفاعت کرنا اور نبی کے بزرگ لفظ کا مصداق ہونا ثابت ہو سکتا ہے سچے نبی کو ہر ایک شخص چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے پس بلاشبہ اب دن آگئے ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا نبی کون ہے ہم سچ ابن مریم کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے

زمانہ کی نجات کیلئے آگیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر خدا اسکی برکتوں سے تمام زمین کو مستمتع کرے آمین
خاک کسا مزارِ اعلا م احمد از قادیان

طاعون

چو آمد از خدا طاعون بہ میں از چشم اگر امش
تو خود ملعونی اسے فاسق چرا ملعون نہی نامش

زمان تو بہ وقت صلاح ذکر ثبت است این
کسے کو بریدی چسپ نہ نیم نیک انخامش

اس ہونناک مرض کے باسے میں جو ملک میں پھیلتی جاتی ہے لوگوں کی مختلف راہیں ہیں ڈاکٹر لوگ جن کے
خیالات فقط جسمانی تدابیر تک محدود ہیں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زمین میں محض قدرتی اسباب ایسے پکڑے
پیدا ہو گئے ہیں کہ اول چوہوں پر اپنا بد اثر چنچاتے ہیں۔ اور پھر انسانوں میں سلسلہ موت کا جاری ہو جاتا ہے
اور نہ ہی خیالات سے اس بیماری کو کچھ تعلق نہیں بلکہ چاہئے کہ اپنے گھروں اور مایوں کو ہر ایک قسم کی گندگی اور
عفونت سے بچا دیں اور صاف رکھیں اور فائل وغیرہ کے ساتھ پاک کرتے ہیں اور کانوں کو گاس سے گرم کھیں
اور ایسا بنا دیں جن میں ہوا بھی پہنچ سکے اور روشنی بھی اور کسی مکان میں اس قدر لوگ نہ رہیں کہ ان کے
منہ کی بچا پ اور پاخانہ پیشاب وغیرہ سے کیڑے بکثرت پیدا ہو جائیں اور دوی غذا میں نہ کھائیں اور بے
بہتر علاج یہ ہے کہ ٹیکا کرالیں۔ اور اگر کانوں میں چوہے مروہ پاویں تو ان مکانوں کو چھوڑ دیں اور بہتر ہے
کہ باہر کھلے میدانوں میں رہیں اور میلے کپیلے کپڑوں سے پرہیز کریں اور اگر کوئی شخص کسی متاثرہ اور آلودہ
مکان سے ان کے شہر لا گاؤں میں آوے تو اس کو اندر نہ آنے دیں اور اگر کوئی ایسے گاؤں یا شہر کا اس
مرض سے بیمار ہو جائے تو اس کو باہر نکالیں اور اس کے اختلاط سے پرہیز کریں۔ پس طاعون کا علاج ان کے
نزدیک جو کچھ ہے یہی ہے یہ تو دانشمند ڈاکٹروں اور طبیوں کی رائے ہے جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل
علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔ کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ
بڑے طبابت کے قواعد کے دوسے طاعون کی بیماری کی شناخت کے لئے ضروری ہے کہ جس بدعت گاؤں یا شہر میں یا اس کے کچھ
میں یہ ملک بیماری پھوٹ پڑے اس میں کئی روز پہلے اس سے مرے ہوئے چوہے پائے جائیں پس اگر شفا محض تپ کو کسی
گاؤ نہیں چند موت کی وادعا میں ہو جائیں اور چھوٹے شہر یا گاؤں میں تو طاعون نہیں ہی بلکہ غزو کی قسم کا ایک ملک تپ ہے منہ۔

تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مرے ہیں اور بعض صفائی کا اتر دم رکھتے رکھتے بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور بعض نے بڑی امید سے ٹیکا لگوا دیا اور پھر توحین جا پڑے۔ پس کون کون سا سکتا ہے کہ کون نہیں تسلی دیکھتا ہے کیا تمام تیزیریں کافی علاج ہیں بلکہ قرار کرنا پڑتا ہے کہ گویہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں لیکن یہ ایسی تیزیر نہیں ہے جس کو طاعون کو ملک سے زنج کرنے کے لئے پوری کامیابی نہ سکیں +

اسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے وہاں وہاں اس کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں مثلاً گوج ہے کہ اگر مثلاً سو آدمی نے ٹیکا لگوا دیا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکا نہیں لگوا دیا ہے تو جنہوں نے ٹیکا نہیں لگوا دیا ان میں سے تین زیادہ پانی نہیں اور ٹیکا والوں میں کم لیکن چونکہ ٹیکے کا اثر غایت کار دو معینے یا تین معینے تک ہے اس لئے ٹیکے والا بھی بار بار خطرہ میں پڑیگا جب تک اس کو دینا سے رخصت نہ ہو جائے صرف اتنا فرق ہے کہ جو لوگ ٹیکا نہیں لگواتے وہ ایک ایسے مرکب پر سوار ہیں کہ جو مثلاً چوبیس لکھ ٹیکہ تک ان کو دارالافتاء تک نہ چسکا ہے کہ وہ جو لوگ ٹیکا لگواتے ہیں گویا ایسے آہستہ روشو چرل ہاؤس کے چرچ میں دن کی کسی مقام میں پہنچا دیگا۔ بحال یہ تمام طریقے جو انگریزوں نے اختیار کیے تھے میں نہ تو کافی اور نہ تو تسلی بخش ہیں اور نہ محض ان کے اوبے فائدہ ہیں اور چونکہ طاعون جلد جلد ملک کو کھائی جا رہا ہے اس لئے نئی نوع کی مدد رومی اسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے جو اس تناہی سے بچا سکے ۔

اور مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سکرپری پنجن حمایت اسلام لاجور کے اشتہار سے بچنا چاہتا ہے جس کو انھوں نے ماحال بیٹے اپریل سنہ ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام فرقے مسلمانوں کے شدید سنی مقلد اور غیر مقلد میدانوں میں جھگڑا اپنے اپنے طریقہ مذہب میں رد و عاتیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو بس یہ ایسا نسخہ ہے کہ معاً اس سے طاعون دور ہو جائے گی مگر اکٹھے کیونکر ہوں اس کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی ظاہر ہے کہ فرقہ دہائیہ کے مذہب کے رو سے تو بغیر فاتحہ خوانی کے نماز درست ہی نہیں پس اس صورت میں انکے ساتھ حنفیوں کی نماز کیونکر ہو سکتی ہے کیا ہاہم خدا نہیں ہوگا۔ ماسوا اسکے اس اشتہار کے لکھنے والے نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہندو مرض کے دفع کے لئے کیا کریں کیا ان کو حجازت ہے یا نہیں کہ وہ بھی اس وقت اپنے تنوں سے مدد مانگیں۔ اور عیسائی اس طریق کو اختیار کریں اور جو فرقے حضرت حسین باعلی رضی اللہ عنہ کو قاضی الحاجات سمجھتے ہیں اور محمد

ۛ جانشین یہ محرم کا ہمینہ پڑا سبب کہ ہمینہ ہے ترقی میں اسکی نفیست کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث کہی گئی

[illegible]

تغیروں پر نہ اردوں دفعہ استیں مرادوں کے لئے گذار کرتے ہیں اور یا جو مسلمان سید عبد القادر جیلانی کی پوجا کرتے ہیں یا جو شاہ مارا یا سخی سرور کو پوجتے ہیں وہ کیا کریں اور کیا اب یہ تمام فرقے دعائیں نہیں کرتے بلکہ ہر ایک فرقہ خوف ہو کر اپنے اپنے معبود کو پکار رہا ہے شیعوں کے مصلوں کی سیر کر کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا جس کے دروازہ پر شرعیانہ پوسٹوں کا خمستہ اطفی دھارے والو یا احمطۃ * المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناہما والفاطمۃ میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے ان کا مقولہ تھا کہ دبا رکھنا علاج فقط تو لا اور تبری ہے یعنی ائمہ اہل بیت کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں اور میں نے سنا ہے کہ کمیٹی میں جب طاعون شروع ہوئی ہے تو پہلے لوگوں میں یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ ینام حسین کی کرامت ہے کیونکہ جن ہندوؤں نے شیعہ سے کچھ ٹکرا کر کیا تھا ان میں طاعون شروع ہو گئی تھی پھر جب اسی مرض نے شیعہ میں بھی قدم رنج فرمایا تب تو یا حسین کے نعرے کم ہو گئے *

یہ تو مسلمانوں کے خیالات ہیں جو طاعون کے دور کو نہ کے لئے سوچے گئے ہیں اور عیسائیوں کے خیالات کے اظہار کے لئے ابھی ایک اشتہار پادری ڈیٹ بریٹ صاحب اور ان کی انجمن کی طرف سے نکلا ہے اور وہ یہ کہ طاعون کے دور کرنے کے لئے اور کوئی تدبیر کافی نہیں بجز اسکے کہ حضرت مسیح کو خدا مان لیں اور ان کے کفارہ پر ایمان لے آویں *

اور ہندوؤں میں سے آریہ دھرم کے لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ بلائے طاعون دیکھ کر ترک کرنے کی وجہ سے ہے تمام فرقوں کو چاہئے کہ ویدوں کی سنت دوبا پر ایمان لاویں اور تمام نبیوں کو نعوذ باللہ مغتری قرار دیں تب اس تدبیر سے طاعون دور ہو جائے گی *

اور ہندوؤں میں سے جو سائن دھرم فرقہ ہے اس فرقہ میں دفع طاعون کے باور میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے اگر ہم پرچہ اخبار عام نہ پڑھتے تو شاید اس عجیب رائے سے بخبر رہتے اور وہ رائے یہ ہے کہ یہ بلائے طاعون گائے کی وجہ سے آئی ہے اگر گائے کو نہ پھانسیں تو اس کا سر سے کہ اس ملک میں گائے ہرگز ہرگز فروغ نہ کی جائے تو پھر دیکھئے کہ طاعون کیونکر دفع ہو جاتی ہے بلکہ اسی اخبار میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے گائے کو بوتے سنا کہ وہ کہتی ہے کہ میری وجہ سے ہی اس ملک میں طاعون آیا ہے *

اب اے ناظرین! خود سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور وعادی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہو سکتا ہے یہ تمام اعتقادی امور میں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا اے قادیان

فیصلہ کرے خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اسلئے وہ بات قبول کے لائق ہے جو جلد ترجمہ میں آسکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔ چار سال ہونے کے میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیلہ و خرت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگاٹے گئے ہیں اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑوں سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو مرنے کر دے گا مگر کچھ توبہ کے کچھ لوگ لایاں دی گئیں اور سخت بد زبانی کے اشتہار شائع کئے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جواب دیکھ رہے ہو۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے

وَاللّٰهُ كَاجِبٌ لِّمَنْ اٰمَنَ مِنْكُمْ حَتّٰی يَخْرُجُوْا مِنْ اِلٰفِ اِلْفٍ مِّنْهُمُ اَنَّهُ اَوْى الْقَرْيَةَ بَعْنِ خَدَانِہٖ اَوْ اَرَادَہٗ فَاِيَاہٖ

اگر اس بلا سے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کریں جو ان کے دلوں میں ہیں

یہ جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا کا قیام کو طاعون

کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا مگر سمجھو کہ قادیان اسی متفقہ خط کی گنجی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا

۶۔ حاشیہ اُویٰ عربی (لفظ جس کے معنے ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بر باد ی بخش ہے جس کا نام طاعون جاف ہے جسے چھانڈ دینے والے جس لوگ جا بجا گستاخوں اور کتوں کی طرح مارتے ہیں یہ حالت انسانی برواشت سے بڑھ جاتی ہے پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی اسی کی تشریح یہ دو سلاہم کرتا ہے کہ نولہ (۱۹) الا کرہم (لھلک المقام یعنی انگریجہ اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا اس العام سے دو باتیں بھی جاتی ہیں (۱) اول یہ کہ کچھ چھین کر انسانی برواشت کی حد تک بھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر کے طور پر چاہے جو بر باد ی بخش نہ ہو اور موجب خزا و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم کہتا ہے (۲) دوسری یہ کہ اگر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم و جہلن اور فسد اور اس سلسلہ کے خلاف دشمن ہتھے ہیں ان شہروں یا دیہات میں ضروری بر باد ی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی نینک کلاگ ہے جو اس ہو کہ طرف بھاگیں گے ہم نے اُویٰ کا لفظ جانتا کہ وسیع ہے اس کے مطابق یہ منہ کر دیتے ہیں اور ہم دھوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جاف نہ نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کر دینے والی اور کھلنے والی ہوتی ہے مگر اس سے مقابلہ قبول ہو سکتا ہے اور دیہات میں جو ظالم اور فسد ہیں ضرور ہولناک حد تک سیدھا ہوگی تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کے اثر یہ وعدہ ہوا **لَا تَحْلُكُوا لِي فِي دَارِي الْيَا دَر** کہ خدا تعالیٰ میں سے پاک ہے اس کا کوئی شریک نہ ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو خنہ پہنچتا ہے کہ کسی میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس کا قبیلہ مازا اور منغار دیں ہے جسے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) اول یہ کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اس کو دکھ دیا گیا اس کے قتل کرنے کے لئے منصوبے کئے گئے اس کا نام کافر اور دجال رکھا گیا پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے اس لئے اس نے آسمان اور زمین دونوں کو اس کی سچائی کا گواہ بنوا دیا۔ آسمان نے کسوف خسوف سے گواہی دی جو رمضان میں ہوا اور زمین نے طاعون کے ساتھ گواہی دی تاکہ خدا کا وہ کلام پورا ہو جو براہمن احمدیہ میں ہے اور وہ ہے قلع عندی شہادۃ من اللہ فہل انکم تؤمنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فہل انتم تسلمون + یعنی میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں اور پھر میں کتابوں کے میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم قبول کرو گے یا نہیں پہلی گواہی سے مراد آسمان کی گواہی ہے جو میر کوئی چیز نہیں اس لئے اس میں تو منون کا لفظ استعمال کیا گیا اور دوسری گواہی زمین کی ہے یعنی طاعون کی جس میں جو میر وہ کہ خوف دیکر اس جماعت میں داخل کرتی ہے اس لئے اس میں تسلمون کا لفظ استعمال کیا گیا (۲) دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگا جبکہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا اور بدزبانی سے باز آجائیں گے کیونکہ براہمن میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تاکہ میں ان نبیوں اور شریروں کا منہ بند کر دوں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اس بات کا موجب نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب کے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور ست و دلائی اور بدزبانی نہ کریں تو ان کی شرافت و تہذیب میں متحرک رہے اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حاجت میں مری بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے اسی طرح اب بھی

واقعہ عاشیہ ص ۲۵۳ کا) جو ہمارے خبیث سلوکوں کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہمارا کچھ خدا باقی رہیگا یعنی ہم سیدھے ہو جاویں گے اور گنہگار ہونے والے اور بدزبانی چھوڑ دیں گے خدا کا کلام براہمن کی اس اہم کہ مطابق ہو کر آخری دنوں میں ہم لوگوں نے طاعون بھیج دیا کہ فرمایا انک مننا علی یوسف لنعرف حنہ السوء الفحشاء یعنی ہم طاعون کے ساتھ اس بوسہ پر یہ احسان کریں گے کہ ہر زبان لوگوں کا بند کر دیں گے تاکہ وہ درگاہ یوسف باز آجائیں۔ انہی دنوں کے متعلق خدا کا یہ کلام ہے جس میں زمین کی کلام سے مجبور اعلان عید لگائی اور وہ یہ ہے کہ اولیٰ کنت لا احد فک یعرف خدا کے وہی اس پیغمبر نہیں پہچانتی تھی اسکی تفصیل یہ ہے کہ کشتی طوہر بر زمین میرے سامنے آئیگی اور اس منہ یہ کلام کیا کہ میں اب تک تجھے نہیں پہچانتی تھی کہ تودی الرحمان ہے منہ۔

جب لوگ بد مذہبی اور ظالم اور کعدی اور اپنی خبیاتوں سے باز آجائیں گے اور شرفیہ نہ بناؤں ان میں پیدا ہو جائے گا۔ تب یہ تنبیہ اٹھالی جائیگی مگر اس تقریب پر بہت سے سعادت مند خدا کے رسول کو قبول کر لیں گے اور آسمانی برکتوں سے حصہ لیگے اور زمین سعادت مندوں سے بھر جائے گی (۱۳) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر حال میں جس تک کہ طاعون و نہایں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوراک نہ تھی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔

اب اگر خدا تعالیٰ کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار رہے اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا سچ کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا دیدوں کے ایمان سے یا جو خرافات اور دشمنی اور نفرائی اس رسول کے طاعون دہ ہو سکتی ہے تو خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ بس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہے اس کے لئے اب بہت عمدہ موقع ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کی گئی ہے اور خدا نے سعادت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے اب اگر اگر لوگ دیکھ کر سوچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ بتائیں اس کی نسبت جو دیکھ کر اس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرستار خدا کے رسول کو طاعون سے بچائے گا۔ اور سنا سن دہم والوں کو چاہئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرت سر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گندے طفیل، سب طاعون نہیں آئیں گی مگر استغناء و پناہ سچہ دکھاوے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس سچہ نما جانوری کو گنڈت جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ ٹراشپ برٹش ایمپائر کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور نئی الہی بخش اکوٹھ، جواہر کادوی کرے ہیں ان کے لئے بھی یہی قیوم ہے کہ اپنے امام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور منافقین کو عید الیہا اور عید الیہا شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کریں۔ اور چونکہ فرقہ دہابیہ کی اصل چڑھتی ہے اسلئے مناسب ہے کہ مذہب حسین اور محمد حسین دہلی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس ملک مرض سے محفوظ ہو جائے گا اور گونڈت کو بھی مفت میں سیکھ دینی ہو جائیگی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی ہوجا جائے گا کہ سچا خدا ہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے علم اور آریہوں کے پندت اور عیسائیوں کے

بادی داخل میں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ چھوٹے ہیں اور ایک دن انہی والا ہے جتنا دیا اس طرح چمک کر دکھلا دیا گی کہ وہ ایک سچے کام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپ نے چھاپنے اشتہار میں آیت میں کعب المصطر لکھی ہے اور اس سے قبولیت علی الامید نکالی ہے یہ امید جمع نہیں ہے کیونکہ کلام الہی میں اسے لفظ مصطر سے وہ ضرر یافتہ مراد میں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں۔ نہ منکر کے طور پر لیکن جو لوگ منکر کے طور پر کسی ضرر کے تحت شق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم نمرود وغیرہ کی دعائیں اس اضطراب کے وقت میں قبول کی جاتی ہیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کو کسی آیت سے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ مَا دَعَا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝

اور چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اس اشتہار کا اصل منشاء سمجھنے میں غلطی کھائیں اسلئے ہم مکرراً اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب سے ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ملتنبے سے انکار کیا ہے جو تمام نبیوں کی پیشگوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے اس مسیح کو گالیاں دیں کا فرما کر اسے قتل کرنا چاہا اور چونکہ چاہا اس سے کیا اس لئے خدا کی غصہ نے چاہا کہ ان کی اس شوخی اور بے ادبی پر ان پر توبہ نازل کرے اور خدا نے پہلے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے ان دنوں میں جب مسیح ظاہر ہو گا ملک میں سخت طاعون پڑے گی سو ضرور تھا کہ طاعون پڑتی اور طاعون کا نام طاعون ملتے رکھا گیا کہ یہ طعن کرنے والوں کا جواب ہے۔ اور نبی اسرائیل میں ہمیشہ طعن کے وقت میں ہی پڑا کرتی تھی۔ اور طاعون کے لغت عرب میں مٹنے ہیں بہت طعن کرنے والا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طاعون طعن شیعہ کی ابتدائی حالت میں نہیں پڑتی بلکہ جب خدا کے مامور اور رسول کو حد سے زیادہ ستایا جاتا ہے اور توہین کی جاتی ہے اس وقت پڑتی ہے۔ سو اسے عزیز داس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جاوے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اس سے کٹر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کر لیا جائے اور دنیا کو بدگواہی سے روکا جائے اور دل میں اس کی عظمت بٹھائی جائے اور میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہوئے کہ کیا مسیح (عجلتہ تعالیٰ و آلامیری طرف دوڑیں گے یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اسے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ہماری اس ملک

بیاری کے لئے شفاعت کرتے تھے یقیناً بھیجو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے اے عیسائی مشنریو! اب رہنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ کج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعا سپر احرار مت کرو کہ حسین تمہارا مہی ہے کیونکہ میں مسیح کج کہتا ہوں کہ کج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو ایسا نہ ہو کہ تم اس سے (مٹو) ٹھہرو۔ اب میری طرف دؤر دو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دؤر ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و موسیٰ شفیع بنی شفیع کو گالیاں دیں اور بد زبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے اوسے غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ اسے غرور دایہ بات غصہ کرنے کی نہیں اگر اس احمد کے غلام کو جو مسیح موعود کر کے بھیجا گیا ہے تم اس پہلے مسیح سے بزرگتر نہیں سمجھتے اور اسی کو شفیع اور مہی قرار دیتے ہو تو اب اپنے اس دعویٰ کا ثبوت دو اور جیسا کہ اس احمد کے غلام کی نسبت خدا نے فرمایا اذہ او ی القریۃ لولا اہلہا لہلک المقام جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے اس شفیع کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس گاؤں قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھا جیسا کہ دیکھتے ہو کہ وہ پانچ سو برس سے محفوظ چلی آتی ہے اور نیز فرمایا کہ اگر میں اس احمد کے غلام کی بزرگی اور عزت ظاہر نہ کرنا چاہتا تو آج قادیان میں بھی تباہی ڈال دیتا یا سبھی آپ بھی اگر مسیح ابن مریم کو درحقیقت شفیع اور مہی قرار دیتے ہیں تو قادیان کے مقابلہ پر آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے

شہروں میں تھے نام لے دیں کہ فلان شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک ہو گیا اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہان میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ اور میاں شمس الدین صاحب یاد رکھیں کہ ان کا اشتہار محض بے سوز ہے اور کوئی فائدہ اسپر مرتب نہیں ہوگا اور علاج یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے وہ یاد کریں کہ پہلے اس سے آسمانی گورنمنٹ میں وہ اور ان کی انجمن میرا مقابلہ کر کے ذلت اٹھا چکی ہے کہ انہوں نے مؤلف اہمات المتین کی نسبت گورنمنٹ سے سزا طلب کی اور میں نے اس سے منع کیا آخر میری رائے ہی صحیح ہوئی اسی طرح اب بھی جو کچھ انہوں نے آسمانی گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا چاہا ہے وہ بھی محض بے سود اور لغو اور بے اثر ہے جیسا کہ پہلا میموریل تھا۔ سچا میموریل یہی ہے جو ۔۔۔ مرتب کیا ہے آخر آپ کو یہی ماننا پڑے گا۔

آدلو کو کیسین نور خدا پاؤ گے ۞ تو تمہیں طور سلی کا بتایا ہم نے

فیضانِ اقبال

دنیا کے مذاہب پر نظر
اگست ۱۹۰۲ء
جلد اول
نمبر
فہرست مضامین

اسلام ۵
وینا میں زندگی کے معانی کیا ہیں اور ان کا حصول کس طرح ہوتا ہے — ۳۰۳ تا ۳۰۹
مشرقِ اوج اور دیویو آف یونینس — ۳۰۴ تا ۳۱۰
نذوة العلم کی طرف ایک خط — ۳۱۱ تا ۳۲۸

انجمنِ اشاعتِ اسلام قادیان نے انوارِ احمدیہ پریس قادیان دارالامان
میں باہتمام شیخ یعقوب علی (نواب) احمدی مالکِ مطبع
چھپوا کر ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع کیا۔

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی کتابیں

مندرجہ ذیل کتابیں مدرسہ تعلیم الاسلام سے مل سکتی ہیں۔

شروح ترمذی صحاح ستہ کی مشہور کتاب ترمذی
کی چار جلدیں شان شریحین جلد اول و دوم
نہشت فی جلد بعد و دونوں جلد کے خریداری کے حساب
ہے فی جلد ۱۰ گنتے روشن کو دوسری کتابوں
کے معاوضہ پر دی جا سکتی ہے۔
مسک العارف مولوی سید محمد حسن صاحب
کی تصنیف بہمن ان پیشگوئی کا واقعہ نہایت
کیا گیا ہے جو مسیح موعود کے زمانہ کے تعلق میں
ہیں آئی ہیں اس کتاب کی اصل کتاب بھی کتاب
اسکی نہایت بہت تخفیف کے صرف نہایت
کر دی گئی ہے اجوابیہ صحت بہت ہی متعدد
جلدین خرید کر تفسیر تعلیم کے لئے استعمال کریں۔
یہ القرآن نیا قاعدہ جس سے بچ نہایت
آسانی سے پچھو سات ماہ میں قرآن تشریف
کر سکتے ہیں قیمت ہر محصول اک ۱۰
قاعدہ عربی کی وارد و مصنفہ نواب محمد علی
صاحب قیمت ہر محصول اک ۱۰
سلسلہ وینیات کا پہلا نمبر ہی تصنیف
بچوں کو ارکان اسلام اور نماز سکھانے کیلئے
قیمت ہر محصول اک ۱۰

سیرۃ شہداء پر مشہور تصنیف حضرت مسیح علیہ السلام
آریوں کے لئے تصنیف کا جواب قیمت ہر محصول اک ۱۰
سیرت مسیح موعود و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشہور
عبدالکریم صاحب کی مشہور تصنیف ہر محصول اک ۱۰
کئی آویں سنہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت
کی تصنیف کی۔ ۲۸ صفحہ قیمت ہر محصول اک ۱۰
اسلام اور اس کی حقیقت یعنی حضرت
مسیح موعود کی وہ تقریر جو جیسے علم عالم میں پہلے
سنائی گئی تھی جمعی تقطیع پر قیمت ہر محصول اک ۱۰
کے پاس اسکی ایک کاپی ہونی چاہیے۔ تقطیع
درجین جدید کامل۔ نہایت خوبصورت جمعی
حضرت آندس کے اردو اور فارسی اشعار کا
مجموعہ قیمت ہر جلد ہر محصول اک ۱۰

نشان اسمانی قیمت ۳۰

اجرومیلا قیمت ۱۰

جو اصحاب متعدد جلدین خریدنا چاہیں وہ کمیشن وغیرہ کے متعلق خط و کتابت سے
دریافت کر سکتے ہیں۔
ان کتابوں کے علاوہ کتب جامعیت اسلام الہدے کے اردو فارسی اور وینیات کے سلسلے کی تمام کتابیں
اور منشی کا والد کے اردو سلسلہ کتابیں اور صدقوں کی پڑائی کی بعض دوسری کتابیں مل سکتی ہیں
مل سکتی ہیں قیمت پیشگی آئی یہ دیکھئے یا بعد یہ دیکھئے جس پر کراں۔ درجہ سین ہر موی غیر علی صحت کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

والم

گزشتہ اشاعت سے آگے

دُنیا میں زندگی کو مدعا کیا ہیں اور اُن کا حصول کس طرح ہوتا ہے



اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مختلف الطبائع انسان اپنی کوئی نہی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا پائی نہ لیں
کیسے ٹھہرتے ہیں اور غفلت و نرا کے مقاصد و نرا رزق و نرا تک چلکا کرے ٹھہرتے ہیں۔ مگر وہ مدعا جو خدا تعالیٰ اپنی پاک کام میں بیان
فرماتا ہے و ماخلقت الجن والانس الا لبعیدون یعنی میں نے جن و انسان کو اسی لیے پاک کیا کہ اگر
وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی
معرفت اور خدا کے لیے ہو جانا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کی مدتیہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ
مقرر کرے کہ وہ کائنات کی ناپاکی مرضی سے آتا ہے اور اپنی مرضی سے واپس جانا بلکہ ایک مخلوق ہے اور میں نے اسے
پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمر اور عقل کو اسے کہہ دیا ہے اسی غرض کی زندگی کا ایک مدعا ظہور رکھا ہے خواہ
کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے کائنات کی پیدائش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور عقیدہ میں غالی
ہو جانا ہی ہے جیسا کہ اس واقعے قرآن شریف میں ایک اور جگہ فرماتا ہے ان الدین عند الله الاسلام والذین
الذین القیمہ فطرہ الله الذی فطر الناس علیہا یعنی وہ دین جس میں خدا کی معرفت صحیح ہے اور اس کی
پرستش احسن طور پر ہے وہ اسلام ہے اور اسلام انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے وہ خدا نے انسان کو اسلام پر

پیدا کیا۔ اور اسلام کی پید کیا ہے۔ یعنی یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قوس کے ساتھ اس کی پرورش و طاعت اور محبت میں لگ جائے۔ اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قوس کے ساتھ اسلام کے مناسب طبع عطا کئے ہیں۔ ان کیوں کہ تفصیل بہت طوی ہے اور ہم کسی قدر پہلے سوال کے تیسرے حصہ میں لکھی ہوئی چیزیں لیکر اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضا دئے گئے ہیں یا جو کچھ قوانین و عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے ہر قسم کی ہر خدا کے پیچھے نہ لگا کسی میں نہیں پاتا۔ زیادہ ملتد ہو کر ظاہر دیکھ کر ظاہر میں کر بڑی یا دشاہی یا پتہ پیکر یا فلاسفر کہلا کر خزانہ دنیوی گرفتاریوں سے بڑی محنتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہر شے دل اس کا نیلکا استغراق سے اس کو ملازم کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اس کا انفس اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ ایک دن انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھ سکتا ہے کہ چرخ کے قوس ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کر سکتے ہیں اور پھر آگے جا کر ظہر جاتے ہیں وہی اعلیٰ کام اس کی ہر ایش کی بدلت غائی سمجھائی ہے۔ مثلاً بیل کا کام اعلیٰ سے اعلیٰ قطعاً بھاری یا آبپاشی یا بار برداری ہے۔ اس سے زیادہ اس کی قوتوں میں کچھ ثابت نہیں ہوا۔ سو بیل کی زندگی کا علم یا چیزیں ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی۔ مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کوئی قوت ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ سے بڑی اس میں تلاش پائی جاتی ہے۔ یہ شک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا لگداز اور موجود کر اسکا پتہ کبھی نہ رہے۔ سب خدا کا ہو جائے وہ کھائے اور سونے وغیرہ طبعی امور میں دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکھتا ہے۔ صنعت کاری میں بعض حیوانات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہیں بلکہ شہد کی مکھی ان بھی ہر ایک بچوں کا غلط لگا لگا ایسا شہد بھی پیدا کرتی ہیں کہ ان تک اس صنعت میں انسان کو کامیابی نہیں ہوتی پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالیٰ کا حوالہ ہے لہذا اس کی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا کی طرف اس کے دل کی کھل کر کھلے۔ ان اگر یہ سوال ہو کہ یہ مدعا کیوں کر اس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور کن وسائل کو لیتا اس کو پاسکتا ہے پس واضح ہو کہ جسے بڑا وسیلہ جس مدعا کے پانے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد و مہربانی چاہنا جائے اور جسے خدا پر ایمان لایا جائے کہ یہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص مثلاً کسی پر نیچا پر نیچا یا خدا صراحتاً انسان کے بچہ کو خدا کی طرح چاہتا ہے تو پھر دوسرے قدموں میں اس کے راہ راستہ پر چلنے کی کیا امید ہے سچا خدا اس کے ڈھونڈنے والوں کو مدد دیتا ہے۔ مگر وہ کہہ کر کہ وہ دوسرے مسئلہ ہے اس میں اللہ جل شانہ نے غیبا تیل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے۔ لہذا دعاۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لہم شیئ الا کما سئلہ فیہ الماء لیبلغ فاء وما ہو بالفضو ما دعاء الکفرین الا فی ضلال + یعنی دعا کرنے کے لائق ہی ہو سکتا

جو ہر ایک بات پر قادر ہے اور جو لوگ اس کے سوا اور ون کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی ان کو جانتے نہیں دیکھتے ان کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلا دے گا اسے پانی میرے منہ میں آ جا تو کیا وہ اس کے منہ میں آ جا کر کھا کر ہرگز ہنسیٹا سو جو لوگ کچھ خدا سے بیخبر ہیں ان کی تمام دعائیں بطل ہیں۔ وہ سوا وسیلہ خدا تعالیٰ کے اس جن جن پر اطلاق پرانا ہے جو باعتبار کمال تمام کے اس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالکل دل اس کی طرف دیکھنی چاہتا ہے اور اس کے مشاہد سے طبع محبت پیدا ہوتی ہے تو حسن ذات باری تعالیٰ اس کی وحدانیت اور اس کی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں۔

میساکو قرآن شریف نے فرمایا ہے: **قل هو الله احد الله الصمد لحدیله ولحدیله ولحدیله** کہو اچھا ایسے خدا اپنی ذات اور صفات اور صلال میں ایک ہے کہ اس کا شرک نہیں ہے اس کے حاجت میں ذرہ ذرہ اور کس تنگ پرانا ہے وہ کل چیزوں کے لیے مبرہ منقش ہے اور آپ کسی سے خفیہ یا نہیں وہ کسی کا بیٹا ہے اور کسی کا باپ اور کسی کے کمرہ کا اس کا کوئی ہم ذات نہیں قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کر کے اور اس کی عظمتیں کھلا کر گواہ کو توجہ دلائی ہے کہ کچھ ایسا خدا اولوں کا مرغوب ہے نہ کہ مردہ اور کمرہ دار اور کم رحم اور کم قدرت ۔

تیسرا وسیلہ جو مقصد و حقیقی نیک پہنچنے کے لیے دوسرے درجے کا زینہ ہے خدا تعالیٰ کے احسان پر اطلاق پرانا ہے۔ کیونکہ محبت کی فکر وہی چیز ہے جن میں جن یا احسان اور خدا تعالیٰ کی احسانی صفات کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: **الحمد لله رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین** کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کمال اس میں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور کچھ چیزیں اس کی ربوبیت اس کے شامل حال ہو اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو۔ اور پھر اس کی تمام قسم کی حیرتیں اس کے بندوں کیلئے ٹھہریں آتی ہوں اور اس کا احسان بے انتہا ہو جس کا کوئی شمار نہ کر سکے۔ سو ایسے احسانوں کو خدا تعالیٰ نے بار بار عطا کیا ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرماتا ہے: **وان نقد وانفقه الله لا یتحصر** وہاں ایسے اگر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گنا پھا ہوتا تو ہر شے گن سکو گے۔

چوتھا وسیلہ خدا تعالیٰ نے اصل مقصود کے پانچے لیے دیا کہ وہ عاقل ہے یا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **و اعوذنی**۔ انتخاب لکھ بیٹے تم عاقل رہیں قبول کرو نہ لگا۔ اور بار بار عاقل بننے غیبت دلائی ہے انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کی طاقت سے پاوے ۔

پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانچے لیے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھہرایا ہے جیسے پناہ مال خدا کی راہ میں خرچ کر کے ذریعہ سے اور اپنی طاقت کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے ذریعہ سے اس کو ڈھونڈنا جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **جاہدوا یا مومن** لکھو

و انفسک و حماد قرطصہ یفقون و الذین جاهدوا فینا لہم دیننا ہم سبیلنا +
 یعنی اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو معائن کی تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور جو کچھ
 ہم نے نقل اور علم اور فہم اور ہر ذریعہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طرح سے
 کوشش بجا لاتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ میں دکھادیا کرتے ہیں +

چھوٹا وسیلہ اصل مقصود کو پانچکے لئے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی اس راہ میں دراندہ اور عاجز نہ ہو
 اور تنگ نہ جائے اور امتحان سے ڈر نہ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الذین قالوا لاینا اللہ ثم استقاموا**
تتنزل علیہم الملائکۃ الا تنافوا ۱۴ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل
 خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح کی آزمائشوں اور بلاؤں کے وقت ثابت قدم رہے ان پر فرشتے
 اترتے ہیں کہ تم تمہارے رب اور امت ٹنگیں ہو اور خوش ہو۔ اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا
 نہیں وعدہ دیا گیا ہے تم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ
 فرمایا کہ استقامت سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے کمال شہادت
 یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں۔ اور
 کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر پہلی دینے والے کشف یا فواید یا انہام کو
 بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامرہ دی نہ دکھلا دیں اور نہ دلوں کی طرح پیچھے ہٹیں اور وفاداری
 کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخ نہ ڈالیں۔ نزولت پر خوش ہو جائیں موت پر غمی
 ہو جائیں اور ثابت قدمی کیلئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سارا دے نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب
 ہوں کہ وقت تارکے اور باوجود سراب کیس اور کڑور ہو چکے اور کسی تلی کے نہ پانچکے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہر چیز ادا
 باد کہ گران کوئے کہ بعد میں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہر گز بے قراری اور جزع و فرح نہ دکھلا دیں جب تک کہ
 آزمائش کا حق پورا ہو جائے یہی استقامت ہے جس سے خدا تمہارے ہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور پیغمبروں اور صدیقین
 اور شہیدوں کی خاک سے بیکہ شہادت ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے **بسم اللہ** +
الصلوٰۃ المستقیمہ طریق الذی انعمت علیہم یعنی اے ہمارے خدا ہمیں استقامت کہ راہ دکھلا دیجیے راہ
 جس پر تیرا نفع کام مرتب ہوتا ہے اور تو راضی ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ فرمایا ہے **و ابنا**
افرنہ علینا صبرا و توفا **مسلمین** ہاں خدا اس مصیبت میں ہمارے ولیہ و مکیلت نازل کر

۱۴ و لا تخفوا و لا یجذبنکم الیہم تم تو صبر کرو۔ محسن الیہا کہ فی الحقیقۃ الدنیا فی الاخرة۔

جس سے صبر آجائے اور ایسا کہ ہماری موت اسلام پر ہو جانا چاہئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا کا اپنے پیار سے بندہ ان کے دل پر کیا نور نازل کرتا ہے۔ یہ ہے وہ قوتِ بڑی کہ نہایت اطمینان سے مصیبتوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور حالاتِ انسانی سے ان کو خیر و کولوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیر میں پڑیں جیسا بلاؤ اور ہی بلاتین نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کے کیم سے خواہ مخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا بلکہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اس وقت عافیت کی دو عین اصرار کرنا خدا کا فضل سے لڑائی اور موافقت تاس کے خلاف ہے بلکہ سچا محبِ بلا کے اتارنے سے اور آگے قدم رکھنا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناجائز چھڑ کر اور جان کی محنت کو الٹا کر کے اپنے مولے کی مرضی کا کلیتہً تابع ہو جاتا ہے اور اس کی رضا چاہتا ہے اسی کے حق میں اللہ کا فضل فرماتا ہے: ﴿مومن الذين هم لربهم غفروا﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ رُوْفٌ بِالْعَبَادِ﴾ یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمتِ خاص کے مورد ہیں غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی ہی روح ہے جو جان کی گئی جس کو سمجھنا ہو سمجھو ۛ

سنا تو ان ویسا اصل مقصود کے پائیکے لئے راستہ ازون کی صحت اور انکے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے۔ پس جانا چاہئے کہ بنیاد کے محض روتوں میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کل نمونہ شوقی کو نیا دے کر ملے اور تہت کو بڑھاتا ہو اور چونکہ مجاہدین وہ مست ہوتا ہو اور یک جاتا ہو اسی کی طرف اشد اشارہ ہے۔ اس آیت میں اشارہ ہوتا ہو کہ قواعد الصلہ فی صلہ الذین انعمت علیہم یعنی تم ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستہ ازہد میں ان لوگوں کی راہ میں سیکھو چہ تھے پیدائش ہو چکا ہے۔

آٹھواں وسیلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پاک شفق اور پاک الہام اور پاک خواب میں ہیں چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق و ردیف راہ اور اس کے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور رکاوٹ ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس ناویدہ راہ میں بھول جائے یا ناامیدی طاری ہو اور اگر گے قدم بٹھانا چھوڑے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی رحمت چاہا کہ اپنی طرف سے اس سفر میں ساتھ ساتھ اس کو تسلی دیتی رہے اور اس کی فکر محنت کو بابت جنتی ہے اور اس کے شوق کو زبا دکرے۔ سو اس کی سنت اس راہ کے مسافر کو گئے ساتھ ساتھ روحانی ترقی کو دے و شفا و خوشامی کام اور الہام ہے۔ انکو تسلی دیتا اور ان پر نظر کر کے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تب وہ قوت پاکر اپنے زور سے اس سفر کو طے کرتے ہیں چنانچہ اس بایں وہ فرماتا ہے لہم البشر فی الحیوۃ الدنیاء فی الاٰخِرۃ اسی طرح اور بھی کئی وسایل ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں گراموس اندیشہ طول کو جو جسے انکے بیان میں نہیں کر سکتے ۛ

مسٹر وائخ اور رولو آف لمجینس



سیالکوٹ سکالر مشن ہوس سے پادری وائخ صاحب مین غیظ و غضب کی حالت میں ایک خط تحریر فرماتے ہیں۔ سان کا اعتراض ہے کہ ماہ اپریل کے پرچہ میں بعض باتیں عیسائی کے بارے میں غلط لکھی گئی ہیں چنانچہ بعض صاحب ایسی غلطیوں کی فہرست دینے کے بعد یوں کہ "یہ مور ایک ایسے شخص کی قلم سے لکھے ہیں جو عیسائیت کے حالات لکھنے کے قابل نہیں اور بہتر یہ کہ ان کی تردید سے ایک معذرت نامہ کے بہت جلد شائع کر دیا جائے"۔

یہ پادری صاحب نے بڑی مہربانی سے اپنا ایک سلبو عنکچر الوبسٹ مسج پر مین بھیجا ہے جو حسب ممول ابن مریم کی مفرضہ الوبسٹیکے تائیدی و لایکل پیش کرنے سے تاباً خراشل بائبل عاجز و خاموش ہے۔ تردید و معافی کی درخواست پر مین مسٹر وائخ کو یہ سخت مایوس کر دیا اور جواب دینا چاہا لیکن ان کی یہ خواہش جلد بازی پر مین ہوئی کہ باعث ہمارا قبولیت و اتفاق سے دوسرا ٹیپی ہے اگر وہ ذرا غور سے ہمارے میگزین کو پڑھتے تو ہمیں آسانی پہ لگ جائے گا ہمارا مدعا ان الزامات کا اور دینے سے جو بیوع کے دشمنوں اور دیگر بقصبت مکت چینیوں نے بیوع کی ذات کی طرف مشتتا کئے ہیں کیا تھا۔

ذیل میں ہم مسٹر وائخ کی پیش کردہ غلطیوں کی فہرست درج کرتے ہیں:۔

تھو اھا۔ یسوع شراب پیئے کا حامی تھا اور اسے ایسا بلانو نہ قائم کیا جس سے عیسائی اقوام میں شراب پیئے کا رواج حد سے زیادہ ہو گیا" (اردو میگزین صفحہ ۱۶۱)

"و صفحہ ۱۵۶۔ یسوع نے اپنے تمام شاگردوں کو خاصی ہونے کی ترغیب دی" (اردو صفحہ ۱۶۷)

"و صفحہ ۱۵۷۔ خدا پیدا ہوا خدا نے کچھ دیا" (اردو صفحہ ۱۶۷-۱۶۸)

"و صفحہ ۱۵۷۔ خدا بجز اس کے پورا خدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ روح القدس اس سے شامل ہوا اور یسوع ابن مریم شامل نہ ہوا اور جب یہ تینوں اکٹھے ہو جائیں گے تب انکو چھوٹے گا کہ یہ ایک خدا ہے۔ ورنہ نہیں" (اردو میگزین صفحہ ۱۶۸)

"و صفحہ ۱۵۹۔ لا محمد و محمد کی جہانی صوت"

"و صفحہ ۱۶۱۔ اسی و عظیمین ہم پر تہنیک کہ انکی نظر شہسک سارا دیں جن میں نے الایا بیگا" (اردو صفحہ ۱۶۱)

پیشتر آئین کہ ہم ان سیات شاعر طوطا کے ان ہی انکاری ہوتے پر کچھ تحریر کریں ہمیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مواقع کا ذکر کیا جائے جسکے تعلق ہم نے مذکورہ بالا سورہ پر پڑھیں پیش کیے تھے صفحہ ۱۵۸ میں تو یضیاً ہم نے لکھا تھا کہ :-

وہ یاد رکھیں کہ اس غیر مذہب اور گندے طریق میں پڑ کر انکو کالیسالی نصیب نہیں ہوگی اور نہ بر شرفیون اور نیک فطرت انسانوں کی عادت ہو سکتی ہے کہ خدا کے ان مقدس نبیوں کو کالیان دین اور ان کا نام فاسقا اور فاجر رکھیں جسکو اس قدر حقیقی نے کر ڈیا مخلوقات کے پیشوا ٹھہرا کر جاہ و جلال کے تخت پر بٹھا دیا ہے محبوب اور رکھو کہ تم دوسرے نبیوں کو بدنام کر کے بیٹے کو نیک بنائے خدا کے تمام پاک نبی ایک وجود کے حکم میں ہیں جب وجود واحد میں سے ایک عضو کی صحت خراب ہو جائے تو سارے وجود کی صحت خراب ہو جاتی ہے کسی عیب سے تماشہ کر دو کہ وہی عیب پھر لگایا یا لگایا یہ گمان مست کر دو کہ دوسرے نبیوں کو عیناً ٹھہرا کر سیوع مسیح پر عیب ثابت ہو جائے گا بلکہ خدا کی شریعت جو اسکے پاک نبیوں کے لیے ہے وہ ہمیں دکھلائے گی کہ سیوع کے مخالفوں نے سب سے زیادہ اسکے عیب دکھلائے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے اس کی والدہ کی عزت پر حملہ کر کے سیوع کی ولادت کو بھی عیناً ک صورت میں دکھلایا ہے -

بعد ازاں صفحہ ۱۶۰ میں ہم نے لکھا تھا کہ عیسائیوں نے جو کچھ ہمارے نبی صلی علیہ وسلم کی نسبت نکتہ چینی کی ہے وہ اس نکتہ چینی سے بہت ہی تھوڑی ہے جو یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کرتے ہیں کوئی ایسا الزام جو حقوے اور نیک چلنی کے برخلاف ہو تصور میں نہیں آ سکتا جو یہود نے حضرت مسیح اور ان کی ماں اور ان کے جویوں پر نہیں لگایا -

یہودیوں کے چند الزامات پر غور کر کے بعد ہم نے اعلیٰ عیسائی محققین کے ٹرے مضبوط اعتراضات کا جواب دیا تھا جو اپنے اعتراضات کے جوابات نہ پا کر آخر کار مجبوراً استاد اور اس کی تعلیم دونوں سے منکر ہو گئے چنانچہ ان کے بعض اعتراضات جو انہوں نے سیوع کے چچا چلن اور اس کی تعلیم پر کہیں ہم صفحہ ۱۶۱ و دیگر صفحات میں لکھ چکے ہیں -

اول الذکر کے میل میں ہم نے کہا تھا کہ :-

لیکن مسیح سے دونوں گشت خلافت عصمت حرکات صادر ہوئی ہیں - وہ اخیر عریک شراب پیتا رہا اور شراب پیئے کالہامی تھا اور شراب پینے والی اور بدکار عورتوں کی اس کے پاس آمد و رفت تھی وہ بعض

یہودی مخالف کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ جو اصل سے کچھ زیادہ اور گستاخانہ اور کج گوشتی ہے۔

ناکردہ گناہ لوگوں کی نقصان رسائی کا بھی موجب ہوا اور اس نے شراب کو عشا اور بانی یسوع ایک مذہبی رسم میں داخل کر کے عیسائی مذہب میں ہمیشہ کے لئے برائے نام قائل کیا جس کا خیر یا زہ آج تک یورپ کی قوموں کو کھینچنا پڑا یعنی شراب کا رواج جسے زیادہ ہو گیا پس کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ گناہ سے معصوم تھا اور گناہ گار نہ تھا۔

جو بیانات ہم نے یہاں نقل کئے ہیں ان میں سے صرف بعض کا انکار مسطر و اخ نہ کیا ہے جیسا کہ اسکے اعتراض خبر سے ظاہر ہے جس سے ہم تہائیت آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ان بیانات کا باقی حصہ جیسے مسطر و اخ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اسکے نزدیک بالکل صحیح ہے۔ اگر یہ حال ہے تو ہمارے خیال میں برائی کا دھبہ یسوع کی شہرت پر ویسے کا ویسا ہی موجود ہے اور مسطر و اخ نے بحیثیت داعی و اعظمائیل یسوع اپنا فرض ادا کر لینے میں خاک بھی کامیابی حاصل نہیں کی کیونکہ جو شخص اخیر تک شراب پیتا ہے اور بدکار عورتوں اور گناہ گاروں اور شرابیوں کی نہ صرف اسکے پاس آمد و رفت ہو بلکہ ایک گہرا میل چل ہو وہ کسی قوم کا رہنما نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا نمونہ قابل تقلید ہو سکتا ہے باقی ماندہ بیانات جو مسطر و اخ کی نظریں قابل اعتراض ہیں وہ بھی اسی رنگ میں لکھے گئے تھے۔

مثلاً صفحہ ۱۹ میں ہم نے لکھا تھا کہ عیسائی قوم کے نکتہ چینیوں نے جیسا کہ مسیح کو اعمال کی رو سے غیر معصوم اور گناہ گار ٹھہرانے کیلئے بہت کوشش کی ہے اور ایک بڑا ذخیرہ معائب کا اس کی نسبت تیار کیا ہے۔ ایسا ہی اس امر کا بھی ثبوت دیا ہے کہ مسیح اپنے قول کے رو سے بھی معصوم نہیں تھا اور اس کی تعلیم خطا سے پاک نہیں مثلاً اس نے اپنے تمام شاگردوں کو نصی ہوئے کی ترغیب دی اور اس حکم کی تعمیل اسکے بعض پیروں نے شاگردوں نے کر کے بھی دکھلا دی اب اس جگہ پر بھی بیان کے ایک حصہ یعنی جو یسوع کے اپنے شاگردوں کو نصی ہونے کی تعلیم دینے کے متعلق ہے پادری داخ کو اعتراض سوچا ہے لیکن دوسرے حصہ کے جہاں لکھا ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی زمانہ میں بعض یسوع کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ عیسائیوں نے اس تعلیم کو عملی طور پر بھی کر دکھایا پادری صاحب چپکے سے ہضم کر گئے ہیں۔ شاید پادری صاحب کے اپنے مذہبی بزرگوں میں سے کسی کا قصہ یاد آ گیا ہو گا جس نے ایسی نامعقول حرکت کی ہو۔

ہم نے یہ طویل عبارات اس سطر نقل کی ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ جہاں ماہر ان اعتراضات کا جواب دینے سے کیا تھا جو خود عیسائی دنیا نے یسوع کے چال چلن اور تعلیم کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ہم نے

ابن آدم یا کھانا پینا یا جو کچھ کہتے ہو وہ کبھی ایک ٹکڑا ڈور غصہ اور حصول لینے والوں اور گھگھاروں کا دوست۔ ان آیات میں یسوع نے صاف صاف اپنی شرابچوری کا اقرار کیا ہے اور نیز ان لوگوں کی شہادت کا بھی ذکر دیا جو ظاہر کثرت میں نوشی کے باعث اسکو شرابی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ اسوقت پر کونسل کا بیان اگرچہ یسوع شراب پی کرتا تھا لیکن اسکا پناہ اعتدال کی حد تک تھا محض ایک دعوے پر دلیل ہے۔ تاہم اہل کے الفاظ اسکے مقابلہ دعوے کے موافق ہیں۔ یہودیوں نے سے ہی خوارینہ شرابی کہا لیکن اسنے کبھی اپنی بریت ظاہر کر کے لازم نہ دیا پس نہ کیا اور بجائے اپنا اعتدال جمانے کے خود اپنی شرابچوری کی تصدیق کی۔ نیز ساری دنیا کا تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ اکثر شرابی حد اعتدال سے گذر جاتے ہیں اور خواہ وہ سوچ سمجھ کر قدم رکھیں مگر یہ عین کثرت میں خوارینہ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں مگر پوری واضح صاحب اسکو ہمارے اس دعوے کا کافی ثبوت نہیں ملنے کہ یسوع شراب پینے کا حامی تھا تو ہم انکو یسوع کے سب سے پہلے بچنے کے خلاف متوجہ کر دیتے ہیں۔

یہ مجروحہ قانا گلیل کی ایک شادی میں کیا گیا اور یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب میں یہ واقعہ مندرج ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ وہاں نہایت بڑے شہر کے لئے شراب کافی مہیا کی تھی لیکن جب خیرہ ختم ہو گیا تو محمود جماعت نے اور شراب کیلئے شہر بھرا یسوع نے جو عین اپنے شاگردوں کے اس جماعت میں شامل تھا اسوقت کو عینست جیکل پانی کے چھوٹوں کو کل ۱۲۲ گیلین کی مٹی شراب بنا ڈالی اور اس طریقہ سے تمام براتیوں کو بذات خود شراب بنا کر نمودر کیا جبکہ یسوع کی نو ساختہ شراب مجلس سرحد کے سامنے لائی گئی تو اس نے دہا کو بلایا اور اسے کہا کہ شہنشاہ پہلے چھی سے خرچ کرتا ہے اور ناقص سوقت تک کہ جب پیکے چپ گئے پرتوئے چھی نے اتنا کہ چھوڑی ہے، میرے مجلس ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ لوگوں پر بھی محمود تھا جبکہ یسوع نے ٹری قیاضی سے ۱۲۲ گیلین شراب جو اکیلی تمام جماعت کے محمود کر کے لے لکھتی تھی اور انکے لئے مہیا کر دی۔

مطروح سوچو کہ جو اسے لکھا یہ کام اس شخص کا نہیں جو شراب پینے کا حامی ہو ہم نے اپنے خیال میں مناسب ثابت کیا ہے کہ یسوع نے ہم نے یسوع کو شراب پینے کا حامی ٹھہرایا۔ عیسائیوں کی خاص مذہبی رسم منائے جانے میں شراب کے داخل کر دینے بھی جماعت کے اعتقاد کو پیشہ کیلئے نقصان پہنچا ہے۔ ایک طرف تو انکے قابل تقلید استاد یسوع کا منہ اور علمدار آمد ہے اور دوسری طرف اسنے شراب کو منائے ربانی کا جز بنانے کی صحیح تعلیم دی۔ پس انہیں وجوہات کے سبب ہم نے لکھا تھا کہ عیسائی اقوام میں کثرت شراب خوری کا رواج حد سے زیادہ بڑ گیا۔ اگر اب بھی مطروح اسے غلط سمجھے تو وہ براہ ربانی ہمارے سامنے ایسے وجوہات پیش کرے جسے عیسائی اقوام کی شرابچوری کی جیسا کہ بڑے بڑے عیسائی خود تسلیم کرتے ہیں۔ مطروح کا وہ سرا و امراض ہمارے سامنے بیان پر ہم جیسے یسوع نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی تعلیم دی۔ ہم پوری صاحب سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ انجیلی مطالعہ کو نورانیا و وقت دیا کریں اور اس موقعہ کو غنیمت

پڑھیں جہاں کہہ سہے لڑ لگڑ تیری داہنی ہاتھ تیرے ٹھوکر کھائیکا باعث ہوتا ہے نکال دے اور اپنے پاس سے پھینک دے۔ بالکل تیرا دھنا ہاتھ تیرے لئے ٹھوکر کھائیکا باعث ہوتا ہے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے انگوٹھ سے ایک کاٹ نہنا تیرے لئے ہے جسے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالاجائے لگ متی ۵ باب ۲۶ و ۳۰ آیات۔

ان اعضا کے جو انسان کی مشکو کا بائٹ ہو سکے ہیں کاٹ ڈالنے کی حکمت شک نہ اسے منع کرنے کے بعد دیا گیا ہے اور پھر اس سے آگے اور بھی صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے "لیکن وہ بعضے جو غیر جن جہان کے پرکٹ ہی سے پیدا ہوئے اور بعضے جو غیر جن نہیں لوگوں نے خوب بنا یا اور بعضے جو غیر جن جہوں نے آسان کی بادشاہت کیلئے آپ کو خوب بنا یا اور انجیل میں ۱۴ باب ۱۲ آیت ۱) نیز مسطوراً جو معلوم ہوا کہ بعض پہلے مشہور مسیحین نے ان احکام کے مروج و صاف معانی کی تعین بھی کر دی تھی ۲) تیسرے اعتراض مشرواح کلاس فقرہ پر جو کہ جتنے لکھا تھا عیسائیوں کے اصول کے بموجب خدا پیدا ہوا اور خدا نے مجھ کو دیا اگر عیسائی کی تعلیم سلیس الفاظ میں ادا کی جائے باعث مشرواح کو خوفناک کفر کی صورت میں نظر آئے تو ہمارا مین کیا مقصد ہو سکتا ہے کیونکہ اس قسم کی تعلیم دینے والے کتاب کمر و دہن میں سمجھا ہوا مشرواح کو چاہئے کہ کمزوری کی آیات اپنی بائبل سے مشاویں خواہ ان کے اور بھی کسی اس تحریف کو پسند کر یا نہ کریں :- (۱) تو میرا بیٹا ہے - آج ہی کو تجھے سے پیدا ہوا (۲) تو میرا بیٹا ہے

محمد بن عبد الوہاب (رحمۃ اللہ علیہ)

نور میان میں کیون فل لیکیا یاد سی صاحب اس بات کو فرہین سمجھے کہ خلاصہ وجل ینے لیکلر لیک کنوار کی پاس اس سال ستر
ہم نے میسا یو کی اختراع میں تخلیق کا ذکر بھی کیا تھا اسماعیل غصہ صرف یہ تھا کہ ہنر اس سما کو صاف اور وسیع الفاظ میں بیان
کیا تھا یاد سی صاحب کو مقدس راز کی تحریف کے رنگین نظر کے لیکن یاد ریضا صاحب کو یاد رہے کہ یہ عیسائی اصول
ہی یہود کی ہی جو قال الزام ٹھہری ہے حیران کرتے والے یہ قہور ہیں اگر کھینچا لیں ہم نے اصول تخلیق کو خوف کا کپڑا پہنا
تو وہ باہر بانی مقولہ کے سینہ اصول سمجھ اور اس طرح اپنے آپ کو عیسائی علم الہیات میں جس بڑا فاضل ثابت کر دکھا
کہ وہ کبھی بے خیرہ دنیا میں راجہ ہنر اس تاریخ کیلئے کہ آج کل کے تعلیمیت پرست ایک ایسی راز کی صورتیں چلی آئی ہیں جن کو
انسان بے عقل ہر بار وہ کھال کھا گیا کہ یہ کھانا انی رنگین شے قہور ہیں کہ کھانا جس کا قاعدہ ۱۱+۱+۱=۱۱ ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد پادری صی صاحب ہائے اس فقرہ یعنی اللہ خود خدا کی بنیائی موت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عیسائی مذہب کا
سچا انتہائی شیخ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا ایک خاص امر یہ ہے کہ لوگ جو اپنے مذہب کے اصولوں سے خود ایسے تاواقت ہوں وہ دوسرے کو اس
تشریح کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ عیسائیت کی یہ ایک مسلمہ ہے کہ چونکہ انسان کے گناہ اللہ خود ہیں صرف اس کوئی اللہ خود ہی ان کا گناہ
ہو سکتا ہے لہذا خدا کے پیش کی موت کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اس میں مرے تو گناہ کہ کیونکہ جو اگر کسی انسان کی موت دینا اگر گناہوں کا گناہ
ہو سکتا تو اب خدا کے عہد میں یہی ضرورت ہی نہ رہتی۔ ہم اس کا جواب صاحب کو چاہتا ہوں کہ اس شخص کا صرف توجہ داتے ہیں جو کتاب
کا تفسیق نہ غلط (عیسائی فرقہ کے اصول کی کتاب) میں درج ہے جو ان سے کلام اللہ اور فقرہ یوں کہ کتاب کے عہد نامے کا خلاصہ ہے
خدا کے لکھنے اور رکھنے والی ہوئی نسل انسانی میں اس کی عین نقیہ کو پورے دنیا میں یہی افضل شہید کہ بلا کی حق تعالیٰ کے دین کے آثار سے پہلے گناہ
پیش کر چکے تھے۔ ان سے پہلے جو ان سے شرط پر دیا گیا اگر وہ اس طرح ذات اختیار کرے کہ انسانی ذات کو قبول کرے یعنی ایک روح اور ایک جسم کا
ایسی ذات کہ عیسائی ذاتی خلق ہوا اور پھر اس کی طرف سے بننا اس پر کہ شریعت کی کتابی اختیار کرے اور ایک خاطر انصاف کو لو کہ اگر وہ اس نام سے
معاذ اللہ ایسی ذات اختیار کرے یہاں تک کہ صلیب کی لعنتی موت کو اٹھا دے تو وہ ان تمام لوگناہ اور صحت میں سچے پھر اٹھا دے اور بچا دے اور پھر آگے
پہلے کہ یہ شرط خدا کے پیش کرنے والے آقا سے پہلے قبول کر لی اور وقت کے پورا ہونے پر وہ یہ ضامین آیا اور کفار سے ہم کے پیش سے
پیدا ہوا۔ یہ مسلم عیسائی عقائد ہیں اور جو بات یہاں نقل کی گئی ہے وہ خود پادری صاحب کے دو فقرہ تھوٹکا دھان نکلن خود
ہوئی ہے کہ وہ یہاں صاف لکھا ہے کہ خدا کا بنیائے انور کی کے پیش سے پیدا ہوا اور صلیب کی لعنتی موت کے مر گیا اب بھی پادری صاحب
تشریح نہیں ہوئی کہ عیسائی اصل کے مطابق خود خدا ہی پیدا ہوا تھا اور خدا ہی لعنتی موت مرا۔ اب صرف ایک تفسیق قابل توجہ
باقی ہے جو یہاں مسطورہ ہے کہ فیصل کی اس تعلیم سے کہ کچھ کہ شریعت کو تمام بدن میں جن میں وہاں ایک صاف قانون پر تہہ و تحریر کو انکار
کیا ہے اس کے متعلق یہ سب کچھ زیادہ تشریح کے بغیر ہی کہ پانچویں باب کی ۲۰ و ۲۱ آیات نقل کرتے ہیں :- جو کسی شہادت سے

۱۴۱۱ھ کی جنگ ہمدانی واری صاحب کو بھی جھوٹے میں ۛ

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ندوة العلماء کی طرف ایک خط

ندوة العلماء کے ناظم معین منشی غلام حسین عارف صاحب کی طرف سے ہمارے پاس کیا اعلان پہنچا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب کے دسمبر میں یہ گروہ کلکتہ میں فراہم ہوگا۔ اس میں منتظر ندوہ کی غرضین بھی لکھی ہیں اور ایک خط بھی آیا ہے جس میں چاہا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام آنے والے اجلاس میں شریک ہوں میں آپ کے تقابل قدر اجازت کی مساط سے جناب ناظم معین صاحب اور ان کے ذریعہ اور تقریب سے ندوہ کے حامیوں کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ کا محسن القوم جریدہ میری چند سطروں کو اپنے اندر جگہ دیکر مجھے شکر گزار بنائے گا۔

ندوة العلماء ہو یا خطرناک اخراجات کا بوجھ قوم پر ڈالنے والی ایجنٹیل کانفرنس یا کوئی نیشن ہو افراد ہوں یا مجموعے ہوں جن لوگوں کو قوم کی ترقی اور اصلاح کی دھن لگی ہوئی ہو اور سچی گزارش اور قوم کی بہتری کے احساس نے انہیں متحرک رکھا ہے۔ انہیں سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کس قوم کی اصلاح کے لیے ہیں اور وہ کونسا تارکا ہے جو اس سے نکلیا ہو جس سے اس کی ترقی

وا ہو گیا اور سارا تانا بانا ادا کر گیا ہے اور یہ تو کم بھی اوج عروج پر تھی تو کن مضبوط چٹانوں پر لپکا پیہر جم گیا تھا اور کیا کھد تھی جو اس کے ہاتھ اگئی تھی جس سے قدرت کے مدتوں کے ذینوں کے قتل کھول لئے تھے اور پھر اس امر میں پاک دل سے غور کرنی چاہیے کہ آیا اس قوم کے مدد سے لفظ "امین" یورپ کا تعلیمی کورس بالذات کارآمد ہے؟

مسلمان ایک قوم ہیں جن کے لئے سب سے پہلے یہ کوشش کی گئی کہ اگر بلہیسی قبیلہ کو بھی اینٹن اس کے لئے قوم کے بنانے والے نے عجیب عجیب تدابیر اور کارروائیاں کیں ایک لکھنے بیلان میں جہاں مختلف رنگوں کے پتھر تھے اس نے بڑی صاف اور صیدھی طرح بنائے گا اور یہ کیا ہے؟ برس تک اسے مختلف رد کون کے ہٹانے میں لگے ان میں لائق تقدیر رزولیو شون کو غور سے پڑھو جو کمی اجلاسوں میں پیش اور پاس ہوئے کسی میں یہ ہے کہ لالہ باطلہ اٹھا دیئے جائیں یہ انسانی ترقی کی راہ میں روک تھام ہیں اور پیش ہو کر ملا اسلے کے اتفاق سے پاس ہوا کہ ایک ہستی کی پیش ہو جو تمام مہم عالیہ اور اسماعیلی کی جامع اور تمام نقائص اور ذائل اور عیوب سے پاک ہو تمام تعلقات سے بڑھ کر اس تعلقی پیدا کیا جائے۔ تمام اندرونی اور بیرونی قوی اور اعضاء حلیفیت کے رنگ میں رنگین ہو کر سکے جسٹور میں جھجکا جھٹن کسی رزولیو شون کا مفہوم ہے کہ حرام کاری حرامجوری ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فواحش اور بد عہدی اور غدارسی اور بغاوت اور چوری اور فساد کی راہیں انسان کو تباہ کرنے والی چیزیں ہیں ان کا انشاء کیا جائے کسی رزولیو شون کا یہ مقصد ہے کہ لہرائیت نور حق کے پانے اور پستی فلاح اور صلاح کے حاصل کی نہین خطرناک روک ہو اس کا مسئلہ خدا ہونے کا اور اس کا کفارہ اور تثلیث ایسے ہولناک اور چشمہ مفاسد ہیں کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے۔ اور ہر طرح چور ہو کر گر پڑیں اور اس کی تعلیم اور اس کے نتائج تمام مہیوں کی تعلیم اور ساری راست بازیوں کی برہنہ ہیں اس غول سے راہ صاف کی جائے کسی میں مذکور ہے کہ اس اعتقاد کو کہ خدا انسان سے کلام نہیں کرتا اور اس پر اپنا زندہ نور بخش اور تازہ بتاؤہ قسلی بخشے والا کلام نہیں آتا تا انسان کی روح میں اپنہ وصال کی فطری تڑپ پیدا کر کے بھی کبھی ایسی عادت نہیں رکھتا کہ اس کے گائے منہ

سے نقاب اٹھائے اور انسان آسمان کے نور کی تائید اور فوق العادت کھڑکیوں کے کھلنے کے
 بعد اپنی مادی تلاش اور محدود قوے سے گزید کرید کر مصنوعات میں سے آخر صانع کا کھوج لگالیتا
 ہے۔ غرض بڑے زور سے یہ رزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ اس ناپاک برہمنیت کی بجائی کھجائے
 اور کہیں بڑی قوت اور پورے زور سے یہ طے ہوتا ہے کہ ابراہیم کے طریق اور ملت کو اختیار کیا جائے
 اس لئے کہ آغاز عالم سے سارے راستبازوں اور مہم علیہم کی وہی راہ ہے۔ اسی پر اسماعیل اسحاق
 یعقوب۔ یوسف۔ موسے۔ داؤد۔ سلیمان۔ اور تمام برگزیدہ لوگ چل کر ایسا ہی ہوئے۔ غرض قوم نے
 کے لئے اور اس راہ کی رکون کو دور کرنے کے لئے یہ تدبیریں ہیں جو اس جہان کی بخشن کو اکمل العالین
 پیر بیٹے کو بچھین اور بنی آدم کی پیچھے خیر خواہ اور کامل مصلح محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذریعہ عمل میں آئیں۔
 تیرہ برس تک کو بظاہر یہ رزولیوشن تھیوریوں کے رنگ اور وزن میں تھے مگر آگے چل کر
 ایک اور میدان (مدینہ طیبہ) میں ان پر غلدرآمد شروع ہوا باطل و معبودوں اور ناحقوں کی
 کاریگریوں کے پرستار اور مددگار کاٹ ڈالے گئے۔ ناپاک یہودیت جو ہر ایک تازہ راستی کو ہر گز
 اور اصلاح کے موجودوں اور راستبازوں کے ناصروں کی جانی دشمن تھی تباہ کر دی گئی اور اصلاح و
 ترقی کی نئی بنائی ہوئی مملکت کے آس پاس سے اس کے منحوس وجود کے خدائوں کو صاف کر دیا
 گیا اور سب سے آخری اور سب سے زیادہ مفید کام جس سے حقیقی ترقیوں اور فلاح کے چشمے
 بن سکے یہ کیا گیا کہ بیت المقد کو تمام ناراستیوں اور بطلانوں کے ریسرٹ ٹیٹو (منظاہر و نمائی) سے جو
 اگر گنتی میں تین سو ساٹھ تھے مگر قیامت تک کے لئے پیدا ہونے والے جھوٹے نہبہوں اور
 مشربون اور سکولون اور تھیورون کے جامع اور جڑ تھے پاک اور خالی کیا گیا۔

یہ ساری کارروایاں درحقیقت مبادی تھیں اور انسانی فطرتوں کے تباہ کرنے اور ایک
 بڑے مقصد کے حاصل کرنے کے قابل نہیں بنائے گئے ایک بڑے کاری سہل کے تمام مقاصد
 اسکے بعد وہ قوانین اور قواعد شروع ہوئے جنہوں نے اس کس پسر اور متفرق اور امی قوم
 کو تہذیب اور تمدن اور سیاست کے ثمرات سے بہرہ ور کیا اور ان تمام عقائد اور ایمانیات کو جو

سر السراور جدر قلب سے تعلق رکھتے تھے علی رنگ میں ظاہر کیا۔ پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرائی گئی جس سے حقوق الہی کی پوری علمی اور عملی حفاظت ہو گئی پھر نزوہ کا حکم یا گیا اور قہم کے مصلحت و مہارت کا امر ہوا جن سے حقوق عباد کی رعایت مرعی رکھی گئی۔ اس کو سنسٹرکشن کے بعد ایک اور سنسٹرکشن شروع ہوا جو اس پہلے سنسٹرکشن سے کسی طرح کم نہ تھا۔ یہ مقابلہ اور مجاہدہ تھا۔ ان ڈاکوؤں کے ساتھ جو نظام سوسائٹی کو کسی نہ میں آرام اور ضبط سے قائم رہتے نہیں دیکھ رہے تھے اور قمار بازی کی ممانعت کی گئی۔ ان دو اخلاقی عیبوں کو صلاح کاری اور تقویٰ اور طہارت اور امن عامہ کا سخت دشمن سمجھا گیا اس لئے ضروری ہوا کہ اس نازہ قوم کو جو سارے جہان کے لئے قنات ملک نمونہ ٹھہرے والے تھے ان عیوب سے پاک کیا جائے۔

ان تمام باتوں میں غور کرنے کے بعد اصول سیاست مدرن کے بڑے سے بڑے واقف کو بھی شرح صدر سے اس امر کا سمجھنا ناممکن ہے کہ کیونکر ایک شخص اس حیثیت کا جو ہمارے مادی کامیابی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی ایسے وقت اور ایسی قوم میں ایسا کامیاب ہو کہ جس کا میانی کی نظیر آغا خان فریش سے اب تک کسی مصلح کی تاریخ اور سوانح میں پائی نہیں جاتی۔ ایک مادی یو پیٹریسی ایک شاخ علم میں ماہر کیوں نہ ہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لالیف میں ان حیرت انگیز کارکنوں اور انقلاب انگیزوں کو پڑھتا اور پاتا ہے اور اگر مردم خواہ متعصب نہ ہو تو فیاضی سے آپ کو بڑا مدبر اور عقل مند اور مصلح قوم مان لیتا ہے اور حقیقت میں اس پر کیا سو قوت ہے پیر شرف اسلام کا مستثنیٰ مصنف اور علی گڑھ سکول کا بانی بھی اس سے زیادہ نہ کہہ سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے اس لئے فکر صاف اور صریح تعلیم اور انسانی قوت سے بڑھ کر اور مخرج وحی اور آذربان کالقیں نہیں سمجھ حقیقت الامر یہ ہے کہ قوم کے بنانے کے لئے جیسے کہ وہ جنگی مادی اور زمینی عقل اور انسانی تہذیب اور جیلے اور جو طوطا کام نہیں دے سکتے قوانین اور قواعد کا دینا اور بات ہے اور ان پر عملدرآمد کرنا اور بات۔ اور جب یہ دیکھا جائے کہ کن مالوت اور معتاد باتوں سے چھوڑا گیا گیا۔ شریعت جو رہی تھا باور اور عیاشی اور بے باک اور آزاد زندگی اور ہر قسم کی بدکاری حتیٰ بد نظری جو برسوں کی شیروادی طرح

لوگوں کی محبوب و مطلوب تھی ان باتوں سے انہیں روکا گیا اور پانچ نمازون کی پابندی اور روزوں کی پابندی اور عضو عضو پر تقویٰ اور عصمت اور طہارت کی قید لگا دی گئی تمام اختلافون اور نزاعون اور خونریزیوں کو جو جنگ و قسوم کا دلپسند شغلہ ہوا کرتی ہیں دور کرنے کا حکم دیکر پر زور الفاظ میں تاکید ہوئی **وَ اِخْتَصَمَ وَ اِجْتَمَعَ** لفظ **وَ اِجْتَمَعَ** کا تفسیر تھا عرض ان باتوں کو دیکھ کر عقل پرید کر دیکر بیکار ہو جاتی ہے اور کبھی حکم نہیں لگا سکتی کہ یہ کام کسی انسان محض کا ہے یعنی یہ کام اللہ کے لیے پورا ہو سکتا ہے جو اپنی سوچ بچار اور جو طوطا اور منصوبوں کے سہارے سے اٹھنا بیٹھتا ہے پاک اور صاف عقل اس اعتراف پر مجبور ہو جاتی ہے کہ خدا کے مقتدر کی تاکید اور سماوی نصرتوں کے بغیر تیری بڑی تبدیل اور انقلاب ممکن نہیں۔ ایسی اصلاح اور تبدیل اسی انسان کا کام ہے جو پرے درجہ کی قدسی قوت رکھتا ہو۔ اس کی جان ساری دنیا سے زیادہ مڑکی اور مڑھو۔ ایک طرف ساری الائنشوں اور کدورتوں اور زنگوں سے جو دنیوی علانیات اور الو گیون کا لازمی نتیجہ ہیں پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیجا اور دائمی اور وفادار نہ ہو کر رکھتا ہو اور دروسر طرف مخلوق کے ساتھ ان کی صلاح و فلاح کے لئے بے ریا اور بغیرض کامل نجات اور تعلق رکھتا ہو یعنی اس کی دونوں جہتیں پوری درست اور ہر ایک قسم کے رخنہ سے محفوظ ہوں۔ انسان کامل ہو اور اہل زمین کے مصالح اور مفاد سے بچی و لچھی رکھتا ہو اور آسمانی تعلق اور الہی قرب سے کامل حصہ رکھتا ہو کہ ہے کالج کل کے خشک لغات و آسمان سے قطع تعلق کر کے زمین کے کیرے بن گئے اور اپنے ہی منصوبوں ہر ایک قسم کی قومی ترقی موقوف سمجھتے ہیں اور ہر امر کیلئے یورپ کا اسودا اور نمونہ چاہتے ہیں اس بات کو استعجاب یا استخفاف کی نگہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر بات اسی طرح ہے اور عنقریب انھیں المودین کہا دینگا حق اور حکمت وہی راہ ہے جو پیش کی گئی ہے لیکن یہاں ایک بات بہت تحقیق کے قابل ہے اور فطرت سلیم میں بے اختیار یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لانیظر اطاعت جو قوم نے دکھائی اور اپنے مالوقات کو چھوڑ کر اس راہ کی پوری پیروی کی جو ہادی نے انہیں دکھائی اور مختلف راؤن اور مشربون لوگ اس کی آواز پر ایک ہو گئے اور اپنے راہ و راؤن اور راؤن اور مذہبوں اور مشربون اور نفسانی

جذبات اور اختلافات کو اس کے امر پر قربان کر دیا بجز کامل اور زندہ ایمان کے اور ایک جان نگر رعب اور سطوت کے جس کے ساتھ عجیب خوف اور خشیت ملی ہوئی ہو یہ اطاعت نامکن ہے پس یہ کامل ایمان اور زندہ یقین جس سے ان کی پہلی ہستی اور ہوا پر موت آگئی اور تمام روکیں جو معاصی اور دنیا سے پیدا ہوتی تھیں خار و خس کی طرح جل گئیں کیونکہ اگر کس راہ سے انہیں حاصل ہوا اس کے اسباب میں غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ امام مفضل الطاعت ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دو خصوصیتیں تھیں جن کی تحریک اور تاثیر سے یہ دولت قوم کو ملی ۛ

اول پورا اور سچا منہ جو تعلیم آپ نے دی اسپر حل کر دکھایا۔ قرآن کریم کے اور امر کی پابندی کامل طرح خود کی اور اس کی نواہی سے اجتناب کیا۔ اس بات نے لازماً دو عظیم الشان فائدے قوم کو پہنچائے۔ ایک یہ کہ اصحاب کے دلوں میں یقین شہ صدر سے پلا گیا کہ وہ اوامر اور نواہی ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور وہ کلام لاریب قاهر و مقتدر خدا کا کلام ہے جس میں وہ مذکور ہیں۔ اس لئے کہ انسان کے جذبات اور قولے کی بنا و لسی بنائی نہیں گئی کہ جو تڑا شدہ باتوں اور نفس کے سرچوش کی ایسی کامل پابندی کرے کہ تنہائی کی گھڑیوں میں اور میدان میں کبھی بھی بال بھر خوف ان کی بجا آوری سے نہ کرے اور زندگی کے تمام واقعات میں اس امر کا صاف صاف ثبوت دے کہ ان احکام کی تعمیل اور عدم تعمیل کی صورت میں اسے جہانگداز خوف اور روح افزا امید شامل رہتے ہیں۔ اس عاشق عارف اور اس امر کو محسوس کرنے والے صحابی کے یہ اشعار پڑھ لو اور سچو کہ کس احساس اور اہمتر زرنے اسکے منہ سے نکلواٹے۔ جب اس نے رات کے آخری حصہ میں اتفاق سے اپنے محبوب و مولے کو مسجد مبارک میں تہجد پڑھتے دیکھا اور رسل اللہ کو خدا کے احکام کی تعمیل میں سرگرم پایا تو کس چوش سے کہا ۛ

وہنا رسول اللہ یتلو کتابہ
اذا انشق معروف من الفجر ساطع
میدیت بجانی جبہ عن فرائضہ
اذا استغفلت بالمشرکین المضاجع
اے انا الہادی بعد العمی تھلونا
بہ موقنات ان ما قال واقع

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے اسوہ حسنہ کے اتباع کا فوق العادت جوش ان میں پیدا ہوا
درحقیقت اس سے زیادہ مؤثر کوئی بات نہیں ہوتی کہ یانی اور مصلح کی رفتار اور گفتار میں پوری
مطابقت اور مصالحت ہو۔ صحابہ کے چال چلن کا اور اپنے مولے سے لائق عشق کا اور اپنے عہدیت
کے کامل ایفا کا جو نمونہ ہم دیکھتے ہیں وہ کیون دو سری قوم میں پایا نہیں جاتا وہ نمونہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی قوم نے دکھایا۔ چنانچہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ وہ بات بات میں بگڑتے اور اپنے
نبی کی مخالفت کرتے تھے اور اکثر کو سننے بھی لگ جلتے تھے اور نہ ہی حضرت مسیح کے شاگردوں نے
دکھایا جنہوں نے آخری نازک وقت میں بھی یہ وفائی اور عذر کا ثبوت دیا۔ غرض کیا وجہ ہے کہ کسی
مرد شد کے خدام نے ایسا حیرت انگیز نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔ اسکا صاف صاف جواب یہی ہے کہ قرآن
کریم کی اخلاقی اور تمدنی اور سیاسی تعلیم پر ہمارے ہادی کامل علیہ السلام نے جیسے جو چکر اور اسے
اپنی زندگی کی تمام رفتار اور تحریکات کا دستور العمل بنا کر دکھایا اور خدا کی طرف سے آپ کو عمل اور اظہار
عمل کے موقع بھی میسر آ گئے ویسے کسی کو بھی بخشہ نہیں گئے اور آپ کے اخلاق اور اعمال کے تمام مختلف
شعبے جو بالقوہ آپ کی پاک ذات میں مخفی اور مرکوز تھے مکی اور مدنی دو مختلف اور متخالف زمانوں کی
تحریکات کی وجہ سے پوری طرح ظہور میں آ گئے اس سے آپ میں قوت قدسی اور عقدہ ہمت اور تزکیہ
اور تطہیر کی طاقت تمام راست بازوں سے زیادہ پیدا ہو گئی جو قوم بنانے کے لئے ایک مصلح میں
سب سے زیادہ ضروری شے ہوتی ہے اور اسی نمونہ اور اظہار سے قوم میں سچا خلوص اور
وفا داری اور اطاعت پیدا ہوئی۔

دوسری خصوصیت جس سے زندہ ایمان اور مشورہ تقیین دلون میں پیدا ہوا قرآن کریم کا اس
صراطِ مستقیم کو مخصوصاً اختیار کرنا تھا جس کی سخت ضرورت اس کتاب کو تھی جسے اب تک زندہ
اور مبارک رہنا تھا اور جو خدا نائی اور خدا مینی اور گناہ سوزی اور پاک سازی کا ایک ہی ذوق تھا
وہ تھو متقد نشان اور قہار ہر پیشگو کیان جو غیب پرستل متعین ہوا اپنے اپنے وقوں پر بڑے جلال اور
کمال سے پوری ہو تین تمام قرآن کریم ان زبردست پیشگو کیوں نے بجا ہوا ہے اس وقت محل اہر وقت

نہیں کہ اس اجمال کی تفصیل کی جائے ان امور پر ہم نے اپنے بہت سے خطبوں اور تقریریں میں بحث کی ہے خداوند حکیم کا زندہ اور آخری کتاب میں اس معجزہ اور خرق عادت کو اختیار کرنا اور دوسرے تمام مادی اور مخلوق کے عمل اور صناعت سے ملنس اور مشابہ ہو جانے والے معجزات کو ترک کر دینا اس حکمت پر مبنی ہے کہ سچا اور جاودانی علی معجزہ جو علوم کی گھسان لڑائی میں کامیاب ہو سکتا ہے یہی نشان ہیں جو نبی مقتدرانہ پیشگوئیوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں +

علوم و فنون کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا زندہ اس سے بہتر کوئی فوق العادت چیز نہیں پاسکتا کہ آگے سرسبز نیم کر دے۔ انجیل کیون ایک تنکے کی طرح علوم جدیدہ کی رڑ کے آگے بڑھتی۔ اور اس کا سارا شیراز کھلیا اور کیون ہندوؤں کا مذہب آج باڑیکہ طفلان بن گیا اسی لئے کہ اس لالہ لڑکے کتاب نے ایسے معجزات پر اپنے صدق کا دھار رکھا جس سے بڑھ کر آج یورپ دکھارنا ہے اور دھاتی سطح اور انسانی وسعت کے دائرہ سے اوپر اور باہر نہیں اور ہندو مذہب کا سارا دور مدار افنا ہون اور کھیلوں پر ہے جو علم اور فضل کی روشنی کے مقابل پاش پاش ہو جاتے ہیں مقررہ شریکوں جو عظیم الشان غیب پرستہل ہوتی ہیں یقینی معجزات ہیں جن کی شمل لانے پر بشر محض کبھی قادر نہیں ہو سکتا اور دوسرا کوئی ذریعہ اس پر حجاب جہاں میں نہیں جس سے خدا کی ہستی اور کامل صفات پر ایمان آسکے۔ خدا تعالیٰ کا کامل تصرف اور تدبیر اور تغلیب اور زورات کائنات کو اپنی مشیت اور ارادہ کے موافق تصرف و تصرف میں رکھنا اور اس کا صفت تکلم اور سمع اور بصیر اور ہندون کے ساتھ تعلق کی صفت سے موصوف ہونا غرض خدا تعالیٰ کے ان صفات یقینی کبھی حاصل نہیں ہکتا جب تک اقتدار ہی پیشگوئیوں کے سامنے نہ کی جائیں اور پھر وقوتوں پر حسب مصالح البیہ پوری نہیں گناہ سوز فطرت جو حرام کاروں اور بیباکیوں اور گستاخیوں اور زندیوں اور قلاشیوں اور عیاشیوں اور باحتی چالوں کی زندگی پر موت وار دکر دے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کی غیرت پر اور اس کی حرام کاروں کو بھسم کر دینے والی آگ پر سچا ایمان نہ ہو اور دل بول اٹھے کہ وہ زندہ اور عیوضا ہے اور اس کا غضب جرموں اور عاصیوں کے حق میں تیز و دوہاری تلوار ہے اور یہ ایمان

مل نہیں سکتا جب تک اس کے وجود اور قائم اور قیوم اور حی مقدر ہونے کا یقین نہ آجائے اور اس کے لئے وہی ذریعہ اقتداری پیشگوئی ہے تو ریت نے بھی یہی نشان بنایا تھا کہ سچائی وہ ہوگا جس کے منہ کی باتیں سچی نکلیں گی اور قرآن نیکم نے تو حقیقت کا مدار بالکل ان ہی آیات پر رکھا ہے ۛ

غرض انفسوں اور خواہشوں کے خلاف ایک تعلیم کا منہا دینا اور اس پر عمل کر دینا اور ہرگز ناپاک عیبوں اور رہزنیوں اور کیسہ برون کا راہ سے صاف کر دینا آسان بات نہیں کیسی صاف بات ہے کہ اصل مقصد تو خدا کی کتاب کا وہ اخلاقی تعلیم تھی جس پر انسان کی صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے پھر غیب کی قادرانہ پیشگوئیاں کرنا اور اپنے مخالفوں کی ہلاکت اور اپنی نصرت کی ہمیشہ خبر دینا اور اپنی خیال اور اس پر ضروری نصرت اور تائید آسمانی کے مترتب ہونے کی شہادت کے لئے دوسرے منعم علیہم گروہ یعنی نبیوں کی سیرت اور کامیابی کو پیش کرنا جیسا کہ کتاب اللہ ان واقعات سے بھری ہوئی ہے اس کا مطلب کیا ہے۔ بات یہی ہے کہ انسان کی فطرت بغیر انذار اور تبشیر کے کسی کام کے کوئی یا اس سے بڑے کپیٹ مائل نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ایسا اتفاق ہے۔ جو خالق فطرت نے انسان کی جبلت میں رکھ دیا ہے۔ اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے بہت زیادہ حصہ خدا کی حکیم کتاب کا منصوبہ مؤید نبیوں کے قصص اور مقتدرانہ پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے جن سطحی خیال کے فیلسوفوں نے پہلے زمانوں میں اور ان کی کورانہ تقلید سے حال کے لوگوں نے معجزات سے انکار کیا ہے انہوں نے خدا کے کلام کے اس چمکتے نظام میں غور نہیں کیا۔ اور سخت نادانی اور دلیری سے کہہ دیا کہ قرآن کریم میں نہ تو کوئی معجزہ ہے اور نہ کوئی خبک پیشگوئی ہے اور زیادہ تر افسوس کی یہ بات ہے کہ وہ اگلی مردہ اور بے برکت کتابوں میں اور قرآن میں کوئی مابہ الاقبتا نہیں بتا سکے۔ مجبور تعلیم پر تو وہ ناز نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ اخلاقی تعلیم کے متفرق اجزا العلوم قدامت کے صحیفوں میں بھی موجود ہیں۔ انسان کی سطح سے بالاتر ہونے اور آسمانی ہونے کی ایک ہی قطعی دلیل تھی۔ اقتداری پیشگوئی۔ جو معلوم

غیب پشتل ہو اس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک ظالم نے یہاں تک لکھ دیا کہ الم غلبت الروم
فی ادنی الارض وھدم من بعد غلبہم سبب غلبون فی بضع سنین
میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پاری اور رومی طاقتوں کی قوت کا اندازہ
کر کے پولیٹیشنوں کی شکل سے یہ بات کہہ دی سکا ش وہ شکر قرآن کریم کے الفاظ میں غور کرتا تو
اس کی سمجھ میں یہ بات بہت جلد آ جاتی کہ خدا کا کلام اس کی سبت اور سفلی شکل سے بالاتر ہے۔
اور اس نے یومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ سے اس پیشگوئی کو دوسری پیشگوئی کر کے کھانا
چاہا ہے کہ یہ پیشگوئی غلبہ روم کی فارس پر انسانی شکل نہیں بلکہ خدا کے غیب دان مقتدر کے
منہ کی بات ہے اس لئے کہ جہاں یہ فرمایا کہ رومی غالب آئیں گے مگر فرمایا کہ اسی تاریخ کو یکس
مطلوم مسلمان ظالم قریش پر منصور و مظفر ہو کر خوش و خرم ہوں گے۔

(اس پر دیکھو چار مضمون قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی حقیقت پر الحکم نمبر ۴-۲۱-۲۲ مین)
غرض یہی سچے معجزات ہیں جن پر عقل کا سانس کا اور قانون قدرت کا کوئی اعتراض وارد نہیں
ہو سکتا اور یہی ذریعہ ہیں جن کی شوکت اور اقتدار کی عظمت کے مقابل خم ہو کر لاشان
گناہوں کی ناپاک زندگی سے نکل سکتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کی پاک ننگی کے زیو سے
آراستہ ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تدریجی تعلیم سے اور ان مفتوحہ تہذیب
کے استعمال سے ایک قوم بنائی جو تین صدیوں تک صراطِ مستقیم پر رہی اور آخر قانون قدرت
کے مقتضائے طبعی طور پر انقلاب آیا۔ پہلے مذہب اور اخلاق میں پھر لانا حکومت اور سیاست
میں خوفناک تغیر پیدا ہوا اور آج یہ حال ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور اب علی گڑھ سکول اور
ندوہ کوشش کرتے ہیں کہ اس کی وہی صورت و شکل بنا دیں جو پہلے تھی مگر خدا کی دلائل سکولوں
کے انصار اور یونیورسٹیز غور کریں کہ کیا وہ ان ہی کچھ ٹڈیوں پر قدم مار رہے ہیں جن پر بس قوم کے
پہلے بانی نے مارا اور ان کے ہاتھوں میں وہ دھیسے اور ہتھیار ہیں جن کی ترغیب و ترہیب سے قوم کو

اس تعلیم پر مجبور یا تامل کر دین جسے وہ چھوڑ بیٹھے ہیں یہ تو مسلم بات ہے اور اس کے ثبوت میں دلائل لانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کی تباہی حد سے نکل گئی ہے اور اب کچھ نہ اُسی آگ کے گڑھے کے کنارہ پر کھڑے ہو گئے ہیں جس سے ایک مبارک اور مقتدر ہاتھ نے انہیں پہلے چھوڑ لیا تھا۔ وہی اختلاف۔ وہی نزاعیں اور وہی مفاسد۔ ہوا بالکل نکل چکی ہے ایمان اور مذہب اور عبودیت جو ایک ہی روح و روانہ اور سٹیٹم ان مین تھا وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا ہے وہی عیاشی اور فسق و فجور۔ شراب خوری۔ قمار بازی اور کھابی ان مین آگئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی عظمت۔ قرآن کی عزت اور خود خدا تعالیٰ کی جبروت اور وقت و دنوں سے اٹھ گئی ہے ان باتوں کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے دل سے یا زبان سے بولنے والے سب کے سب وہ عیوب بیان کرتے ہیں جو فی الواقع ہیں اور اس قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں جو خدا کی حجت نیرو کے ہوتے ہوئے اسکے خلاف چلنے سے خدا کی نظروں سے گر جاتے ہیں کیونکہ کائنات نے جی کامیابی حاصل کر لی سیکڑوں کو نہیں ہزاروں کو ہی لے۔ ایم اے بنالیا ڈیپٹی کلکٹر اور اسٹرا اسٹنٹ کمنشنر بنالیا اور اس کی خواہش اور دلی آرزو کے موافق قوم نیم یورپین بھی بن گئی اس لئے کہ پورے یورپین بن جانے سے تو وہ بھی مایوس ہیں اور پیر یا تو سب سے مدت ہوئی چنانچہ بھی پڑھ چکے تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ امید کرتے ہیں اور ایسی امید کرنے کے وجہ ان کے پاس ہیں کہ وہ وہ قوم بن جائیں گے جسکے بنانے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور اس کے لئے وہ تدابیر اختیار کی گئیں جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ اس قوم کو یا تو سون کو مسلمانوں کے لئے اسوہ قرار دینا اور رات دن ہی کی باتوں اور فعلوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے مزین کرنا جس کی نگاہ زمین کی سطح تک محدود و مقصود ہے اور مادی لذت اور عیش اور لطف اور فرج کی شہوتوں کے دائرہ سے ان کی ہمت باہر نہیں جاتی اور آسمان کی طرف کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے سراسر غلطی ہے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا کہ کدین کو دنیا پر مقدم رکھیں اور ان مادہ پرست قوموں کی غایت نظر یہ نہ ہی الاحیاء الدنیا

ہین۔ ندوۃ العلماء خدا کے لئے غور کرے، کہ کیا اس کا پاؤں بھی ان ہی آثار پر پڑا ہے جو انجیل
کا لٹریس یا علی گڑھ اسکول کے رہ فرمیں پر لگا گئے ہین یا اس بزرگ انجن نے کوئی اور راہ
اختیار کی ہے اور اگر کوئی اور راہ ہے تو وہ کیا ہے ہین ان کو اور تمام بچے مسلمانوں کو توجہ دلاتا
ہوں اس اعلان کے مقصد سوم و چہارم و پنجم و ششم کی طرف جو ندوۃ العلماء کی طرف سے ۱۲-۱۱
نومبر ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ مقصد سوم ندوہ کی عبارت یہ ہے: ”اخلاق نبوی کی کامل تعلیم
و تربیت کی جائے جس سے ہمارے اطوار اور چال چلن درست ہوں آپس کی بھڑکت کی جگہ
قوت متفقہ سے کام لیا جائے“ (۳) ”فروغی اور جزئی اختلاف جس نے اسلام کی مضبوطی اور
مستحکم عمارت کی جڑ کھوکھلی کر دی مہذب الفاظ اور مہذب پیرائے میں ظاہر کیا جائے۔“
(۵) ”احقاق حق اور ابطال باطل نہایت نرمی اور سہولت سے کیا جائے“ ”فتنہ اور فساد کی نوبت
نہ ہوتے“ (۶) ”وہ خطہ جہاں اسلام کا نور و ہند کے مین پڑا ہوا ہے اور جہاں اسلام کی حقیقت
اور حقایقیت سے لوگوں کے دماغ اب تک متور نہیں ہوئے وہاں دکھایا جائے کہ اسلام کیا ہے
اور اس کے فیوض و برکات کیا ہین“ ”کیا یہ باتیں اور یہ مقاصد سرسبز ہو سکتے ہین ان تجویز
سے اور ان خود تراشیدہ منصوبوں سے جو اختیار کئے گئے ہین۔ اخلاق نبوی کس ذریعہ
اور اسوہ سے سکھائے جائیں۔ کون موز کی اور مطہر اور صاحب قوت قدسیہ اور صاحب نشان
و علامات ہے جو ان اخلاق کو سکھائے کیا ممکن ہے کہ ان اخلاق سے تخلق ہوئے بغیر اور
ان صفات کاملہ حسنہ سے مستفہ ہوئے بدون کوئی دوسروں کے ترکیب اور تعلیم کا متکفل ہو سکے
اخلاق میں وہ سب شیعہ داخل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں دکھائے
گئے اور جو قوم بننے کے لئے ضروری اور بنیادی پتھر تھے۔ اور صیبا ہم بیان کر چکے ہین۔
آپ کو علمی اور عملی رنگ میں خدا کے حکیم نے وہی اخلاق اور صفات بخشے جو اس جہاں
کے انتظام اور اصلاح کے لئے ضروری اور دوسرے عالم کی تیاری اور اہلیت کے حاصل

کرنے کے لئے سموزون اور مناسب تھے۔ اب بڑا سوال یہ ہے کہ ندوہ کن کو یکا کس کو پیش کرتا ہے جو جمعیت کے پروزا اور منظر ہونے کا مدعی ہے اور اگر یہ اصطلاح گران معلوم ہو تو یوں ہی کہ آپ کا سچا خلیفہ کونسا ہے جسے پیش نظر رکھ کر ندوہ کو امید دلائی گئی ہے کہ وہ مقصد اس سے حاصل ہو جائے گا۔ فروغی اور جزئی اختلافات اور نزاعیں مثالی جائیں یہ کیونکر اور کس ذریعہ سے یکا کس کے ذریعہ سے۔ کیا کوئی ایسی پر رعب مگر دلکش آواز رکھتا ہے جو قوم کے خطرناک جھگڑوں میں بہت جلد درآ کر زور سے کہے اَلی الجاہلیت و انا فیکم اور اس آواز کے سنتے ہی سب جوش سرور پڑ جائیں اور تلواریں میانوں میں کیجائیں اور مغارقت اور مباغضت معاقلہ اور مصافحہ سے بدل جائے عادت الدنہ دکھایا ہے کہ ایک وجود مفترض الطاعت اور مطاع باذن اللہ کے سوا کبھی اس آگ پر پانی نہیں پڑا جس نے کبھی ہزاروں خاندانوں کو رکھ کر کڑا لٹھا اور اب پھر ہماری قوم کے خرمین لگ رہی ہے۔ بہتوں نے منہ کی پیچھڑاؤں سے اور بعضوں نے آستینوں سے اس آگ کو بجھانایا مگر خدا کا قانون قدرت کسی کے لئے کیونکر بدل جاتا۔ وہ کیونکر بجھتی جب تک آسمانی پانی اسپر نہیں آتا جس کی فطرت آتش کشی کے لئے بنائی گئی ہے اور جس کے برسنے کے بعد بجی اور صاف آواز آتی ہے و کنت علی شفا کحفرۃ من النار خائفین کم ومنھا اور فاصیتم بنقصتم استخوانا یا دیکھو اگر آج زہر دی بھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہی مفاسد اور عیوب قوم میں پیدا ہو گئے ہیں جو اس وقت تھے جبکہ پاک اور مقدس نادوی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ ہو تو آج کبھی پھر اسی کے دوبارہ آنے کی ضرورت ہے۔ پھر اسی سلسلہ کی ضرورت ہے۔ جو اس وقت اصلاح قوم کے لئے قائم ہوا اور جس نے اپنی علمی کامیابی پر ہمہ گامی عیبیات ہے اور ہمارے علم پر اور بھی تعجب ہے کہ وہ کیوں اس سہل بات کو نہیں سمجھتے کہ انساوب تسلیم کر چکے ہیں کہ اس جاہلیت نے پھر دوبارہ دنیا میں سرکٹا لایا ہے مسجدوں اور خانقاہوں میں عجائب خانوں کی طرح انسانوں کے ڈیڑھ بھرے ہوئے ہیں مگر روح نہیں خدا تعالیٰ پروردہ ایمان نہیں وہ رقی

اور تقویٰ و طہارت نہیں۔ وہ شریعت حقہ کی پابندی نہیں۔ دیباکی۔ اباحت۔ دہشت افونیک
کا مرض عالمگیر و باہور رہا ہے پھر باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے اور مرض کے مشخص ہو جائیکہ
الٹا علاج کیونکر کیا جاتا ہے کیونکہ اسی پہلے نسخہ کی طرف توجہ نہیں کی جاتی +

اور اگر یہ مقصود ہے اس اختلاف کے مٹانے سے کہ سب لوگ اتفاق اور مہمانہ سے
زندگی بسر کریں اور عقائد اور ایمانیات کی عصبیت اور جوش کی گردن مار دیں۔ ایک محمود آباد
کا راجہ سینہ میں خدا کے قدوسیوں کا بغض اور عداوت اور جوش تبرالیکرندہ کا پیریزٹ ہو
اور وہ ان قدوسیوں کے ذکر سے زبان آشنا نہ ہو تو کامیابی معلوم۔ جڑی غلطی ہے یہ روپ
کی نظیر کو پیش کرنا۔ ان لوگوں کا معاملہ اور ہے اور تمہارا معاملہ جن کو روشن کتاب اور باہر جوتھی
گئی اور ہے تم اس کتاب کے اصول کو قائم کرنے اور نبی کریم کی سچی عزت کو بحال کرنے کو بغیر سب
نہو سکو گے ان بھرو پون اور نقالیوں سے یقیناً خدا کا غضب بھر کے گا۔ سب سے پہلے مہمانہ
کی تدبیر پھل کر نیکامی ملان اس شخص میں پیدا ہونا چاہیے تھا اور تمہارے عملی زعم کے موافق
اسی ضروری تھا جسکو غیور خدائے کہاود والو تدرھن فی دھنوں میں ندرہ کے اس

عالمانہ فقرہ کا مطلب سمجھ نہیں سکا کہ فروعی اور جزئی اختلاف کو مہذب الفاظ اور مہذب پیر کر میں
ظاہر کیا جائے، مسلمانوں کے عقائد اور مذہب اور ایمان کی دلوں میں پکی ہوئی باتوں پر کچھ
لکھا جائے اور پھر ایک قوم بن جائیں اور اشتعال میں نہ آئیں۔ یا منت ساجت کر کے اور ساتھ
جوڑ کے ہر ایک مذہب اور مذہب کو کہدیا جائے کیسی برین خود موسیٰ مدین خود۔ وہ کون سے الفاظ ہیں
اور مہذب الفاظ جسے مثلاً منکران خلفاء راشدین کو سمجھایا جائے گا کہ تہداری راہ درست نہیں اور
اور تم خدا کے فعل اور قول کا خلاف کہتے ہو جبکہ وعدہ استخلاف سے جو خدا کا قول ہے اور حضرت
صدیق کو خلیفہ بلا فصل بنا دینے سے جو خدا کا فعل ہے منہ پھرتے ہو یا فرقہ تانی کو کہا جائے گا
کہ امامت بلا فصل لاریب حق حضرت علی کا تھا اگر وہ ناتوان تھے کیسے تھے ناچار ان کا حق غصب
کیا گیا اور ایسا ہی مقلدون اور غیر مقلدون کے نزاع کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور وہ کون سے مہذب

الغنا میں مثلاً جن کی وساطت سے بڑی ملازمت اور ملاطفت کے ساتھ ایک خوفناک سکول کی پیروی یا مباح ذریت کو کہا جائے گا کہ نمازون کی پابندی مفروضی شے ہے اور روزے خلاف کیا کافر میں انسان مسلم ہے۔ اور سچی طہارت اور تقویٰ اور خشیت اور انابت ایک مسلمان کا متعین ہونے کا حتمی اور بے قید زندگی جو تم نے اختیار کر رکھی ہے اور صورت و سیرت سنت حقہ مجربہ کے خلاف بنا رکھی ہے یہ مناسب نہیں۔ میں باوجود ندوہ کے محترم علماء سے پوچھتا ہوں کہ وہ اسلوب اور سہاج تو ازراہ کرم بیان فرمائیں جن سے وہ فروعی اور جزئی اختلاف کو مٹا بیٹھ گئے کیا اس لفظی تجویز کو پیش کرنے اور پاس کرنے کے وقت ان کی ضمیروں نے یقین کر لیا کہ یہ مبارک تجویز ہے اور ضروری عمل میں آجائے گی اور اس تاریکی کے وقت میں یہ تجویز تو رکھنا کام دے گی پھر اس پیچیدہ بات کا مطلب سوا اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ جزئی فروعی اختلافات کا نہ کوہی درمیان نہ آنے پائے مگر یہ ناممکن ہے اور اب تک ناممکن ہے پھر کیا ندوہ یقین کرتا ہے کہ ایک عالم یا عالموں کے اپنے منصوبے اور جوڑ توڑ ایسے تتر بتر ہو چکے ہو۔ گئے گا کہ ایک میدان میں ایک عساکر نیچے فراہم کر لینے اور کیا کوئی اس کی نظیر ہے۔ اسلام اور مسلمانان کی تاریخ میں بجز اس مبارک قرن کے جس میں اسلام زمانوں کے مختلف الاسرار دشمن جانی دوست بن گئے اور اگر واقعی یہ

♣ میں نامہ ان ندوہ کو متوجہ کرتا ہوں مسٹر شاہد بن سیراٹریٹ الیاس الیہ کی طرف جواب نے علیحدہ کالج کوئی کام نہ کیا ہو میں دوا اور جیسے مختصر رسول طبری گزٹ نے ۱۹۰۸ء کو لاہور میں چھاپا ہے اس میں حضرت مسلمانوں کی ذریت کا تربیت کنندہ اور قابل فخر مذکور کیا گیا ہے اس بڑے آدمی کو بیکوشل سائنس اور ایسی ایسی پاک ستہ بیگ دی اور ترقی تار کیا۔ خدا کا خدا کے برگزیدہ رسول محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا تمام اختیار اور براہ راست کا اور اکثر ذریعہ حق کی عزت کا واسطہ دیکر میں ندوہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس کچھ کو بڑھیں اور غور کریں کہ کیا اسلام کی عزت اور نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہنا ہوئی عزت ان کچھ اور ان اور قوم کے صاحبزادوں سے بھر جیال ہو گئی اور کیا ندوہ اس کچھ کے فعل اور قول سے متعلق ہے اور اگر مخالف ہے تو اسکا اثر تو کم کی ذریت کے لئے خوشامی کیا کسی نے کیا انتظام کیا ہوا اور کیا اس اجلاس میں اسپرٹوٹس لیا جاتا تھا اور اگر دہشتہ سچوں میں نہ تھا تو پھر وہ کیا اسکا کام

احساسِ ندوہ کے درمندان کو ہوا ہے کہ اس اختلاف سے اسلام کی جڑ کھوکھلی ہو گئی تو اس کے علاج اور تدارکِ آفات کے لئے مسیحی اور حقیقی راہ پر قدم مارنے کی فکر کرے اور اگر ایگڈہ کے کانفرنس کی طرح رزولوشن بازی ہی مقصود ہے تو وہ جانے اور اس کا کام۔ پانچواں مقصد بھی مین نہیں سمجھ سکتا کہ جذبات کے مغلوب اور پر جوش لوگ کیونکر اس کام سے عہدہ برآ سکتے ہیں۔ اس مقصد کا اور چھٹے مقصد کا انجام اور مطلب ایک ہی ہے۔ احقاقِ حق اور الباطل باطل کی نشانی ہے اور کن ذریعوں سے ہو سکتا ہے۔ ندوہ نے بیان نہیں کئے۔ اور ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ ان مشکلات کا بھی غور بھیجی کی ہوگی جو اس راہ میں راست بازوں کو پیش آتی ہیں آج وہ کون حق ہے جسے وہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور وہ کونسا باطل ہے جس کو تباہ اور تباہ کرنا چاہتے ہیں سب سے بڑا اور اعلیٰ حق ہی ہے کہ خدا کی صفات کاملہ میں کسی مخلوق کو شریک نہ سمجھا جائے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو خدا کے بعد تمام مخلوقات سے برتر مانا جائے۔ لہذا مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ کو ابدی زندہ اور نبی اور میت اور شافی اور غیب دان خدا تعالیٰ کی طرح مان رکھا ہے اور یوں اس کی الوہیت کو تسلیم کر کے نصرانیوں کے شرکِ عظیم کی مدد کر رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بات اور تذلیل کی جاتی ہے کہ وہ مردہ زیر زمین مدفون ہیں اور حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں عیسائیوں کے ہاتھ میں یہ کاری حربہ جو مسلمانوں نے دیا ہے جس سے عیسائی ان کو ذبح کر رہے ہیں چنانچہ تھوڑے دن ہوئے لاہور کے بشپ بہادر نے اپنے ایک لیکچر میں جس کے سامعین سیکڑوں تھے مسلمانوں پر خود ان کے اس مسئلہ مسئلہ سے حجت لازمہ قائم کی اور کہا کہ ایک مٹی میں مل گئے ہوئے انسان میں اور آسمان بلند پر بیٹھے ہوئے وجود میں کوئی فرق بھی تو ہے جاوے آخر اس سے مسیح کی الوہیت پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر استدلال کیا اور اس اعتقاد کے رکھنے والوں میں سے ایک نے بھی اٹھ کر اس کے دانت نہ توڑے اور مسیح کی عزت اور رسولِ کامل خاتم النبیین کی دولت کو شرمادہ کی طرح لمبی لگئے۔ مان تو کیا ندوہ تیار ہے کہ اس حق کا احقاق کرے۔ اور بڑا باطل اس وقت حضرت مسیح کی زندگی کا اعتقاد ہے جس سے کروڑوں آدمیوں نے انہیں خدا

بتا رکھا ہے اور اس اعتقاد کی اشاعت میں حد سے زیادہ جوش اس انسان کی پرستار قوم کر دین
 ڈالا گیا ہے سب سے بڑا فتنہ جس کی نسبت قرآن نے چکیا دینے والے الفاظ میں خبر دی کہ :-
 تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَخَطَّوْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرَّ الْجِبَالُ هَدًا إِنَّ دَعْوَا
 لِلْإِسْلَامِ وَكَذَلِكَ ۱۰ اور بڑا بھاری مفسدہ جس نے پاکیزہ یون اور راستیوں یون کو اسلام
 کی جڑ کھوکھلی کر دی ہے یہ فتنہ عیسے پرستی کا ہے اور اس کی جڑ ہے عیسیٰ کی زندگی یعنی جیٹھری
 کے ساتھ زندہ آسمان پر جانا اس کا مان لینا۔ اس کی جڑ کاٹنا اسلام کو سترہ گز تا مسیح کو مردہ ثابت
 کرنا اسلام میں تازہ روح بچھوٹنا ہے۔ کیسا ندوہ واقف نہیں یا کم سے کم کوئی ایک فرد اس کا توجہ
 واقف ہو گا کہ چھکر وڑے زیادہ رسالے اور کتابیں عیسیٰ پرست یا مردہ پرست قوم نے اسلام پر
 پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تذلیل و تشنیع میں لکھی ہیں اور یہ دجل اور سفید جھوٹ
 کنواریوں کے خدرون ہنگ میں داخل ہو گیا ہے اور ایک آشوب ستیزہ ناس سے برپا ہو گیا ہے
 کیسا ندوہ اس باطل کے زہریلے سانپ کا سر کچلنے کو تیار ہے۔ پھر بہت عظیم الشان حق پرست
 کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں کوئی نقص اور عیب روا رکھنا جائے اس کی پالذات کی نسبت عقائد
 رکھا جائے کہ وہ ہمیشہ سے شکم اور مدبر بالارادہ اور متصرف اور سمیع و بصیر ہے اس کی صفت تکلم
 کسی زمانہ میں مہر نہیں لگ سکتی اس لئے کہ یہ اس کی شان میں منقصت کو روا رکھنا ہے اس نے
 اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ صِدْق کی دعائیں صاف اشارہ
 فرمایا ہے کہ مستقیم علیہم جماعت کے تمام کمالات کے دروازے سدا کھلے ہیں گے اور تاکید فرمائی ہے کہ سب
 مسلمان یہ دعائیں لکھ کر پڑھیں اور بڑا انعام اس کا وہ فیوض اور برکات ہیں جن کا نام ہم ہر گز کا شفعہ اور
 وحی اور روئے صداقہ اور یہی ورثہ ہے ان لوگوں کا جن پر انعام کیا گیا۔ اس لئے کہ اس انعام
 کے بغیر وہ یقین اور زندہ ایمان مل نہیں سکتا جو گناہ کے پرزور جذبات پر انسان کو غالب کرنے
 اور اگر ایک طرف تو ان فیوض پر مہر لگ چکی تھی اور خدا تعالیٰ کی وہ صفات اس حد تک پہنچ کر
 ساکن ہو گئی تھیں تو پھر یہ دعائیں یا اللہ ایک دھوکا اور جھوٹے دل خوش کن الفاظ سے زیادہ

نہیں ہوگی اور یہ منقصد ہے صفات باری تعالیٰ میں۔ اور یہ سمجھا کر ناگہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم اور اس کے ساتھ آپ کے تمام فیوض اور یرکات بھی منقطع ہو گئیں اور آئندہ کیلئے نغوفہ بالمدد و سرے لوگوں اور مذہبوں کی طرح آپ کی نبوت بھی مگرئی اور آپ کی صفات عالیہ اور یرکات استی کی قائم مقامی یا منظم و بروہ کی راہ بالکل مسدود ہو گئی اس دعا ہذا بالضرط المستقیم کی تکذیب ہوگی اور خدا تعالیٰ کی پاک اور کامل صفات کی سخت ہتک ہوگی اور بڑھاکر حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے بلاگہ واقعی خارج مین ایک مخلوق ہے جسے خدا نے ایمانیات میں افضل کیا ہے اور جبریل علیہ السلام ملکہ الانسانی یا ایک قوت قوائے انسانی مین سے نہیں بلکہ ایک جدا مخلوق ہے اور قانون قدرت کے موافق خدا کے یہ وسائل مین اور یرہ روحانی و وسائل ایسے ہی ہیں جیسے جہانی عالم مین خدا کے فیوض اور فضولوں کے پہنچانے کے لئے قوائے شدا چاند سورج ستارے اور دیگر مادی اشیاء و وسائل مین اور یرہ وسائل خدا تعالیٰ کی صفات کا نذر اور توحید کی شان پر کوئی زدا و حلاہ نہیں اور بڑا حق یہ ہے کہ دعا حق ہے اور ایک سبب قوی ہے۔ منجملہ ان اسباب کے جو مقاصد و مطالبہ کے بلانے کیلئے خدا تعالیٰ نے حسب قانون قدرت بنائے ہوئے ہیں اور دعا لاریب ایک علت قویہ ہے معلومات کے لئے اور بقول ایک سطحی خیال کے زمینی آدمی کے نری خوش کن خشک عبادت نہیں۔ اور مثلاً بڑا حق یہ ہے کہ خدا کے مرسلوں اور مامورین اور مبعوثوں کی صدق کے بڑے بھاری نشان اور علامت معجزات اور خوارق آیات ہیں اور وہ مین اقتداری پیشگوئیان جو علوم غیبیہ تیل ہوتی مین اور بے ان کے خدا کا مخفی اور نہان در نہان چہرہ اس جہان مین کبھی نظر نہیں آسکتا۔ کیا ندوہ تیار ہے کہ ان حقون کا احقاق کرے اور ان کے مبطلون کا سر کچلے۔ بہت خوب اگر ایسے بھاری کام کا بیڑا ندوہ نے اٹھایا ہے تو خدا مبارک کرے مگر افسوس اب تک تو ندوہ کی رفتار اس راہ پر نظر نہیں آتی جو احقاق حق اور الباطل باطل کی ایک ہی ستقیم راہ ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ کیا دکھا کر احقاق حق اور الباطل باطل کرینگے اور ان خطون مین جہان اب تک اسلام کا نور نہیں گیا کونسی فضیلت اسلام کی اور دیکھو خدایا بطل

اور اس میں مابہ الایقانہ پیش کرین گے۔ تمام مذاہب باطلہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے مذاہب اور مذاہب کے انصار و خدام اقتداری نشان دکھانے سے قاصر ہیں اور وہی یقین کو شاید کرتے ہیں کہ خوارق عادت کا وجود پچھلے زمانوں کے لئے تھا۔ اب نہ کوئی اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی میں قدرت ہے اور اس وقت تمام مسلمان بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ کمالات نبوت سب ختم ہو گئے۔ اب نہ تو نبی کے حقایق پر متل اقتداری پیشگوئی کوئی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی راہ مفتوح ہے۔ خدا کی صفت کلام اور وحی اور الہام پر ہمہ لگ چکی ہے۔ ایک پیغمبر پر بھی اس حقیقت حقہ سے منکر ہے جو کہتا ہے کہ کمالات نبوت میں کسی کو سچا جانشین ماننا شرک فی النبوت ہے اور درحقیقت نبوت کو خشک بے اثر غیر متعدی اور مردہ مان کر شرک عظیم کا کام ہو چکا ہے اور پستی تحریر و ن میں مجنون اور نبی کے تخیلات میں کوئی واضح فارق اور عی اعتبار نہ دکھا سکے سے اس بات کا مجرم ٹھہر گیا ہے کہ نبی کو فوق عادت پایہ کا انسان ثابت نہیں کر سکا ویسے ہی اہل حدیث اور دیگر مسلمان قولاً یا عملاً اس کے منکر ہیں اور بڑے جوش سے اُتر کرتے ہیں کہ خلافت محمدیہ یا بر و محمدی یا زندہ نبوت بے معنی اور بے ضرورت باتیں ہیں۔ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائی اور آریہ بھی اپنے مذاہب کی صداقت اور حقیقت کے لئے دلائل دیتے اور ہزاروں ہفتے سیاہ کرتے ہیں اور تقریر و ن میں بھی ان کی زبانیں ٹھکنے میں نہیں آتیں ہی طرح مسلمان بھی لفظی دلائل اور مباحث پر اکتفا کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں دیکھتے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلام میں اور ان مذاہب میں مابہ الایقانہ کیا ہے جیسے بے فیض اور خشک اور بے برکت وہ مذاہب باطلہ ہیں ویسا ہی اس رنگ میں اسلام ہوا۔ ایک ہی مابہ الایقانہ تھا یعنی زندہ خدا کا زندہ نشان جس کے دکھانے کی توفیق باطل کے پرستار باظنون کو کبھی نہیں دی گئی اور نہ دی جائے گی مگر خدا کی پر حکمت کتاب فرماتی ہے عَالِمُ الْعَالَمَاتِ کَلَّا یُظْهِرُ غُلَاقِیْنِہٖ اَحَدًا اَلَا حَیْثُ اَرَضٰی حَیْثُ مَشٰی سَوَّلٰی + سو اس کے وجود سے تمام بے برکت اور استخوان پرست قوموں کی طرح محرمانہ نہ وہ اور دیگر مسلمان بھی منکر ہیں۔ جبکہ یہ حال ہے تو

اب میں ندوہ سے بادب عرض کرتا ہوں کہ کیا آپ یورپ میں سید احمد خاں والا اسلام پیش کر سکیں گے جس میں خدا کو محض عضو بیکار اور معطل دکھایا گیا ہے۔ وحی سے انکار۔ وعاسے انکار۔ ملائکہ۔ اندر سے انکار اور خدا کی پیشگوئیوں اور غور و خوارق عادات سے انکار ہے۔ اور قرآن کریم کو ایک روکھی اور پھکی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔ کیا آپ اہل حدیث والا اسلام پیش کریں گے جیسا کہ الحمد للہ کے ایک ایڈوکیٹ نے لاہور کے جلسہ عظیم مذاہب میں کہا اور افسوس سے اعتراف کیا کہ اب اسلام میں کوئی ایسا شخص نہیں جو کوئی مقتدرانہ نشان دکھاسکے اور خرق عادات امور اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں اس طرح اس نے اسلام کو پولرے برکت اور بے اثر ثابت کیا۔ یا آپ ان سچاؤ بینوں اور فقر اور صوفیوں کا اسلام پیش کریں گے جنہوں نے باوجود اقرار کرنے ختم نبوت کے نہروں بنو تین تراش لی ہوئی ہیں اور خاتم النبیین کی سنت ثابتہ صحیحہ کو چھوڑ کر لاشہ بدعات کے بتوں کو سجدہ کر رہے ہیں۔ پھر میں بادب پوچھتا ہوں کہ ازراہ کرم اتنا تو فرمائیں کہ وہ کونسا ماہ الا تیار نور آپ کے پاس ہے جسے لیکر آپ ان خلون میں جائیں گے جہاں اب تک اسلام کا نور نہیں پہنچا اور لوگ شناخت کر لیں گے کہ آپ لاریب ایک صادق اور زندہ اور بابرکت مذہب لائے ہیں اور یقین کر لیں گے کہ ان کے مذہب اس کے مقابل مردہ اور لاشے ہیں۔ کیا آپ حنفی مذہب کی اشاعت کریں گے یا مالکی کی۔ شافعی کی یا حنبلی کی پھر یہ بھی لازم ہو گا کہ معاشی مشرب کی تائید ہو یا نقشبندی کی یا قادری کی یا دیگر مشربوں کی۔ پھر یاسینوں کے یہ مجموعے ساتھ لے جائیں گے یا شیعوں کے قصص و روایات کے موافقات غرض اس قدر اختلافات میں آپ میں کس فرد یا قوم نے کوئی روشن فیصلہ کی راہ تیار کی ہے جسے غیر قوموں کے آگے پیش کریں گے۔ اور اگر ندوہ کے پاس ہنوز تاریک اور بے سوز لفظی ہیں اور تخریک درظہ میں غوطہ کھا رہے تو کیا وہ ایک صادق اور حقیقی رہبر کی اواز سننے کیلئے تیار ہیں جو خدا کی طرف سے حکم اور مامور ہو کر ان اختلافات کی نارستہ بچاتا اور قرآن کریم کا وہی پہلا جہل متین ہاتھ میں لیتا اور ایک قوم بناتا ہے۔ ندوہ کو معلوم ہو گا کہ آج کل امریکہ میں

ایک شخص جان الگزینیلر ڈوٹی نام دعوے کرتا ہے کہ وہ ایسا ہے وہ دو کام کر رہا ہے اسکا گمان ہے کہ وہ دعائے لوگوں کو اچھا کرتا ہے وہ اپنے اخبار اور رسائل میں جن کے بہت سی نمبر ہمارے پاس موجود ہیں ہزاروں آدمیوں کی شہادتیں درج کرتا ہے جو اس کے زعم میں اس کی دعا کہ وسیلہ مختلف بیماریوں سے اچھے ہوئے۔ یہ شخص دوسرے عیسائیوں کی طرح پورا ظالم مشرک ہے اور مردہ خدا کی الوہیت اور کفارہ کی طرف دعوت کرتا ہے اور اپنے باطل کو زینت دار الفاظ سے سجاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بیماریاں بھی و دشمنیں کرتا ہے جو نہایت خفیف اور آسان علاج پذیر ہیں اور اپنی دعا کو ان کا چارہ کار بتاتا ہے اب کوئی فیصلہ کرے کہ فلاں شخص درحقیقت اس کی دعا سے اچھا ہوا یا یوں ہی خود بخود صحت یاب ہو گیا۔ اب اس قوم کے باطل کا ایصال کس ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور کونسا مذہب حق ان کے مذہب کے مقابل پیش کیا جاسکتا ہے جس کی نسبت صریح دعوے ہو سکے کہ یہ واقعی مذہب حق ہے اور اس کی سچائی کا یہ معیار اور اس میں اور اس کے غیر میں یہ ما بہ الایثار ہے اسکا جو اب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مقتدر خدا کا زندہ طریق ثابت کرنے کے لئے اڑیں ضروری ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ اس کے فیوض اور برکات زندہ اور دائمی ہیں اور اس امر کا ثبوت بجز مقتدر اور قادر ہر پستیگیوں اور خوارق عادت امور کے اور کچھ نہیں ہے۔

کیا زندہ کے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جو یہ دعوے کرتا ہے کہ اسلام زندہ مذہب ہے اسلام کا خدا زندہ۔ اسلام کا نبی کریم زندہ۔ اسلام کا مرکز بیت المقدس زندہ۔ اسلام کی بولی عربی زندہ۔ قرآن نے جو معجزات اور خوارق اور پیشگوئیوں کا علم بیان کیا ہے اس کا سلسلہ الیک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ یہ بات کسی کتاب کے مردہ اور بے برکت اور بے آخر غیرت الہی نے اس سیاحہ دل مشرک کے چارہ کار کے لئے اپنے صادق خلیفہ حضرت مسیح موعود کو دلچسپ ڈال دیا کہ ایک بلاترہست اشتہار اسلام کی حقیقت اور نہایت کے بطلان کو اظہار کیا کہ اگر اس باطل کے پرستار کو مقابلہ کیا جائے اور رکھا جائے کہ وہ تو سچ کا ذب ہو گا وہ صادق کو سامنے ہلاک ہو گا۔ کیا زندہ اس حرکت کو کوئی اور حربہ باطل کے مقابلہ

مسموح و مجزوم ہونے کے نشانوں سے ہے کہ اس کے مندرجہ معجزات اور خوارق بطور قصہ اور کتھا کے رہ گئے اور اب ان کا نمونہ دنیا میں موجود نہیں اور درحقیقت قابل مسخر اور مضحکہ کے وہ مذہب اور کتاب ہے جو یہ دعوے کرے کہ اس کے برکات پہلے تو تھے مگر پھر بند ہو گئے ہیں اور اس وقت نہ تو کوئی موجود ہے اور نہ ایسا شخص کبھی پیدا ہو سکتا ہے جو ان برکات اور انعامات کا حصہ دار ہو اور دوسروں کو دے سکے اور دشمنان اسلام کو دکھائے جو پہلے راستیانوں کو دی گئیں۔ افسوس رونے اور دانت پیسنے کا مقام ہے کہ ایک مردہ اور جلد فنا ہو جانے والی اور مسموح ہو جانے والی کتاب تو ریت کے ابتاع اور فیض تعلیم سے بیسیوں راست یانوں اور مشتم علیہم سے (علیہ السلام) کی مانند ہو سکے اور خدا نے ان سب برکات و فیوض کا وارث انہیں کیا جو حضرت موسے کو دی تھیں مگر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انعامات و قدسیہ اور خاتم الکتاب قرآن کریم کی یہ تاثیر اور یہ برکت کہ بڑھتی سے وہ سارا سلسلہ ہی ختم ہو گیا اس لیے کہ نبوت پر مہر لگ گئی۔ اور اس طرح وحی کا تار بند ہو گیا و بیگیاں اور خوارق عادات کا اظہار بند ہو گیا۔ مصالح الہیہ سے بشریت تو تکمیل پا کر ختم اور بند ہو چکی تھی اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا مگر انعامات اور برکات اور فیوض پر کیوں مہر لگ گئی اللہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیا ہوئے آپ کے ساتھ ہی سارا تاننا نبیوں و برکات کا ادھر گیا۔ اس صورت میں خدا تعالیٰ کے اس قول کے اَنَّا لَخَبِرْنَا اَلَّذِکَ قَرَانًا لَمْ یَخْفَیْ عَلَیْکَ کیا معنی ہوئے کہ آپ حفاظت سے مفلکون کی حفاظت مراد لیتے ہیں اور اس سے آگے تجا ورت نہیں کرتے اگر یہی مراد ہے تو وہ موجود ہے پھر اس کے ہوتے تو م کیوں بگڑی اور کیوں مفلکون کی ذاتی تاثیر نے خود بخود قوم پر وہی اثر نہ کیا جو اس وقت نظر آ گیا اور ایک زمانہ اسکا گواہ ہو گیا جبکہ قرآن کے عمل کا نمونہ صاحب کشف و وجہ موجود تھا۔ ایسا نہیں بلکہ حفاظت سے مراد اس کی صورت اور میراث الفاظ اور معانی اور برکات اور تاثیرات اور فیوض سب کی حفاظت سمجھنا مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ میں انسانوں کی یہ حالت ہو چکی کہ ایسا

کی ہستی کا انکار ہو جائے اس کی صفات پر اعتراض ہوں اور زمانہ پرفت اور غور اور بطلان اور
 شیطان کا سیاہ سایہ چڑ جائے اور تمام صدائیں اور حقایق حقہ استغاثہ اور انکار کی نگہ سے
 دیکھے جائیں اور پست ہمت سیفہ دشمن قرآن پر زبان طعن دراز کریں اس وقت ایسا آدمی
 ضرور مبعوث ہو گا جو باطل کے ہر قسم کے حملہ کو دفع کرے گا اور اسلام کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال
 کرے گا۔ اور یوں اس ذکر کی حفاظت ہوگی۔ ہاں تو میں پوچھتا ہوں کہ ندوۃ العلماء کوئی ایسا
 شخص دکھا سکتا ہے جس کو یہ اقتدار بخشا گیا ہو اس لئے کہ حق کا احقاق اور باطل کا ابطال اور
 غیر خطوں اور ملکوں میں نور اسلام کا پہنچانا تو ایسے ہی شخص کا کام ہے خشک لفاظی اور بے برکت
 ملا مولوی اور متدع صوفی کا تو کام نہیں جبکہ ندوہ کے علم اور رسائی میں ایسا شخص نہیں تو
 اس نے ان مقاصد کی ترتیب کے وقت کیا سوچا کیا اتنے پیرقناعت کی کہ شہرہ شہرت خشک
 اور بے برکت آدمیوں کا اکٹھا ہو جانا ہی اس کام کو پورا کر دے گا۔ افسوس ندوہ کی حقیقی مان
 ایجوکیشنل کافر نے بھی ان تیرہ یا کم و بیش برسوں میں بے شمار رزرو لیوشن پاس کئے اور
 میٹرارو پیہ براد کیا مگر اصل مرض کی تشخیص اور حقیقی علاج کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اٹھایا
 قوم کو بیمار مانا اور مرض یہ قرار دیا کہ انگریزی اعلیٰ تعلیم کے نہ ہونے سے یہ مریض ہلاکت کے
 قریب آ گیا ہے اس کا علاج علی گڑھ کالج یا ایسے انسٹیٹیوشن کے سوا نہیں۔ اور اس طرف
 کبھی التفات نہیں کیا کہ خدا کو ناراض کر کے۔ یعنی جت تیرہ کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کے
 موجود ہونے میں فخر کی راہوں کو اختیار کر کے اور شریعت حقہ کی پابندی سے منہ پھیر کر قوم کا
 یہ حال ہو گیا ہے اور ضروری تھا کہ ایسا ہوتا۔ اس لئے کہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں مغضوب
 علیہم کے لفظ میں اشارہ ہو چکا تھا کہ ضالین یعنی نصارے کے استیلا اور فتنہ کے وقت
 مسلمانوں کی حالت علمی اور اخلاقی اور سیاسی بالکل بیہود کی حالت کی مانند ہو جائیگی
 چنانچہ خدا کے زندہ کلام کی یہ پیشگوئی صاف طور پر پوری ہو گئی اور اب کون کہہ سکتا ہے کہ
 قوم کے ادا اور ربکیت کی حالت ہر رنگ میں مضروب الذلت قوم بیہود کی مانند نہیں محض ذہن پرست

اور بالکل رو دینا اور آسمان سے قطعاً منقطع قوموں کی طرح محمد (اس بے ادبی اور گستاخی پر)
خدا کی پناہ) کیجو کیشیل کانفرنس علی گڑھ نے قوم کی تباہی کے محض زمینی اور مادی اسباب قرار
دئے اور میٹریلسٹوں کی طرح معمولی اور سفاہری علت پر سر جھکا دیا۔ اگر میرے اس بیان میں اعتدا
ہے تو مجھ سے زیادہ شکر گزار نہ ہو گا کہ جناب سید مہدی علی صاحب خد کے حضور میں کھڑا ہونے کے
ہول کو نظر رکھ کر حقیقت حقہ کے منہ سے نقاب کھولیں اور بالبداهت اسے ذہن میں رکھ
لیں کہ ہم ان کے اجلاسوں کے مختلف پریزینٹوں اور بہت سے محرکوں اور مؤیدوں کے حال
قال سے ناواقف نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ لوگ اپنے تقوے و طہارت اور اتیلح اور رعایت
حقوالد و حقوق العباد کے لی طبعاً وہ لوگ ہیں جو قوم کے شیرازہ کے لئے ناقابل نقض ہاگابین
سکتے ہیں اور یہی لوگ اس زمانہ میں صحابہ کا بروز ہیں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ میں نے مختصراً
بیان کر دیا ہے کہ جب تک قوم کو ابراہیمی قبلہ کی طرف متفق کر کے متوجہ نہ کیا جائے اور سب سے
پہلے یہ کام کیا جائے تب تک کچھ نہ ہو گا اور میں نے دکھا دیا ہے کہ پہلے جیہ یہ قوم ہی تھی تو کون فراموش
اور اسباب سے نبی تھی اور اس کی اصلاح کے لئے کیا قانون بنایا گیا اور کیسا بابرکت اور زندہ
نمونہ اس قوم کے سامنے پیش ہوا اور اس معتمد اور مادی کو کیا صفات اور خصائص دئے
گئے تھے جسے قوم میں سچی اور لائظی طاعت کا مادہ پیدا ہوا۔ اگرچہ ان میں ہر ایک بات طبعاً
تفصیل اور ربط چاہتی تھی مگر مجھے مصلحت سے اختصار و اجمال پر مجبور کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے
بعد ضرور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کارکنوں پر ایک مایوسی کا عالم طاری ہو سکتا ہے کہ اب کیا کیا
اور قوم کی اصلاح کے لئے ان صفات کا آدمی کہاں سے لایا جائے لہذا میں زیادہ دیر تک نہ
ڈکڑھن آمیز بیان کو معرض تحریر میں لانا نہیں چاہتا اور مٹا دیتا چاہتا ہوں کہ خدا نے اپنے
اپنے وعدہ کے موافق منہاج نبوت پر ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے یہاں تک کہ ان ظلموں میں بون کیا
جائے کہ یہی کہ زندہ خدا کی زندہ کتاب قرآن حکیم نے سورہ جمعہ میں فرمایا تھا **وَاسْمُ رَبِّكَ فَتَعْلَمُ**
لَا يَخْشَوْنَ رَبَّهُمُ یعنی وہ رسول پاک جو امیوں میں مبہوش ہوا اور ان کا سر کیسے کیا

اور کتاب اور حکمت انہیں سکھائی وہ ایک اور قوم کا بھی ویسا ہی معلم اور مری ہو گا جو ہنوز
 صیاح یمن شامل نہیں اور اس غرض کے لئے اس کی بشت ثانی ہوگی۔ اب اس وعدہ کے
 موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں یا یوں کہو کہ حضرت غلام
 قادیاہی کے بروز میں جلوہ گر ہوئے ہیں یا یوں سمجھ لو کہ خداوند علیم حکیم نے حضرت غلام احمد قادیاہی
 کو وہی خوب وہی برکات وہی انعامات اور وہی معجزات دیکر سچوٹ فرمایا ہے از بسکہ زمانہ بگاڑ
 اور فساد میں اپنی اسی پہلی حالت پر آ گیا بلکہ نیا وہ فساد کی طرف جھک گیا تھا اور اسی تعلیم کی
 اسی قوت قدسی کی۔ ان ہی فیوض و برکات کی۔ ان ہی معجزات اور خوارق عادات کی اور مقتدر
 پیشگوئیوں کی ضرورت تھی اس لئے غیور خدا نے اس پاک اصل کے پیچھے ظل اور غلیظہ کو جو ان کی
 اتباع اور اپنے نام میں قافی ہو چکا ہوا ہے اور اپنا کچھ نہیں رکھتا اور اس کی تعزیر اور توقیر اور
 تجلیل میں رات دن کوشش کرتا ہے وہ ساری قدرتیں اور طاقتیں دیکر دنیا میں بھیجا تاکہ از سر نو
 خدا کی حمد سے دنیا بھر جائے اور رہے سانپ کی چلیان نکال ڈالی جائیں۔ سب سے پہلے
 اس شخص نے اور اسی نے یہ اصطلاح نکالی کہ صیبا خدا تعالیٰ زندہ اور قیوم ہے قرآن کریم بھی
 زندہ رسول ہے۔ یعنی اسلام میں اور دیگر باطل مذاہب میں بڑا میتن مایہ الاقربا یہی ہے کہ جن
 قدر توت اور طاقتوں اور معجزہ نمایوں کا دعوے کسی زمانہ میں ان مذہبوں نے کیا تھا اور اب
 وہ بے دست و پا اور بے برکت اور مردہ ہو گئے ہیں قرآن کریم کا حال ان کے خلاف ہے۔
 اس میں یہ برکت اور نشانیاں اور روح حیات ہے کہ جن کالات اور اقتدارات کا دعوے اس کے
 برکات کی وساطت سے ایک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا وہ تاثیریں اور
 برکات اور فیوض اور نشانات اب تک موجود ہیں اور وہ قرآن کے پیچھے کچھ نہ بٹھاتا ہے ہوتے
 ہیں اس لئے کہ اگر نفوذ باعدیہ بات نہ ہو تو پھر اس میں اور دوسری مردہ کتابوں میں کوئی فرق نہ ہو گا
 یہ پہلا شخص ہے جس نے خدا کی اور تمام نبیوں کی اور نبیوں کی خصوصیات کی یعنی وحی کی مشکافہ
 کی۔ روایا صافہ کی۔ استجابات دعا کی۔ اور پیشگوئیوں کی کھوٹی ہوئی عظمت اور عزت بحال کی اور

قرآن کی جبروت کا سکہ دنیا میں بظاہر اور سراسر جہان میں ہزاروں شہاروں کے اس وقت زندہ مذہب صرف اسلام اور اس دعوے کے ثبوت میں وہ باذن اللہ تمام وہ برکات اور انعامات اور فیض دکھا سکتا ہے جو گذشتہ رشتہ بازوں کو دے گئے اور اب بجز اسلام کے اور کسی مذہب میں ان کا نام و نشان نہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے عیسائی مذہب اور دوسرے ایسے باطل طریقہ کے استیصال کیلئے یہ حربہ نکالا کہ زندہ اور سچی اور خدا کی کتاب کا یہ نشان ہے کہ وہ دعوے کو بھی آپ ہی کرے اور اس دعوے پر دلیل بھی اپنے اندر سے لے۔ اس کی دلیل کی۔ وید کی اور تمام ایسی مردہ کتابوں کی عزت کی جڑ کا گئی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اس وقت کی ساری قوموں پر فخریہ بیانیوں پر تریوں پر بہرہ و بیہوشی پر خدا کے لئے کی محنت طرز پوری کی یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی معیت میں یہ عظیم الشان فقرہ لکھا جو اسکے ہر ایک پیرو کو اقرار بیت کی عتداف سے نکال دیا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھ دوں گا جس طرح خدا نے قرآن کریم میں دو باتیں لکھی ہیں جنکے ذریعے وہ بابرکت اور باری کتاب پھر ہی یونہی تعلیم و تعلیم کی حفاظت کیلئے اقتدار کی پیشگی بیان۔ وہی انعام و برکت کا خلافت اسے پہنایا گیا کہ تعلیم میں یہ دعوے تھا کہ اس پر چلنے سے خدا خوش ہو گا اور اس کے پیروں کو اس جہان کی اور آئندہ کی خوشحالی ملتی ہے اور اس کے خدا کو کر لیا انکے سے خدا کا غضب نازل ہو گا اور راستی کے دشمن تباہ ہو جائیں گے اور ان دوسرے عالم میں دوزخ میں چلے گئے۔ اس کی ناسخ و فروعی تھا کہ وہ انذار و تنبیہ کے دعوے اس جہان میں بھی پورے ہوتے اور یوں آخرت کے عالم اور اس کے ایلام اور انعام کے ثبوت کیلئے بطور توطیہ اور تہیہ کے ٹھہر جاتے۔ لاجرم خدا کے مشرعوں کے مطابق گناہ اور ریگستان کے رہنے والے گھر سے اور قیصر کے خزانہ اور ملک اور ملک کو سونے کے لنگھوں اور معدودہ و شام کے حور و قصور اور انہار اور غلمان کے مالک اور وارث ہوئے اس لئے کہ اس تہیہ اور مقدمہ سے ہر لگ جائے اس دوسرے عالم کے مایوس و مایوس پر اور ان کے اعتداد بھاگے ہوئے اور اس دنیا کی نابینائی جنگ کا یہ نہر خشک بن گئے اس لئے کہ کچھ ثابت ہو جائیں اس عالم کے تاخیر و عید و مگر یہ دو باتیں نہ توین تغیب الغیب خدا کی صفات یعنی اس کی قدرتوں اور ارادوں پر ایمان اور اس دوسرے عالم کے عالم اور اس کے حالات اور کیفیات پیش کر بھی پیدا نہ ہوتا۔ تو ریت اور انجیل اور وید اور دوسری مردہ کتابوں میں ہی نقص تھا اور ان ہی دو باتوں کی کمی تھی جسکی وجہ سے یہود قیامت کے منکر ہو گئے اور آؤ پھیلی دو توین بھی جیسی اصل میں کیا توین خدا اور دوسرے جہان کو پس پشت دے دینے میں بھی ایک ہو گئیں۔ اسی طرح اور اسی رنگ میں قرآن کی حرکت کو اسلام کی چمائی کہ اس جہان کے دیرہ و مان منکر و نہ بظاہر کر کے خدا کے فخر و جلال علیہ وسلم کے حقیقی برحق و حقا وانی کے اندر پریشان ظاہر کیے جو کہ دو توین اس وقت سے خدا و مقلد اور اسلام پر کرتی اور پیغمبر اس کے مدلیہ و علم و قرآن کی دلگوپیہ اور خدائی توین میں کی تھیں۔

اودھوا اسکے سچے وعدوں اور عہدوں سے نہیں انکار تھان پر قیامت تک ہمت پوری کر کے لڑو تا جہت کہ یحییٰ اسلام کی تعلیم اور عیسائیت کی نیکیوں کے دو فروغ کے واسطے اسلام کے پرستاروں کی نسبت موت کی جنگی لڑائی اور فوج کے قہر کی لڑائی کے اتھم اور یکھار کے خرم میں جی کو جلا کر اس پہارسے زمانہ میں اسلام اور بائی اسلام کی صداقت اور حقیقت پر دسی جہنگل کی کاس خیر لقرون میں بدسکیشگی کی کہ پورا ہوئی گئی اور سطر ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم کی تفسیل کے اقرا اور لافانی میں وہی جتنے زندہ اور قہار تائید اور برکت موجود ہے اس بات کا ایک عالم کو دکھا دیا کہ اس وقت ایک شخص جو خود کو مکہ مقابل اسلام کی عزت قائم کر کے کھانچے بہ غرض جو مقاصد اور اغراض اندوہ العلماء نے اپنے اعلان میں کہے ہیں اور لافانی میں ان کے پورا ہوئی گئے ٹپ اور گدازش ظاہر کی ہے اور وہ مالک الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ اسلام کی جڑ گھول لی ہو گئی ہے اور اب حضرت غلام احمد قادیانی کے فوجیہ سے اچھے راہ بنی کہ اصل اہل اقلیت نے کفالی ہے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا نے اخروی اصلاح کیلئے مہدی موعود بنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات ایلو ظل کے یکے بھیجا ہے اور یہی حلقہ کے فانی اور ان کے مفاسد کی اصلاح کیلئے زمانہ موجود کہ اقلیت کے موافق ان کا نام سچا ہو گا اور دکھا ہے آپ ایک وجہ پاک میں وہ امام منقرض الطاعنہ موجود ہو گیا جس کے علم کی نیچے شرف اور مندر فرقی کلمے ہو کر دیو اور جی ترقی کر سکتے ہیں۔ اس میں اور ساموں پر پرنٹ کی حدار کے نیچے کسی مبرکی جو ان ہمیں کا اختلاف اور نزاع کی آگ کو بیکڑ کا سکے۔ دنیا کا ایک پرنٹ جن کی ضرورت تھی جو مختلف کا یوں کہ کہیں کتا سو اب وہ آسمان سے نازل ہو گیا ہے اب تمام سکات اور لغات قوم کو اس کی ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں اور وہ تمام روگین اور سوا نمودر ہو سکتے ہیں جو قوم کی ترقی روحانی اور جسمانی کی راہ میں ہیں۔ اندوہ العلماء اور دیگر مذہب کو فاض ہے کہ اس نامور انسان کی آواز پر کان لگا لیں بے انتہائی اور اغراض کر نیسے وہ خدا کے نزدیک سخت لازم ہو گئے۔ ایک لکھنؤ کا مسکن کے خدام کی نوبت ہو چکی ہے اور بہت سی کتابیں عربی میں فارسی میں اردو میں انگریزی میں اور لاکھون اشتہار اس کی تائیدین شام ہو سکتے ہیں تو کم پلٹرون پر فرض ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود کو دعویٰ اور مالک میں فور کریں اور پھر باوقاسیہ کریں اور اس پاک سلسلہ میں داخل ہو کر قوم کی ترقی کی فکر کریں یا اس کے متیصال کیلئے زور لگائیں گئے کہ اسلام کو جہاد فرود بن اس میں داخل ہوتے چلتے ہیں اور اس سلسلہ کا دھچکے کھدوں سکے اس جہان کی فلاح ہو اور اس عالم میں نجات پیدا اور یوں ان وعادی سے یہ سلسلہ دیکر سلسلہ کی راہ میں سخت ٹھوکر اور دھچکے ہو رہا ہے۔ اس کی ہائیکر بات دیکھیں اعراض اور ناقض کر نامزدی ہو عید ہے خدا کے سکندوہ اور دیگر جنہیں اسطوف توجہ کریں اور اہل المؤمنین کی دھچکے کر کے لکھ کر اس جہان کیلئے سنت حسرت کی بنیاد ڈالنے والے ہوں آمین +

عاجز عبد الکرم

ریویو آف سلیجنہ

یہ ریویو غیر ملکی ہوا سی نہ ہی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہر مہینہ کی مین تاریخ کو نکلتا ہے اس کے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور اصول حقہ اسلام کی تائید میں ہوتے ہیں عموماً حضرت اقدس سر مبارک غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود صحر کی قلم سے نکلتے ہیں عیسائیوں آریوں برہمنوں فلسفیوں وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا پورہ مذہب اسلام پر کرتے ہیں جواب دیتے ہیں اس سلسلے کو یہ بھی محال ہو کہ زبان انگریزی میں دنیا کے سائنس دان انگلستان امریکہ وغیرہ میں جاتا اور اس کے مسکن مہنامین مخصوص اس قسم کے ہوتے ہیں جن سے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اس کا رعب کوئی نہ فریاد ہو اور اس کی متعلق ہر ایک قسم کے شکوک شبہات دور کئے جاسکیں۔

قیمت آنگریزی رسالہ سالانہ مع محصولات اک انونے کا پریچہ ۸ روپے ۴ و ۶ روپے پر علی الترتیب ملتا ہے بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب نام جاری نہیں ہو سکتا جو صاحب منی آرڈر کے ذریعہ قیمت ارسال نہ فرماویں انکو چاہیے کہ اپنی درخواست کے ساتھ طلب بھیج دیں کہ پہلا پریچہ بذریعہ وی پی پی بھیجا جاوے۔

(۲) یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کہلا ہی بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور بدالغہ سے پاک ہوں۔ تجارت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ	سالانہ
۱۰۰	۵۰	۲۵	۱۰۰
۵۰	۲۵	۱۲	۵۰
۲۵	۱۲	۶	۲۵
۱۲	۶	۳	۱۲

نوٹ۔ یہ رسالہ اخبات الحکم (جو جیسے میں چار بار قادیان میں نکلتا ہے) سے ایک باطل لگا لے کر طرز کار سالانہ جس میں

یہ رسالہ قادیان ضلع گورداسپور میں ہر مہینہ کی مین تاریخ کو نکلتا ہے اس کے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور اصول حقہ اسلام کی تائید میں ہوتے ہیں عموماً حضرت اقدس سر مبارک غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود صحر کی قلم سے نکلتے ہیں عیسائیوں آریوں برہمنوں فلسفیوں وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا پورہ مذہب اسلام پر کرتے ہیں جواب دیتے ہیں اس سلسلے کو یہ بھی محال ہو کہ زبان انگریزی میں دنیا کے سائنس دان انگلستان امریکہ وغیرہ میں جاتا اور اس کے مسکن مہنامین مخصوص اس قسم کے ہوتے ہیں جن سے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اس کا رعب کوئی نہ فریاد ہو اور اس کی متعلق ہر ایک قسم کے شکوک شبہات دور کئے جاسکیں۔

۳۰ - دستگیری و کشته شدن کشته

جو مجھے ہر شک و شبہ سے پاک بنی۔ یا قوت اور شرفِ قیمت سے آراستہ خالصِ حق بنی۔ تو میں انسان کی زندگی
 کی زندگی اور طاقۂ کسب سے بہرہ کھاتی دو آئین میں ارضِ قلد و اُصحابِ گروہ و شانہ و دستِ اخون کے رخ و کھیر
 سے بے مثل ہیں۔ معبودِ در۔ آردون کو زیرِ گردِ او سے صفا اور تازہ جسم کے چھانکے قوی اور مضبوطی کی ہیں۔ بانی
 اور ہر برائی سے پاک اور کور کو برائی ہیں۔ طبیعت میں نفع اور اذہا خواہ شاہ پیر پختی ہیں۔ عقل ہوش و احساس
 حافظ و ذہن و دو کا کوئی نہ دسی ہیں۔

حاکم دہلین دوکانوری کی بی بی امین۔
عجب غریب اگر آئے غیاہر میں سے چہار یا تیرہ سہ ہفت قسم کے نمونہ۔ جو اوتھون چوٹوں گلیڈون
مترجم علی کے اختصار چہرستان طاعون اور اس کے کیفیت کا بیان ہزاروں پتہ بندیوں، انحصاروں، ہوا و
سج، حاش اور طے طریقی بلدیہ یارون۔ اکتھون کدوری سے ہٹ جانے۔ جانوروں کے کٹا لینے جل جانے
عورتوں کے خطرہ کھڑا راض چہرستان رقم وغیرہ کیلئے قصداً سائل کا موجب ہر طبقہ کے حکماء متفقہ و موافقہ بہ اہانت
علاج چاہتے ہیں تو یہ بارگشت ہر قسم اس کا رضاء نہیں کیا گیا جو اسکو خالص اجزاء سے تیار کر نیکادہ دار
سہ طریقی جہان اس کے کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے قیمت فی دبیہ ۱۲۰ روپے
بالٹ کیس اور بات، انشعابین قیدی اور علاج کے بروقت ہر نوع سے شہت تکلیف برداشت کرنی اور
بعض وقت بہت تلک ہو جاتی ہیں۔ اس دردناک حالت کو دیکھ کر کہنے سے یہ بالٹ کیس تیار کیا جاوے
اس میں شتاف پچاس تہہ ہزاروں کی جنگل کی انشعابیت ہستی جو ہندو و انڈین صیغہ جو بات ادویہ بھی ہیں جنس پڑھ کر
ڈاکٹری اور ہوائی طب و صوفت چھتہ بات نہیں کر سکی اور یہ کیس ایسا بنا لیا گیا کہ جس میں نہ رہ سکیں ایک کتاب
تکریم سکس جہاں اور ہر طے ایسی آسانی کی گئی کہ شہید جان و والا انسان ہی سفر و حضر میں اسکو سمجھ کر پورے
طبیقی کام دھو سکتا ہے اور ادویہ کے استعمال بروقت ہر جان و ہر طے کے خطرہ سے بچا سکتا اس لئے
اس بالٹ کیس کو ایک انسان کے پاس حالت میں ہونا ضروری ہے قیمت ۱۰ روپے

عمدة القوم في معرفة خبره
ادوات تخت

کاخانه میرعلی جیکو حسین برادر السلطان

تحت صحت نما مع
مجلس ادویات کافانہ

خریداران رسالہ کے نام ضروری اطلاع
۱۔ خریداران کو خط و کتابت میں اور ترسیل زر کے وقت نمبر کا ضروری حوالہ دینا چاہیئے۔
اس سے پہلے بھی اس امر کی اطلاع دی جا چکی ہے لیکن اسکی طرف کافی توجہ نہیں کی گئی۔
اس رسالہ کے خریداروں کے ہاتھ میں پہنچنے کے بعد جو صاحب اس قاعدہ کی پابندی
کو مد نظر نہ رکھیں گے انکی عدم تعمیل کی شکایت بجانہ ہوگی۔
۲۔ جن اصحاب کو وقت پر رسالہ نہ پہنچے انکو فی الفور دفتر میں اس امر کی اطلاع
دینی چاہیئے۔ بعض صاحب کئی کئی ماہ بعد پہنچنے نمبر طلب کرتے ہیں جس کی تعمیل
دفتر میں بعض وقت مشکل ہو جاتی ہے۔

محمد علی
منیجر رسالہ

میرے پاس ایک مریض ہے جو ایک قسم کی چشم امراض کے لئے تاثیر اسب کو کھاتے ہیں۔ یہ اسب استعمال میں آکر کچھ سالانہ تا مائیک شرافت تہہ ۱۲۰۰ فی ایک علاوہ معصوم ہارک کے فلوکس ہے۔ خرمالوں کے لئے ان کی درخواست بریز ہوتا ہے۔

آولوگو کہیں نور خدا پاؤ گے ♦ توہین طور تسلی کا بتایا ہم نے

مذہب پر نظر

دنیا کے مذاہب پر نظر
جلداول
ستمبر ۱۹۰۲ء
نمبر
فہرست مضامین

دو ٹی کی اُس پیش گوئی کا جواب جو اس نے
تمام مسلمانوں کی ہلاکت کے لئے کی ہے
..... ص ۳۳۹ تا ۳۴۸
مسیح موعود اور ڈاکٹر لکھنوی یا اسلام اور عیسائیت ص ۳۴۸ تا ۳۵۹
ذنب کے معنوں پر بحث ص ۳۵۹ تا ۳۸۸

انجمن اشاعت اسلام قادیان ڈاکٹر احمدیہ پریس قادیان دالامان مین باہتمام شیخ نوید
میعقوب علی تراہمی مالک مطبع چھپو اگر ۲۰ نمبر ۱۹۰۲ء کو شائع کیا۔

رسالہ ہذا کے متعلق ایک نئی تجویز

ابتداء میں جب انگریزی کیساتھ اردو رسالہ شائع کی گئی تو یہ ہوتی تھی تو بعض امور کو نہ نظر رکھ کر مجلس منتظمین نے فیصلہ کیا تھا کہ اردو رسالہ انگریزی سے دو ماہ بعد نکلا کر سہ ماہی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن تجویز کے مطابق پہلا نمبر جنوری ۱۹۰۷ء میں نکلا چاہا تھا لیکن پھر ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا لیکن پھر یہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تو وقت اردو رسالہ کے مفید بنانے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اور اردو رسالہ ان اجابتی مضامین بجائے تازہ بتازہ طے کے بالکل باسی ہو کر ملتزمین ایسے غلبہ میں پڑے ہیں کہ فیصلہ کیا کہ ہر کئی سال کی ابتدا سے اردو اور انگریزی کے درمیان شائع ہو کر ہر ماہ میں ایک نمبر کے مابین نہ خیرداران یہ مکتوب اس تجویز کو بہت پسند کریں گے۔ اور ایک اور قاعدہ انگریزی اور اردو کے مابین یہ ہو گا کہ صاحب چاہیں کہ وہ اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو ترجمہ میں اس سے قاعدہ نکال سکے گا۔ اس تجویز کے مطابق ضروری ہے کہ جنوری ۱۹۰۷ء کو نمبر کیساتھ نو نمبر نکلا جائے اور پھر ۱۹۰۷ء کا نمبر بھی شائع ہو جائے۔ ایسے خیرداران رسالہ منتظمین اطلاعاً التماس ہے کہ منتظمین کا چاندہ و سحر کے پرچے کے ساتھ ختم ہو جائے اور جنوری ۱۹۰۷ء کا پرچہ نئے سال کے چند نمبر میں محسوب ہو گا۔

محمد علی شریعہ

البدر

نام کا ایک اعلیٰ صفو کاران اخبار ارالان قادیان سے ہفتہ وار یکم نومبر سے بروز جمعہ شائع ہوتا ہے۔ اس میں حضرت اقدس کے ہفتہ وار حالات بڑی بسط سے تقریریں اور احمدیہ مشن کی عمرہ اور حیدرہ خیرین حضرت حکیم الامت کے بھرپور نسخہ حیات اور دیگر مفید اور دلچسپ مضامین سچ ہوتے ہیں۔ قیمت ہر سال پانچ روپے نمونہ کا پرچہ ایک آنے کے کٹ آنے پر ارسال ہوتا ہے۔ سروسٹ اس کو استحکام اور قیام کے لئے احمدیہ اجابتی بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ اپنے دوستوں اور خوش قرارب کے نام جاری کرو اور تبلیغ اور بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کے فرائض سے سبکدوش ہو نہ سکا یہ اجازت ایک عمرہ ذریعہ ہے۔

درخواستیں دی پی کی بنام محمد رفیع و فیض علی صابر احمدی کارپروازان کا کارخانہ الصدیق قادیان کے نام آتی چاہئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

دُعا کی بیشکینی کا جو جب اس تمام مسلمانوں کی ہڈا کیستے لٹکی ہوئے ہے

ہر ایک کو جو جن کا طالب ہے معلوم ہو کہ یہ قدیم سے سنت الہیہ ہے کہ جب زمین پر بدعتیہ دلی اور بداعلیٰ پھیل جاتی ہے اور لوگ اس پچھے خدا کو جھوٹ دیتے ہیں جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شیش پیر اور پھر فوج پر اور ایسا ہی اہل ایم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور یوسف پر اور موسیٰ پر اور آرمینین اب سید الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ایسے زمانہ میں جبکہ شرک اور ناپاکی اور بدکاری اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی سے زمین ناپاک ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ کسی بندہ کو مامور کر کے اور اپنی طرف سے اس میں مروج پھونک کر دنیا کی اصلاح کے لئے بھیج دیتا ہے اور اس کو اپنی عقل میں سے عقل بخشتا ہے اور اپنی طاقت میں سے طاقت اور اپنے علم میں سے علم عطا کرتا ہے اور خدا کی طرف سے ہونے کا اس میں یہ نشان ہوتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اگر معارف حقائق کے رو سے کوئی شخص اس کے مقابلہ پر آوے تو وہی حقائق اور معارف میں غالب آتا ہے اور اگر اعلیٰ ذی نشاںوں کا مقابلہ ہو تو غلبہ اسی کو ہوتا ہے اور اگر کوئی اس طور سے اس کے ساتھ بالقابل یا بطور غرور و مباہلہ کرے کہ جو شخص ہم دونوں میں جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے تو ضرور اس کا دشمن پہلے مرتا ہے اب اس زمانہ میں جب خدا نے دیکھا کہ زمین بگڑ گئی اور کر وڑا مخلوقات نے شرک کی راہ اختیار کر لی اور چالیس کر وڑے بھی زیادہ ایسے لوگ دنیا میں پیدا ہو گئے کہ ایک عاجز انسان میرے کمرے کے بیٹے کو خدا بنا رہے ہیں اور ساتھ ہی شراب خواری اور بے قیہدی اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی انتہا تک پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا کہ تمام ان خبیانوں کی اصلاح کروں سو اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بری سے اور بدعتیہ دلی اور بداعلیٰ سے

تو یہ کہتا ہے اور بڑے صوصے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے جس کے اس ملک میں کئی لاکھ انسان گواہ ہیں اور
 میں بھی لگا ہوں کہ تازمین پر دوبارہ توحید کو قائم کروں اور انسان پرستی یا سنگ پرستی سے لوگوں کو
 نجات دیکر خدائے واحد لا شریک کی طرف ان کو رجوع دلاؤں اور اندرونی پاکیزگی اور راستبازی کی نظر
 ان کو توجہ دون چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں میں ایک تحریک پیدا ہو گئی ہے اور ہزار ہا لوگ میرے
 ہاتھ پر توبہ کرتے جاتے ہیں اور آسمان سے ہوا بھی ایسی چل رہی ہے کہ اب توحید کے موافق بلیدعتیں ہونی
 جاتی ہیں اور صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا قلعے کا یہ ارادہ ہے کہ انسان پرستی کو دنیا سے معدوم کر دے
 اس ارادہ کے پورا کرنے کے لئے خدا نے اسباب پیدا کئے گئے ہیں افسوس کہ مخلوق پرست لوگ جن سے
 مراد میری اس جگہ وہ عیسائی ہیں جو مریم کے صاحبزادہ کو خدا جانتے ہیں ابھی اپنے مشرکانہ مذہب کی
 ترقی پر خوش نہیں ہوئے جو اب تک ہو گئی ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ تمام دنیا حقیقی خدا کو چھوڑ کر اس شیت
 اور عاجز انسان کو خدا کر کے مانے جس کو ذلیل یہودیوں نے کچل کر صلیب پر کھینچا تھا اس خواہش کا بخیر
 اس کے اور کوئی سبب نہیں کہ مخلوق پرستی کی عادت نہایت بد عادت ہے جس میں گرفتار ہو کر کچھ انسان
 دیکھتا ہوا اندھا ہوتا ہے مگر پادریوں کی اس قدر دلیری بہت ہی قابلِ توجہ ہے کہ وہ نہیں چاہتے
 پر ایک بھی ایسا شخص رہے کہ وہ اس اصلی خدا کو ماننے والا ہو جو ابن مریم اور اس کی مان کے پیدا ہونے
 سے بھی پہلے ہی موجود تھا بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ کل دنیا اور کل نوع انسان جو آسمان کے نیچے ہے ابن مریم
 کو ہی خدا سمجھے اور اسی کو اپنا معبود اور خالق اور خدا وندا و ربی مان لے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان کے لڑکوں
 کے مقابل پر خدائے ذوالجلال نے بہت صبر کیا ہے اس کی عزت ایک عاجز بندہ کو دی گئی اس کے جلال کو
 خاک میں ملا لیا مگر اس نے اب تک صبر کیا ہے کہ جس کا یہ کہ جس کا وہ غیور ہے ویسا ہی وہ صابر بھی ہے ان ظالم
 مخلوق پرستوں نے تمام خدائی صفات یسوع ابن مریم کو دیدیئے اب ان کی نظر میں جو کچھ ہے یسوع ہے
 اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اب سچے خدا کی مثال یہ ہے کہ ایک امیر نے اپنے عزیزوں کے لئے ایک نیا
 محل گھر بنایا اور اس کے ایک حصہ میں ایک بستان سرائے تیار کیا جس میں طرح طرح کے پھول اور پھل اور
 سایہ دار درخت تھے اور اس گھر کے ایک حصہ میں اپنے ان عزیزوں کو رکھا اور ایک حصہ میں اپنا مال و
 حشمت اور قیمتی اسباب متعل کیا اور ایک حصہ بطور سرائے کے مسافروں کے لئے چھوڑا لیکن جب مالک
 چند روز کے لئے میر کو گیا تو ایک شوخ دیدہ اجنبی نے اس کے اس گھر پر جو بطور سرائے کے تھا داخل اور

تصرف کر لیا اور تمام گھر گھر چنچروں کے جس میں اس مالک کے عزیز تھے یا جن میں اس مالک کا قیمتی
اسباب قتل تھا خود بخود استعمال میں لائے لگا اور اس سراسرے کو اپنا گھر بنالیا اور پھر اسی پر کفالت نہ کی
بلکہ اس گھر سے اس مالک کے عزیزوں کو نکال دیا و قتل مکانوں کے قتل توڑ دیئے اور تمام اسباب پر اپنا
قبضہ کر لیا اب مالک جو صرف اس گھر کا مالک نہیں بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی ہے جب اس شہم چون آئے گا
اور اس ظلم اور شومی کو دیکھے گا تو کیا کرے گا اس کا یہی جواب ہے کہ جو کچھ مقتضا اس کی سلطنت اور غیرت
اور جبروت کا ہے سب کچھ مل میں لائے گا اور اس گھر کو اس ظلم سے خالی کر کر پھر اپنے مظلوم عزیزوں کو
اس میں داخل کرے گا اور وہ تمام مال جو غصب کیا گیا ان کو دے گا اور وہ مسافر خانہ بھی نہیں کو عطا کرے گا
تا آئندہ ان کی مرضی کے برخلاف کوئی اس میں زیادہ ٹھہرنے کی اسی طرح اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ تمام مذہبی
جھگڑوں کا فیصلہ کر دیوے۔ انسانوں میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں بہت سے جنگ ہوئے لیکن ان کے
جنگوں یا جہادوں سے یہ جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکا آخر ان کی تلواریں ٹوٹ کر رہ گئیں اس سے انسانوں کو
یہ سبق ملا کہ مذہبی جھگڑوں کا تلوار فیصلہ نہیں کر سکتی لیکن ہم جانتے ہیں کہ اب آسمانی فیصلہ نزدیک ہے
کیونکہ خدا نے غیور کی زمین پر نہایت تحقیق ہو رہی ہے ہر ایک عیسائی مشنری یہ جوش اپنے دل میں کھتا
ہے کہ وہ خدا جس کی نسبت توریث میں اب تک صحیح تعلیم موجود ہے اس کو بالکل حطل کر کے ابن مریم کو اس کا
تحت دیا جائے اور دنیا میں ایک بھی اس خدا کا نام لیوان نہ ہو اور ہر ایک قوم کے منہ سے اور ہر ایک ملک
سے ہی آواز نکلتی کہ یسوع مسیح خدا اور رب العالمین اور خداوندوں کا خداوند ہے اور یہ صرف آرزو نہیں
بلکہ یسوع خود خدا بنانے کے لئے جس قدر وہ پیہر کیا گیا ہے جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں جس قدر یہ ایک
تذہیر کی گئی دنیا کی ابتداء سے آج تک اس کی نظم موجود نہیں اور افسوس کہ ایک مدت سے مسلمانوں کی یہ
عادت ہے کہ مقتول اور سیدھے طور پر اس مذہب کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ اگر خاص مجموعہ میں کبھی یہ
ذکر آتا ہے تو بڑا ذریعہ اپنی ترقی کا جہاد کو ٹھہرتے ہیں اور ایک ایسے زمانہ کے منتظر ہیں کہ گویا اس وقت
ان کا کوئی قہدی اور مسیح تلوار سے تمام قوموں کو نابود کر دے گا گویا وہ عراض جو نادانوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر کیا تھا اس کا جواب بھی آخر کار تلوار ہی ہو گا میری دانست میں یہی سبب
مسلمانوں کے متزلزل کا ہے کہ انسانی رحم کی قوت ان کے دلوں سے بہت گھٹ گئی ہے میں ہر ایک مسلمان
کو ایسا نہیں سمجھتا لیکن میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر مڑا انسان ابھی ان میں ایسے موجود ہیں کہ

جی نوع کے خون کے پیاسے میں مجھے قحب ہے کہ کیا وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کو کوئی قتل کر دے اور ان کے
 پیچھے اور ان کی بیوہ عورتیں کیسی کی حالت میں رہ جائیں پھر وہ دوسروں کی نسبت ایسا کرنا کیوں
 روکتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر یہ مرض مسلمانوں کے لاحق حال نہ ہوتی تو وہ تمام یورپ کے دلوں کو فتح
 کر لیتے ہر ایک پاک کاشنٹس گواہی دیکتا ہے کہ عیسائی مذہب کچھ بھی چیز نہیں انسان کو خدا بنانا کسی
 عقلمند کا کام نہیں یسوع مسیح میں اور انسانوں کی نسبت ایک ذرہ خصوصیت نہیں بلکہ بعض انسان اس
 بہت بڑھ کر گذرے ہیں اور اب بھی یہ عاجز اسی لئے بھی لگتا ہے کہ تا خدا سے قادر لوگوں کو دکھلاوے کا اسکا
 فضل اس عاجز پر اس مسیح سے بڑھ کر ہے اور پھر یہ غلطیان کہ گویا یسوع مسیح اب تک زندہ ہے اور گویا وہ
 آسمان پر ہے اور گویا وہ پچھلے مردے زندہ کیا کرتا تھا اور اس کے مرنے پر یہ دشلم کے تمام مردے پورا
 کے وقت سے لیکر مسیح کے وقت تک مر چکے تھے زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے یہ سب جھوٹی کہانیاں ہیں
 جیسا کہ ہندوؤں کے پورانوں میں ہیں اور پھر صرف اس قدر ہے کہ اس نے بھی بعض معجزات دکھلائے
 جیسا کہ نبی دکھلاتے تھے اور جیسا کہ اب خدا اعلیٰ اس عاجز کے ہاتھ پر دکھلا رہا ہے مگر مسیح کے کام سے
 تھے اور جیوٹ ان میں بہت ملایا گیا یکس قدر قابل شرم جیوٹ ہے کہ وہ زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گیا مگر
 اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہیں واقعات صاف گواہی دیتے ہیں کہ مرنے کی کوئی
 بھی صورت نہیں تھی تین گھنٹہ کے اندر صلیب پر سے اتار لیا۔ شدت درد سے ہوش ہو گیا خدا کو نظر
 تھا کہ اس کو یہودیوں کے ہاتھ سے نہات دے اس لئے اس وقت باعث کسوف خسوف سخت اندھیرا
 ہو گیا یہودی بڑا کر اس کو چھوٹ گئے اور یوسف نام ایک پوشیدہ مرید کے وہ حوالہ کیا گیا اور دو تین روز
 ایک کوٹھن میں جو قبر کے نام سے مشہور کیا گیا رکھ کر آخر افاقہ ہونے پر ایک سے نکلیا اور نہایت مضبوط
 دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ پھر وہ یہ کرتا ہوا کشمیر میں آیا باقی حصہ کشمیر میں بسر کیا سری نگر محلہ خان
 میں اس کی قبر ہے افسوس خواہ غواہ اقرار کے طور پر آسمان پر چڑھایا گیا اور آخر کشمیر میں ثابت ہو گیا
 اس بات کے ایک دو گواہ نہیں بلکہ میں ہزار سے زیادہ گواہ ہیں +

اس قبر کے بارے میں ہم نے بڑی تحقیق سے ایک کتاب لکھی ہے جو مختصر شائع کی جائے گی مجھے
 اس قوم کے کشمیریوں پر بڑا ہی افسوس آتا ہے جنہوں نے فلسفہ طبعی ہیئت سب پڑھ کر ڈوب دیا ہے اور غواہ
 غواہ ایک عاجز انسان کو پیش کرتے ہیں کہ اس کو خدا مان لو چنانچہ حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا

ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوٹی ہے اس کا دعویٰ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدا فی دنیا میں اسکی جگہ پر جاتا ہے اس بات کی طرف دیکھئے کہ جو یسوع کے اور کو فی خدا نہیں مگر یہ کیا خدا ہے کہ یہ کہتا ہے ہاتھ سے اپنے تئیں بچا نہ سکا ایک دنیا باز شاگرد نے اس کو پکڑا دیا اس کا کچھ بندوبست نہ کر سکا اخیر کے درخت کی طرف دوڑا گیا اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس پر پھیل نہیں اور جب قیامت کے بارے میں اس کو پوچھا گیا کہ کب آئے گی تو بے خبری ظاہر کی اور لعنت جس کے یہ مئے ہیں کہ دل ناپاک ہو جائے اور خدا سے بیزار ہو جائے اور خدا سے اور اس کی رحمت سے دور چلائے وہ اپسر پڑی اور پھر وہ آسمان کی طرف اس لئے چڑھا کہ باپ اس سے بہت دور تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ دور تھا اور یہ وہی کسی طرح دو نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ مع جسم آسمان پر نہ چڑھتا دیکھو کس قدر کلام کا تافض ہے ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ میں اور باپ ایک ہیں اور کی طرف کہ وہ اس کا سفر کرے اس کے لئے کہتا ہے جبکہ باپ اور دنیا ایک تھے تو اس لئے رشتہ سفر کی کیون اٹھا فی جہان ہوتا وہیں باپ بھی تھا دو تو ایک ہو ہوئے اور پھر وہ کس کے دہنے ہاتھ بیٹھا۔ اب ہم ڈوٹی کو غلطی تو جہن جو یسوع مسیح کو خدا بتاتا اور اپنے تئیں اس کا رسول قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو ریت استثناء ۱۱ باب آیت پندرہ کی نشانی میرے حق میں ہے اور میں ہی الیسا اور میں ہی عہد کا رسول ہوں نہیں جانتا کہ یہ مصنوعی خدا اس کا موسے کے کبھی خواب خیال میں بھی نہیں تھا موسے نے بنی اسرائیل کو یہی بار بار اپنے اخبار میں کہہ کر کسی عجیب انسان یا حیوان کو خدا قرار دینا نہ آسمان پر سے زمین سے۔ خدا نے تم سے باتیں کیں مگر تم نے اس کی کوئی صورت نہیں دیکھی تمہارا خدا صورت اور جسم سے پاک ہے مگر اب ڈوٹی موسے کے خدا سے برگشتہ ہو کر وہ خدا پیش کرتا ہے جسکے چار بھائی اور ایک مان ہے اور بار بار اپنے اخبار میں لکھتا ہے کہ اس کے خدا یسوع مسیح نے اس کو خردی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہے گا بجز ان لوگوں کے جو مریم کے بیٹے کو خدا سمجھ لیں اور ڈوٹی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دیں ہم ڈوٹی کو ایک پیغام دیتے ہیں کہ اس کو تمام مسلمانوں کے مارنے کی کیا ضرورت ہے وہ عجیب مریم کے عاجز بیٹے کو خدا کیو نہ کرمان لین بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ ڈوٹی کے خدا کی قہقہی اس ملک میں موجود ہے اور ان میں وہ مسیح موعود بھی موجود ہے جو چٹے ہزار کے اخیر اور ساتویں ہزار کے سرخیلا ہر ہوا جس کے ساتھ بہت سے نشان ظہور میں آئے اور ڈوٹی کا یہ الہام کہ تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے

اور وہی لوگ باقی رہیں گے جو یسوع مسیح کو خدا مانیں گے اور ساتھ ہی ڈوٹی کو بھی اس خدا کا رسول مان لیں گے اس الہام کے رو سے تو باقی عیسائیوں کی بھی خیر نہیں کیونکہ گودہ مریم کے صاحبزادہ کو خدا ماننے میں لگے بیٹا رسول جو ڈوٹی ہے اب تک انہوں نے تسلیم نہیں کیا اور ڈوٹی نے صاف طور پر یہ الہام شائع کر دیا ہے کہ صرف یسوع مسیح کو خدا ماننا کافی نہیں جب تک ڈوٹی کو بھی ساتھ ہی نہ مان لیں اور چاہئے کہ صاف اقرار کرے کہ ڈوٹی ایلیا اور ڈوٹی عہد کا رسول اور ڈوٹی کے حق میں ہی وہ پیغمبر ڈوٹی ہے جو توریت استنشا اب ۱۸ - آیت پندرہ میں ہے تب یحییٰ کے ورثہ ہلاک ہو جائیں گے غرض ڈوٹی بار بار لکھتا ہے کہ عقرب یہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے بجز اس گروہ کے جو یسوع کی خدائی ماننا ہے اور ڈوٹی کی رسالت - اس صورت میں یورپ اور امریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہئے کہ بہت جلد ڈوٹی کو مان لیں تاہم ہلاک نہ ہو جائیں اور جبکہ انہوں نے ایک نام مقول امر کو مان لیا ہے یعنی یسوع مسیح کی خدائی کو تو قبول یہ دو سر نام مقول امر بھی مان لو کہ اس خدا کا ڈوٹی رسول ہے ۴

رہے مسلمان سو ہم ڈوٹی صاحب کی خدمت میں باب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کہ روٹن مسلمانوں کے نام لے کر کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوٹی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوٹی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار رسوت کی شان میں نہ سنا دیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کر دیں کہ ہم دونوں میں سے جو چھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے کیونکہ ڈوٹی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے چاہئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچے گی تب میں بھی بھڑکاؤں گا اس کی سہی دعا کروں گا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوٹی کے اس مقابلہ اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں لی بلکہ ڈوٹی نے کی اس سبقت کو دیکھ کر غیر خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا اور یہاں رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوٹی انتظار کر رہا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ڈوٹی کہتا ہے کہ مسیح موعود یحییٰ برس کے اندر زہر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں خدا نشان زمین سے اور آسمان سے

میرے لئے ظاہر ہو چکا ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو در سے ترقی کر رہی ہے
 ڈوئی پیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزار باریاں توجہ سے اچھے کئے ہیں ہم اس کا
 جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا اور وہ مر گئی اور اب تک اس کے فراق میں رہتا
 ہے اور کیونکہ اپنے اس مرید کی عورت کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جن کر مر گئی اور اس کی بیماری پر بلایا
 گیا مگر وہ گزر گئی یا در ہے کہ اس ملک کے صد ہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض
 میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر
 نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی تھا
 کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے اپنے گلے ڈال لیا اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے اور درحقیقت مسیح
 مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے
 مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے اس ٹوٹس کا جواب نہ دیا اور اپنے لاف و گزاف کے مطابق
 دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہو گا مگر بشرط
 ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے
 یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور
 دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو آمین ۛ

یا در ہے کہ صادق اور کاذب میں فیصلہ کرنے کے لئے ایسے امور ہرگز معیار نہیں ٹھہر سکتے جو دنیا کی
 قوموں میں مشترک ہیں کیونکہ کم و بیش ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں انہیں امور میں سے طریق سلب
 امراض بھی ہے یہ طریق نامعلوم وقت سے ہر ایک قوم میں رائج ہے ہندو بھی ایسے کہتے ہیں کہ کون
 ہیں اور یہودیوں میں بھی یہ طریق پھلے آتے ہیں اور مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سلب امراض
 کے مدعی ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ اس طریق کو حق اور باطل کے فیصلہ کرنے کے لئے کوئی دلائل نہیں دیکھ
 اہل حق اور اہل باطل دونوں اس میں دخل پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ انجیلوں سے بھی ثابت ہے کہ جب
 حضرت عیسیٰ اس طریق توجہ سے بعض امراض کو اچھا کرتے تھے تو ان کی زندگی میں ہی ایسے لوگ بھی
 موجود تھے کہ ان کے مرید اور جواری تھے مگر اسی طرح امراض کو اچھا کر لیتے تھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ
 کر لیتے تھے اور اس وقت ایک تالاب بھی ایسا تھا جس میں غوطہ لگا کر کثیر امراض جہی ہو جاتی تھیں

سویشق تو جاور سلب امراض کی جو عام طور پر قوموں کے اندر پائی جاتی ہے یہ سبچے مذہب کے لئے
 کامل شہادت نہیں ٹھہر سکتی ہاں اس صورت میں کامل شہادت ٹھہر سکتی ہے کہ دو فرق جو اپنے اپنے
 مذہب کی سچائی کے مدعی ہیں وہ چند بیماریاں مثلاً بیس بیمار قاعدہ اندازی سے باہم تہمت کم کر لیں اور پھر ان
 دونوں میں سے جسکے بیمار فرق مقابل سے بہت زیادہ اچھے ہو جائیں اس کو حق پر سمجھا جائے گا چنانچہ
 گذشتہ دنوں میں ایسا ہی بین نے اس ملک میں اشتہار دیا تھا مگر کسی نے اس کا مقابلہ کیا مگر
 میں سچ کتا ہوں کہ اگر ڈوئی یا اور کوئی ڈوئی کا ہیجنس اس مقابلہ کے لئے میرے مقابل کے لئے تو میرا
 خدا اس کو سخت ذلیل کرے گا کیونکہ وہ جھوٹا ہے اور اس کا خدا بھی محض باطل کا پتلا ہے لیکن میں
 کہ اس قدر دوسری بین یہ مقابلہ میرے نہیں آسکتا مگر خوشی کی بات ہے کہ ڈوئی نے خود یہ طریق فیصلہ
 پیش کیا ہے کہ مسلمان جھوٹے ہیں اور ہلاک ہو جائیں گے اس طریق فیصلہ میں ہم اس قدر تہمت کرتے
 ہیں کہ تمام مسلمانوں کو نشانہ بنانے کی ضرورت نہیں اس طرح یہ تو ڈوئی کے ہاتھ میں مکار لوگوں کی
 طرح یہ عذرا باقی رہ جائے گا کہ مسلمان ہلاک نہ ہوں گے مگر پچاس یا ساٹھ یا سو برس کے بعد اتنے
 میں ڈوئی خود مر جائے گا تو کوئی اس کی قبر پر جا کر اسکو ملزم کرے گا کہ تیری پیشگوئی جھوٹی تھی پس
 اگر ڈوئی کی سیدھی نیت ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سبق درحقیقت مریم کے صاحبزادہ نے ہی اسکو
 دیا ہے جو اسکے نزدیک خدا ہے تو یہ ٹھگلوں والا طریق اس کو افتیاء نہیں کرنا چاہئے کہ اس سے کوئی
 فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ طریق یہ ہے کہ وہ اپنے مصنوعی خدا سے اجازت لیکر میرے ساتھ اس بارے میں
 مقابلہ کرے۔ میں ایک آدمی ہوں جو بیرونہ سالی تفسیر پوچھ چکا ہوں میری عمر غالباً چھیاساٹھ سال
 سے بھی کچھ زیادہ ہے اور زبابیل اور اسہال کی بیماری بدن کے نیچے کے حصے میں اور دوران خون کی بیماری بدن کے
 کئی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میری زندگی میری ہمت
 سے نہیں بلکہ میرے خدا کے حکم سے ہے۔ پس اگر ڈوئی کا مصنوعی خدا کچھ طاقت رکھتا ہے تو ضرور میرے
 مقابل اس کو اجازت دے گا اگر تمام مسلمانوں کے ہلاک کر نیچے عوض میں صرف میرے ہلاک کرنے سے
 ہی کام ہو جائے تو ڈوئی کے ہاتھ میں ایک بڑا نشان آجائے گا پھر انکو ان انسان مریم کے بیٹے کو خدا
 مان لیں گے اور نیز ڈوئی کی رسالت کو بھی اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کی نفرت
 عیسائیوں کے خدا کی نسبت ترازو کے ایک پل میں رکھی جائے اور دوسرے پل میں میری نفرت رکھی جائے

تو میری نفرت اور بیزاری عیسائیوں کے بناوٹی خدا کی نسبت تمام مسلمانوں کی نفرت سے وزن میں زیادہ نکلے گی ؟

میں سب پرندوں سے زیادہ کبوتر کا کھانا پسند کرتا ہوں کیونکہ وہ عیسائیوں کا خدا ہے معلوم نہیں کہ ڈوئی کی اس میں کیا رائے ہے کیا وہ بھی اس کی نرم نرم ٹہنیوں دانٹوں کے نیچے چبا تے ہیں یا خدا کی مشابہت کی وجہ سے اس پر کچھ رحم کرتے اور اس کی حرمت کے قائل ہیں اس ملک کے ہندوؤں نے جب سے گائے کو پریشتر کا اوتار مانا ہے جسے وہ گائے کو ہرگز نہیں کھاتے پس وہ ان عیسائیوں سے اچھے ہے جنہوں نے اس کبوتر کی کچھ عظمت نہ کی جس کی شبیہ میں ان کا وہ خدا ظاہر ہوا جس نے مسیح کو آسمان سے آواز دی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے پس اس رشتہ کے لحاظ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کبوتر مسیح کا باپ ہو گا یا خدا کا باپ کھڑا اگر تب بھی عیسائیوں نے اس کے کھانے سے پیہر نہیں کیا حالانکہ وہ اس لائق تھا کہ اس کو خداوند خداوند کہا جائے مگر خداوند کی تو ریت میں یہ کہہ کر آدم کو میں نے اپنی صورت میں پیدا کیا تھی سے انسان کا گوشت انسانوں پر ام کیا گیا ہے پھر کیا وجہ اور کیا سبب کہ کبوتر جو عیسائیوں کے خدا کا باپ ہے جس نے مسیح کو بیٹے کا خطاب دیا وہ کھلایا جاتا ہے اور نہ صرف کھایا جاتا بلکہ اس کے گوشت کی تعریف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ انسکلو پیڈیا صفحہ ۸۰ جلد ۱۹ میں لکھا ہے کہ کبوتر کا گوشت تمام پرندوں سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے جن لوگوں کو کبوتر کی قسم خور پکچن کھانا کا اتفاق خوش قسمتی سے ہوا ہوا انہوں نے یہ شہادت دی ہے اور یہودی شریعت کے مطابق جسکو بخلاف کینکی توفیق نہ ہو وہ کبوتر ذبح کرے تو قاتل اور مریم نے بھی وہ کبوتر ذبح کئے تھے کیونکہ وہ غریب تھی تو قاتل اب دیکھو ایک طرف تو کبوتر کو خدا بنا یا اور ایک طرف کبوتر پر جتنی پھری پھری دی گئی ہے مسیح تو صرف ایک فقیر پرچڑھ کر تمام عیسائیوں کا شیخ بن گیا مگر پچہراہ کبوتر کو اس شفاعت سے کچھ حصہ ملا جس کی بوٹی بوٹی ہمیشہ دانٹوں کے نیچے پیسی جاتی ہے چنانچہ ہم نے بھی کل ایک سفید کبوتر کھایا تھا اہل خدا روح القدس کی تائید سے یہ تحریک پیدا ہوئی اور انسکلو پیڈیا میں جو پانچ سو قسم کبوتر کی لکھی ہے یہ بھی میری رائے میں ناقص ہے کیونکہ اس میں اس کبوتر کو شامل نہیں کیا گیا جس کی شبیہ میں عیسائیوں کا خدا ظاہر ہوا تھا اس لئے اس بیان کی یون بھیج کرنی چاہیے کہ کبوتر کی اقسام ۵۰۱ ہیں اور اس کی تصریح کر دینی چاہئے کہ یہ ایک نئی قسم وہ داخل کی گئی ہے جس میں خدا مسیح پر نازل ہوا تھا ۔

میں ایسے شخص کا سخت دشمن ہوں کہ جو کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر بچہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں گو میں مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے پاک قرار دیتا ہوں کہ اس نے کبھی خدائی کا دعوے کیا تاہم میں دعوے کرنے والے کو تمام گنہگاروں سے بدتر سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری اور مستباز ہے اور اس نے کئی دفعہ مجھے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کی ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالم کشف میں جو گویا بیدار کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا اور اس نے اپنی فروتنی اور محبت سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب سے میں اس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں سو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے موافق میرا ہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھے حکمت اور مصلحت الہی نے اس کی نسبت زیادہ کام سپرد کیا ہے اور اس کی نسبت زیادہ فضل اور کرم کے وعدے دئے ہیں مگر کچھ بھی میں اور وہ روحانیت کے رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اسی بنا پر میرا آنا اسی کا آنا ہے جو مجھ سے انکار کرتا ہے وہ اس سے بھی انکار کرتا ہے اس نے مجھے دیکھا اور خوش ہوا پس وہ جو مجھے دیکھتا اور ناخوش ہوتا ہے وہ ہم میں دشمن ہے نہ مجھ میں سے اور نہ مسیح ابن مریم میں سے - اور مسیح ابن مریم مجھ میں سے ہے اور میں خدا سے ہوں مبارک وہ جو مجھے پہچانتا ہے اور بدقسمت وہ جس کی آنکھوں سے میں پوشیدہ ہوں +

مسیح موعود اور ڈاکٹر لیفرائے

یا

اسلام اور عیسائیت

ہمارے بعض اچانک یہ خواہش ظاہر کی کہ مندرجہ ذیل خط و کتابت جو دو سال سے کچھ زائد عرصہ ہوا مائونٹ کی ایک منتخب کمیٹی اور لاہور کے شپ کے مابین ایک مجوزہ مذہبی مباحثہ کے متعلق ہوئی تھی جس میں

لیڈر وہ دوا شخاص تھے جن کا نام عنوان میں منج ہے میگزین میں شائع کر دین۔ اس قسم کے
مباحثہ کا خیال خود پادری لیفرائے کی طرف سے ہی پیدا ہوا تھا کیونکہ پادری صاحب نے
سن ۱۹۰۷ء کے موسم سرما کے آخر میں مسلمانوں کو انہیں مضامین پر جن کا چیلنج میں ذکر ہے لکھ
دینے کے لیے مخاطب کیا تھا ہم یہ بحث کرنا نہیں چاہتے کہ آیا پادری صاحب نے اس اپنے بلند
مقدس مرتبہ سے نیچے اتر کر ایک معمولی مباحثہ کی حیثیت اختیار کرنے میں اور اس طرح پر مدح اللہ
کے احکام کے خلاف عمل کرنے میں کوئی اچھا کام کیا یا نہیں لیکن ہم یہ جتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ
جب پادری صاحب نے یہ دیکھا کہ میدان مباحثہ میں کوئی نامور مخالف موجود نہیں تو بڑی دلیری
سے مذہب اسلام پر حملہ کیا لیکن جہی کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس چیلنج کو جو وہ جلد بازی سے مسلمانوں
کو دے چکے تھے قبول کر کے اور انہیں مضامین پر جو وہ خود مسلمانوں کے بالمقابل پیش کر چکے تھے بحث
کرنیکہ لڑے عیسائیت کا ایک نامور مخالف میدان مباحثہ میں کھڑا ہو گیا ہے تو مذہب صاحب نے بہتری اسی میں
سمجھی کہ بلا مشغے سے انکار کر دین اور میدان مقابلہ سے گریز کر کے اپنے عہدہ کی عوامیں پناہ چاہتی
ہمارے خیال میں ہر ایک سچائی کا طالب مندرجہ ذیل خط و کتابت کے مطالعہ کے بعد ہماری
مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کرے گا۔ اہل اسلام نے جو چیلنج مذہب صاحب کو دیا وہ ذیل میں لکھا
جاتا ہے۔

”مختصر رائٹ ریورنڈ جان لیفرائے ڈی بی ایچ کے لئے لاہور“

بُعدِ ادب نیاز مند ان کمال ادب خدمت عالی میں یہ گزارش ہے کہ چونکہ یہ مختصر زندگی دنیا کی بہت جلد
اپنے دورہ کو پورا کر رہی ہے اور غریب وہ زمانہ آتا ہے کہ ہمارے وجود کا نام و نشان بھی نہ ہوگا۔ لہذا
ہم لوگوں کے دلوں میں یہ نعم دامینگر ہے کسی طرح راست روی اور سچی خوشحالی کے ساتھ یہ سفر انجام پذیر
ہو اور اس مذہب پر خاتمہ ہو کہ جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور اگر ہم حق پر نہیں
ہیں تو ہمارے دل اس سچائی کے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو روشن دلیلوں کے ساتھ پیش کی
جائے۔ اور اگر کوئی بزرگ مرد میدان بن کر عیسائی مذہب کی حقانیت ہم پر ثابت کرے تو اس
احسان سے بڑھ کر ہمارے نزدیک کوئی احسان نہیں ہوگا۔ اس تحقیق کے لئے ہمارا دل دردمند ہے

اور ہم دلی شوق سے چاہتے ہیں کہ اسلام اور عیسائی مذہب کا ایک مقابلہ ہو کر ہم اس رسول صادق کے آستانہ پر اپنا سر رکھیں جو پاکیزگی اور خوبی اور اہلی طاعت اور اخلاق کی کالات میں تمام نوع انسان سے سبقت لی جانے والا ثابت ہو جائے اور اس دن سے جو آپ نے بمقام لاہور اس مضمون پر تقریر کی کہ نبی معصوم اور زندہ رسول کون ہے ہمارے دل بول اٹھے کہ اس ملک میں آپ ہی ایک ہیں جو عیسائی مذہب میں جلیل القدر فاضل ہیں تب سے ہمارے دل میں یحیٰی پیدا ہوا ہے کہ اس کام کے لئے عیسائی صاحبون میں سے آپ سے بہتر اور کوئی نہیں ملے گا۔ کیونکہ آپ کے معلومات بہت وسیع معلوم ہوتے ہیں اور آپ عربی اور فارسی اور اردو میں عمہ داخل رکھتے ہیں آپ کے اخلاق بھی بہت پسندیدہ اور بزرگانہ ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے اہل علم کی طرف جو ہم نے نظر کی تو ہماری رائے میں اس کام کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے برابر اور کوئی نہیں ہے جو مسیح موعود ہونے کا نہ صرف دعوے کرتے ہیں بلکہ بہت سے قطعی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہیں جن کے دنیا میں آنے کا انجیل اور قرآن میں وعدہ ہے جس کو دنیا کے مختلف حصوں میں قریباً تیس ہزار لوگوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ غرض اس وقت پنجاب اور ہندوستان کے تمام فاضل اور اہل علم عیسائیوں میں سے آپ کا وجود ارس منفیت ہے اور مسلمانوں میں سے مرزا صاحب موصوف ہیں جو خدا کے انتخاب کردہ اور مسوح ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسا عمدہ موقع ہمیں پیش آگیا ہے کہ ایک طرف تو آپ موجود ہیں اور دوسری طرف وہ جو خدا کا مسیح کہلاتا ہے۔

”اسی بنا پر ہم لوگوں کی طرف سے جبکہ نام نیچے لکھے گئے ہیں یہ درخواست ہے کہ چند مختلف فریہ مسائل میں آپ اور جناب مسیح موصوف باہم مباحثہ کریں۔ اور حضرت مسیح موعود اس بات کو قبول فرماتے ہیں کہ پانچ مسائل میں باہم تحریری بحث ہو جائے اور وہ یہ ہیں:-

”۱۔ ان دونوں نبیوں یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کس نبی کی نسبت اس کی کتاب کی رو سے اور نیز دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ وہ کامل طور پر معصوم ہے۔“

”۲۔ ان دونوں بزرگوار نبیوں علیہم السلام میں سے کون سا وہ نبی ہے جسکو اس کی کتاب وغیرہ

دلائل کے رو سے زندہ رسول کہہ سکتے ہیں جو الٰہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

۳۔ ان دونوں بزرگوں میںوں علیہما السلام سے کوئی نہ جی ہے جس کو اس کی آسانی کتاب وغیرہ دلائل کے رو سے شیع کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ ان دونوں مذہبوں عیسائیت اور اسلام میں سے کوئی نہ مذہب ہے جس کو ہم زندہ مذہب کہہ سکتے ہیں۔

۵۔ ان دونوں تعلیموں انجیلی تعلیم اور قرآنی تعلیم میں سے کوئی وہ تعلیم ہے جس کو ہم اعلیٰ اور سچی تعلیم کہہ سکتے ہیں اور تعلیم میں توحید اور تثلیث کی بحث بھی داخل ہے۔

یہ پانچ سوال ہیں جن میں بحث ہوگی۔ اس بحث کے لئے شرائط مندرجہ ذیل کی پابندی ضرور ہوگی :

۱۔ شرط اول یہ کہ ہر ایک امر کی بحث کے متعلق جو مندرجہ بالا پانچ نمبروں میں لکھے گئے ہیں ایک ایک دن خرچ ہو گا یعنی یہ کہ کل بحث پانچ دن میں ختم ہوگی :

۲۔ شرط دوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق کو اپنے اپنے بیان کیلئے پورے تین تین گھنٹے موقع دیا جائے گا اور اس طرح ہر ایک دن کا جلسہ چھ بجے صبح سے بارہ بجے تک پورا ہو جائے گا :

۳۔ شرط سوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق محض اپنے بنی یا کتاب کی نسبت ثبوت دیکھا دوسرے فریق کے بنی یا کتاب کی نسبت حملہ کرنے کا مجاز نہیں ہو گا کیونکہ ایسا حملہ محض فضول اور بااوقات دل شکنی کا موجب ہوتا ہے اور مقابلہ کرنے کے وقت پہلک کو خود معلوم ہو جائے گا کہ کس کا ثبوت قوی اور کس کا ثبوت ضعیف اور کمزور ہے۔

۴۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہو گا کہ جس موقع پر حملہ کا احتمال ہے ان احتمالی سوالات کا اپنے بیان میں آپ جواب دیدے۔

۵۔ بحث تحریری ہوگی مگر تحریر کا یہ طریق ہو گا کہ ہر ایک فریق کے ساتھ ایک کاتب ہو گا۔ وہ بوقت جائے گا اور کاتب لکھتا جائے گا اور ہر ایک کے پاس ایک ایسا شخص بھی ہو گا کہ مضمون ختم ہونے کے بعد حاضرین کو سنا دیا کرے گا اور سنانے کے بعد ایک نقل اس کی بعد دستخط فریق مخالف کو دیا جائے گی۔

۶۔ یہ بحث بمقام لاہور ہوگی اور آپ کے اختیار میں رہے گا کہ جہاں جہاں اس بحث

کے لئے مجلس مشفقہ فرامین اور جیسا چاہیں مناسب انتظام کر لیں۔

۶۔ جب اس بحث کے دن ختم ہو جائیں گے تو دونوں فریقین میں سے ایک فریق یا دونوں اس مضمون کو بصورت رسالہ چھاپ کر شائع کر دیں گے اور کسی کو اختیار نہیں کہ اپنی طرف سے بعد میں کچھ ملا دے۔

یہ شرائط ہیں جو ہم نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے منطوق کر لیں ہیں۔ اور چونکہ یہ شرائط بہت صاف اور سراسر انصاف پر مبنی ہیں۔ لہذا امید ہے کہ جناب بھی ان کو منظور فرما کر مطلع فرمائیں گے کہ ایسی بحث کے لئے کب اور کس جینے میں آپ تیار ہیں ہم درخواست کنندہ کی طرف سے التجا اور ادب کے ساتھ یہ گزارش کہ جناب ضرور اس طریق بحث کو منظور فرمائیں۔ اور ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کا واسطہ جناب کی خدمت میں ڈال کر یہ عاجزانہ سوال کرتے ہیں کہ جناب اس مقبول اور پیارے نبی کے نام پر ہماری یہ درخواست منظور فرما کر بذریعہ انتہاء مطبوعہ منظور فرمائیے۔ اس درخواست میں کوئی فوق الطاعت یا بیہودہ امر نہیں اور طریق بحث سراسر مندرجہ اور سراسر انیک نیتی اور طلب حق پر مبنی ہے اور بایں ہمہ جبکہ جناب جیسے ایک بزرگ صاحب مرتبہ کو حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی قسم دی گئی ہے۔ تو اس لئے ہم سالکوں کو بکلی یقین ہے کہ جناب اس عاجزانہ درخواست کو کو گلیسی ہی کہ فرصتی ہو بہر حال بغیر کسی تنسیخ یا ترمیم کے حضرت مسیح کے نام کی عزت کے لئے ضرور منظور فرمائیں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر ایسی مستفادہ درخواست ہم لوگوں سے حضرت مسیح کی عزت کا واسطہ درمیان لا کر کیجائے تو ہم سخت گناہ اور سوء ادب سمجھیں گے کہ اس درخواست کو منظور کریں تو پھر آپ کو تو حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت کا بہت دعویٰ ہی جسکے امتحان کا ہم غریبوں کو یہ پہلا موقع ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دین صرف جواب کے منتظر ہیں اور جواب بنام مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل جی وکیل بمقام قادیان ضلع گورداسپور آنا چاہیے کیونکہ وہی اس مجلس کے سکریٹری ہیں اور درخواست کرنے والوں کے نام یہ ہیں ۶

ہم فوس کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کافی جگہ نہیں کہ ان تمام دستخطوں کو جو جیلنگ کے ساتھ تھے اس جگہ نقل کریں۔

پائونیر نے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے تھے:-

”اس چٹھی پر بہت دستخط ہیں جن میں سے پہلے چند اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہونگے کہ کس نذر عام اور وسیع دلچسپی اور انتظار کے ساتھ مسلمان اس مقدمہ کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ اس جیلنگ کے جواب میں بشپ صاحب نے مندرجہ ذیل خط لکھا۔

”ماروکلٹن شملہ ۱۲- جون سنہ ۱۹۰۶ء

”جناب میں۔ مجھے ایک چھپی ہوئی چٹھی جس پر آپ کے اور کئی اور معزز اشخاص کے دستخط تھے ملی ہے جن میں مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اسلام اور عیسویت کے بعض اصولوں پر ایک مکمل مباحثہ کے لئے میں کوئی وقت اور جگہ مقرر کروں میں ان فوس کرتا ہوں کہ میں آپ کی اس تجویز کو قبول نہیں کر سکتا اور اس کے بڑے بڑے وجوہات یہ ہیں۔

”۱۔ جس قسم کے دوستانہ تعلقات کی آپ کے مجوزہ مباحثہ میں ضرورت ہوگی۔ اس قسم کے تعلقات کے ساتھ میں مرزا غلام احمد صاحب کو ملنے سے انکار کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسیح کہنے کی جرأت نہیں بغیر ایک ذرہ استحقاق کے ایسا نام اختیار کیا ہے جس سے ہم عیسائی پکارے جاتے ہیں اور جس کو ہم نہایت درجہ کی عزت اور ادب سے دیکھتے ہیں۔ اور اس طرح پرائیونٹ نے سخت ہنسٹک اور بے عزتی اس کی کی ہے جس کو میں اپنا خداوند اور مالک سمجھ کر پرستش کرتا ہوں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ میں مرزا صاحب کو دوستانہ تعلقات کے ساتھ مل سکوں؟

”۲۔ آپ اپنی چٹھی میں اشارہ کرتے ہیں کہ تمام بحثوں میں میری یہ خواہش یہی ہے کہ ان کو نرمی کے ساتھ کیا جائے اور ان لوگوں کے خیالات کو جن کے ساتھ عقائد میں اختلاف کرنے پر میں مجبور ہوں ادب کی نگاہ سے دیکھا جائے میں یہ گنج گہتا ہوں کہ اس قاعدہ پر عمل کرنا اور کوئی ایسے لفظ نہ کہنا جو جائز طور پر ان لوگوں کے خیالات کو دکھ پہنچانے والے ہوں جو مجھے اختلاف

کھتے ہیں یہی ہمیشہ سے یہی سچی خواہش رہی ہے لیکن جب میں ان تحریروں کو جو مرزا صاحب نے وقتاً فوقتاً عیسائی مذہب پر لکھی ہیں پڑھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تقدسختی اور بیزاری کے ساتھ وہ ان واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کی نسبت ان چار انجیلوں میں مرقوم ہیں جن کو ہم عیسائی خداوند تعالیٰ کے پاک کلام کا حصہ سمجھتے اور اس کی تقظیم کرتے ہیں تو میں صرف یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے مخالف کے ساتھ مباحثہ میں اس نرمی اور ادب کے معیار کو مد نظر نہیں رکھتے جو ہمیشہ سے میرا مقصد رہا ہے اسلئے اس دلیل پر بھی میں مرزا صاحب کو برابری کے تعلقات کے ساتھ نہیں مل سکتا۔

۳۳۔ جیسا کہ آپ مجھے تین دلاتے ہیں مرزا صاحب کے بہت سارے پیرو ہوں گے مگر اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ انکے مسیح ہونے کے دعوے کو اس صوبہ کے کثرت مسلمان رد کرتے اور اس کی تحقیر کرتے اور اس پر استہزاء کرتے ہیں اسلئے جس حالت میں کین خواہ ذاتی طور پر کیسا ہی ناقابل ہوں ایک حد تک عیسائی قوم کا وکیل ہوں اس عہدہ کے سبب سے جو مجھے حاصل ہے مرزا صاحب کسی طرح پر بھی مسلمانوں کے وکیل نہیں ہو سکتے تو پھر کس طرح میں مباحثہ میں انکو اپنے برابر سمجھ سکتا ہوں؟

۳۴۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جب سے میں اس ضلع کا بشپ ہوا ہوں میرا بیلا اور زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ عیسائی کلیسیا کی حاجتوں کی طرف توجہ کروں اور پوری کوشش کروں کہ اس کو مضبوط کیا جائے اور خدا تعالیٰ پر سچے ایمان اور زندگی کی پابکی میں اس کو اندر سے بنایا جائے اور اسلئے ایک معمولی واعظ کا کام دینے ایسے شخص کا جو اپنا وقت و غلط کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جواب عیسائی مذہب سے باہر ہیں عیسائی مذہب پر ایمان لانے کے لئے ترغیب دینے میں صرف کرتا ہے، میرے وقت اور خیالات میں صرف ایک چھوٹے درجہ کا کام ہے اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسا کام ہے جس سے مجھے بہت تعلق ہے اور جس میں خوشی کے ساتھ شامل ہوتا ہوں لیکن جب خدا نے ایک اور طرح پر اپنی خدمت کرنے کو مجھے بلا لیا ہے تو مجھے اس کی آواز کی پیروی کرنی چاہئے اسلئے میں اپنے اصل کام میں سے اس قدر حصہ وقت کا نہیں دے سکتا جس کی آپ کے مجوزہ مباحثہ کے لئے ضرورت ہوگی۔

”۵۔ بالآخر میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسے مذہبی مباحثہ سے جو نتائج حاصل ہو سکتے ہیں ان کو میں اور آپ ایک بڑے فرق کی نگاہ سے دیکھتے ہیں آپ تو اپنی چٹھی میں یہ خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ اس تحقیقات کے نتیجہ پر ہم اس مقدس نبی کے آگے سر جھکا دیں جو دل کی پاکیزگی فضیلت تو قیسی اور اخلاقی راستہ بازی میں سب دینا سے بڑھ کر ہے دوسرے الفاظ میں آپ اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ محض عقلی دلائل کے ذریعے سے کچھ مذہب کا راستہ اور ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر فضیلت معلوم ہو سکتی ہے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ خیال اصولاً غلط ہے اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام کی تعلیم کے خلاف ہے اور اس ملک کے اکثر لوگوں کے دلوں میں اس خیال کے غلبہ سے سخت نقصان پایا ہے۔ اس لئے میں اپنے کسی فعل سے اس کو ٹھیک ماننا یا اس کی تائید کرنی نہیں چاہتا مگر یہ نہیں سمجھتا کہ مذہب صرف عقل سے ہی نہ نہیں مانگتا بلکہ انسان کے سارے قوسے یعنی اس کی مرضیات و احساسات اس کی اخلاقی خواہشات اس کی ایمانی حیثیت سے یا محقق الفاظ میں اس کے دل اور دل سے ہمارے خداوند ربیع کی تعلیم میں خدا اور اس کے کچھ مذہب کا علم اس قدر عقلی قوی کی تیزی سے متعلق ہیں جیسا کہ دل کی پاکیزگی اور زندگی کے افعال میں اس کی سچی فرما رے کے ساتھ ہے جیسا کہ موقع پر مسیح کہتا ہے ”مبارک ہیں وہ جو دل کے پاک ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے“ (متی ۵: ۸) براہِ اِکملہ و موقع پر جو میرے خیال میں اس امر پر بڑی روشنی ڈالتا ہے وہ کہتا ہے ”اگر کوئی آدمی کی مرضی کرنا چاہتا ہے (یعنی خدا کی مرضی) تو وہ تعلیم کو جان لے گا کہ آیا یہ خدا کی طرف سے ہے یا میں کی طرف سے بائیں کرتا ہوں“ (یوحنا ۷: ۱۷) میرا اپنا پکا ایمان ہے کہ کسی آدمی کو کچھ خدا کا زندہ علم حاصل ہو سکتا مگر اس کی روح القدس کی مدد سے اور یہ کہ ایسی مدد جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں تو بہ رنے والوں اور دل کے پاکوں اور فروتنوں اور راستہ بازوں کو دیکھنا ہی ہے نہ ان لوگوں کو جن کی عقلی قوسے تیز ہوں اور جو مذہبی مباحثہ میں پورے اتر سکیں یہ بالکل سچ ہے کہ میں اس بات کو کہتا پسند کرتا ہوں کہ دونوں مذہبوں یعنی عیسائیت اور اسلام کے پیرو ایک دوسرے کو جانیں اور ایک دوسرے کے عقائد کو اس سے بہتر سمجھیں جیسا کہ گذشتہ میں حالت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ کیوں میں خوش ہوتا ہوں کہ ایک طرف تو آپ کے مذہب کی ان تحریروں کو مطالعہ کروں جو مجھے اس کے سچے مضامین اور تعلیموں سے ابھی طرح سے آگاہ کر سکیں اور دوسری طرف ایسے لیکچروں جیسے کہ

ابھی میں نے لاہور میں دیئے جن کے ذریعہ سے حاضرین کو ایسے سوال کرنے کا موقع دیا جائے جسے وہ مذہب کے اصولوں کو بہ نسبت سابق اچھی طرح سے اور زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھ سکیں مگر یہ میں خیال کرتا ہوں آپ دیکھ لیں گے ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ ایک ایسے مباحثہ میں شامل ہونا جس کا مسلم نتیجہ یہ ہو کہ جو لوگ اس مباحثہ میں شریک ہوں وہ اس مذہب کو اختیار کر لیں جس کے خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے اس وقت قطعی طور پر ثابت ہو جائے میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ یہ دعویٰ بھی کسی جہت میں اس شرط پر شامل ہو سکوں اگرچہ یہ جھٹی جھٹی ہوئی نہیں مگر آپ کو پورا اختیار ہے کہ اس کو چھاپ لیں یا ایسی طرح پر استعمال کریں جیسا کہ آپ پسندیدہ سمجھیں میں خیال کرتا ہوں کہ میرا معاملہ مسلمان شرفاء کے ساتھ ہے اور اس لئے اگر جیسے چھاپی جائے گی تو ساری کی ساری اور بکسیری تبدیلی کے چھاپی جائیگا۔
 ”آپ کا تابعدار و متخطجی۔ اے۔ لاہور“

اس کے جواب میں مسلمانوں کی کمیٹی نے منسلک ذیل جیسے نکتے کو لکھی کہ وہ اپنے فیصلہ پر زیادہ غور

کرے۔

تقوایان مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۷ء

”جناب من آپ کا جواب جس میں آپ نے مزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے ساتھ ایک پسند مباحثہ میں شامل ہونے سے انکار کیا کمیٹی کو سنایا گیا جنہوں نے اس پر بہت اظہارِ افسوس کیا۔ جو ا کے دلائل آپ پیش کرتے ہیں وہ صرف بعض غلط فہمیوں اور غلطیوں کا نتیجہ ہیں اور مجھے ہدایت کی گئی کہ ان کی مفصل تردید ایک رسالہ کی صورت میں لکھوں جو عنقریب شائع کیا جائے گا اگر آپ کی طرف سے اس درخواست کا جواب ایسا ہی مایوسی دینے والا ہو جیسا کہ یہی جھٹی گلاس رسالہ کو چھپوانے سے پہلے یہ مناسب خیال کیا گیا ہے کہ آپ کو ایسے مباحثہ کی ضرورت کی طرف مزید توجہ دلائی جائے جس کے کثرت سے مسلمان خواتین میں کیا مسلمان اور کیا عیسائی دونوں قومیں مباحثہ کی تجویز کی منظوری کو دیکھنا چاہتی تھیں اور بہت سے ایٹھواڈین اخبارات نے صرف اس میں دلچسپی ہی ظاہر نہیں کی بلکہ صاف اپنی اپنی رائے بھی ظاہر کی کہ یہ مباحثہ کی تجویز خواہ کسی پہلو سے اپر نظر کچھ بے فائدہ ہے مگر مباحثہ کی بڑی شہرت علمی فقیہات اور وسیع اثر کے لحاظ سے چیلنج دینے والی کمیٹی کی عورت کے لحاظ سے مباحثہ میں جو سوال پیش ہونے والے تھے انکے لحاظ سے شرکیہ مباحثہ کے اعلیٰ درجہ کے مصنفان ہونے کے لحاظ سے

اور اس مفید نتیجہ کے لحاظ سے جس کی امید کی جاتی تھی غرض کہ ہر ایک طرح سے اس قابل تھی کہ آپ بلا تیز
شرائط اس کو منظور کرتے جن مسلمانوں نے آپ کو خطاب کیا تھا وہ ملک کے مختلف حصوں سے تھے
اور ذی شروت اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم رکھنے والے تھے جن کی درخواست پر آپ کو بہت توجہ کرنی
چاہئے تھی تجویز کرنے میں خلوص دل اور نیک نیتی سے یہ مقصد مد نظر رکھا گیا تھا کہ عام لوگوں کو اس
شک سے باہر نکالا جائے جس میں وہ سچے مذہب کے متعلق پڑے ہوئے ہیں مباحثہ کی شرائط ایسی
منصفانہ تھیں جیسے کہ خواہش کی جا سکتی ہے کیونکہ مخالفانہ حلوں کی اس میں اجازت نہ تھی آپ کا
ایک عرصہ واز کے لئے اس ملک میں بطور مشنری کے کام کرنا مشرقی لوگوں کے طریقوں مذہبوں اور
زبانوں کے ساتھ واقفیت رکھنا۔ لاہور میں جو آپ نے لیکچر دئے تھے ان میں آپ نے دلائل کی تردید کو جو
مسلمانوں کی طرف سے ہوتی تھی حوصلہ کے ساتھ سننا اور ان تمام واقعات کو آپ کے موجودہ بلند مرتبہ سے
اور بھی وقت بچانے ان تمام باتوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا کہ مباحثہ کے میدان میں عیسائیت
کی طرف سے آپ بہترین وکیل ہو سکتے ہیں اور پھر آپ کی طرف سے اس ابتدائی کارروائی کا ہونا جس
میں آپ نے مسلمانوں کو اپنے پیغمبر کی عصمت اور زندگی بمقابلہ مسیح کے ثبات کرنے کو بلایا جو ایک ایسا
مباحثہ تھا جس میں مسلمانوں کی طرف سے تو اچھی طرح تیاری ہو سکتی تھی اور نہ ان کو کافی وقت مل سکتا
تھا اور نہ اپنا اچھا وکیل پیش کر سکتے تھے یہ اور بھی مسلمانوں کی ترغیب کا باعث ہوا کہ آپ کو ایک ایسے
مباحثہ کی طرف بلایا جائے جس میں دونوں مذہبوں کی اور ان کے بانیوں کی فیصلوں کا زیادہ ملاحظہ
پیر اور زیادہ انصاف سے امتحان ہو سکے یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اسلام کے جس وکیل کو آپ کے
مقابل پر انہوں نے پیش کیا تھا وہ کوئی عام ملاؤں یا واعظوں میں سے نہ تھا کیونکہ ان کی طرف سے
ایسا معمولی حریف پیش کرنا گویا آپ کی قابلیت کی تحقیر کرنا ہوتا بلکہ جیسا آپ کی حیثیت اور قابلیت اعلیٰ
درجہ کی تھی ویسا ہی آپ کے بالقابل جو حریف پیش کیا گیا وہ بھی ایک اعلیٰ درجہ کی شہرت اور حیثیت
والا آدمی تھا جس پر اس وقت اس کے مسیح موعود کے دعوے کو لے کر سب سے تمام ہندوستان کی
انظر تھی اور جس کے فرقہ نے باوجود اندرونی اور بیرونی سخت درجہ کی مخالفت کے ایک حیرت انگیز ترقی کر
و کھا تھی جیب و تیناکے دو سب سے بڑے مذہبوں کے دو ایسے مشہور وکیل موجود ہیں تو مناسب
ہے کہ عام کو ان سوالوں کے متعلق تاریخی میں چھوٹا جائے جو ہر ایک زمانہ میں بڑے بڑے آدمیوں

کے مد نظر رہے ہیں اگرچہ آپ عیسائی کلیسیا کی اندر سے مرمت کو اپنا اصل فرض سمجھتے ہیں مگر اس سے آپ انکار نہ کر سکیں گے کہ ہر ایک نیک عیسائی کا اصلی فرض ان لوگوں کو زندگی اور روشنی کی طرف لانے کا ہونا چاہیے جو اس کی رائے میں موت اور تاریکی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ اور جو اس لئے ان لوگوں کی نسبت جو ہتھیار لے چکے ہیں سخت بڑی خطرناک حالت میں ہیں ہتھیار والے تو آپ کے نزدیک دوزخ سے بچ گئے مگر بے ہتھیار کو عیسائی عقیدہ کے رو سے ہمیشہ کے لئے دوزخ اور مرگ میں ڈالا جائے گا۔ اب میں آپ کے کائنات کے کائنات کو اپیل کرتا ہوں کہ ان دونوں کاموں میں سے آپ کے نزدیک کوئی زیادہ ضروری ہے یا ان لوگوں کی حاجتوں کی طرف توجہ کرنا جو خطروں سے نکل چکے ہیں یا ان لوگوں کا ہاتھ پکڑنا جو موت اور تاریکی کے گڑھے میں گر رہے ہیں کیا آپ مباحثہ کی تجویز کو اس دلیل پر رد کر سکتے ہیں کہ آپ اپنی ساری زندگی میں سے ایسے نیک کام کے لئے پانچ دن بھی علیحدہ نہیں کر سکتے۔ پھر آپ مرزا غلام احمد صاحب کو اس وجہ پر دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسا نام اختیار کیا ہے جس کی عیسائی لوگ اپنا خداوند اور مالک سمجھ کر عزت اور عبادت کرتے ہیں اگر مروجہ عیسائی ہوتا عیسایا آپ نے خیال کیا ہے تو شمشیر اور دوستانہ تعلقات کے قطع کے لئے یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ آپ کی مقدس بائبل تو یہ کھاتی ہے کہ دشمنوں سے بھی پیار کرو۔

”اپنے مذہبی مخالف کے ساتھ اس قسم کا سلوک کسی مذہب کے پیروؤں کی طرف سے بھی نہیں ہوتا چاہے چچا یا نیک عیسائی مذہب کے پیروؤں کی طرف سے ہو اور پھر ان میں سے مخصوصاً کلیسیا کے ایک ایسے بڑے بزرگ کی طرف سے جس کا فرض صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی متی باب ۵ - آیت ۲۴ پر لوگ کے بلکہ یہ بھی کہ وہ یہ تعلیم دے دوسرے عیسائیوں کو سکھائے بلکہ نیک عیسائیوں کو بھی اس کا وعظ کرے مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرزا صاحب یہ نہیں کہتے کہ وہ سچ مچ عیسوع مسیح ہیں بلکہ ان کا دعوئے یہ ہے کہ وہ بروزی طور پر اس نبی کے رنگ میں آئے ہیں اور جس طرح پر اس نے تعلیم دی تھی اسی طرح تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے بھی یوحنا الیاس کے رنگ میں بروزی طور پر آپ کا ہے علاوہ ان مسلمان حضرت عیسیٰ کو ایک سچا اور بزرگ نبی سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب جو اپنے زمانہ میں اول المسلمین ہیں ان سب سے بڑھ کر ان کو ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ کٹر مادہ دوسرے لوگ جن کا مذہب نہ عیسویت

اور نہ اسلام ہے اس کو نبی بھی نہیں سمجھتے اور اس طرح چل س کے مرتبہ کی بڑی حقارت کرتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایسے لوگوں سے کثرت سے ملتے بھی ہوں گے مگر میں یہ خیال نہیں کرتا کہ آپ نے ان کی نسبت کبھی ایسا بغض اور عداوت کا خیال ظاہر کیا ہو جیسا کہ آپ نے پیڑھی میں جو میرے نام تھی مرزا صاحب کی نسبت ظاہر کیا ہے لیکن اس جگہ میں آپ کو ایک اور بڑے ضروری امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جب اس بات کا ذکر مرزا صاحب کے سامنے ہوا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا جس طرح پریشپ صاحب آپ سے دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے انکار کرتے ہیں آپ بھی اپنی صاحب کی نسبت ایسا ہی خیال رکھتے ہیں تو انہوں نے مفصل ذیل جواب دیا:۔

”میں دنیا میں کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا میں آدمیوں کے ساتھ بغض نہیں رکھتا بلکہ ان جھوٹے عقیدوں کے ساتھ جو وہ رکھتے ہیں انسانوں کے متعلق میرے خیالات پرلے درجہ کی ہمدردی اور نیکی تھی کہ میں تو بھر کس طرح میں ایسے شخص کو اپنا دشمن سمجھ سکتا ہوں جو اپنے ہم مذہبوں میں مغز مانا گیا ہے اور علاوہ ازمین اپنے عہدہ اور تقسیم کے لحاظ سے قابل عزت ہے میں اس سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ میں اس کے اصولوں کو پسند نہیں کرتا مگر میری نفرت ان عقائد کے ساتھ صرف اسی قدر ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات انسان کی طبعیت منسوب کی گئی ہیں اور انسانی نقص اور کمزوری ان ریل العالمین کی طبعیت منسوب کی جاتی ہیں میں پریشپ صاحب کو دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے نفرت نہیں رکھتا کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی فریق دوسرے سے کوئی فائدہ حاصل کرے کیونکہ ضروری ہے کہ نیکی کا یہ بیج پھیلے و مصلح باہر اعظا ہوئے کی حیثیت میں جو انسان کو فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں ان سے بڑھ کر ضروری امر یہ ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ عقائد میں اختلاف رکھتے ہوں وہ ان کے ساتھ بڑی خوشی سے ملے

حق بات یہ ہے کہ میں نہ صرف اپنی مجددیت کے کام کو ہی چھوڑنے والا ہوں بلکہ اخلاقی قوانین کو بھی سخت صدمہ پہونچانے والا تصور کیا جاؤں گا اگر میں ان لوگوں کو اپنا دشمن سمجھ لوں جن کے ساتھ اس وجہ سے کہ وہ بدقسمتی سے غلطیوں میں پڑ گئے ہیں مجھے ہمدردی اور رحم سے کام لینا چاہیئے اگر میں اس کے برعکس کروں تو میں ایک بڑے کثیر گروہ کو ان مقدس اور اعلیٰ درجہ کی سچائیوں سے محروم رکھنے والا ٹھہروں گا جو میرا فرض ہے کہ سب کو بتاؤں کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے ساتھ نیکی نہیں کر سکتا جس کو وہ اپنا دشمن سمجھتا ہو مگر میں سچ چاہتا ہوں کہ اگر مجھے کہیں ایسا موقع ملے

کہ جب میں بیشپ صاحب کے ساتھ ٹکی بھی اور بدی بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہوں تو میں اس کے ساتھ ایسی ٹکی کروں گا جو تمام دنیا کو حیرت میں ڈال دے۔ لوگوں کو پاکیزگی کے راستہ کی طرف بلانے کی طاقت اور ان کی تبدیلی کے لئے سچا جوش سچی محبت سے پیدا ہوتے ہیں دشمنی قتل کو تاریک کر دیتی ہے اور ہمدردی کو نابود کر دیتی ہے۔ قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے: **خَيْرُكُمْ عَلِيٌّ**، **مَنْ عَتَمَ حُرَيْصٌ عَلَيْهِ كَمَ** اور پھر ایک دوسری جگہ پر **لَعَلَّكَ بِالْخُفِّ نَفْسًا** الا یہ کہ وہ موصوفین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے پاس ایک نئی بھیجا ہے جس کا دل تمہاری ہمدردی سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ تمہارے غم اور تکلیفیں اس کو ایسا ہی رنج پہنچاتی ہیں گویا کہ وہ اسی کارِ رنج اور تکلیفیں میں اور تمہاری بہتری اور خوشحالی کے لئے وہ بڑی خواہش رکھتا ہے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے اے نبی کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا اس غم کے لئے کہ یہ لوگ سچائی کو قبول نہیں کرتے۔ آخری آیت اس سچی قربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خدا تعالیٰ کے مرسل لوگوں کی اصلاح کیلئے کرتے ہیں یہ وہ آئینہ ہیں جن پر میں عمل کرتا ہوں اور اس سے ہر ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف جو اپنے آپ کو میرے بھٹکتے ہیں میرے خیالات کیسے ہونے چاہئے؟ قبل اسکے کہ میں اس سچی کو بند کروں میں آپ کو بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ مباحثہ کی درخواست پر صرف مرزا صاحب کے ہی چند پیروؤں کے دستخط تھے مگر تمام مسلمان عام طور پر اس کی منظوری کے منتظر ہیں نہ ہر جگہ اصل اصولوں کے ساتھ مرزا صاحب کا دوسرے مسلمانوں سے اختلاف نہیں بلکہ اختلاف صرف ایسی باتوں میں ہے جیسا کہ ہر ایک بڑے فہرے کے مختلف فرقوں میں ہوا کرتا ہے اور جو میسائیت کے بڑے حکمران اختلافوں کو اپنے اندر رکھتی ہے اگر آپ اس امر کو بڑی وقعت دیتے ہیں تو ہمارا تعلیم یافتہ مسلمان جو مرزا صاحب کے پیرو ہیں درخواست مباحثہ پر دستخط کرنے پر تیار ہیں ترجمہ کی کاپیوں کے ساتھ جو آپ نے ہاگی ٹھین میں انیل ماہ گذشتہ کا انڈین ٹیلی گراف بھی آپ کو بھیجا ہوں جس نے اسے چیلنج کیجئے ریپارک کے لئے میں امید کرتا ہوں کہ اپنے جواب پر دوبارہ غور کرینگے بعد آپ کیسے بہتر نتیجہ پہنچیں گے اور اس قدر منتظر دوں کہ جو اس کی منظوری کے منتظر ہیں مایوس نہ کرینگے۔

دستخط محمد علی سکرٹری

مگر شپ صاحب منظوری کے لئے رضامند نہ ہوئے اور جواب میں لکھا کہ مجھے آپ کی چٹی
 موزعہ ۱۰ ماہ حال پہنچ گئی ہے مگر جو جو بات پہلی چٹی میں امیر زاعلام احمد صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے
 سے انکار پر مبنی دیکھا ہوں ان کو نابین بدلاتا ہوں اور نہ ان پر کچھ بنا دے کی کتاب ہوں آپ نے
 اپنی پہلی چٹی کی جو تاہم کیا بیان بھی میں ان کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، دستخط جی۔ اسے لاہور
 چیلنج پراور ڈاکٹر لیفٹننٹ کے انکار پر معزز انگریزی اخبار کے لئے جو رائے دی وہ اس
 خط و کتابت کی دلچسپی کو اور بھی بڑھاتی ہے مگر ہمارے پاس اس قدر جگہ نہیں کہ سب اجلاات کو نقل
 کر سکیں اس لئے دونوں صورتوں میں ایک ایک مثال پر گفتگو کیا جاتا ہے۔ پائونیر نے جب پہلی چٹی
 کیا تو یہ پر مبنی فقرہ اس کے اوپر لکھا تھا: "بیشک اگر ڈاکٹر لیفٹننٹ کے مقابلہ کرنا منظور کر لے تو یہ مباحثہ
 نہایت ہی دلچسپ ہو گا" انڈین ڈیلی ٹیلی گراف جون ۱۹۱۹ء کے پیرچین یون کو لکھتا ہے۔
 "ہم کسی دوسرے صفحہ پر ایک نہایت ہی دلچسپ مذہبی چیلنج جو مسلمانوں کے اس فرقہ کی طرف
 سے جو سرسبز زاعلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں لاہور کے ہشکے نام دیا گیا ہے نقل کرتے ہیں اس کی
 دلچسپی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نہایت سنجیدگی اور نیک نیتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مرزا زاعلام احمد صاحب
 قادیانی قادیان کے رئیس ہیں اور اس چیلنج میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مسیح موعود ہونے کا دعوے
 ہی کرتے ہیں بلکہ اس دعوے کو مضبوط اور قاطع دلیلوں کے ساتھ ثابت کر دکھایا ہے اور اپنے آپ کو وہ
 موعود ثابت کیا ہے جسکے آنے کی پیشگوئیاں قرآن مجید اور بائبل میں بیان کی گئی ہیں معلوم ہوتا ہے
 کہ اس شہرہ شخص کے پیرو دنیا کے مختلف حصوں میں تیس ہزار کے قریب ہیں اور ان کے دوست اور
 مرید دل سے چاہتے ہیں کہ وہ لاہور کے ہشکے ساتھ جس کے کچھ بچوں نے مسلمانوں کو قائل کر دیا ہے۔
 کہ وہ اپنے مذہبی علوم میں لاثانی ہے مذہب اسلام اور عیسائیت کی سچائی پر ایک فاضلانہ اور قبول
 بحث کریں بیشک کا وسیع علم اور تجربہ اور اس کی عربی، فارسی اور اردو سے واقفیت اور اس کے
 ہنر بانہ اور عمدہ اخلاق بھی بطور وجوہات بیان کئے گئے ہیں کیونکہ خصوصاً اسی کو اسلام کے اس
 پہلو ان کے ساتھ مباحثہ کے لئے بلا لیا گیا چیلنج سارے کا سارا نہایت مودبانہ الفاظ میں ہر اور صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز کے جو بڑی ہی خواہش اس امر کی رکھتے ہیں کہ عیسائیت اور اسلام
 (نہ اسلام اور عیسائیت) کے بالمقابل فضائل اور خوبیوں پر ایک باقاعدہ اور عمدہ مباحثہ ہو بین

دونوں فریق کے لئے منصفانہ شرطیں پیش کی گئی ہیں اور چیلنج دینے والے جن کی تعداد بہت بڑی ہے
ہندوستان کے مختلف حصوں سے ہیں اور بشپ کلیسوں میں مسیح کے نام میں قسم دیکر امید رکھتے ہیں کہ
اس مباحثہ پر رضامند ہو جائے گا ہماری رائے ہے کہ بشپ اگر اس چیلنج کو منظور کر لے تو بہت
اچھا ہو گا جو بخود ایک ایسی بڑائی اختیار کر لیتا جو مباحثہ کے لئے بھی جبکہ نہیں سکتی اس کی غلطی
ہو گی کیونکہ پھر چیلنج دینے والے یہ کہنے کے حق دار ہوں گے کہ چونکہ فریق ثانی نے اپنے مقدمہ کو
ڈیفنڈ نہیں کیا اس لئے اس کی عدم پیروی کے سبب سے فیصلہ ان کے حق میں ہونا چاہیے
اور اس طرح پر وہ قلع کے وجود پر ہونگے نیز یہ امر کہ مرزا غلام احمد قادیانی وہ موعود شخص نہیں ہے
جس کی آمد کے متعلق قرآن شریف اور بائبل میں پیشگوئیاں ہیں بشپ کے مقابلہ کرنے سے انکار
کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ یہ سوال مجوزہ مباحثہ میں پیش نہیں ہو گا لیکن ممکن ہے کہ اگر بشپ چیلنج
منظور کر لے تو اپنے مخالف ت کو اس غلطی کا بھی قائل کر دے۔ یہ امر کہ مسلمان اپنے مسیح کو بشپ کے
بالمقابل میدان مباحثہ میں پیش کرتے ہیں یہ بشپ کی ملیت کی بڑی سے بڑی تعریف ہے۔ جو وہ
کر سکتے ہیں اس طرح پر وہ یہ جتنا چاہتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں بشپ کو عیسائی مذہب میں اول
درجہ کا فاضل مانتے ہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھتے کہ بشپ کس طرح یہ عذر کر سکتا ہے کہ ایسے عمدہ مباحثہ میں
اس کے وقت کا بڑا حصہ صرف ہو جائے گا اس کو کسی طرح پر کبھی ایسے مخالفوں کی تردید کرنے اور
ان کو قائل کرنے کا یہ موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے خصوصاً جبکہ اس سے یہ بات ثابت کرنے کی خوش
کی گئی ہے کہ عیسائیت اور اسلام ہر دو مذاہب میں سے کوئی مذہب زندہ کہلا سکتا ہے۔ اور
قرآن مجید اور بائبل دونوں کی تعلیمات میں سے کس کی تعلیم زیادہ افضل اور انسانی فطرت کے
مطابق ہے ہم پسند کریں گے اگر چیلنج منظور کر لیا جائے کیونکہ ہمارے خیال میں یہ نہایت ہی
دلچسپ ثابت ہو گا۔

انڈین سپریم کورٹ نے بشپ کے انکار پر ذیل کے کلمات لکھے:-

”معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے کچھ بڑے متانت کو چھوڑ کر جلد بازی کے ساتھ ایک ایسے چیلنج سے گریز
اختیار کر رہے ہیں جس کا محرک وہ پہلے خود ہی ہوا تھا۔ کچھ عرصہ ہو کہ بشپ نے مسلمان حاضرین کے سامنے
مسیح کی صداقت کا ثبوت پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس دعوت کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

نے جس کے دعوے مسیحیت کی نسبت ہم پیشتر ازین اسی اخبار میں ذکر کر چکے ہیں قبول کر لیا اب
خواہ مرزا غلام احمد منقری ہو اور خواہ وہ اپنے آپ کو واقعی مسیح سمجھتا ہو دونوں حالتوں میں تو
کوئی وجہ نہیں کہ بشپ اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے۔ بشپ کا بیان ہے کہ
مرزا صاحب نے مسیح کہلا کر ایک خوفناک ہتک اور بے عزتی مسیح کی کی ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ وہ ہزار
سال گذرے اسی وجہ پر یہودیوں نے یسوع کو صلیب دی تھی اس کے مسیح کہلانے پر انہوں نے
ہتک محسوس کی اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بشپ مرزا غلام احمد کے دعوے مسیحیائی کی
نسبت یہ لکھتا ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کے ایک کثیر التعداد گروہ نے اس پر حقارت اور استہزاء
ظاہر کیا ہے اور اس کو وہ مرزا صاحب کے دعوے کے بطلان کا قطعی اور یقینی ثبوت خیال کرتا
ہے مگر تعجب ہے کہ جب پہلا طوس نے یہودیوں کے مجمع سے سوال کیا کہ وہ عید منج کے روز کسے
آزاد کرنا چاہتے ہیں مسیح کو یا براباس کو تو ان سب نے بالاتفاق بد معاشی چور کے حق میں رائے دی
کیا اس سے ثبات ہوتا ہے کہ یسوع کا دعوے مسیحیت بے بنیاد تھا۔ ہم مرزا غلام احمد کے پیرو نہیں
اور نہ اس کے دعاوی کو مسیح کے دعووں پر ترجیح دینا چاہتے ہیں لیکن ہمارا اعتراض بشپ کے
جھوٹے منطق پر ہے اگر تمام مسلمانوں نے مرزا صاحب کا دعوے مان لیا ہوتا تو کیا بشپ ان کے
رسالت کے دعوے کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا۔ اس وقت اس ملک کے لوگ اپنے مذہبی خیالات
پر بالاستقلال قائم نہیں ہیں اس لیے ایسے لوگوں کے لیے جو ان کو سچائی پر قائم کرنا چاہتے ہیں
ضروری ہے کہ وہ دلائل ایسے پیش نہ کریں جو نہایت مضبوط اور قاطع نہ ہوں +

مذکورہ بالا خط و کتابت اور اخباروں کی رائے سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ملیر رائے کو اس مباحثہ
کے لئے جس کی تحریک اس نے خود ہی کی تھی اس کے مخالفوں اور ہم مذہبوں نے بلا ہر گز وہ
اس مباحثہ کو منظور کرے۔ لیکن کوئی چیز اسے رضامند نہ کر سکی۔ بلکہ دل سے اس بات کو
چاہتی تھی چیلنج دہندہ نے جہانگیر ہو سکا کوشش کی کہ بشپ صاحب اس مباحثہ کو قبول
کریں جس کے وہ خود ہی محرک ہوئے تھے لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ اگر کامل امتحان کے بعد
ڈاکٹر ملیر رائے کے پیش کردہ وجوہات طفلانہ اور لغو پائے جائیں تو یقیناً نتیجہ یہ ہو گا کہ بشپ صاحب
میدان مباحثہ سے جس میں انہوں نے ہر قسمی خود پہلے قدم رکھا تھا عیسائیت پر رک کا داغ

انکا گنجیجے ہوتے۔ لاہور کے مسلمانوں کے سامنے کچھ دینے میں ان گران کی کچی خواہش ایک صداقت کو ثابت کرنا تھا تو پھر انہوں نے ایسے پسندیدہ طریق سے گریز کیوں اختیار کی۔ ان کے بیکھر لانا ہو کے یہ کچھ جہان کسی مفصل ترویج کی امید نہ ہو سکتی تھی اور پھر ان کا آخری انکار جب ان کو انہیں سوالات کے فیصلہ کے واسطے ایک منصفانہ مباحثہ میں بلا لیا گیا بشپ صاحب کے اس دعوے کے موید نہیں جو وہ انصاف کی محبت اور پسندیدہ طرز کو اختیار کرنے کے متعلق کرتے ہیں ۴

جو جو بات بشپ صاحب نے پیش کئے ہیں ان پر نظر ڈالنا کسی قدر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انہیں افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس موازنہ میں ہمیں بار بار بشپ صاحب کو ذاتی طور پر مخاطب کرنا پڑے گا کیونکہ انہوں نے مسیح موعود کی ذات پر حملہ کیا ہے نہ ان کے دلائل اور اصول اور تعلیم پر ایک سرسری نظر ہمیں اس نتیجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ اگرچہ بشپ صاحب اپنا اول خوش کرنے کیلئے اپنے پیش کردہ امور کا جواب دیتا نام رکھتے ہیں لیکن یہ صرف جھوٹے بہانے ہیں جو انہوں نے اپنے آپ کیلئے مباحثہ کے ناقابل دیکھ پیش کئے جس میں ان سے عیسائیت کی صداقت کا ثبوت مانا گیا تھا۔ ان میں سے سب سے سختی عذر جو بشپ صاحب کے زعم میں سب سے زیادہ وزن دار ہے۔ وہ ہے جو سب سے اول نمبر رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ وہ دو مستانہ تعلقات کے ساتھ ایسے شخص کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں جس نے خدا سے الہام پاکرتیج ہونے کا دعوے کیا کیونکہ ایسا نام اختیار کرنے سے اس نے اس شخص کی ہتک اور بی عزتی کی جیسے بشپ اپنا خداوند اور مالک سمجھ کر پرستش کرتا ہے بیشک ایسی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بشپ صاحب خود کیوں خداوند کے لفظ کو اپنے واسطے پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کو مائی لارڈ مائی لارڈ (میرے خداوند) کر کے خطاب کریں کیا یہ نہایت خطرناک ہتک اور بے عزتی اس کی نہیں ہے وہ خداوند سمجھ کر پرستش کرتا ہے۔ کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم بشپ کو یسوع مسیح کے نرم الفاظ میں جو متی باب ۱۰-۵ میں مندرج ہیں یا کم سے کم موجودہ زمانہ کے ایک عیسائی مدبر کے زیادہ مہذب الفاظ میں نصیحت کریں کہ یسوع کے خدام کو مناسب ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کی آنکھ سے کانٹری نکالنے سے پیشتر اپنی آنکھوں سے شہتیر نکالیں "بشپ کو انجیل کے اس صریح حکم کی کم پروا نہیں جہاں لکھا ہے کہ "تم آقا کہلاؤ" اور کیوں اس نے آقا سے بھی بڑھ کر خداوند کا نام لیتا

کیا ہوا ہے اور لائی اارڈی ویوٹر لارڈ شپ کہلاتا ہے۔ اس کا جواب صرف یہی ہو گا کہ بپ صاحب کو اس خطاب کا حق قانوناً حاصل ہے لیکن کیا قانونی حق ان کے نزدیک انجیلی ممانعت سے زیادہ وقعت رکھتا ہے بپ صاحب خود کیون لارڈ یعنی خداوند کہلاتے ہیں ورنہ خلیک وہ اس شخص سے نرسی ظاہر کرتے ہیں جو خدا سے الہام پاک رسوخ کہلاتا ہے انجیل کے نام کیون گورنٹ سے گذارش نہیں کرتے کہ آئندہ کوئی شخص لارڈ نہ کہلایا کرے یا کیا ان کے خیال میں یسوع نے ان دونوں مقامات پر کرمبارک ہو تم جو عرب ہو لارڈ نہ تم آقا کہلاؤ غلطی کھائی کیونکہ اس تعلیم کے وقت اس کے پیش نظر صرف گیل کے ماہی گیر تھے اور اپنے پیچھے آنے والے مریدوں کی شان و شوکت کو نہ سمجھ کر ان کی حالت کا قیاس انہیں چند عرب آدمیوں پر کر لیا ہے

لیکن اگر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ یسوع مسیح کا نام کسی حالت میں سوائے عیسائیوں کے فرضی خدا کے کسی اور شخص پر نہ لگایا جاوے تو بپ صاحب کو اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان پندرہ اشخاص کی نسبت بپ صاحب کا کیا خیال ہے جو مسیح کے وقت زندہ موجود تھے اور یسوع کے نام سے پکارے جاتے تھے جن کا تواتر میں جن ذکر ہے اور پھر وہ یسوع کی الوہیت کی تطبیق اس امر کے ساتھ کیونکر کرینگے کہ وہ جو بھی جس کا دوسرا نام انگریزی انجیلوں میں برابر اس ہے یسوع کے نام سے ہی مشہور تھا۔ اس امر کے ثبوت میں کہ واقعی اس جو رکام بھی یسوع ہی تھا اتنا کہ دنیا کافی ہے کہ ترمیم شدہ یونانی عہد ناموں (فرطرش اور ٹیڈورف) میں متی ۱۶ (تم کے چاہتے ہو کہ میں تمہارے واسطے رکھ دوں گا برابر اس یا یسوع جو مسیح کہلاتا ہے) کی بجائے یہ عبارت ہے ”یسوع برابر اس یا یسوع جو مسیح کہلاتا ہے“ اور یہی عبارت کم سے کم اکیس یونانی نسخوں میں پائی جاتی ہے کیا بپ صاحب کو کبھی خیال نہیں آیا کہ یہ تاریخی واقعہ ان کے آتما کی نہایت خطرناک ہشک اور بے عزتی کرتا ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص یسوع کو خدا نہیں مانتا تو بپ کو یہ بات بری کیون معلوم ہوتی ہے۔ یہ اس کا کام ہے کہ پہلے یسوع کی الوہیت ثابت کرے اور پھر اگر کوئی شخص اس چپتے ہوئے ثبوت کی صرف تحکم کے طور پر تردید کرتا ہے تو خشک برائے نامنے کی

بات ہے یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح کھلا کر یسوع کی کوئی ہتھک نہیں کی انہوں نے اس کو الوہیت کے باطل مقام سے نیچے اتار کر انسانوں میں مبتلا کر دیا ہے کیا یسوع کا گوشت اور ٹڈیاں ایک عورت کے پیٹ میں عورت کے ناپاک خون حیض سے نہیں بنے۔ اور کیا وہ اسی راستہ سے دنیا میں نہیں آیا جس سے دیگر شخص اس آتے ہیں۔ کیا بیاریاں اور عوارض معمولی لوگوں کی طرح اس پر نہ آتے تھے اور کیا وہ معمولی شخص کی طرح بھوکا اور پیاسا نہ ہوا تھا۔ کیا اس نے اپنے دوسرے بھائیوں بہنوں کی مانند پرورش نہ پائی تھی۔ کیا ایک کٹھی بھر ہو دیوں نے اس کو مارا اور اس کا انکار نہیں کیا اور کیا وہ گرفتار ہو کر عدالت میں نہیں گھسیٹا گیا۔ کیا اس کا انجام ایک معمولی انسان کی طرح ایللی ایللی لاسبتھانی جیسے یاووس نفطوں کے ساتھ نہیں ہوا کیا اس نے کوئی بجز پہلے نبیوں کو بڑھکر کھلایا۔ اس پر بھی بپش صاحب ناراض ہیں کیونکہ یسوع کو معمولی شخص بنایا جاتا ہے۔ اپنے عقائد کی عزت ایسے مخالف سے جس کا کام ان کی نکتہ چینی اور تردید کرنا ہے۔ بپش صاحب نے بغاوت منطق ایک سخت غلطی کھائی ہے کیونکہ وہ مباحثہ کا فیصلہ پیشتر زمین کہ وہ شروع کیا جائے اپنے حق میں چاہتے ہیں۔ ان کو یسوع کی الوہیت ثابت کرنے کیلئے کہا گیا تھا لیکن وہ ایسے مخالف کے ساتھ مباحثہ پر بند کرتے ہیں جو پہلے ہی اس مسئلہ کو تسلیم کرے۔ بپش صاحب اپنے دشمنی کا کام کا انتظام کس طرح کرتے ہوں گے جبکہ ابھی ان کو کلیسیا کے اعلیٰ عہدہ پر مستقر نہیں ہونے کی خوش قسمتی حاصل نہ ہوئی تھی۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کوئی ایسا دعوے کیا ہے جس کا انہوں نے ثبوت نہیں دیا۔ ان کا کوئی مسیح ہونے کا ہے جس کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی ان پر لائی اور نئے عہد نامہ اور کلام اللہ اور حدیث میں موجود ہیں۔ مگر تاہم صرف انہیں پیش گوئیوں پر ان کی مسیحیت کے ثبوت کا انحصار نہیں ہے بلکہ وہ اپنی ماموریت کا کھلا کھلا ثبوت منہاج نبوت کے سارے طریقوں پر پیش کرتے ہیں اور یہ ثبوت اپنی قطعیت میں یسوع کی رسالت کے ثبوت سے جو عیسائی پیش کرتے ہیں انہیں بڑھکر ہے کیونکہ یسوع کے سارے نشانات اور معجزات قصہ کہانیوں کے رنگ میں ہیں جن کا ایک بھی شاہد نہیں مگر حضرت مرزا صاحب کے نشانات کے کرور بار زندہ شاہد موجود ہیں قصے اور کہانیاں رویت کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں اگر بپش صاحب سچائی کی اتنی تلاش بھی کرنے والے ہوں جتنی ان یہودیوں کو تھی جو یسوع سے اس کی خدائی کا اوسوہیت کا ثبوت طلب کرتے تھے تو ان کو نہ ایک دہر ہزار نشانات مسیح

کی صداقت کے ثبوت میں مل جائیں گے۔ اگر ان اعتراضوں پر غور کیا جائے جو عام کی مولیٰ نظر میں یونین کی اصل حقیقت اور ماہیت سے ناواقف ہونے کے سبب سمجھتی ہے تو اس میں کبھی یسوع پر نسبت مسیح موعود کے زیادہ سخت اعتراضات کا نشانہ ہے۔ بلکہ یسوع پر تو بعض اعتراضات ایسے ہیں جن کا جواب آج تک عیسائی ہرگز نہیں دیکھے۔ مثلاً ایک ہی اعتراض ہم لیتے ہیں۔ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح سے پہلے ایساں دوبارہ آسمان سے آوے جب یہودیوں نے یسوع کو یہ سوال کیا کہ ہماری کتابوں میں خدائے تعالیٰ یونین کی زبان پر وعدہ دے چکا ہے کہ سچا مسیح تب تک نہ آوے گا جب تک ایساں آسمان سے نہ آوے اور اس لئے جو شخص ایساں کے آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے تو یسوع نے ان کے ان اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ صرف یہ کہہ کر بالیدیا کہ یوحنا ہی ایساں ہے۔ بظاہر یہ تاویل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہودیوں کا یہ اعتراض تھا کہ اگر ایساں نے خود نہیں آنا تھا بلکہ اسکے کیلئے آنا تھا تو پھر خدا نے ان کو یہ کیوں نہ کہا کہ آنا تھا کہ آئیں گے۔ علاوہ ان میں جب یہ مانا جاتا ہے کہ یسوع مردے زندہ کیا کرتا تھا تو پھر کیوں اس نے ایساں کو دوبارہ زندہ کر کے یہودیوں کے اعتراض کی تردید نہ کر دی۔ اب اس اعتراض کے مقابل پر مسیح موعود پر یہ اعتراض کہ خود عیسے دوبارہ نازل ہونا چاہیے تھا اس کا شیل کیوں آیا ہے۔ ان لوگوں کی طرف سے جو مسیح کی رسالت کو تسلیم کرتے ہیں یوحنا ہی ہے کیونکہ اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو پھر تو مسیح کو سب سے پہلے رسالت سے جواب ملتا ہے جب تک اس کی کوئی ہریت نہ کر لی جائے یہ اعتراض محض حماقت سے علاوہ ان میں آدھانی کے معنی تو مسیح نے خود صاف کر دئے تھے پھر افسوس ہے ان لوگوں پر جو انہیں الفاظ پر ٹھوکر کھاتے ہیں کیا مسیح نے نہیں کہا کہ ایساں کا دوبارہ ہونا اس طرح ہے جو اگر اس کی صحت اور خصلت پر کوئی دوسرا شخص آگیا یعنی یوحنا جس نے یسوع کو پیتر سے دیا اور اس طرح پر صاف بتلادیا کہ میرا دوبارہ آنا بھی اسی طرح ہے جو کا۔ افسوس ہے ان لوگوں کی عقل پر جو اس سر کو نہیں سمجھتے کہ مسیح کو کیوں یہ واقعہ پیش آیا کہ اسے آدھانی کے یہ معنی کرنے پڑے۔ اس صاف اشارہ تھا کہ پھر بھی ابتداء دنیا میں پیش آئے گا۔ پس ان لوگوں کو جنہوں نے ایک دفعہ آدھانی کے یہ معنی سمجھ لیو کہ کوئی دوسرا شخص اس کی خوب پڑا کرتا ہے۔ یہ اعتراض کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کی دوبارہ آمد سے یہ مراد نہیں کہ کوئی اور شخص اس کی خوب پڑا لے تو یسوع منفری ہوتا

ہے۔ کیونکہ ان معنوں کے انکار سے سب سے پہلے جس شخص کا دعویٰ باطل ہوتا ہے وہ یسوع ہی ہے۔ اور اگر آرمینیائی کے یہ سب سے پہلے کوئی دوسرا شخص اس کی خواہش کرتا ہے۔ تو یسوع کی آمدنیائی سے واقعی اس کی آجائے اور انہیں ہوسکتا بلکہ بیان بھی یہی مراد ہونی چاہیے کہ کوئی دوسرا شخص یسوع کی خواہش پر آجائے ان دونوں پہلوؤں میں سے ہر ایک پر یہاں سے اختیار کرے اور اس محفل الضدین کی ہر دو شاخوں میں سے جس پر چاہے اپنے قدم جمائے۔ لیکن یسوع نے خود ہی اس معاملہ کی ادنیٰ بھی وضاحت کر دی ہے اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ الیاس کی مانند دکھ اٹھا بیگا۔ پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ چوچا یا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائے گا (متی ۱۶)۔

اب دیکھنا چاہیے کہ الیاس نے کس طرح دکھ اٹھایا۔ خود نہیں بلکہ یوحنا کی شخصیت میں علیٰ نہایت اس ابن آدم بھی اپنی آمدنیائی کے وقت خود دکھ نہیں اٹھائے گا۔ بلکہ اس کی جگہ کوئی اور شخص جو ابن آدم کی روح و خصلت میں ہو کر آئے وہ دکھ اٹھائے گا۔ اس لئے ہم یسوع کے خادموں کو ان کے آقا کے الفاظ میں مگر اس سے بڑھ کر سچائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ آئو الاسیح آگیا ہے اگرچہ ہو تو قبول کرو۔ جسکے کان سننے کے ہوں سے کثیر یسوع نے اپنی آمد کو ایک چور کی آمد سے تشبیہ دی ہے (متی ۲۳)۔ پہرہ والوں کی نظر ایک طرف ہوتی ہے لیکن چور دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ یسوع کے بارے میں بھی یہی واقعہ پیش آیا ہے۔ عیسائی اس کے اپنے آنے کے منتظر ہیں لیکن وہ کسی اور کی شکل میں ظاہر ہو گیا ہے۔ ان کو مناسب ہے کہ اب تمام یہودیہ امیدوں اور فضول انتظاروں کو چھوڑ دیں کیونکہ انکے اپنے حساب کے مطابق آمدنیائی کا وقت آچکا ہے بلکہ گزرتا جا رہا ہے اگر وہ اب نہ آیا تو یقیناً کبھی بھی نہیں آئے گا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب کبھی یسوع سے یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہمیں اپنی رسالت کا کوئی آسمانی نشان دکھا تو یسوع ہمیشہ انکار ہی کرتا رہا۔ مگر برعکس اس کے مسیح موعود نے مخالفین کی درخواست پر اور بغیر درجہ است کے آسمانی نشان دکھائے اور سر کے ایک مشہور پادری آتھم کی درخواست پر قادر مطلق خدا نے آپ کے ہاتھوں سے ایک ایسا آسمانی نشان ظاہر کیا جس کا نتیجہ آتھم کا قبر میں جاسونا تھا عیسائی لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن انہوں نے پہلے زمانہ

کے یہودیوں کی طرح انکار بھی کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ایک آریہ پٹنت لیگھرام کی مدعا است پر حضرت مسیح موعود نے چھ سال کے اندر اس کی موت کی پیشگوئی کی۔ اور ایک اموزنیہ پیشہ پیشگیان اس واقع کے متعلق قبل از وقت شایع کین اور پٹنت مذکور کے طریق موت و تاریخ و ساعت موت کا پورا پورا پتہ دیدیا۔ یہ پیشگوئی نہ صرف حضرت مرزا صاحب کے ماتحتوں سے ہی شایع ہوئی بلکہ وہ پٹنت لیگھرام نے بھی اس کو کثرت سے شایع کیا اور اس طرح پرکھ ڈرنا انسانوں کے درمیان بیشہ قبل از وقت شایع ہوگئی اور پھر ہر ایک پہلو سے وقت معینہ پر اپنے تمام شرائط کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور اسی طرح پر ڈیرہ سو سے نامہ خارق عادت نشانات مسیح موعود دکھایچکے ہیں جن کے کرداروں کا گواہ ہیں اور اگر اس وقت بھی کوئی شخص سچے دل سے اور حق کو قبول کرنے کی خاطر نیکویتی سے نشان مانگے تو اسے یاس نہیں کیا جاتا۔ یسوع کی پیشگوئیوں پر کسی قسم کا وثوق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کسی پیشگوئی کے پورا ہونے کی سچائی کا ثبوت نہیں مل سکتا جب تک اس کے واقعات پیشتر ہی شایع نہ کئے جائیں۔ وقوعہ کے بعد معجزات اور پیشگوئیوں تو سیکڑوں نہیں ہزاروں بن سکتی ہیں۔ اور تمام قوموں کی کتابتیں ایسی کہانیوں سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن مسیح موعود پیشگوئیوں اور معجزات کی سچائی کا زندہ گواہ موجود ہے۔ اس کی پیشگوئیوں پورا ہونے سے پہلے شایع کی جاتی ہیں تاکہ پورا ہونے کے وقت لوگ اس کی سچائی کو دیکھنے کے قابل ہوں۔ عیسائیوں کے پاس مسیح کی کوئی بھی پیشگوئی اس قسم کی نہیں ہے۔ اس کی جو پیشگوئیوں پورا ہونے سے پہلے شایع کی گئیں وہ ایسی غلط فہمی ہیں کہ عیسائیوں کو ان کی وجہ سے سخت ندامت اٹھانی پڑتی ہے جب ہم یسوع کے حالات پر جیسا انجیل میں مندرج ہیں نظر کرتے ہیں تو ایک عجیب مقابلہ کی تصویر ہماری نظر کے سامنے کھج جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتا رہا کہ اس کا سیمائی کا دعوے عام طور پر شہر نہ ہو۔ اور جب کبھی فاضل یہودیوں نے اس سے اس کی سچائی کا نشان مانگا تو وہ یہی جواب دیتا رہا کہ کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔ جب فوری اس کے دعوے کے متعلق متذہب میں تھے تو انہوں نے بے یسوع کی خدمت میں عرض کی کہ وہ اپنی سچائی کا کوئی نشان ان کو دکھاوے۔ لیکن اس نے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانہ کے بدو و حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں یہ یونس جی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا (متی ۱۲: ۴۰) ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر لبرف نے ایسے

الفاظ موجودہ مسیح سے ہرگز سننے پسند نہ کرے گا اور اسے سننے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اگر وہ حق طلبی کی راہ سے کوئی نشان مانگے تو مسیح موعود اسے دکھلانے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جو نشان یسوع نے دکھانا چاہا وہ موت کے بعد ظاہر ہونا تھا اور اس واسطے اس کی رسالت کا ثبوت نہیں ٹھہر سکتا تھا اور نہ طلب کرنے والوں کو اس سے تسلی حاصل ہو سکتی تھی۔ یسوع نے یہ خاموشی برابر اپنے تبلیغ کے سارے زمانے میں رکھی۔ ایک اور موقع پر جب فریسیوں نے اسکے مشن کی تائید میں آسمانی نشان مانگنا تو اس نے ایک سرواۓ بھری شاخ اس واسطے کہ اس میں نشان دکھلانے کی قدرت نہ تھی اور کہہ گا کہ اس نسل کو کوئی نشان نہ دکھلایا جائے گا۔ موجودہ نسل اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کیونکہ اس کا مسیح اپنے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت دینے کو تیار ہے اور آسمانی نشانات بکثرت دکھلایا چکا ہے اور اب بھی دکھلانا ہے۔ بجائے اس دلیل کے سبب مناظرہ سے انکار کرنے کے بپش صاحب کو مناسب تھا کہ ایک ایسے دشمن کو خاموش کرنے کے لئے اس موقع کو غنیمت خیال کرتے جو مذہب عیسوی کے مجموعے مسائل کا استیصال کر رہا ہے۔ بپش صاحب کا انکار ان کی ناقابلیت کو ظاہر کرتا ہے اور اس بہانے انہوں نے صرف اپنے عیب کو چھپانے کی کوشش کی ہے کسی شخص نے کبھی خواہش نہیں کی تھی کہ بپش صاحب مسلمانوں پر عیسائیت کی صداقت ظاہر کریں اور نہ یہ ان کا خاص کام تھا۔ لیکن انہوں نے ابتداء کی اور عیسائیت کے مسائل کو جو ایک راز کی صورت میں چھپے آتے ہیں مسلمانوں کے سامنے حل کرنا چاہا۔ نہ اس واسطے کہ دراصل انکے پاس کوئی ثبوت موجود تھا کیونکہ البعد کی حالت اس خیال کی تردید کر رہی ہے۔ بلکہ اس سبب سے کہ عوام الناس کے خیالات پر ان کا عرب بیٹھ جائے اور لوگ بپش صاحب کی بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے اور بغیر کسی دلیل کے طلب کرنے کے انکے لفظا پر ایمان لے آئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بپش صاحب کا پادری اور واعظ انجیل ہونے کا جو ش نے عہدہ پر آتے ہی ٹھنڈا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اسی جو ش سے اپنے عہدہ کی آڑ میں انہوں نے یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا کہ عوام پر اپنے مذہب کا اثر ڈالیں۔ جو نبی انہوں نے دیکھا کہ ایک مسلمانوں کا عظیم الشان امام انکے مقابلہ کے لئے تیار ہے تو انہوں نے واپسی کا تقاریر بیا یا اور اسلام کے ماتھتین ایک فتح عظیم جو بڑے میدان جنگ سے گریز اختیار کیا +

ڈاکٹر فریسنر کا دوسرا اعتراض یسوع اور اس کے پیروؤں کے خلاف ہے۔ اور مسیح موعود

کہتے ہیں مسیح موعود نے یسوع کی زندگی کے حالات بیان کرنے میں سختی اور بزبانی سے کام لیا ہے۔ لیکن کیا وہ عیسائی پادریوں کی کینہہ بزبانی سے واقعہ نہیں جو وہ اسلام اور اس کے الواعزم بانی کے حق میں کرتے ہیں درحالیکہ وہ خود بھی کئی سالوں تک پادری کا کام کرتے رہے ہیں کیا وہ نہیں جانتے کہ نہایت گندے اور سخت الفاظ جو ان کو اپنی زبان میں مل سکتے تھے ان واعظانہ نجیہ میں نے سب سے پہلے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خرچ کئے ہیں۔ آپ کے سب اقوال وافعال کو کینہہ اغراض کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور آپ کی زندگی کا ہر ایک پہلو عیسائی نکلتے چینیوں نے ظالمانہ طور سے بدنامناک بنائیں کیا ہے کیا ایشپ صاحب نے کبھی اس برائی کو اپنے مشنری بھائیوں سے دور کرنے کی کوشش کی؟ جن لوگوں نے وعظانہ نجیہ کو پیش کیا ہے ان کی گندی تحسیر یوں نے بار بار مسلمان جماعت کے خون کو جوش دیا ہے اور اسی جوش کو ٹھنڈا کر کے لے کر ہی مسیح موعود نے مناسب سختی سے کام لیا اور اس طریقہ سے لوگوں کے جوشوں کو فرو کر دیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اس کا نتیجہ ضرور کوئی خوفناک صورت اختیار کرتا۔ ابتداً انجیلی واعظوں نے کی اور مسیح موعود کی سختی اس خرابی کے دفعیہ کے لئے تھی جو پادری ملک میں پیدا کر چکے تھے۔

لیکن ایک اور سبب بھی ہے جس کے باعث مشنری لوگ مسیح موعود کی تحسیر یوں کو سخت بوجھ رہے ہیں وہ اپنے آپ کو عام سطح سے اوپر خیال کرتے ہیں اور علمی مناظرات میں بیوجہ بڑے بننا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص فرض کے طور پر ان کی رائے کو عزت کی نگاہ سے دیکھے خواہ وہ لائے درست ہو یا غلط۔ اسی واقعہ میں جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں ایشپ صاحب کو یہ بہت ناگوار گذرا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب خدا سے الہام پاک مسیح موعود جو بیٹا اور یسوع ماضی کے مساوی بلکہ اس سے افضل ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن خود ایشپ صاحب اپنی جذبات کی ابتلع کر کے کتبہ غیب اسلام کو معاذ اللہ ایک منقری قرار دیتا اور نہایت بدناما تو یہ ان کا پیش کرتے ہیں اور تیسرا نہیں خیال ہے کہ اسلام کے ساتھ بڑے منصفانہ طور سے بڑاؤ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خیالات کا پاس رکھتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یسوع کا لگہ دیگر مذاہب کے حق میں جو چاہے کہے لیکن وہ اپنے حق میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکتے وہ ابن مریم کو خدا سمجھ کر بوجتے ہیں اور خود بھی چھوٹے چھوٹے خدا بن کر چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی پرستش کریں۔ اگر کوئی شخص ان کی ساری

پر محققانہ ریویو کر کے تو اگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ بیشک سچائی ایک تلخ پیالہ ہے ان کے لئے جو جمہور سے ملے رہتے ہیں ان کے خالف کا قصور صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ سچائی پیش کرتا ہے۔

بشپ صاحب اپنے ہم پیشہ اصحاب کی ابترا و رگنی عادت سے ضرور واقف ہوں گے مگر کیا انہوں نے یا کسی اور انجیلی واعظ نے کبھی اس بد طریقہ کو روکنے کی کوشش کی؟ ہاں یہ مسیح موعود ہی تھا جس نے تین متواتر درخواستیں گورنمنٹ میں بھیج کر درخواست کی کہ مناظرہ کا گندہ لفظ قانوناً بند کیا جائے اور اس کے لئے قانون نافذ کیا جائے۔ اگر پارسی بھی ایسی ہی التماس کرتے۔ تو گورنمنٹ مسیح موعود کی اس تجویز پر زیادہ غور کرتی کیونکہ جب دونوں فریق ایک امر پر رضامند ہوتے تو گورنمنٹ کے لئے اس قسم کا قانون بنانے کی راہ نکل آتی جس سے دو فریق ایک دوسرے کے مذہب پر حملہ کرنے سے روک دئے جاتے اور مناظرہ کو صرف اپنے مذہب کی خوبی بیان کرنے کی حد تک محدود کر دیا جاتا۔ علاوہ این اس پہلے خط میں جو مسلمانوں نے بشپ کو لکھا تھا یہ تو اعدا بھی موجود تھے کہ کوئی فریق مقابل پر حملہ نہ کرے اور ہر ایک گروہ صرف اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دے۔ پس اگر بشپ صاحب نے باوجود اس کے یقین دلائے جانے کے بھی مناظرہ سے علیحدگی ہی اختیار کر تو وہ اپنے سائے سے ڈرتے رہے اور واصل کوئی شے انہیں ڈرانے والی موجود نہ تھی۔

بشپ صاحب کے دوسرے اعتراض پر اب ہمیں صرف ایک اور ہمارا کرنا باقی ہے اور وہ یہ کہ اگر وہ کوئی سختی مسیح موعود کی تحریر میں دیکھتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ یہ سب کچھ یسوع مسیح کے ہے۔ اس شخص کے ساتھ جسے بشپ صاحب خداوند اور آقا بھی کہہ پستش کرتے ہیں۔ جس سختی سے یسوع نے یہودی سرداروں کے ساتھ سلوک کیا وہ ان لوگوں کے درمیان ضرب المثل ہو تمام یہودی مصنف یسوع کی گندہ زبانی کی جو اس نے ان کے بزرگوں اور کاہنوں کے حق میں کی جن پر وہ ہمیشہ غضب کے ساتھ حملہ کیا کرتا تھا۔ ایک شاکی کہیں۔ یہودیوں نے نرم الفاظ میں اس کو مخاطب کیا اور آقا اور ربی کہہ کر اسے بلایا اور ثبوت اور نشان مانگے لیکن جواب میں ان کو ریاکار۔ سانپوں کے بچے ایک بداد اور حمار کا رسل وغیرہ کہا گیا۔ درحقیقت اس کی کثرت بزبانی کی وجہ سے یہ الفاظ ہر وقت اس کی زبان پر رہتے تھے۔ اس نے صاف صاف یہودیوں کے بزرگوں اور عز مزودوں اور عورتوں کی بے عزتی کی اور انہیں محمول لینے والوں اور بدکاروں کو

برقرار دیا۔ کیا اس سے ان کے خیالات کو کچھ رنج نہ پہنچتا تھا تاہم وہ لوگ اس کی عزت ہی کو کڑھتے۔ واصل بیودی سرداروں نے آج کل کے ظاہری وینداروں اور وینڈوں کی نسبت خواہ وہ ظاہر کیسے ہی مہذب نظر آویں تاہم زیادہ نرمی کا نمونہ دیا۔ بیشک بشپ صاحب کو چاہیے کہ وہ بیود کے معزز علما اور بزرگوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کریں جو گورنمنٹ رومی کے ماتحت بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز تھے اور جنہیں یسوع حاکم عورتوں سے بدتر بدکار لوگ سوار کرتے سانپوں کے پیچھے گھرے اور اندر سے کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ اس کی گفتگو کے عام الفاظ بیوقوف۔ جاہل۔ ریاکار اور بدی سے معمور وغیرہ تھے۔ واصل بیود نے دشنام دہی کے دفر میں کوئی لفظ باقی نہیں چھوڑا۔ اور اب پادری لوگ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں پر حملہ کرتے وقت اس کی نقل ہی کرتے ہیں۔ ایسے خداوند اور آقا کے ہوتے ہوئے بشپ صاحب کو مسیح موعود پر سختی اور بدزبانی کا التزام لگانے میں زیادہ محتاط ہونا چاہیے تھا۔

ڈاکٹر ایف شکر کا تیسرا غرض بھی ایسا ہی بودا ہے جیسا پہلا اور دوسرا۔ وہ مسیح موعود کے ساتھ مباہستہ پر رضامند نہ ہونے کے لئے یہ وجہ تراشتے ہیں کہ مسیح موعود کے دعوے کو اس صفو کے کثیر مسلمان استہزا اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مگر اپنے تئیں بشپ صاحب عیسائی جانتے کا سچا وکیل ٹھہرتے ہیں۔ بسبب اس عہدے کے جس پر وہ اتفاقاً مقرر ہیں خواہ ذاتی طور پر وہ کیسے ہی ناقابل ہوں۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس وکالت کے قابل ثابت کیا کیونکہ عیسائیت کو شکست آتے دیکھ کر انہوں نے صاف گریز اختیار کیا اور اس کی حفاظت میں کچھ بھی اٹھ پیر نہ لائے اور اس طرح پریشہ کے لئے اس مذہب پر دلع لگایا جس کے وہ وکیل ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔ باقی ماسیح موعود کے دعوے کا استہزا اور حقارت سے دیکھے جانا اس معاملہ میں بشپ صاحب کو سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ شام کے یہودیوں نے بھی یسوع کے دعوے کو نہایت استہزا اور حقارت کے ساتھ دیکھا تھا تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالیں کہ اس کا دعوے یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا باطل تھا اور یہ پیشگوئی کہ مسیح بیڈیوں کا بادشاہ ہوگا اس میں پوری یقین نہ ہوئی نیز وہ خاص مذہبی فرقہ میں بشپ شامل ہے اکثر عیسائیوں کی نظروں میں حقیر ہے براہ مہربانی وہ ہمیں بتلاویں کہ کلیسیائے انگلستان کی تعداد یسوع کو خون

بھروسہ کر نیو اے اور اس کو خدا سمجھنے والے دیگر عیسائیوں کے مقابلہ میں کیا ہے اس کے بعد انہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ خود عیسائی لوگ ان پر اعتراض کرنے والے اور استغنائے کرنے والے دنیا میں کثرت موجود ہیں۔ اور وہ لوگ باوجودیکہ ایشپ صاحب بیس کو خدا مانتے ہیں پھر بھی ان کو مذہب میں اور کافروں کی فہرست میں داخل کرتے ہیں۔ اس طرح سے تو ایشپ صاحب کا عیسائیت کی وکالت کا دعویٰ جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ پس ان کا یہ اعتراض مسیح موعود پر کہ بہت سارے لوگ انکے دعوے کو نہیں مانتے اسلئے وہ اسلام کے وکیل نہیں ہو سکتے کس قدر بڑا ہے حالانکہ انہیں کے بھائی بنیاد میں تشرکے مباحثین حضرت مرزا صاحب کو اسلام کا وکیل مان چکے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایشپ صاحب کا عیسائیت کی وکالت کا دعویٰ ایک اور پہلو سے بھی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ ایشپ صاحب کی مذہبی وکالت تو صرف اس قدر ہے کہ ایک عہدہ اور تختہ اہ کے لحاظ سے وہ چند مذہبی رسوم جو ان کے لئے مقرر شدہ ہیں۔ بجا لاتے ہیں اور ان رسوم کو ادا کرنے کے علاوہ ان کی اپنی ذات کا اثر مذہب عیسائی پر کیا ہے بالآخر اگر ان کا ناشنس ان کو ہدایت کرے کہ یہ رسم ٹھیک عقیدے یا اس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں، تو کیا؟ یہ جرات کر سکتے ہیں کہ علانیہ طور پر اپنا اختلاف اس مقرر کردہ طریق سے ظاہر کر سکیں اور اگر بالفرض کریں بھی تو وہ اسی وقت کالت سے علیحدہ کئے جاویں گے وہ اس طریق سے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ایک مذہب اور اھڑ بھڑ نہیں ہو سکتے اور اگر ہوں تو وہ ایشپ نہیں رہ سکتے۔ وہ مذہبی رہتا نہیں بلکہ رسوم کے غلام ہیں۔ اور مذہبی وکیل رسوم کا غلام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ جو کچھ طور پر رہتا کی کا حق حاصل ہے ایشپ صاحب کو تو صرف وہ وسائل اختیار کرنے پڑتے ہیں جو ان کی آمدنی اور عہدہ کے قیام کے لئے ضروری ہیں اور اگر ان کا تو رقلب انکو یہ ہدایت کرے کہ فلاں عقیدہ غلط ہے یا فلاں راست ہے تو ان کی جماعت ان کی رائے کے پیچھے نہیں چلی گی پس جس شخص کا اقرار و انکار اس کی جماعت پر کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتا وہ کیونکر یہ دعوے کر سکتا ہے کہ میں حقیقی طور پر فلاں مذہب کا وکیل ہو سکتا ہوں۔ یہ عکس اس کے حضرت مسیح موعود ایک حقیقی رہنما ہیں اور ان کی جماعت جس قدر وہ ہے ان کو اپنا پیشوا تصور کرتی اور اپنے عقائد اور اعمال کو ان کے عقائد اور اعمال کے مطابق بنانے کی کوشش کر نیوالی ہے۔ ایک لاکھ یا زیادہ آدمی آپ کو خلیفۃ المسیح بتاتے اور تمام مذہبی امور میں حکم خیال کرتا ہے اگر ایشپ صاحب مسیح موعود

خاموش کر دیتے تو گویا وہ ایک لاکھ اشخاص کا منہ بند کر دیتے اور اگر وہ انہیں قائل کر دیتے تو وہ اس کی تہ تعداد کو اپنے مذہب کی سچائی کا قائل کرنے والے ٹھہرتے۔ اس طرح پر ایک ایسا کام ان کے ہاتھ سے ہوا جو سیکڑوں پوری دن رات کی کوشش اور ہر قسم کے جیلد و فریب سے ایک صدیقین بھی نہیں کر سکتے۔ اگر شپ صاحب یہ عظیم الشان خدمت اپنے مذہب کی کرتے تو بیشک وہ قابلِ تعلیم اپنے ہم مذہبوں میں ٹھہرتے اور علاوہ ازین روح القدس کی عنایت کو اور زیادہ حاصل کر کے کسی اس سے بھی بڑے عہدہ پر ممتاز کئے جاتے اور ان کی یادگارین قائم کیا جاتیں اور وہ ہمیشہ کے لئے عیسائی مذہب کے پیچھے اور لائقِ دلیل ٹھہرتے لیکن موجودہ صورت میں تو افسوس ہے کہ ان کو کوئی بھی غرض حاصل نہیں اور اوقات ان کے یقینی و کائنات کے دعوے کو مردود ٹھہرتے ہیں۔ بپ صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا عذر بالکل لغو ہے کیونکہ مسائل متنازعہ فیہ خاص وہ مسائل نہیں تھے جن کے باعث مسیح موعود اور دیگر مسلمانوں میں اختلاف ہے بلکہ مذہب اسلام کے وہ اصول اور تعلیم تھی جن میں تمام مسلمان ان کے ساتھ متفق ہیں اور اسی واسطے بپ صاحب کو کبھی ایسا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو اس چیلنج پر کل مسلمان دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ تمام عذر جو بپ صاحب پیش کرتے ہیں دراصل کسی خوف کا نتیجہ ہیں جس کا اظہار بپ صاحب نے مناسب نہیں سمجھا۔ ڈاکٹر فریڈرک صاحب کا چوتھا عذر خاص ان کی اپنی حالت کے متعلق ہے۔ ہم بڑی خوشی سے اس کو قبول کر لیتے اگر خود بپ صاحب کی ہی پہلی کارروائی اسے باطل نہ ٹھہرادی تھی۔ لاہور میں لکچر دینے کے لئے انکو وقت کہاں سے مل گیا۔ کیا اس وقت کلیسا کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ نیز یہ اظہار من انفس ہے کہ ہر ایک عیسائی کا یہ پہلا فرض ہے کہ غیر مسیحیوں کو بچا دے اور نجات یافتہ کی ضروریات کو پورا کرنا ایک چھوٹے درجہ کا کام ہے۔ اگر عیسائیوں کے اصل عقیدہ کے رو سے دیکھا جاوے تو یہ امر ظاہر ہے کہ ڈاکٹر فریڈرک صاحب کا پادیا نہ کام ان کے موجودہ کام کی نسبت اہم تھا اور زیادہ ضروری تھا اور اگر بپ صاحب یہ کہیں کہ انہوں نے روح القدس کے اشارے سے ایک کام چھوڑ کر دوسرا اختیار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ روح القدس کو شاید کوئی اور غرض منظر ہوں اس سے یہ ضروری نتیجہ نہیں نکلتا کہ واعظ کا کام چھوٹا کام ہے۔ لیکن اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ بپ صاحب کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ دوسروں کے بچانے کی فکر کرتے تو پھر بھی بپ صاحب کی بریت نہیں ہوتی

کیونکہ نہ صرف انہوں نے دوسروں کو بچانے سے انکار کیا بلکہ اپنے مذہب کی حفاظت کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ اور سچی مذہبی حمیت سے بھی کام نہ لیا اور مذہب کی حماقت کی کچھ پروا نہ کر کے اسپریشیہ کیلئے زک کا داغ لگایا۔ انگریزی اخبارات جو بشپ صاحب کے ہم مذہب تھے انہوں نے تو بشپ صاحب کے انکار سے پہلے ہی صاف اقرار کر لیا تھا کہ اگر ایسی منصفانہ شرطوں کے ساتھ بھی بشپ صاحب نے مباحثہ سے انکار کیا تو اسلام کا اس میدان میں فتح کا دعویٰ بجا ہو گا اور بشپ صاحب کو کسی قدر کی گنجائش نہ ہوگی۔ چنانچہ ان میں سے ایک اخبار انڈین ڈیلی نیوز نے جو بشپ صاحب کی خدمت میں بھی بھیجا گیا تھا۔ پر زور الفاظ میں تحریر کیا کہ ہم ہمیں جانتے جانتے بشپ صاحب کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے دلچسپ مباحثہ میں ان کا وقت بہت خرچ ہو جائے گا کسی حالت میں بھی ان کو نہیں چاہئے کہ ایسے دشمنوں کی تردید کرنے، خاموش کرنے اور قائل کرنے کا یہ عجیب قلعہ ہاتھ سے دیرین خصوصاً ایسی جگہ جہاں انہیں یہ شامت کرنا ہو گا کہ ہر دو مذاہب عیسائیت اور اسلام میں سے کون نذرہ دے گا کہلا سکتا ہے، مگر انھوں نے کہ بشپ صاحب نے ان تمام پہلوؤں کو عدد نظر انداز کر کے یہی مناسب سمجھا کہ بجائے اسکے کہ مباحثہ کے بعد وہ قطعی زک اکٹھا کریں یہ بہتر ہے کہ انکار سے بات کو ٹال دیں۔ مگر ہماری رائے میں ایک ایسے مذہبی عہدہ دار کے لئے یہ طریق پسندیدہ نہ تھا۔ ہمارے خیال میں دشمن کو بیٹھ دکھانے کی نسبت اس کا مقابلہ کرنا زیادہ باعث عزت ہے وہ شخص جو بیٹھ دکھا تا ہے شکست کھانے میں اس شخص کے برابر ہوتا ہے جو مقابلہ میں دشمن کی تلوار کے نیچے خاک کے ساتھ لجا تا ہے۔ صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر کے دامن پر بزدلی اور بیعتی کا یہ داغ رہ جاتا ہے اور موخر الذکر اپنی جو فردی جہا شک طاقت ہو دکھا تا ہے اور بزدلی کے الزام سے بری ٹھہرتا ہے خصوصاً کلیسیا کا ایک بشپ یہ عذر پیش نہیں کر سکتا کہ مجھے اندرونی کام بہت ہیں۔ ہر ایک شخص کا جو کسی مذہب سے تعلق ظاہر کرتا ہے پہلا فرض مذہبی حمایت ہوتی ہے اور دیگر فرائض اس سے دوسرے درجہ پر ہیں اس لئے جو کام بشپ صاحب نے کیا ہے وہ ایک معمولی انسان کے شایان شان بھی نہیں ہے اگر دشمن قلعہ پر گولہ باری کر رہا ہے تو اس کو یہ کہنا بڑی بیوقوفی ہے کہ جناب میرا بھی تک اندر رہی انتظام ٹھیک نہیں اس کو درست کر کے پھر رپ کا مقابلہ کروں گا۔ اس طرح شہر ہاناکہ بعض مخالفت چھوڑ دینا قابل شرم غلطی ہے خواہ اسکے لئے مسوعد بنائے جائیں بلکہ عذر تو اور بھی کمزوری کا

ثبوت ہے +

بشپ صاحب کے آخری زندہ کا سمجھنا اور بھی مشکل ہے کہ وہ یہ محض لفظی افظمین جن کے نیچے سچی حقیقت کوئی نہیں۔ بشپ صاحب نے یہ فرض کر لیا ہے کہ مذہبی صداقتین دلائل سے ثابت نہیں کیجا سکتیں لہذا مباحثہ فضول ہے۔ تو پھر گویا مذہبی سچائی اور کبھی کبھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ثبوت دلائل ایک مہل شے ہے۔ لاکھوں کنہین عیسائیوں نے شین شے کیون جن مین عیسائیت کو مقبول دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا یہ سب کچھ بیفائدہ تھا اور کیا مصنفوں نے ایک لٹو کام کیا۔ بیشپ صاحب نے خود بھی بڑی مہربانی سے اہم مذہبی مسائل پر عوام الناس کے سامنے لیکچر دئے۔ کیا یہ ایک فضول حرکت تھی اور کیا ان کے لیکچر دلائل اور مقبول مباحثات سے خالی تھے اور اس نے مسلمانوں کو اعتراض کرنے کیلئے کیوں بلایا۔ ایک انجینیر پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر ہم بیشپ صاحب کی فہم و عقل کی کسر شان نہیں کرنا چاہتے۔ اپنے علم اور زبان دانی کو بھروسہ پر لاکو پیلیر خیال آیا کہ عیسائیت کی سچائی منطق اور دلائل کے ذریعہ سے قائم کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ عیسائیت کے سب سے بڑے عقائد تو خود عقل کو دھکے دے رہے ہیں تو انہوں نے براہین کے دستہ پر قدم مارنے سے انکار کیا۔ بخیر یہ ان پر کھولہ یا کہ عیسائی مذہب کے عقائد کی تائید عقلی دلائل کے ذریعہ سے ایک بیہودگی ہے۔ ہم اس بات میں بیشپ صاحب متفق ہیں کہ عیسائیت عقائد و حقیقت عقل سے ثابت نہیں کئے جاسکتے لیکن ہم ان کے اس منحوس فتوے سے کہ تمام مذاہب کا ہی حال ہے اتفاقاً ظاہر کرتے ہیں۔ اگر بیشپ صاحب اپنے تنگ دائرہ سے باہر نکل کر یہ دعوے کریں کہ اسلام کے صحیح اصول بھی انہیں مذہبی عقائد میں شامل ہیں جو عقلی طور پر ثابت نہیں ہو سکتے تو ہم اس کی تردید کرتے ہیں اور انہیں صاف بتاتے ہیں کہ جو جیلجیان کو مسلمانوں نے دیا تھا وہ اسلامی مسائل کی عقل پسندی کا ایک زندہ ثبوت ہے +

بشپ صاحب اپنے جواب میں لکھتے ہیں کہ خدا اور سچے ایمان کا علم..... دل کی پاکیزگی پڑنی ہے، لیکن کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ تمام مذاہب دوائے دل کی پاکیزگی کے دعویدار ہیں۔ اہل ہنود اور برہم مذاہب کے لوگ کہتے ہیں کہ دل کی پاکیزگی ہمیں ہی حاصل ہو۔ اب ہم کہنا کر سکتے ہیں کہ بیشپ صاحب کا دل کی پاکیزگی کا بیان صحیح جزا و دوسرے غلط ہیں۔ خراس فیلسفہ کیلئے یہی دلائل کی طرف ہی رجوع کرنا

پڑے گا۔ پھر شراب صاحب کھتے ہیں کہ مذہب کی اپیل۔۔۔ تمام انسانی جوارح اس کی مرضی اس کی خیالات اس کی اخلاقی خواہشوں اس کی ایمانی قابلیت۔ قصہ کوتاہ اس کے دل اور اس کے باطن کو متعلق کھتی ہے، لیکن ان بیانات کو کیا کریں جبکہ ہنوز ایک مذہب کے سچا اچھوٹا ہونے کا ہی فیصلہ نہیں ہوا۔ بشپ صاحب عیسائیت کو اور مسلمان اسلام کو سچا خیال کرتے ہیں لیکن اگر کسی کے پاس دلائل ہی نہ ہوں تو ایسے خیالات کو کیا وقعت دیکھتے ہیں جس شخص نے جس طور پر تربیت پائی اسی کو سچا سمجھ لیا۔ اخلاقی خواہشیں بھی ایسی چیز نہیں کہ تمام انسانوں کے درمیان ایک غیر قابل طرز پر تسلیم کی جاتی ہوں بلکہ جیسے جیسے حالات اور تربیت میں اختلاف ہے اسی کے مطابق انسان اپنی اخلاقی خواہشوں کو بھی محدود کر لیتے ہیں اور سب کے سب کسی ایک معیار پر قائم نہیں ہیں۔ جو فیصلہ کن ہو۔ اب بلاشبہ سچا صاحب کی اخلاقی خواہشیں ایک گزور انسان کو خدا بنانے تک ہی اگر سمجھتی ہیں جو عورت کے پیٹے پیدا ہوا اور جس کی لاش تھوڑا عرصہ ہوا شہر سیرنگر کے محلہ خیار میں مدفون معلوم ہوئی ہے۔ مگر ایک مسلمان کی اخلاقی خواہشیں ایسے گندہ حقیقہ سے سخت متنفر اور بیزار ہوتی ہیں۔ پھر لبشپا جبکو توتلی ہے کہ تمام انسانی گناہوں کا بدلہ خدا نے اپنے بیٹے کو نعمتی موت مار کر لے لیا۔ اور اس طرح گناہ کا بوجھ انکے سر سے اتر گیا لیکن ان کے بھائی ٹاماس بین کی فطرت نے اس بیہودہ بات کو قبول نہ کیا اور اس کی اخلاقی خواہش نے اسکو اسی طوط ہدایت کی کہ خدا ایک مجنون انسان نہیں ہو سکتا جو اپنے ہی بیٹے کو پچاسی دیسے اور الیسا کہ وہ نہیں ہو سکتا جو بغیر ایسا کرے اسکا کام ہی ذیل سکے۔ عیسائیت میں شراب مذہب کا جز ہے۔ لیکن مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی تباہی ہی نہیں غرض اس قسم کی بہت مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ خیالات اور اخلاقی خواہشیں ہر ایک فرقہ کی دوسری سے الگ ہیں اور ان کے ذریعے سے کوئی معیار صداقت قائم نہیں ہو سکتا۔ دل کو اپیل کر نیسے اگر مرد و شپ صاحب کی وجدانی دلائل ہیں تو ان کا اثر ایسے لوگوں پر تو ہو سکتا ہے جنہوں نے پہلے ہی ایک حد تک کسی مذہب کو قبول کر لیا ہو جسکے متعلق وجدانی دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر جہاں سے اس مذہب کے تمام عقائد کو ہی مخالفت باطل قرار دیتا ہے تو وہ ان وجدانی دلائل پیش کرتا محض حماقت ہے کیا یہ نہیں کی بات نہیں کہ وہ بھی صداقت کے ثبوت کے لئے مخالفت کے سامنے وجدانی دلائل پیش کئے جائیں اور توتلی دلائل جو دراصل رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ثبوت کیلئے ناگہانی پھر جائز

بشپصاحب نے اس بات کو کہ لنگا کا پانی گناہ دو کرتا ہے سن کر مضحک میں طراپٹیں لگے گی کیا یہ اس سے بھی زیادہ ہنسی کی بات تھیں کہ یسوع کا خون گزشتہ اور آئندہ کے تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے تاہم ہندو ایک کی اور بشپ صاحب دوسرے کی سچائی کو مانتے ہیں اور اسی کو حق سمجھتے ہیں۔ اگر مذہبی متنازع فیہ مسائل کے فیصلے کے لیے یہی طریق ہے جو بشپ صاحب پیش کرتے ہیں تو کیوں انہوں نے اس قدر وقت اور روپیہ انجیل کے وعظ کرنے میں ضائع کیا۔ جو لوگ کسی مذہب میں ہیں وہ اسے سچا سمجھتے ہیں اور پوری لوگ صرف ان کے امن میں نمل اندازی کرتے ہیں +

ذنب کے پھون پھٹ

ماہ مئی کے پرچہ میگزین میں مضمون کے متعلق لفظ ذنب کے معنوں پر بحث کی گئی تھی ہمیں مجبوراً اس کی طرف پھرتا کر کرنی پڑی ہے کیونکہ ۱۹ جولائی کے پرچہ میں بھی مضمون میں ایک پادری صاحب نے جو اپنا نام جے۔ ایم لکھتے ہیں۔ ”قرآن“ کے عنوان کے نیچے مضمون لکھی کرتے ہوئے ہمارے مضمون میں دیدہ و دانستہ تشبیہ کر کے اسکو شبیہ کیا ہے اور خود غلط بیانی کر کے پھر اسی کی تردید شروع کی جو اور بہت سی تکلیف ٹھکانے بنا ثبت کیا ہے کہ لفظ ذنب جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ پانچ مقامات پر واقعی ارتکاب گناہ مراد ہے مگر تعبیر کے کم نہ کرے بلکہ لکھا گیا تھا کہ ذنب کی بھی ارتکاب گناہ کے معنوں میں نہیں آتا۔ پادری صاحب نے اپنا وقت ضائع کر کے ایک سفید صفحہ کو سیاہ کر دینے کے سواے اور کوئی کام نہیں کیا۔ مگر اس کی ہمیں چند ان پر واہ نہیں۔ البتہ اس نے جو تحریف ہمارے مضمون میں کی ہے اسکا اظہار ضروری ہے تا ناواقف لوگ دھوکہ میں نہ پڑیں شروع مضمون میں پادری صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ان آیات کے مفہوم کو جن میں انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے۔ بدلانے کی کوششوں میں سے ایک نئے فرقہ میں دین اسلام کا یہ انترامی بیان ہے کہ لفظ ذنب کسی جگہ گناہ مراد نہیں بلکہ صرف ایسی انسانی کمزوری مراد ہے جس کے انسان کو خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کی حاجت پڑتی ہے۔ ہم پادری صاحب سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ان کا کائناتش ان کو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے۔ وہ ہمارے مضمون کا صحیح مفہوم ہے۔ پادری صاحب کی عدم واقفیت یا موٹی سہمہ سحر کیلئے غدر نہیں ہو سکتی اور دیدہ و دانستہ دھوکا دینے کے جرم کو کم نہیں کر سکتی۔ کیونکہ انہوں نے صرف یہ کارروائی کی ہے کہ۔

ایک فقرہ کو آگے اور پیچھے سے کاٹ کر پیش کیا ہے کہ گویا چار یا چار یا یہ طعن ہے کہ ذنب کا لفظ گناہ کے معنی میں بھی آتا ہے نہیں۔ ان فقرات کو ہم بعینہ نیچے نقل کرتے ہیں تاکہ نصف قرآن میں نہ کوئی غور کرے کہ ہمارے الفاظ سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے جو پوری صاحب نے لکھا کہ اپنی تحریف کا فائدہ دکھایا ہے۔ نمبر ۵ صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷ پر یہ عبارت ہے: "یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ذنب کا لفظ گناہ کے معنی میں ذنب کا لفظ سزا کے معنی میں آتا ہے۔ اور جرم میں فرق ہے۔ جرم کا لفظ تو ہمیشہ اسی گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لئے ہوتا ہے۔ گزرب کا لفظ بشریت کے لئے نہیں آتا ہے۔ اس لئے فیوض انسانی گزوری کی وجہ سے ذنب کا لفظ اطلاق پایا ہے۔ مگر جرم کا لفظ اطلاق نہیں پایا۔ اور خدا کی کتاب میں کسی نبی کو جرم کے الفاظ سے نہیں پکارا گیا۔"

کوئی دانشمندان الفاظ کا یہ مفہوم بیان نہیں کر سکتا کہ ذنب کا لفظ سوا کے بشریت کی گزوری کو اور کسی جگہ اطلاق یا تاہی نہیں ہے۔ صفت اللہ تعالیٰ میں لکھا تھا کہ جرم اور گناہ ایک ہیں لیکن ذنب انسانی گزوری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر ہم نے لکھا تھا کہ قرآن مجید نے جرم کا لفظ کسی نبی کے لئے استعمال نہیں کیا۔ اور اس سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اگر لفظ ذنب کسی نبی کے حق میں استعمال بھی کیا گیا ہو تو اس کے معنی گناہ نہیں بلکہ صرف ان کی گزوری ہے۔ اور متبع طلب تو یہ تھے کہ کیا قرآن مجید نے کوئی تفریق جرم اور ذنب میں کی ہے؟ اور کیا جرم کا لفظ نبیوں کو بھی استعمال کیا گیا ہے؟ اور کیا قرآن مجید نے مذنب کے لفظ کو ہی سزا مقرر کی ہے؟ اسے جرم کیلئے مقرر کیا ہے؟ ہمارے دلائل کو جواب دینے سے تنگ آکر پوری صاحب نے یہ پیغام افینا کیا کہ بعض اوقات ذنب کے معنی گناہ ہوتے ہیں۔ اور پانچ مثالیں پیش کر کے بعد جرم میں کہ لفظ ذنب انبیاء کے علاوہ دیگر اشخاص پر بولا گیا ہے اس نے ٹری چالاک سے کام لیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ اس لئے لفظ ذنب انبیاء اور انبیاء و ائمہ و صلحہ علیہم السلام کے گناہوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ شاید ایک پوری صاحب کے لئے یہ کام باعث فخر ہو گا لیکن ایک دیانت دار و سباحت کے ہاں یہ قابل شرم ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے وعدہ کر چکے ہیں عصمت انبیاء کا معنی وہ نہیں کہ کسی سیکڑ میں درج ہو گا بلکہ ہمارے ناظرین کو اس کی مکمل بحث کیلئے بھی انتظار کرنا چاہیئے۔ سروسٹ ہم اس فرق پر زور دینا چاہتے ہیں جو قرآن مجید نے لفظ ذنب اور دیگر الفاظ میں جو گناہ کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

رکھا ہے۔ علاوہ لفظ ذنب کے جو گناہ اور انسانی کمزوری دونوں معنوں میں آیا ہے قرآن شریف نے مخصوص
 گناہ کے لئے الفاظ جرم ساتھ متفق کرتے ہیں۔ استعمال کئی ہیں۔ یہ تینوں الفاظ بوجہ اپنے اشتقاق کے قریباً
 دفعہ اور ذنب قریباً چالیس دفعہ قرآن مجید میں استعمال کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک غلط بات
 کہ یہ ہر الفاظ کو اکثر قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں لیکن یہ کسی سوچے سمجھے بھی انبیاء علیہم السلام
 کے واسطے نہیں آئے۔ حالانکہ لفظ ذنب جو ان کے مقابل میں بہت کم استعمال ہوا ہے بعض مقامات
 پر قرآن مجید میں انبیاء کی نسبت بولا گیا ہے۔ کوئی شہادت اس فرق سے زیادہ بین نہیں مل سکتی
 جو قرآن شریف نے ان الفاظ کے استعمال میں رکھا ہے پس جرم ہی ایک لفظ نہیں جو انبیاء کو حق
 میں نہیں بولا گیا بلکہ دیگر گناہ ظاہر کرنے والے الفاظ بھی ان پر وارد نہیں ہوئے اور صرف لفظ ذنب
 ہی اس مطالبہ کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ یہ کہنا بیوقوفی ہے کہ ذنب جرم سے بڑھ کر ہے کیونکہ
 اس طرح جہنم ماننا پڑے گا کہ سخت گناہ کرنے والوں کو ان لوگوں کی اصلاح پسرو کی گئی جو ان سے
 کم گناہگار تھے لیکن قرآن مجید نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے اور اس نے بتلادیا ہے کہ جرم۔ اثم
 حقیقی کسی شخص کے معصوم ہونے کے متافی ہیں۔ ذنب معصومیت کے مفہوم کا متافی نہیں ہے۔
 ہم پہلے لفظ جرم کو لیکر غور کریں گے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ کس طرح استعمال کیا گیا ہے۔ ایک ہی آیت
 سے فیصلہ ہو جاتا ہے اللہ من یات ربہ فحجۃ فان لہ جہۃ تخرجہ جو کوئی اپنے رب کے پاس جرم
 ہو کر آئے گا یعنی اس نے جرم کیا ہو گا۔ اس کی سرور و فرح ہے۔ یہاں ایک عام قاعدہ بانٹ دیا گیا
 ہر ایک جرم سزا ہے اس لئے جرم من القاء۔ لے کی ایسی نافرمانی ہے جس پر سزا دی جاتی ہے۔ علی
 ہذا القیاس قرآن مجید کہتا ہے انما الذین یؤمنون بالغیب والذین انزلنا من السماء ماء فاحلوا حبلہم
 اب لفظ اثم کو دو اسکے لئے قرآن مجید کہتا ہے ومن یکسب اثماً فانما ینکسبہ علی نفسه
 جو کوئی اثم کرتا ہے اپنے نفس پر کرتا ہے (یعنی خدا کے سامنے اس کا جواب دہ ہو گا) اس لئے اثم پر بھی
 سزا کا عام وعید ہے اور اس کا کرنے والا گناہ کرتا ہے۔ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ ان یشقوا
 الزقوم طعام الاشیہ تحقیق زقوم کا وخت اثم کے مرتکبوں کی خوراک ہوگی۔ اور ایسا ہی واللہ
 لا یجیح کل کھاس اثم اور خدا ہر گز محبت نہیں کرتا کسی ناشکر کو اثم کرنے والے سے۔ اس قسم کی
 بہت آیات قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن مذکور بالا حوالہ سے ظاہر ہے کہ اثم بھی جرم کی طرح خدا کی

نارمانی ہے جس کے لئے متراس قرار ہے۔ لفظ ضیق بھی قرآن مجید میں دیدہ و دانستہ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً **الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَقْضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَلَا يَفْقَهُونَ مَا أَفْعَلُ اللَّهُ بِهِمْ إِنَّ تَوَصُّلَ وَلَفِيقُونَ فِي الْأَرْضِ إِنَّهُمْ لَخَسِرَاءُ** ایک اور جگہ پر ہے **وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ** اور ایک مقام پر **الَّذِينَ قَضَوْا أَكْثَرَهُمُ النِّكَاحُ** اس لئے ضیق کھیلے طور پر خدا کے احکام کا توڑنا ہے جسکی مترادف زوج کی اگر گمراہی اور فاسق ہر ایک نہیں پاتا۔ نیز لفظ جناب جو فارسی وارو میں گناہ ہے اور انگریزی لفظ سن کے ہم معنی ہے کبھی بھی قرآن میں کسی مرسل خدا کے حق میں نہیں بولا گیا اور اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کلام اللہ میں انبیاء گناہ یا معصوم قرار دیئے گئے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جناب ایک ایسے لفظ سے لفظ ہے جس کے معنی میں کسی طرف جھکنا۔ اور اسی لئے اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فاعل کسی فعل کا پوری کی طرف جھکتا ہے۔

اگرچہ قرآن شریف میں ذنب سے بعض مقامات پر گناہ مراد ہے لیکن ہر ایک مذنب کیلئے مترادف کلام حکم میں نہیں۔ جیسا مجرم۔ فاسق۔ اشیام کے لئے ہے۔ مجرم کا ذنب گناہ ہے۔ اس طرح اور فاسق کا ذنب بھی۔ لیکن محض ذنب ہونا گناہ کا ہونا ثابت نہیں کرتا۔ جتنا کہ سیاق و سباق عبارت کا اس پر دلالت نہ کرتا ہو۔ ذنب وسیع معنی رکھتا ہے بہ نسبت ان تمام الفاظ کے جو گناہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں اور ذنب عصمت کے متنافی نہیں۔ کیا پوری ہے یہ صاحب قرآن شریف سے کوئی مثال دیکھتے ہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ ذنب کو دوزخ کی سزا ملے گی یا ہر شخص خدا کے احکام کو توڑ دینا لازماً ہے اور ایت کا لیتل عن دہم الخیر دون معنی کو کچھ غائب نہیں دے سکتی کہ نہ کہ ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ مجرم کا ذنب گناہ ہوتا ہے کیونکہ ذنب کے معنی وسیع ہیں بعض حالتوں میں اس سے گناہ مراد ہوتی ہے اور بعض میں صرف بشری کمزوری اور یہی سبب ہے کہ خدا کے پاک کلام میں انبیاء اور راہبازوں کے لئے لفظ ذنب جرم ضیق۔ انم یا جناب استعمال نہیں ہوا۔ اگر لفظ ذنب سے پیغمبروں کے حق میں بھی وہی مراد ہے جو ان کے مخالفوں کے لئے ہے تو کیوں قرآن مجید نے ہمیشہ بلا تبدل جرم۔ انم اور ضیق کے استعمال کو ان کے واسطے جائز نہیں رکھا۔ حالانکہ یہی الفاظ پیغمبروں کے مخالفین کے واسطے اکثر استعمال کئے گئے ہیں اور کیوں اس نے ذنب کے لئے دوزخ کی سزا مقرر نہیں کی جو اس نے مجرم۔ فاسق۔ اشیام

کے لئے کی ہے کیون پادری صاحبان دیانت دار اور خدا ترس محققین کی طرح ان باتوں پر غور نہیں کرتے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جب یہ لفظ خدا کے پاک مرسلوں کے واسطے استعمال ہوتا ہے تو اس سے بشری کمزوری ہی مراد ہوتی ہے کیونکہ گناہ کے ٹھیک الفاظ جن سے صاف طور پر قرآن مجید میں خدا کے احکام کی نافرمانی جسکا نتیجہ سزا ہے پائی جاتی ہے مثلاً جرم - اثم - فسق - نبیوں کے حق میں بھی استعمال نہیں کئے گئے ہیں - اور پیغمبروں کی نسبت اللہ تعالیٰ بڑی تعریف کے الفاظ میں کہتا ہے کہ ”ہم نے تجھے جہان کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے“ یہ پیغمبر اپنے پاس سے کچھ نہیں بولت لیکن وہی جو خدا کی طرف سے اسپر وحی ہوتی ہے ”جو تو نے کیا وہ تو نے نہیں کیا بلکہ خدا نے کیا ہے“ کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا تم سے محبت کرے“ میری دعا میں میری قربانی میری زندگی اور میری موت تمام خالص خدا کے لئے ہیں“ یمن نے بالکل اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیا ہے، اے شیطان تو میرے برگزیدوں پر کچھ زور نہیں رکھتا، خدا نے کفر - فسق اور عصیان کو تنہا ہی آنکھوں میں مکڑہ کر رکھا یا ہے“ نیز اور کئی مقامات بھی یمن عین انبیاء علیہم السلام - اور راستبازوں کی خدا تعالیٰ نے ایسی تعریف کی ہے جس سے ان کا معصوم اور خدائی نظریں موزن غضب نہ ہونا صاف پایا جاتا ہے +

مگر افسوس ہے کہ پادری صاحبان کی آنکھوں پر کچھ ایسے پردے ہیں کہ وہ سرون کی خوبیاں تو ان کو عیب نظر آتے ہیں اور یسوع کے عیب خوبیاں معلوم ہوتی ہیں - کس قدر صریح ظلم ہے کہ باوجودیکہ مسیح نے اپنے نیک ہونے سے انکار کیا اور صاف منظور میں کہا کہ مجھے نیک مت کہو مگر پادری صاحبان ظلم عظیم کی حمایت میں اسکے ان الفاظ سے بھی اس کی بیگناہی کا ہی نتیجہ نکالتے ہیں - مگر لفظ ”خوبے“ معنوں پر جس کے لئے قرآن پیش کئے جاتے ہیں یہ اصرار کر رہے ہیں کہ ذنب کے معنی بشری کمزوری نہیں ہو سکتے - اگر ان لوگوں کے دلوان میں خدا کا کچھ خوف ہوتا تو وہ ضرور جی کی طرف توجہ کرتے - مگر تھمتے انکو اندھ کر رکھا ہے کسی لفظ کے معنوں کے فیصلہ کیلئے جو طریق ہوتا ہے ہم اسکو توبہ کے معنوں کے لئے پیش کرتے ہیں اس کے روسے آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ذنب جب انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اسے کیا معنی ہوتے ہیں - کیا یہ امر قابل توجہ نہیں کہ قرآن شریف نے لفظ جرم - اثم - فسق - برگزیدہ برگز انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال نہیں کیا

باوجودیکہ دوسو دفعہ سے بھی زیادہ یہ الفاظ گناہ گاروں کے لئے قرآن شریف میں آئے ہیں۔ پھر کیا
 یہ امر قابل توجہ نہیں کہ لفظ جرم۔ اثم۔ فسق کی صاف قرآن شریف میں تعریف کر دی گئی ہے
 کہ ہر ایک جرم۔ اثم۔ فسق کا مرتکب خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے والا ہے اور اس نافرمانی کی اسکا
 سزا دی جاوے گی۔ لیکن ہر ایک مذکورہ کلمے خدا تعالیٰ کی طرف سے سارے قرآن شریف میں کہیں بھی
 جہنم کا وعید نہیں آیا اور پھر کیا یہ امر قابل توجہ نہیں کہ انبیاء کے لئے قرآن کریم نے ایسے الفاظ استعمال
 کئے ہیں جو گناہ کے مترادف ہیں؟ پاور ہی صاحبان کو چاہئے کہ ان باتوں پر غور کریں۔ پھر اگر ان کے
 ہاتھ میں ان کی کوئی تشریح نہیں تو کیوں بیفائدہ انبیاء کے گناہ گار ہونیکاشور ڈالا ہوا ہے۔ کیا خدا
 راستباز ندون تہمتیں لگانے سے یسوع پاک ہو جائے گا۔ ان کو چاہئے کہ پہلے گھر کی صفائی کریں
 اور یسوع کی بریت ثابت کریں اور پھر دوسرے مذاہب پر حملہ کریں۔

یونیورسٹی لکھنؤ

یہ عجیب و غریب ماہواری مذہبی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ہر مہینے کی ۲۰ تا ۲۵ تاریخ کو نکلتا ہے اس کے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید و حصول حقہ اسلام کی تائید ہیں ہوتے ہیں عموماً حضرت اقدس میزاعلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود کی قلم سے نکلے ہیں عیسائیوں آریوں کو برصغور فلسفوں وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کو جو وہ مذہب اسلام پر کرتے ہیں جواب دیتا ہے۔ اس رسالہ کو غیر فحشی حاصل ہے کہ زبان انگریزی میں دینکے سامنے انگلستان امریکہ وغیرہ میں جاتا ہے۔ اور اس لئے اس کے مضامین خصوصاً اس قسم کے ہوتے ہیں جن سے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اس کا رعب دلوں پر قائم ہو۔ اور اس کے متعلق ہر ایک قسم کے شکوک و شبہات دور کر کے جاویں۔

قیمت	انگریزی رسالہ	سالانہ مع حصولِ ایک	نمونے کا پرچہ ۸
	اردو رسالہ	"	"
	معمولی کاغذ پر	"	"
	والاجی کاغذ پر	"	"

علی الترتیب ملتا ہے۔ بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب کے نام جاری نہیں ہو سکتا۔ جو صاحب کسی کے ذریعہ قیمت ارسال نہ فرما دین ان کو چاہیے کہ کاپی درخواست کے ساتھ اطلاع بھیجیں کہ ان کو پہلا چرچہ دینا وکی کی بھیجا جاوے +

(۲۶) یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کھلا ہے بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے غش سے اور سب لغے سے پاک ہوں۔ اجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے:

پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ	
۱۰	۵	۳	سالانہ
۵	۳	۲	ششماہی
۳	۲	۱	سہ ماہی
۲	۱	۰	ایک ماہ

نوٹ: یہ رسالہ اخبار الحکم (جوبھینے میں چار بار قادیان سے نکلتا ہے) سے ایک بالکل الگ اور مالی طرز کار سالہ جو جس میں

[illegible]

جوبہا جو ہر مشک عجز مر مولا موتی۔ یا قوت۔ اور بیش قیمت جواہرات جو خالص شہرہ قوی ہیں انسان کی زندگی تمدنی اور طاقت کیلئے اہم ہے۔ انہیں۔ امراض قلبی اعتقاد گروہ و شائد و فساد خون کے رفع کو نہیں مشکل ہیں۔ معذہ کو درست اور خون کو زیر کرنے میں دوسرے صاف اور تمام جسم کے اعصاب کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں۔ بالائی اذنہ دہلی سیرا پر کھورک دیتی ہیں۔ طبیعت میں تیز بخار اور خواہ خواہ نشا طبعیاتی ہیں عقل ہوش جاس۔ حافظہ ذہن دذکا کو ترقی دیتی ہیں۔

عجیب و غریب اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پڑا شہر سے ہر قسم کے زخموں۔ جراثیم۔ چوٹوں۔ گلیوں۔ خنثا زہر۔ سرطان۔ قلعوں۔ اور ہر ایک قسم کے خبیث زہر پر پھوٹوں۔ بھنسیوں۔ ناصوروں۔ بواسیر۔ گچ۔ خارش اور طحلی جلدی بیماریاں انھوں نے سردی سے پھٹ جانے۔ جانور کے کاٹ لینے جھلنے۔ عورتوں کے خطرناک امراض۔ سرطان۔ حم۔ زہریلے صدمات۔ سال۔ انجری۔ ہر طریقہ کو حکما کا مستفاد و مجرب۔ بابرکت علاج چاہتے ہیں تو یہ بابرکت مرہم صرف اسکی رضا سے نکلیے جو اسکو خالص تیار کرنا کا ذمہ دار ہے۔

طبعی جان اس کے کامیاب تاثیرات کا نمونہ ہے۔ قیمت فی ڈبہ ۱۲ روپے
پانچ کیل دیات۔ اکثر مایوس طبع اور علاج کو بروقت پہنچنے سے نکلنے پر داشت کرتی اور بعض وقت بحسرت ہلاک ہو جاتی ہیں اس دردناک حالت کو دیکھ کر ہم نے یہ پانچ کیل تیار کیا ہے اور اس میں مختلف پراساں تیار کیے ہیں اکثر شکایت تہی ہر دور اور شریح موجب دیکھی ہیں جن کو دیکھا کر طبی اور دوائی طب اسوقت کچھ ثابت نہیں کر سکی اور یہ لایا گیا ہے کہ یہ کیسی عین رہ سکے۔ ایک کتاب کیل ہے کہ ہر دور اور ہر قسم کی آسانی کیل ہے کہ شہرہ جانو والا انسان بھی غور و خیر سے اسکو کھڑے دیکھ لے گا اور دیکھ لے گا کہ اسکی مال برداشت جان مرض کو خطرناک سے بچا سکتا ہے اس پانچ کیل ہر کہ انسان کی پاس ہر حالت میں ہونا ضروری ہے۔ قیمت ۷ روپے

عمر و اندام کے مطابق دوز	کارخانہ مرہم عید کے محمد حسین بلوڑا ہونٹکے	ہر قسم صحت تھامنے کے لیے
دویات مفت		دویات کارخانہ مرہم عید کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام

گذشتہ کتابت کے آئینے

زندگی میں اور زندگی کے بعد علی شریعت کا فعل کیا ہے ؟

اس سوال کا جواب وہی ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خدا کی کچی اور کامل شریعت کا فعل جو اس زندگی میں انسان کے دل پر پڑتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو وحی نامہ حالت سے انسان بناوے اور پھر انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور پھر بااخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے اور نیز اس زندگی میں علی شریعت کا ایک فعل یہ ہے کہ شریعت تقدیر قائم ہو جائے سے ایسے شخص کا بنی نوع پر یہ اثر ہو تا ہے کہ وہ درجہ درجہ ان کے حقوق کو پہچانتا ہے اور عدل اور احسان اور ہمدردی کی قوتوں کو اپنے اپنے عمل پر استعمال کرتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس کو علم اور معرفت اور مال اور سائیش میں سے عطا فرمایا ہے سب لوگوں کو حسب مراتب ان نعمتوں میں شریک کر دیتا ہے۔ وہ تمام بنی نوع پر سوچ کی طرح اپنی روشنی ڈالتا ہے اور چاند کی طرح حضرت اعلیٰ سے نور پا کر وہ نور و سرور کو اپنے چہرے پر آتا ہے۔ وہ دن کی طرح روشن ہو کر نیکی اور بھلائی کی راہ میں لوگوں کو دکھاتا ہے وہ رات کی طرح ہر ایک ضیعت کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور تمکون ماندون کو آرام پہنچاتا ہے۔ وہ آسمان کی طرح ہر ایک حاجت مند کو اپنے سایہ کے نیچے جگہ دیتا ہے اور وقتوں پر اپنے فیض کی بارشیں برساتا ہے وہ زمین کی طرح کمال انکسار سے ہر ایک کی آزمائش کے لئے بطور غرض کے ہو جاتا اور سب کو اپنی کنارہ عاطفہ میں لے لیتا۔ اور طرح طرح کے روحانی میوے ان کے لئے پیش کرتا ہے۔ سو یہی کامل شریعت کا شہ ہے کہ کامل شریعت

پر قائم ہونے والا حق العباد و حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دیتا ہے۔ خدا مین وہ موجود ہوتا ہے اور مخلوق کا سچا خاد م بن جاتا ہے یہ تو عملی شریعت کا اس زندگی مین اس پر اثر ہے مگر زندگی کے بعد جو اثر ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا روحانی اتصال اس روز کھلے کھلے دیدار کے طور پر اس کو نظر آئے گا اور خلق اللہ کی خدمت جو اس نے خدا کی محبت مین ہو کر کی جس کا محرک ایمان اور عمل صالح کی خواہش تھی وہ بہشت کے درختوں اور بہون کی طرح منتشل ہو کر دکھائی دے گی۔ اس مین خدا تعالیٰ کا فرمان یہ ہے: وَالشَّامِثُ وَضُمُّهُمَا وَالْفَقْرُ إِذَا تَلَمَّهَا۔ وَالتَّابُ إِذَا حَجَّلَهَا۔ وَالْبَيْلُ إِذَا بَغْتَهَا۔ وَالسَّمَاءُ وَمَا بَيْنَهَا۔ وَالْأَرْضُ وَمَا طَحَّهَا۔ وَنَفْسٌ وَمَا سَوَّاهَا۔ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا۔ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا۔ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا۔ فَلَمَّا مَسَّهُمْ عَلَيْهِمُ رَبُّهُمْ يَذِّنُّهُمْ قَسَوْا هَهَا۔ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا *

یعنی قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور تم ہے چاند کی جب پیروی کرے سورج کی یعنی سورج سے نور حاصل کرے اور پھر سورج کی طرح اس نور کو دوسروں تک پہنچا دے۔ اور قسم ہے دن کی جب سورج کی صفائی دکھاوے اور راہوں کو نمایاں کرے اور قسم ہے رات کی جب اندھیرا کرے اور اپنے پردہ نایاب مین سب کو لے لے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس علت غائی کی جو آسمان کی اس بنا کا موجب ہوئی۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس علت غائی کی جو زمین کی اس قسم کے فرش کا موجب ہوئی اور قسم ہے نفس کی اور نفس کے اس کمال کی جس نے ان سب چیزوں کے اسکو برابر کر دیا۔ یعنی وہ کمالات جو متفرق طور پر ان چیزوں مین پائے جاتے ہیں۔ کامل انسان کا نفس ان سب کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور جیسے یہ تمام چیزیں علیحدہ علیحدہ نوع انسان کی خدمت کر رہی ہیں کامل انسان ان تمام خدمات کو اکیلا بجا لاتا ہے جیسا کہ مین ابھی لکھ چکا ہوں۔ اور پھر فرماتا ہے کہ وہ شخص نجات پا گیا اور موت سے بچ گیا جس نے اس سطح پر نفس کو پاک کیا یعنی سورج اور چاند اور زمین وغیرہ کی طرح خدا مین محو ہو کر خلق اللہ کا خاد م بنا دیا۔

یاد رہے کہ حیات سے مراد حیات جاودانی ہے جو آئندہ کامل انسان کو حاصل ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عملی شریعت کا پھیل آئندہ زندگی مین حیات جاودانی ہے جو خدا کے دیدار کی غذا ہے ہمیشہ قائم رہے گی اور پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور زندگی سے ناامید ہو گیا جس نے اپنے نفس کو خاک مین ملایا وہ

اور جن کمالات کی اس کو استعداد میں دی گئی تھیں۔ ان کمالات کو حاصل نہ کیا اور گندی زندگی بسر کر کے
واپس گیا اور پھر شمال کے طور پر فرمایا کہ خود کا قصہ اس بزرگ کے قصہ سے مشابہ ہے انہوں نے اس
اوٹنٹی کو بھی کیا جو خدا کی اوٹنٹی کہلاتی تھی۔ اور اپنے چشمہ سے پانی پینے سے اس کو روکا۔ سو اس شخص نے
درحقیقت خدا کی اوٹنٹی کو بھی کیا اور اس کو اس کے چشمہ سے محروم کر دیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے
کہ انسان کا نفس خدا کی اوٹنٹی ہے جس پر وہ سوار ہوتا ہے یعنی انسان کا دل الہی تجلیات کی جگہ ہے
اور اس اوٹنٹی کا پانی خدا کی محبت اور معرفت ہے جس سے وہ جیتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خود نے جب اوٹنٹی
کو بھی کیا اور اس کو اس کے پانی سے روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس بات کی کچھ بھی یاد
نہ کی کہ اس کے مرینے بعد اس کے بچوں اور بیواؤں کا کیا حال ہو گا۔ سو ایسا ہی جو شخص اس اوٹنٹی سے
نفس کو بھی کرتا ہے اور اس کو کمال تک پہنچانا نہیں چاہتا۔ اور پانی پینے سے روکتا ہے وہ بھی ہلاک ہو گا

قرآن شریف میں جو مختلف چیزوں کی تمیز کی آئی ہیں ان کی فلاسفی چوہ

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک نہایت دقیق حکمت شہتہل
جس سے ہمارے اکثر عقائد ناقص ہونے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ خدا کا قسموں کی کیا ضرورت
پڑی اور اس نے مخلوق کی کیوں قسمیں کھائیں۔ لیکن چونکہ ان کی سمجھ نہیں ہے نہ آسمانی اس لئے وہ معارف
حقہ کو سمجھ نہیں سکتے۔ سو واضح ہو کہ قسم کھانے سے اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوے کے لئے
ایک گواہی پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ جبکہ دعوے پر اور کوئی گواہ نہیں ہوتا وہ بچائے گا وہ کہے خدا تعالیٰ کی
قسم کھاتا ہے۔ اس لئے کہ خدا عالم الغیب ہے اور ہر ایک مقصد میں وہ پہلا گواہ ہے گویا وہ خدا کی گواہی ہے
اس طرح بیشک کہتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اس قسم کے بعد خاموش رہا اور اس پر عذاب نازل نہیں آئیں تو کیا اس نے اس شخص کے
بیان پر گواہوں کی طرح ہمہ گواہی اس لئے مخلوق کو نہیں چاہیے کہ دوسری مخلوق کی قسم کھامو کہ خدا تعالیٰ نے
عالم الغیب میں اور نہ جھوٹی قسم پر سزا دینے پر قادر ہے مگر خدا کی قسم ان آیات میں ان معنوں سے نہیں جیسا کہ مخلوق
کی قسم میں مراد لیا جاتی ہے بلکہ اس میں یہ سنت اللہ ہے کہ خدا کے قسم کے کام میں ایک یہی جو سب کی سمجھ میں آسکتے
ہیں اور ان میں کسی کو اختلاف نہیں اور دوسرے وہ کام جو نظری ہیں جن میں دنیا غلطیان کھاتی ہے اور
بہم اختلاف کرتی ہے سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ یہی کاموں کی شہادت کے نظری کاموں کو کوئی نظریں ثابت کرے +

پس یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات اور آسمان اور زمین وہ خواص و حقیقت پائے جاتے ہیں جن کو ہم ذکر کیجئے میں مگر جو اس قسم کے خواص انسان کے نفس باطن میں موجود ہیں ان سے ہر ایک شخص آگاہ نہیں۔ سو خدا نے اپنے بیہوش کاموں کو نظری کاموں کے کھولنے کے لئے بطور گواہ کشیش کیا ہے گویا وہ فرمایا کہ اگر تم ان خواص سے شک میں ہو جو نفس باطن انسانی میں پائے جاتے ہیں تو چاند اور سورج وغیرہ میں غور کرو کہ ان میں بیہوش طور پر یہ خواص موجود ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جس کے نفس میں تمام عالم کائنات اجمالی طور پر مرکوز ہے۔ پھر جبکہ یہ ثابت ہے کہ عالم کی ہر بے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہیں، اور اسی طرح یہ مخلوقات کو فیض پہنچا رہے ہیں تو انسان جو ان سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے سوج بوج پاک کیا گیا ہے۔ وہ کیوں ان خواص سے خالی اور بے نصیب ہوگا؟ نہیں بلکہ اس میں بھی سورج کی طرح ایک علمی اور عقلی روشنی ہے جس کے ذریعہ وہ تمام دنیا کو نور کر سکتا ہے اور چاند کی طرح وہ حضرت اسے کشف اور الہام اور وحی کا نوپا ہے اور دوسروں کی جہنوں نے انسانی کمال ابھی تک حاصل نہیں کیا اس نور کو پہنچاتا ہے پھر کہنا کہ یہ کئی ہیں کہ نبوت ہوا اور تمام رسالتیں اور شریعتیں اور کتابیں انسان کی سکاری اور خود غرضی سے یہ بھی دیکھتے ہو کہ کیوں ان کے روشن ہونے سے تمام زمین روشن ہو جاتی ہیں۔ تمام نشیب و فراز نظر آ جاتے ہیں سو کامل انسان روحانی روشنی کا دن ہے اس کے چرخے سے ہر ایک راہ نمایاں ہو جاتی ہے وہ بھی راہ کو دکھلا دیتا ہے کہ کہاں اور کہاں ہے کہ کیوں راستی اور سچائی کا وہی روز روشن ہے ایسا ہی یہ بھی مشاہدہ کر رہے ہو کہ رات کیسی ٹھکون مادن کو چمک دیتی ہے۔ تمام ان کے شک سے کو فخر و فروز رات کے کنار عاطفت میں بخوشی سوتے ہیں اور محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور رات ہر ایک کیلئے پردہ پوشی ہے ایسا ہی خدا کے کامل بندے دنیا کو آرام دینے کیلئے آتے ہیں۔ خدائے وحی اور الہام پانچواں تمام عقیدہ ہوگا کہ ان کا یہ آرام دیتے ہیں۔ ان کے طفیل سے بڑے بڑے سعادت آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہیں ایسا ہی خدا کی وحی انسانی عقل کی پردہ پوشی کرتی ہے جیسا کہ رات پردہ پوشی کرتی ہے اس کی ناپاک خطا کو دنیا پر ظاہر ہونے نہیں دیتی کیونکہ عقل مند وحی کی روشنی کو اگر اندر ہی اندر اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں اور خدا پاک الہام کی برکت سے اپنے تئیں پردہ درمی سے بچا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فلاطون کی طرح اسلام کے کسی فلاسفر نے کسی بت پرست کی قربانی نہ پڑھائی۔ چونکہ فلاطون اسلام کی روشنی سے بے نصیب تھا اسلئے دھوکا کھا گیا اور ایسا فلاسفر کہلا کر یہ کہہ دیا کہ وہ اور حقائق حرکت اس سے صادر ہوئی مگر اسلام کے حکم کا ایسے ناپاک اور حقائق حرکت سے چاہے سید و موسیٰ رسول الصلی علیہ وسلم کی پیروی نے چا لیا۔ اب دیکھو کیسا ثابت ہو کہ الہام مقتدر و دکھارات

کی طرح پردہ پوش ہے۔ یہی آپ لوگ جتنیں کہ خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک دروازہ کو اپنے سامنے
 لے لیتے ہیں۔ خاص کر اس ذات پاک کے انبیا اور لہام پانیوالے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی باتیں بچتا
 ہیں۔ ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہیں ان کے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ کے درخت
 نکلنے ہیں جن کے سائے اور پھل اور پھول سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں سو یہ کھلا کھلا قانون قدرت جو ہماری نظر
 کے سامنے ہے۔ اسی چھپے ہوئے قانون کا ایک گواہ ہے جس کی گواہی کو تمہوں کے پیرائے میں خدا تعالیٰ نے
 ان آیات میں پیش کیا ہے سو سمجھو کہ یہ قدرت پر حکمت کلام ہے جو قرآن شریف میں پا جاتا ہے۔ یہ اسکے
 منہ سے نکلا ہے جو ایک نبی اور بیابان کے رہنے والا تھا۔ اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس طرح عام عقلمند اور وہ تمام
 جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں اس کے اس قبیح کلمہ معرفت سے عاجز اگر اعتراض کی صورت میں اس کو نہ دیکھتے۔ یہ
 قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب ایک بات کو کسی پہلو سے بھی اپنی مختصر نظر کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا تب ایک حکمت
 کی بات کو جانتے اعتراض ٹھہر لیتا ہے اور اس کا اعتراض اس بات کا گواہ ہو جاتا ہے کہ وہ وقت حکمت عام عقلمند
 سے بہتر دماغ تھا تب ہی تو عقلمندوں نے عقلمند کہلا کر کچھ بھی اپنا اعتراض کر دیا۔ مگر اب جو یہ راز کھل گیا تو اب اسکے
 بعد کوئی عقلمند اس پر اعتراض نہیں کر سکا۔ اس سے لذت اٹھائی گئی۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے وحی اور لہام
 کی سنت قدیمہ پر قانون قدرت سے گواہی لائی ہے۔ ایک اور مقام میں بھی اسی قسم کی قسم کھائی ہے اور وہ
 یہ ہے **وَاللَّهُمَّ ذَاكَ الرَّحْمَنُ وَالْكَرِيمُ ذَاكَ الصَّادِقُ الَّذِي لَقُولُ فَضْلًا وَمَا هُوَ إِلَّا لَمْ يَزَلْ**
 یعنی اس آسمان کی قسم ہے جس کی طرف سے بارش آتی ہے اور اس زمین کی قسم ہے جو بارش سے طرح طرح کی سیرت
 نکالتی ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کی وحی ہے اور وہ باطل اور حق میں فیصلہ کرنے والا ہے اور عبادت اور
 یہ ہود نہیں یعنی یہ وقت نہیں آیا سو کم کے مینہ کی طرح آیا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے نبوت کیسے
 جو اس کی وحی ہے ایک کھلے کھلے قانون قدرت کو قسم کے رنگ میں پیش کیا۔ یعنی قانون قدرت میں ہمیشہ بات
 شہود اور عمری ہے کہ ضرورت کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام دار زمین کی سرسبزگی کا آسمان کی
 بارش پر ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کوئین بھی خشک ہو جاتے ہیں پس دراصل زمین کے پانی
 کا جو وحی آسمان کی بارش پر موقوف ہے اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برساتا ہے تو زمین کے کوئین کا پانی
 چڑھتا ہے۔ کیونکہ چڑھتا ہے اس کا ہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو اوپر کی طرف کھینچتا ہے۔ یہی رشتہ
 وحی اللہ اور عقل میں ہے۔ وحی اللہ یعنی اللہ ام ہی آسمانی پانی ہے اور عقل یعنی پانی ہے۔ اور یہ پانی ہمیشہ آسمانی

پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے۔ اور اگر آسمانی پانی یعنی وحی ہو جائے ہو جا۔ تو یہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے کیسا اسکے واسطے یہ دلیل کافی نہیں کہ جب ایک زمانہ دراز گزر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہیں ہوتا۔ تو عقلمندوں کی عقلیں نہایت گندی اور خراب ہو جاتی ہیں۔ جیسے زمینی پانی کو خشک ہو جاتا ہے۔ طرہ جاتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا میں دکھلا رہا تھا۔ چونکہ اس وقت حضرت مسیح عہ کے زمانہ کو چھ سو برس گزر گئے تھے اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا۔ ہر ایک مالک کی تائیدیں پکار پکار کر کرتی تھیں کہ حضرت ص کے زمانہ میں۔ مگر آپ کے ظہور سے پہلے تمام دنیا میں خیالات فاسد پھیل گئے تھے۔ ایسا کیوں ہوا تھا اور اس کا کیا سبب تھا یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ مدتوں تک بند ہو گیا تھا۔ آسمانی سلطنت صرف عقل کے ماتھے میں تھی پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں لوگوں کو ڈال دیا کیسا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے دیکھو الہام کا پانی جب مدت تک نہ سرا تو عقلوں کی پانی کیسا خشک ہو گیا۔ سو ان مقبولین ہی قانون قدرت اللہ تعالیٰ پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا کا یہ حکم اور دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبز گی کا مادہ آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانون قدرت کیلئے جو الہام الہی کا سلسلہ ہے یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے سو اس گواہ سے قائمہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئین میں اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوئین کے پانی کو اوپر کوڑھادیتا ہے ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ زمین میں ظہور فرماتا ہے تو خدا کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود تھی۔ لوگ خواہ مخواہ جن کی تلاش کرنا شروع کر دی ہیں اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوت متفکرین پیدا ہو جاتی ہے سو یہ تمام عقل ترقی اور ملی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کی کانوئین کو اوپر اٹھاتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مذہب کی توجہ میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابل آیا ہے تو اٹھو اور خبر لہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کیا نہیں برس رہا ہے اور کسی دلہا المای بارش ہو گئی ہے +

کلکتہ ریویو

مندرجہ عنوان نام کے رسلے کے پیریل کے نمبر سے ایک مضمون دوبارہ چھپ کر کانپور سے ہمارے پاس پہنچا ہے۔ اس مضمون میں دو سیاہ جھوٹ بولے گئے ہیں جو یوں تو نہایت گندے اور خوفناک ہیں لیکن عیسائیوں کی جماعت یا آخر اکا عمرہ نمونہ ہیں بنجیوان کے ایک جھوٹ تو سید لا صفیہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت ہے اور دوسرا اسی قسم کا جھوٹ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود پر اترتا ہے بعض وقت عیسائی مصنفین اور اخبار نویسوں کی تحریروں کو پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تاریکی اور جہالت کا زمانہ پھر آگیا ہے جو دنیا میں روشنی اور علم کے آئینے پہلے تھا۔ اس میں تو شک نہیں کہ باوجود اس قدر ذرا علم کے اب تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسی باتیں روزمرہ لکھیں اور کہی جاتی ہیں جن کی بیہودگی اور جھوٹ ان تمام لوگوں پر جو آپ کے حالات زندگی سے کچھ بھی خبر رکھتے ہیں اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر کلکتہ ریویو نے ایک ایسی بات لکھی ہے کہ جس سے وہ اسلام پر جھوٹ اور افتراء باندھنے میں اگر اول نمبر نہیں دیکھا کہ پوپس گنگان میں تھا تو کم از کم پہلے زندہ کے مشہور مغربی عیسائیوں سے دوسرے درجہ پر ضرور ہے۔ اس رسالہ کا بیڑا اپنے آخر میں بدنام مرکی - گرڈیٹس - پیریلز اور دوسرے ابتدائی عیسائی بزرگوں کے ہم نوا کی کوشش کرتا ہے۔ یہ رسالہ اپنے ناظرین کے سامنے نہایت فخر سے اس جھوٹ کو بیان کرتا ہے کہ عیسا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شامی عیسائی کی مدد سے قرآن شریف بنایا کرتے تھے ایسا ہی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے ایک یورپ کا عیسائی جو انگریز ہے اپنی مدد کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ اپنے ناظرین کی خاطر اس رسالہ کا ایک فقرہ ہم بیان نقل کرتے ہیں جس پر اس مضمون کو صاحب رسالہ نے ختم کیا ہے۔ "ایک لفظ نصیحت کا میں اپنا دوست میرزا غلام احمد صاحب کو اور کہنا چاہتا ہوں۔ میرے مضمون پڑھ کر انکو معلوم ہو جائے کہ آپ کے کس طرح پر اپنے لوگوں کے اندر سچے مصلح ہو سکتے ہیں اور نیز عیسائیوں کی ہمدردی کے مستحق ہو سکتے ہیں یعنی وہ وہی طرز اختیار کریں جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن میں کی ہے یہ طرز اس مضمون کے لکھنے والے کے زعم فاسد میں یہ ہے کہ گویا مسیح کو نعوذ باللہ خدا مان لیا جاوے اور گویا قرآن کریم کی ہی تعلیم ہے (انگریزی محاورہ) کی شہادت سے خالص انگریزی محاورے جو کچھ کوئی جبری آدمی استعمال کر ہی نہیں سکتا یہ اظہر من الشمس ہے کہ خدا رسالہ ریویو آف یلیجنس میں جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے جو انگریز ہے اور یہ نقشہ جواب ہمارے

ساتھ ہے بعینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مددگار شامی عیسائی کی جس کو وہ جبرئیل کہتے تھے نقل ہے۔ اس یورپین کو جو پردے کی اوٹ میں چھپا ہوا کام کرنا ہے ہم یہ نصیحت کرتے ہیں کہ پرنسپل ریلیجنس اس کے ایجاد کردہ شامی عیسائی کے انجام کو خوب سوچ لو۔ اگرچہ اس یورپین کی نیت نیک ہو مگر وہ جھوٹے راستے میں چلا رہا ہے اور انجام کا یقیناً اس کو کوئی دکھا دے مصیبت پہنچے گی اگرچہ یہ دکھا س قسم کی ناگہانی موت نہ ہو جس موت سے اسی طرح کا شامی عیسائی اس سے پہلے مارا گیا۔ اس لئے ہماری نصیحت اس انگریز کو یہی ہے کہ ابھی وقت ہے اسے ہتھیار ہوجانا چاہئے۔

عیسائیت پر نفوس ہے کہ اس کے ایک معزز رسالے کا ایڈیٹر اس علی زمانہ میں ایسی باتیں پر پاک کے سانس نہیں کرتا ہے جو پچاسیہ شیخ علی کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ مگر بہر حال اس کی نصیحت کا جو ہماری زندگی کی جذبات کیلئے اس نے دی ہے ایڈیٹر ان رسالہ ہذا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کے افکار کی تردید سوائے اسکے ہم اور کیا کر سکتے ہیں کہ اس کی جہالت پرنسپل چھوٹا ہے لیکن اگر کلکتہ ریویو کا ایڈیٹر اپنے ناظرین کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو کہ واقعی کوئی انگریز ہی حضرت مرزا صاحب کو مضمون بنا کر دے رہا ہے تو یہ اس کا قصور نہیں زمانہ ہی زیادہ سمجھ رہا ہو گا ہے اگر ایسا آدمی چند صدی پہلے پیدا ہوتا تو وہ بیشک عیسائیوں کے اندر بڑا نام پیدا کر لیتا جیسا کہ اس سے پہلے ہر قسم کے جاہل ایسے افکار نے ایمان کی تائید کرنے سے عیسائی نہ رہ سب میں ناموری حاصل کر چکی ہیں۔ اور بنیاد نہیں افکار ان کے شامی عیسائی راہب کے متعلق بھی ایک افکار ہے مگر امین نہیں کہ اس زمانہ کے عیسائی یا وجود اس عداوت کے جو انکو اسلام کے مقدس بابی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کے پاک اصولوں کے ساتھ ہے کلکتہ ریویو کے افکار کی داو دین۔ اسلام پر افکار کر نیوالے گروٹیس کی روح تو دوبارہ دنیا میں آگئی لیکن البتہ اب اس قسم کے لوگ دنیا میں کم ہیں جو ایسے گندے جھوٹوں سے لذت اٹھائیں۔

وحی کے منجانب اللہ ہونے کے نشان

ایک شخص کے مسیح موعود سے اس سوال پر کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی وحی کو از قبیل اصفیات اسلام و حدیث پذیر نہ سمجھا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جواب لکھا ہے۔

اس کا پہلی وجہ یہ ہے کہ جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اصفیات اسلام و حدیث النفس نہیں ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزه ہے

اور اگر کوئی اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں میں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس جگہ گزشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیشگوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزاروں گونا گون کیلئے واقعات پیشکدہ ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں یعنی دنیا میں ہزار انسان ان کے گواہ ہیں مگر گزشتہ نبیوں کے معجزات اور پیشگوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ باستاندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیشگوئیوں کے کہ گویا انسان گواہ ہیں پھر اگر زمینانہ تعصب نہ ہو تو کون ایماندار ہے جو واقعات پر اطلاع پائیکے بعد اس بات کی گواہی نہ دے کہ حقیقت اکثر گزشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ ہیں اور اگر کوئی کہ اندھا انکار کرے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے گواہ موجود ہیں و لکنس الخبرا کا لعلنا کہ پھر جس حد میں صدائیں ان کی نسبت ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سبقت لگتی ہیں تو اب خود سوچ لو کہ اس وحی آپ کی وضاحت احکام اور حدیث النفس کہتا حقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرتا ہے اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت روئیں جو حافی شہادت ہو گئی قلم بند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ کو گون کے لئے ممکن ہو تو باستاندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن ان قصصوں کے رنگ میں بلکہ دیکھنے گواہ پیش کرو کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں قصصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گویا انبار لشک اور عیسائی کے مقابل پر مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جو یہ ہیں کیت و کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکتے خواہ تلاش کرتے کہ کبھی جاؤ پھر اگر یہ وحی جس کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوئے خدا کا کلام نہیں ہے تو پھر تو ہمیں لازم ہے کہ وہ سر یہ بخاؤ اور خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں سے انکار کرو کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست ریخت جسطرح پہلی ہے اب خدا تعالیٰ ان معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مہرمت کر رہا ہے اور اب وہ گزشتہ قصصوں کو واقعات کے رنگ میں دکھانا رہا ہے اور عقولات کو شہودات کا پیرا پیرا بنا رہا ہے تا جو لوگ شک کے گڑھے میں نہ گئے ہیں وہ بارہا بخو

یقین کا لباس پہناوے لہذا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام دنیا داران کے جزوت کو بھی منحوس کرے
 قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اسکا پہلا ایمان کبھی بھی تمام نہیں رہے گا کیونکہ اس کے پاس نہ تو تین
 منشاہدات - خدا نمائی کا ثبوت نہیں ہوں جو شخص میرے پاس آئے گا اور مجھے قبول کر لگاؤں گے میرے خدا را کو
 دیکھ لگا جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ساتھ میں صرف قصے باقی ہیں میں اس خدا پر ایمان لا رہا ہوں جس کو
 میرے منکر نہیں پہچانتے اور میں سچ کہتا ہوں کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہیں ان کے دیکھنا بل نہیں تھا وہی
 وجہ سے وہ بات کی کچھ مدد نہیں کر سکتے انکو کچھ قوت نہیں دے سکتے ان میں کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے
 ان کے لئے کوئی ناشدنی نشان نہیں دکھلا سکتے اور کیا دوسرے کہ یہ اندھوں کے بیہودہ شکوک اور شبہات ہیں جو اس
 وحی آسمانی کی نسبت ان کے دلوں کو پکڑتے ہیں جو میرے پرنائل ہو رہی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میں بیکریہ خدا
 کا کلام نہ ہو بلکہ انسان کے اپنے دل کے ہی اوامروں ہوں لہذا ان کو یاد رہے کہ خدا اپنی قدرتوں میں کلمہ نہیں وہ
 یقین دلائیے گئے ایسے خارق عادت طریقے اختیار کر لیتا ہے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھ کر پھان لینا ہی کر لیتا ہے
 ہے ایسا ہی خدا کے کلام کو پہچان لینا ہی کر لیا ان کا یہ خیال ہے کہ وہ دم سے لیکر آخرت تک خدا تمام اس بات پر قادر تھا کہ
 اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو پریشانہ یقین تک پہنچا دے مگر کچھ بعد اس کے اس فیضان پر قادر
 رہا تا کہ تو تھا مگر اس نے اس امت غیمر جو مرے ساتھ بنی کیا اور اس دعا کو قبول کیا جو آپ ہی سکھائی تھی
هٰذَا الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

اگر مجھ سے سوال کیا جاوے کہ کتنے کو تو پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہیں
 وہ خدا کا کلام ہے - حدیث النفس یا شیطان القاہن تو میری روح اس سوال کا مستند بنو لے جا بیٹھی ہے -
 (۱) اول جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اس کے ساتھ ایک شوکت - اور لذت اور تاثیر ہے وہ ایک فولا دی
 میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنسا جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اس کے دروے مجھ کو ایک نہایت لطیف
 لذت آتی ہے کاش اگر میں قادر ہو سکتا تو میں اس کو بیان کرتا مگر وہ حالی لذتیں ہوں جو خدا جانی انکی کیفیات
 کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھانا انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحت میں
 سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہیں کر سکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام سیدو نعمات العلیٰ ہر
 جیسے اس کا دیدار ملے درجہ کی لذت کا سرچشمہ ہے ایسا ہی اسکی گنتا بھی لذات کا سرچشمہ ہے اگر ایک کلام انسان
 کے لئے یعنی ایک آواز اس کے دل پر نیچا اور اس کی زبان پر جاری ہوا اور اسکو شبہ باقی رہ جاوے کہ شاید یہ شیطان یا دوسرے

یا حدیث انفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث انفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دلنہا نزل ہوتا ہے جو قیومین و لادیتا ہے کہ مین خدا کی طرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر یقین بخششی کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک خارق عادت چمکی ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ذرہ ذرہ وجود پر تصرف کرنے والے مالک ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اسکے ساتھ خدائی صفات کے اوپر سے خوارق ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی جی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جاسے تو وہ اس وحی کو جان صفات پستہل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کی طرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و نبیائے کمال کی وجہ سے دیواروں کی طرح بنوایا ہے اسکا یقین اسکے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ میں ان کا بہادر اور استغناء کے تحت کا مالک بن جائے یہی میرا حال ہے جسکو دنیا نہیں جانتی قبل اس کے جو میں معجزات دیکھتا اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اس کی کلام سے اس کی طرف کھینچا گیا لکچر انگل نہیں آتی کچھ کیا ہو گیا تیرے تلواریں میرے اس پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں کوئی آگ مجھے ٹرانہیں سجتی وہ کشش جیسے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالاتر ابتدا میں کلام تھا اس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا وہ خدا جو نہان رہتا ہے اس نے میری روح پر ابتدا میں جن کلام کے ساتھ تعلیمی کی اور اپنے مکانات کا دروازہ میرے پر کھولا پس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لئے کافی کشش ہوئی اور حضرت احدیت کی طرف مجھے کھینچو لگتی اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھ کو ہانک پیچھا دیا اور کیا کیا تبدیلیاں کیں اور کیا میرے دل میں سے لیلیا اور کیا ویریا۔ ان باتوں میں کن لفظوں میں ادا کروں اگر کن پیرائے میں دلون پر بٹھاون جن خارق عادت غلیات کے ساتھ وہ مجھ پر نزدیک ہوا کوئی نہیں جانتا مگر میں اور جس محبت کے مقام پر میرا قدم ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ میں سچ کہتا ہوں کہ ابتدا اس ترقی اور تعلیق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اٹھایا جیسے ایک ایک ربوت بگولہ ایک تنکے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچا دیتا ہے پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر

نازل ہوا حدیث انفس میں یہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ کیوں ممکن نہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ تم کچھ نہیں دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانوں سے سنتے ہو یہ غلط خیال ہو پس غزنہ و اہم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ میں آنکھ بند کرنے سے کچھ دیکھ نہیں سکتا اور کانوں کے بند کر کے کچھ نہیں سن سکتا اور زبان کے کاٹنے جائیسے کچھ بول نہیں سکتا وہ ایسے منکر نہ جرح کی کچھ حقیقت سمجھے گا۔ یا شک میں آگیا کہ شاید میں آنکھ سے نہیں دیکھتا اور کان سے نہیں سنتا اور زبان سے نہیں بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی میں نے ایک بچہ کی طرح اس کی کوہنہ پیش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکہ کر کے بٹھایا اور ہر ایک گر ٹکی جگہ سے بچا لیا وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے پہلا یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچا۔ اس سے زیادہ کوئی بڑا ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں اور میں کدینکراس سے انکار کروں اس نے مجھے خدا دکھایا اور وہ چشمہ شیریں کی طرح معارف کا پانی انجھے پلاتا رہا اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک عیس کی وقت میں مجھے راحت بخش ہو وہ اور ان بانوں میں بھی بچھ پڑنا نزل ہوا جن زبانوں میں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی اس نے بڑی بڑی پٹیکہ کیوں اور عظیم الشان نشانوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے عقائد و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے میں اور میری تمام قوم بے خبر تھی وہ بھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے ان و تفریق اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا جن سے میں بے خبر تھا تو کیا اور جو ان روشن شہوتوں کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے کیا یہ باتیں نا لہینے کے لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی اور عیس کے بیان کرنے میں وہ جھیل نہیں نکلا بلکہ ہر بار ماضی میں اس نے ظاہر کئے اور ایک باطنی کندہ سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کندہ دنیا کے سید و دلون پر ڈالا اور میری طرف انکولایا اور انکو کھین میں دین جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دے جیسے وہ سنتے لگے اور صدق ثابت ہوتا۔ جس سے وہ اس راہ میں قربانی ہونے کے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کار و بار شیطانی یا دوسرے نفسانی ہے۔ کیا شیطان خدا کے برابر ہو سکتا ہے تو یہ کہوں وہ تمہاری مدد نہیں کرتا۔ سنو وہ جسے یہ کلام نازل کیا وہ کیا کہتا ہے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی چوکار دکھلاؤں گا اپنی قدرت نمائی سے تمہیں کواٹھاؤں گا۔ و تم میں ایک

نذیر آیا پر مینا نے اسکو قبول کیا لیکن خدا اسے قبول کر لیا اور بڑے زور و جھوٹے فلس کی
 سچائی ظاہر کر دے گا۔ سو فرور ہے کہ یہ زمانہ گزرنے جائے اور ہم اس دنیا سے کوچ کر جین جنک خدا کے
 وہ نام و عدے پر ہوں جو شخص تبار کی مین پڑا ہو اسہ اور اس سے بیچہ ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام
 اسکے بندوں پر نازل ہو کر تا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بیچہ ہے لہذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو سوس کے
 نیچے پال دیکھتا ہے اور اس کا ہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز سوس اور ارضیات احلام اور حدیث انفس کے اور
 کچھ نہیں اور غایت کار و فاعلی طور پر یقینی اور قطعی طور پر الہام الہی کا خیال دل میں لاتا ہے مگر ابھی ہم کہہ
 چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی آئی تھی فرماتا ہے اسکے ساتھ ظن اور شک کی تائید ہرگز نہیں
 رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے پھر جس حالت میں موسیٰ کی مان کو بھی یقینی الہام ہوا ہے
 اور یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی
 تو کیا یہ امت اسرار شیل کے خداوند کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے اور پھر اسی طرح میر کو بھی یقینی الہام ہوا ہے
 ہر وہ سب کہ اس نے قوم کی کچھ پڑا نہیں کی کو حیف ہے اس مخدول امت پر جو ان عورتوں سے بھی کچھ
 پس اس صورت میں یہ امت تیرہ لام کا مہیکہ ہوئی بلکہ شرام اور اجمل الام ہوئی۔ اسی طرح خضر جو نبی نہیں
 تھا اسکو علم دینی و الگ تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا تو کیوں اس نے ناحیہ ایک بچہ کو قتل کر دیا
 اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہیے یقینی اور قطعی تھا تو کیوں انہوں
 نے اس پر عمل کیا۔ پس اگر ایک شخص اپنی باندائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلا تا ہے اور پیشہ
 و پیشہ نہیں تو اسکے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہیے کہ یقینی قطعی مکالمہ الہیہ ہو سکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ
 کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ بھی کبھی نہ تھے اس امت میں بھی نہ
 اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تاہم امت بیکلہ فیصل الام ہوئے کہ اکثر الام نہ نظر جائے سو خدا نے آخری
 زمانہ میں اہل اور تمام طور پر یہ نمونہ دکھایا ان واقعات سے قیومین کرنا چاہیے بلکہ درحقیقت انسان کی نجات اسی
 پر سو فیصد کی تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ
 مخاطب نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطان ہے اور یہ شخص نجات پاسکتا ہے جو شیخے شخص کاہم
 صحبت اور اسکے دامن سے وابستہ ہے کہ یہ نگاہ ہر سے کہ بقدر دنیا میں گناہ پیدا ہوئے ہیں ان کی ہی وجہ ہے
 کہ بقدر انسان کو دنیا کی لذت اور دنیا کی غربت اور دنیا کے مال و متاع پر تعلق ہے یہ یقین آخرت پر نہیں ہے اور

جیسا کہ ذہن ایک ایسے صندوق پر توکل کر سکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اسکے قبضے میں ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہیں کر سکتا اور جیسا کہ دنیا کی گورنمنٹ اور دنیا کے حکام سے لوگ شریعت میں اور ملامت سے زندگی بسر کرتے ہیں ایسا خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اسکا کیا راستہ ہے یہی سبب ہے کہ دنیا پر پیش قدمی اور اسباب اور وسائل ان کی نظر میں ایسے قیمتی ہیں کہ دینی عقائد اسکا کچھ بھی چیر نہیں۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ نجات بحر حق اقیانوس کے ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰیقٍ فَاِنَّ اخْرَاجَہُ مِنْهَا وَاصْلَ سَبِیْلًا یعنی جو شخص اس جہان میں اندھلے وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہو گا بلکہ اس سے بھی بدتر تو یقیناً کامل کے کیونکر نجات ہو۔ اور اگر ایک مذہب کی پابندی سے نجات نہیں تو اس مذہب سے حاصل کیا یہی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تو یقیناً کچھ جاری تھے اور وہ خدا کی نشاں و نگاہی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہیں نشانوں کے ذریعہ سے خدا کی کلام پر انہیں یقین ہو گیا تھا اسلئے ان کی زندگی نہایت پاک ہو گئی تھی لیکن بعد میں جب وہ زمانہ جاگرایا اور اس زمانہ پر صد سال گزر گئے تو پھر ذریعہ یقین کا کونسا انتظام ہے کہ قرآن شریف اس کے پاس تھا اور قرآن میں اس اس خود الفاظ تلواری کی مانند ہے جسکے دو طرف دھاریں ہیں ایک طرف کی دھاریں مومنوں کی اندر مومنوں کی کواشی ہے اور دوسری طرف کی دھاریں مومنوں کا کام تمام کرتی ہے کہ پھر بھی وہ لوہا اس کام کے لئے ایک بار کے دست و بازو کی تعلق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ مُّشَارِقُونَ **اَلْکِتٰبِ** پس قرآن سے جو ترکیب حاصل ہوتا ہے اسکو اکیلا بیان نہیں کیا بلکہ وہ نبی کی صفت میں داخل کر کے بیان کیا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام نبوی آسمان پر سے بھی نازل نہیں ہوا بلکہ اس تلواری کو چھلانگو لایا اور ہمیشہ ساتھ لایا ہے جو اس تلواری کا حاصل جو ہر شناساں ہندہ قرآن شریف پر چڑاؤ اور یقین دلانے کے لئے اور اسکے جوہر دکھلانے کے لئے اور اسکے ذریعہ سے تمام حجت کرنے کیلئے ایک بہادار کے دست و بازو کی ہمیشہ حاجت ہوتی رہی ہے اور آخری زمانہ میں یہ حاجت سب سے زیادہ پیش آئی کیونکہ وہ جالبی زمانہ ہے اور زمین و آسمان کی باہمی لڑائی ہے غرض جب خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہو گا تو ہر ایک طالب حق کیلئے ضروری ہوا کہ اسی جہان میں آنکھوں کا نو ترنگاش کرے اور اس زندہ مذہب کا طالب ہو جو میں زندہ خدا کے انوار نمایاں ہوں وہ مذہب مردود ہے جس میں ہمیشہ کیلئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہیں کیونکہ وہ انسانوں پر یقین کی راہ بند کرے

اور ان کو قیامت ان کہانیوں پر چھوڑ دیا ہے اور انکو خدا سے نوید کرتا ہے اور ناریک میں ڈالتا ہے اور کربو کوئی مذہب خدا مانتا ہو سکتا ہے اور کیونکر گناہوں سے بچھڑا سکتا ہے جب تک کوئی یقین کا ذریعہ پیش پاس نہیں رکھتا اور جب تک سورج نہ چڑھے کہ نہ کروں چڑھ سکتا ہے پس دنیا میں بچاؤ مذہب وہی ہے جو ذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی میں دوزخ میں گرے ہوئے ہیں بھلا بتلاؤ کہ ظن بھی کچھ چیز ہے جس کے دوسرے غفلتوں میں یہ بھی کہ شاید یہ بات صحیح ہے یا غلط یا درگاہ گناہ سے پاک ہو یا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں دنیا کی بچاؤ نشاں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں ایک پاک بتدی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق بات کشش کے لیے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مانا اور اپنے عمل کو باریک بینی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں ایسا ہی دنیا کی دولت اور نعمت اور اس کی نیکیاں پر دلنشا بھیجنا اور بادشاہ کے قریب بے پروا ہونا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانیہ لوگو! ظلمات شک کے نور یقین کی طرف تم کو بلا کر پہنچا سکتے ہیں یقین کا ذریعہ خود کا کلام ہے جو ہے **يُحْيِي مَوْتًا مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ** کا مصداق ہے سوچو کہ عہد نبوت پر تیرے سو برس گزر گئے اور تم نے وہ زمانہ نہیں پایا جبکہ خدا نشانوں اور چکنے ہوئے نور کے ساتھ قرآن اترنا تھا اور وہ زمانہ آیا جس میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے دین پر ہزارا اعتراض عیسائی اور دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہیں اور تمہارے پاس بجز لکھے ہوئے چند وقون کے جن کی اعجازی طاقت سے تمہیں خبر نہیں اور کوئی ثبوت نہیں اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ بعض قصوں کے رنگ میں ہیں تو اب بتلاؤ کہ تم کس راہ سے اپنے تئیں یقین کے پائے دنیا تک پہنچا سکتے ہو اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے پاس خدا پر یقین لانیکے لئے اور گناہ سے بچنے کیلئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہیں تا وہ انصاف کے کہ تمہارے مذہب کا طالب ہو جائے اس حرکت سے ایک غفلت کو کیا فائدہ کہ کیا گویہ چھوڑ دے اور دوسرے گویہ کو کھالے بچاؤ کو ہر ایک سعید دل لینے کو تیار ہے بشرطیکہ چالی اپنے نوکرتا بت کر کہ کھلا دے جس اسلام کو آج یہ مخالف مولوی اور لکڑا گروہ غیر مذہب کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ صرف پوست سے منفرات و غرض انسانہ ہے نہ حقیقت بجز کوئی کیونکر اسکو قبول کرے اور جس بیماری سے نجات حاصل کر نیکی لکھا کہ نفس مذہب کے

تبدیل کرنا چاہتا ہے اگر وہ ہی بیماری اس دوسرے مذہب میں بھی ہے تو اس تبدیلی کی بجائیے کیا فائدہ ہو تو بوجہی
دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک خدا کے قائل ہیں مگر خدا کا قول وہی ہے جس کی یقین کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہی گناہ
بیخ سکتا ہے۔ کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قہقہے جھوٹ ہیں اور سب کفارے باطل ہیں سو
وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے الگ ایمان لاوین اور ہلاک نہ ہون قرآن تیفین
خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے۔ تمہاری آنکھیں اسکو دیکھ نہیں سکتیں اب وہ
تمہارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات یہودیوں کے ہاتھ میں اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو تو گواہی
دے سکتے ہو کہ باعث اس کے کہ اس کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تم اس ہی باطنی نقد
کا کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور اگر واقعات خارجہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصاف آپ ہی شہادت
دے سکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ میں تمہاری کیا حالتیں ہیں سچ کہو کہ کیا تم گناہوں سے اور مقام ان حرکات
سے جو تقویٰ کے برخلاف ہیں ایسے دور تم ہو جیسا کہ ایک نہر ملاہل کے استقال سے انسان طوڑتا ہے سچ
کہو کہ کیا تم اس تقویٰ پر قائم ہو جس تقویٰ کے کیلئے قرآن شریف میں ہدایت کی گئی تھی سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے
یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہیں وہ تم میں ظاہر ہیں۔ تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت
جو خدا سے کرنی چاہیے اور وہ صدق و ثبات جو اس کی راہ میں دکھلا چاہیے وہ تم میں موجود ہے تم خدا کے
غرض کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہیے کیا تم اسی صفائی سے ترک کر چکے
ہو اور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدا نے واحد لا شریک کی طرف دوڑنا چاہیے کیا تم اسی اخلاص
سے اس کی راہ میں دوڑ رہے ہو یا کاری سے بات مت کرو اور اولاف زنی سے لوگوں کو خوش کرنا مت
چاہو کہ وہ خدا و حقیقت موجود ہے جو تمہارے ہر ایک قول و فعل کو دیکھ رہا ہے تم بات کرتے وقت اس
قادر کا خیال کرو جو کجا غضب کھا جائیو الیٰ آگ ہے وہ جھوٹی شہادت کا ایک دم میں جہنم کا مینہ کر سکتا ہے سو تم
سچ سچ کہو کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشوں یا دنیا کی آبروؤں یا دنیا کے مال و متاع میں پھنسے ہوئے ہیں یا
نہیں ہیں اگر تمہیں خدا پر یقین حاصل ہوتا تو تم اس نہر کو ہرگز نہ کھاتے اور قریب تھا کہ دنیا اس نہر کی طاق
اگر خدا یہ آسمانی سیلاب اپنے ہاتھ سے قائم نہ کرتا اور اگر تمہارا لاک سے کہو کہ ہم ایسے ہی ہیں جیسا کہ کیا گیا اور ہم میں
گناہ کی کوئی تباہی کی نہیں اور پورے یقین کے انہن سے ہم کچھ جبار ہیں تو تھے جھوٹ بولا ہے اور آسمانی جزع
بنامیوانے پختہ نکالی ہے اس کے قبل اسکے جو تم مرد خدا کی لعنت تمہاری پردہ وری کرے گی یقین اپنے نوروں کے

سمیت آتا ہے کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان تک پہنچا سکتا تھا کہ خدا کا آوازہ تیار اور
یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تھائے
لیئے آئے۔ اسے عافیتین کہہ دینے کوئی عمل آسمان پر چاہیں سکتا اور اندر کی کوہِ دین اور دل کی جہل تک
بیماریاں بغیر یقین کے دور نہیں ہو سکتیں جس اسلام پر تم غور کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقت اسلام حقیقی
اسلام سے مشکل بد لگاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مر جاتی ہے اور ایک اور
زندگی پیدا ہوتی ہے جسکو تم نہیں جانتے یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو
آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا کے ذریعے سے ہی چھانا جاتا ہے کسی اور ذریعہ سے تم میں سے کوئی ہی
جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح سکالات کی حالت میں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی
ہے بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالیٰ کا طاعت اور رحم سے اس دعا کا جواب دینا ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض
موقع پر تین دفعہ یا تیس دفعہ یا پچاس دفعہ یا قریشاً تمام رات یا قریشاً تمام دن اسی طرح ہر ایک کا
جواب پانا اور جو ایسی فصیح تقریر میں اور بعض دفعہ مختلف زبانوں میں اور بعض دفعہ ایسی زبانوں میں
جنگا علم کو نہیں اور پھر اسکے ساتھ نشانوں کی بارش اور معجزات اور تائید و تائید کا سلسلہ کیا یہ ایسا امر ہے
کہ اسکے ذریعے سے بندہ اسی عالم میں اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں اسکے لئے ملاقات کیساں ہو جاتے
ہیں اور جس طرح نور کے استعمال سے یکدر فہم ہوتا ہے کہ جاتے ہیں ایسا ہی اس نور کے نزول جلال سے وحیائے
زندگی کے بال جو چراغ اور عاصی سے مراد ہے کا عدم ہو جاتے ہیں اور انسان مرد و شے بزرگ ہو کر اس دلا رام
زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جسکو دنیا نہیں جانتی اور جیسا کہ تم دنیا کی چیزوں سے بیہمسر ہو ویسا ہی وہ خدا کی
دوری پر نہیں کر سکتا غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے
بندہ پر نازل ہوتا ہے جب خدا کے ذوالجلال اسی اپنے بندہ کو اپنی طرف سے پناہ دیتا ہے تو پناہ کا نام پناہ
کرتا ہے اور اپنے مکالات کا اسکو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانوں سے اسکو تسلی دیتا ہے
اور ہر ایک پہلو سے اس پر ثبات کر دیتا ہے کہ وہ اسکا کلام ہے تب وہ کلام قائم مقام و یار کا ہو جاتا ہے اور
انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ اللہ کی آواز سناتا ہے خدا تعالیٰ کی کلام سے پہلے اگر انسان کا خدا تعالیٰ کے
وجود پر ایمان ہوتا ہے تو اس اسی قدر کہ وہ معذرات پر نظر کر کے خیال کر لیتا ہے کہ اس ترکیب حکم المانع کا
کوئی صانع ہونا چاہئے لیکن یہ کہ وہ حقیقت وہ اصل موجود بھی ہے یہ مرتبہ ہرگز جو مکالات الہیہ کے حاصل نہیں

م از حدیث مسلم سکالات و فضائل و کلمات و آیات کے بعد جو کچھ میں لکھا ہوا ہے اس میں شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے

ہو سکتا اور گندی زندگی چھٹ کر اللہ کی طرف ہر لمحہ گھٹن کر رہی ہے وہ ہرگز وہ نہیں ہوتی۔ اسی جگہ سے یہ کہتا ہے کہ
 کے خیالات کا بھی باطل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں کرم کی خود کوشی نے ان کو نجات
 دیدی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تنگ و تاریک اور خستہ زمین پر سے ہوئے ہیں جو بحیثیت اور شکوہ اور
 شبہات اور گناہ کا دورخ ہے پھر نجات کہاں ہے نجات کا خیر یقین سے شروع ہوتا ہے سب سے بڑی
 نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اس کا خدا و حقیقت موجود ہے جو ہم اور سرکش کوئی مثال
 نہیں چھوڑتا اور جو عرصہ کہنے کے لیے صرف جو عرصہ کہتا ہے ہی یقین تمام گناہوں کا علاج ہے جو اس کے خیال میں نہ
 کوئی گناہ نہ ہے نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچا دے کی تم دیکھتے نہیں کہ ہر ایک جگہ یقین ہی ناکافی باتوں
 سے روکتا ہے تم آگ میں لاکھ نہیں ڈال سکتے کہ وہ مجھے جلا دے گی۔ تم میرے آگے اپنے یقین ٹھکراتے ہو کہ
 کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھالیا گا تم کوئی دہر نہیں کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گی
 پس اس میں کیا شک ہے کہ بیشمار تجاربے کی تائید ہو چکا ہے جس جگہ یقین نہیں ہو جاتا ہے کہ فیصلہ یا یہ
 حرکت بلاشبہ مجھے ہلاکت پہنچاے گی تم فی الفور اس سے رگ جاتے ہو اور پھر وہ گناہاتے سرزد نہیں ہوتا بلکہ خدا
 تم سے کہہ گا کہ تم یقین اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہیں لیتے کیا تجھے بے تنگ گواہی نہیں دی کہ جو یقین
 انسان گناہ سے کہ نہیں سکتا ایک بکری یقین کی حالت میں اس مرغزار میں چر رہی ہے جس میں شہناہ سے
 کھڑا ہے۔ پس یقین اللہ تعالیٰ جو ان بات پر بھی اٹھتا ہے اور تم کو انسان ہو۔ اگر کسی ل میں خدا کی آہی اور اس کی
 ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اسے گناہ سے بچا لے گا اور اگر وہ یقین ہے کہ اس کا تو ہے یقین
 نہیں کیا خدا یقین لاتا اس یقین سے کہ ہے کہ جو شیر اور سانپ اور نہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے سو وہ گناہ
 جو خدا سے دور ڈالتا ہے اور جتنی زندگی پیدا کر رہا ہے اس کا اصل سبب عدم یقین ہے کاش میں کہن فکے ساتھ
 اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھوڑنا یقین کا کام ہے جھوٹی فقیری اور شیخیت سے تو بیکراہ یقین کا کام ہے خدا
 کو کہنا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گناہ ہے اور وارہ ہے اور ناپاک ہے اور جی ہے اور جو ہم
 ہے جو یقین ہے پھر یہ کہ یقین ہی نہ ہو کہ زندگی کا پھر یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پھر کسان کی طرف آئے ہیں
 وہ یقین ہی ہے کوشش کرو کہ اس خدا کو تو کچھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے اور وہ مکر یقین ہے جو یقین خدا تک
 پہنچا کر گناہ کی تیر رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سوچ سے آتی اور زمین پہنچتی ہے وہ بھی اس کی سرعت خدا کی گناہ
 مقابلہ نہیں کر سکتی اسے پاکیزگی کے ڈھونڈنا اور اگر تم چاہتے ہو کہ پاکیزہ بنکر زمین چلو اور فرشتے سے مصافحہ کریں

تو تم یقین کے راہ میں ٹھوٹھو۔ اور اگر تم یقین اس منزل تک بھی رسائی نہیں تو اس شخص کا وہاں پر کڑو جسنے
 یقین کی تکفہ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ یقین یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جائے اس کا جواب کوئی
 مجھے سنئے یا نہ سنئے مگر میں ہی کہوں گا کہ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان
 اپنے خدا اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اترتا ہے تو نئے سرے مردوں کو قبروں میں سے نکالتا ہے
 تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھوں کے دنیا پر دیکھنے کے آسمانی آفتاب کے محتاج ہو اسی طرح خدا شناسی کی مینائی حضرت یحییٰ
 انگلو نے حاصل نہیں کی تھی وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج ہے اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی
 زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ خدا کا کلام زندہ
 اور خدا میں ایک دلالہ ہے وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے وہ اپنے پورے کشتہ اور
 پوری تکی اور پوری خودائی عظمت اور قدرت اور بہت کشتہ کے ساتھ اترتا ہے اس کو وہ آسمان پر لیجاتا
 ہے غرض خدا ایک پیچھے کے لئے بجز خدا اقلے کے کلام کے اور کوئی نہیں۔ ماحصل اس تمام تقریر کا
 یہ ہے کہ انسان اس دارالظلمات میں اگر کبھی نجات نہیں پاسکتا بجز اس کے کہ خود خدا اقلے کے مکالمات سے
 شرف ہو کر کسی اہل مکالمات یقین دار اہل آیات و معجزات کی صحبت میں رہ کر اس ضروری و قطعی علم تک پہنچ جائے
 کہ اس کا ایک خدا ہے جو قادر و کریم اور یہ دین یعنی اسلام جیسے قائم ہے و حقیقت یہ سچا ہے۔
 اور درجہ اور بہشت اور دوزخ سب سچے ہیں کیونکہ اگرچہ قصیدہ و نقل کی طور پر تمام اہل اسلام اس بات کو ماننے
 ہیں کہ خدا موجود ہے اور اس کا رسول برحق مگر یہ ایمان کوئی یقینی بنیاد نہیں رکھتا اس لئے ایسے ضعیف ایمان
 کے ذریعے یقینی تک کے آثار ظاہر ہونا اور گناہ سے بھی نفرت کرنا غیر ممکن ہے اور بوجہ اسکے کہ اسلام چہرہ
 برس گذر گئے تمام چہرے گزشتہ رنگ نقول اور قصص ہو گئے ہیں اور قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ
 ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر میں مطلع ہو اور وہ اس تمام کلام سے جو
 و حقیقت پر ظہور ہے لیکن اپنا جو ہر رکھنا یقین ایک خواہہ بہت دبانوں کی محتاج ہے اسپر دلیل شاہدیت سے
 کہ لا یسئلہ الا المصطفون پس وہ ایسا کوئے دلون پر چہرے کے طور پر شہین کر سکتا بجز اسکے کہ اس کا شہر
 دکھلا دلا الہی تو میں ایک موجود اور وہ وہی ہو گا جس کا یقینی طور پر شیون کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ و فی الواقعہ
 نصیب ہو گا غرض تمام برکات اور یقین کے حصول کا ذریعہ خدا کا مکالمہ و فی الواقعہ ہے اور انسان کی یہ
 زندگی جو شکوک اور شبہات سے بھری ہوئی ہے بجز مکالمات الہیہ کے چہرہ صافیہ کے یقین تک ہرگز نہیں

پہنچ سکتی مگر خدا تعالیٰ کا وہ مکارا یقیناً تنگ پہنچا تاہم جو یقینی اور قطعی ہو چسپ ریک ملہم کہم لکھا کہ اس کا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکارا ہے جس رنگ کا مکارا کہ دم سے ہوا اور پھر شیش سے ہوا اور پھر نوے سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسماعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف سے اور پھر حارث سے اور پھر موسیٰ سے اور پھر یونس بن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور یسعٰی نبی سے اور داؤد بنال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے آخرین یعنی بن مریم سے ہوا اور سب کے اتم اور کمال طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کتر جو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی کیونکہ تم کہتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرہ میں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دینا پڑتی ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اس کے نظیر میں شک آتی نہیں رہتا اور نہ وہ کہہ سکتا ہے کہ کل کا سورج تو یقینی تھا مگر آج کا کاشی چسپ کیا تم اس لامین تنگ کر سکتے ہو کہ خدا کی چہرہ کا نور پینہ نہ رکھتا ہے کیا خدا کی کلام کا طلوع سورج کے طلوع سے کچھ کتر ہے کوئی چیز اپنی صفات ذاتیہ سے الگ نہیں ہو سکتی پھر خدا کا کلام جو زندہ کلام ہے کیونکہ اگر لکھ سکے پس کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آفتاب وحی آہلی اگرچہ پیٹلے زبانوں میں یقینی رنگ میں طلوع کرتا ہے مگر اب وہ صفائی اسکو نصیب نہیں کیو یقینی معرفت تک پہنچنے کا کوئی سامان آگے نہیں لکچھیر گیا ہے اور گویا خدا کی سلطنت اور حکومت اور فیض سالی کچھ تھوڑی مدت تک رہ کر تم ہو چکی ہے لیکن خدا کا کلام اس کے برخلاف گویا دینا ہے کیونکہ وہ یہ دعا سکھاتا ہے کہ اٰھذا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم عکھہ اس دعا میں اس انعام کی اسید و ملائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں سے بزرگتر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گشتار الہی قائم مقام دینا الہی ہے کیونکہ کسی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم السلام کے یقینی سمجھے اور نہ اسکی ایسی وحی ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے متابع اور ترک عمل پر یقینی طور پر دنیا کا ضرر تصور ہو سکے تو ایسی دعا سکھائی محض دھوکا ہو گا کیونکہ اگر خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ جو جب دعا اٰھذا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم انعام علیہم السلام کے انعامات میں اس امت کو بھی شریک کرے تو اس کے نبیوں یہ دعا سکھائی اور ایک ناشدنی امر کے لئے دعا کر چکی ہو گئی ہو گئی دی پس اگر یہ دعا سکھائی یقین اور معرفت کا انعام دینے کی غیبت میں بلکہ محض غلو سے خوش کرنا ہو گا

فیصلہ ہو گیا کہ یہ امت اپنے نصیبوں میں سب امتوں سے گری ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اس امت کو یقینی چشمہ کاپانی ملا کر نجات دے بلکہ وہ انکو شکوک اور شبہات کے درمیں چھوڑ کر ملک کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رہے کہ ضروران افغانان میں جو بیویوں کو دے گئے اس امت کے حصہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے کامل افراد کی فطر توں میں یہ حصہ نہ ہوتا تو ان کے دلوں میں یہ خواہش نہ پائی جاتی کہ وہ خدا شناسی کے درجہ میں حق یقین کے درجہ تک پہنچ جائیں اور ان افغانان کے سب سے بڑے یقینی حق حیات اور مشکلات کا انعام ہے جس سے انسان اپنی خدا شناسی میں پوری ترقی کر لے گا ایک ایک طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی آہتی پر رو میٹھے رنگین ایمان لانا ہے تب الہی ہیبت پورے طور پر اس کے دل پر کام کرتی ہے اور جیسا کہ ہر ایک روایت اور یقین کا خاصہ ہے وہ حاصل اسکے اندر اپنا کام کرنے لگتا ہے اور شکوک اور شبہات کی تاریکی اس علاج دور ہو جاتی ہے جیسا کہ آفتاب سے ظلمت تیرے زمین پر اس کوئی اتنی نہیں ہوتا اور اس جیسا کوئی گناہ سے بیزار نہیں ہوتا اور اس جیسا اس خالق پاکانہ سے کوئی محبت کشیدہ نہیں ہوتا اور اس جیسا اس بار کا کوئی وفادار نہیں ہوتا۔ اور اس جیسا کوئی توبہ والا نہیں ہوتا اور اس جیسا کوئی توکل کرنے والا نہیں ہوتا اور اس جیسا جو زمین کوئی صادق نہیں ہوتا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے یقینی اور قطعی وحی کا قیامت کے دن تک اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے۔ ایسا ہی عقل بھی نوع انسان کے لئے اسکو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ گناہ اور فسق و فجور کا علاج اور چارہ بچاؤ اسکے اور کوئی نہیں تھا کہ کمال اور جلال یقینی طور پر انسان پر کشف ہو و جب کہ تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ کمال تو سچی محبت گناہ اور مخالفت سے روکتی ہے یا سچی ہیبت نافرمانیوں سے باز رکھتی ہے اور سچی محبت میں بھی ایک خوف ہوتا ہے اور وہ یہی کیا ہر سہرہ بان سے تعلق نہ ٹوٹ جائے اور جس سچی محبت اور سچی ہیبت کی کیفیت یقینی طور پر وارد ہوا وہ شخص جو کامل طور پر اس شخص کا شناسندہ اور محبت کنندہ اور اس کا زیر اثر ہو وہ بلاشبہ گناہ سے روک لیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ دنیا میں جس قدر ہیں ان میں سے کوئی بھی گناہ کی ذمہ سے خالی نہیں ان سکاری سے بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم بگناہ ہیں اور ہمارے دلوں میں کوئی ناپاکی نہیں مگر وہ جھوٹے بین خدا کی مخلوق کو دھوکا دینا یا ہتھ پرین گناہ پاک ہونا جو اسکے نکلن ہی نہیں کہ سببت اللہ کی موت یقین کی تاثیر شعاع حق کو جس کو انسان کے دل پر وارد ہو جائے اور سچی محبت اور سچی ہیبت دل میں بس جائے اور دل خدا سے جمال اور جلال سے رنگین ہو جائے اور یہ دونوں کیفیتیں کبھی اور ہرگز دل میں آہی نہیں سکتیں یا

جب تک کہ خدا کی ہستی اور اس کی ان دونوں قسم کے صفات پر یقین پیدا ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ نجات کی جڑ اور نجات کا ذریعہ صرف یقین ہے وہ یقین ہی ہے کہ باوجود بلاؤں کے سامنے کے اطاعت کیلئے گردن جھکا دینا اور انگ مین داخل ہونے کیلئے کھڑا کر دینا ہے وہ یقینی نظریہ ہی ہے جو عاشق بنا دیتا ہے اور منجھکے لئے تیار کر دیتا ہے وہ یقینی نظریہ ہی ہے کہ جس سے انسان خدا کے لئے آرام کا پہلو چھوڑتا اور مخلوق کی تعریف اور تحسین سے لاپرواہ ہو جاتا اور ایک کیلئے تمام دنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے انسان یقینی ہیبت کی وجہ سے مباح چیزوں کو بھی ڈرتا ڈرتا ہی استعمال کرتا ہے اور زبان کو ناگفتنی باتوں سے کھٹکاتا ہے گویا اس کے منہ میں ٹکڑی سے مین اور یقین یا تو دیا ہے یا سے میسر نہ آتا ہے اور یا اس کا تاجہ خدا کا یقینی کلام ہے جو اپنی طاقت و شوکت اور دلکش خاصیت اور عوارق سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے بجز اس صورت کے خدا کی اتنی یقین آسکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر ایسی حالت میں یہ مانا گیا ہے کہ خدا اقلے اس بات پر قادر ہے کہ یقینی کلام کسی بندہ پر نازل فرماوے اور اس کا وعدہ نعمت علیہم اس امکان کو ضروری ٹھہراتا ہے اور نجات بھی یہی کلام الہی پر ہی موقوف ہے جو یقینی ہو اور انسانی فطرت بھی اس کی سیاسی پائی جاتی ہے تو کیوں اور کیا وجہ کہ خدا اس فیض سے امت کو محروم رکھے کیا انسان کی فطرت میں یہ جوش نہیں ڈالا گیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا کرے اور کوئی ایسا ذریعہ اس کو حاصل ہو جس کو وہ سمجھے کہ وہ اپنی تمام پاک صفات کیساتھ خدا تعالیٰ سے موجود ہے مگر کیا وہ ذریعہ صرف آسمان اور زمین کی صنعتیں ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں کیونکہ قیامت درجہ آستان صرف ضرورت خالق محسوس ہوتی ہے نہ کہ وہ خالق و حقیقت موجود بھی ہے اور ضرورت خالق پر دلیل قائم ہوتا اس خالق کی واقعی ہستی پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی اسی لئے انبیاء اور آسمانی نشانوں کی حاجت پڑی کہ وہ دلائل عقلیہ صرف اس حد تک خدا تعالیٰ کی نسبت علم و شہد میں کہ ان مصنوعات پر نظر کر کے جن میں ایک مبلغ اور محکم ترکیب پائی جاتی ہے یہ ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ان کا ایک صلح ہو جائے لیکن یہ دلائل ثابت نہیں کرتیں کہ وہ صانع فی الواقع ہے بھی اور ہے اور ہونا چاہیے میں ایک فرق ہے جس کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح ہدین کہہ سکتے ہیں کہ پہلی کتاب میں اور پہلے معجزات خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک قطعی دلیل ہے کہ ایک اس وقت نہ وہ معجزات دیکھیں ہی طور پر شہادت میں سے ہیں اور نہ اس وقت وہ کلام نازل ہو رہا ہے مانا قرآن شریف معجزہ ہے مگر وہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک ایسا شخص ہو کلاس معجزہ کے جو ظاہر کرے اور وہ وہی ہو گا جو بزرگوار الہامی کلام کے پاک کیا جائے گا اب جبکہ انسانی فطرت اور انسانی کائناتیں اور

انسانی روح شکوک و شبہات کی موت سے مرزا پسند نہیں کرتی اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک کھلے کھلے یقین کی پیاسی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ جس قادر و حکیم نے انسان کو یقین حاصل کرنے کی پیاس لگا دی ہے اس نے پہلے سے اس بات کا انتظام بھی کر لیا ہے کہ انسان یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا انتظام ہے جو یقین تک پہنچاتا ہے سو مجھے چھوڑ دو میں صاف صاف کہہ دوں کہ وہ ظالم ابتداء میں آج تک ایک ہی چیز آیا ہے یعنی خدا کا قول جس کی تائید و تصدیق اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے اور یہ دھوکا مست کھاؤ کہ خدا کا کلام ایک مرتبہ یا چند مرتبہ جگہ ششہ زمانہ میں نازل ہو چکا ہے۔ وہ یقین عطا کرنے کے لئے کافی ہے بار بار کی کیا ضرورت ہے اسی شہیدین آریہ سماج والے گرفتار ہیں کیونکہ انکے نزدیک وہ خدا کا کلام ہے اور وہ ایک دفعہ اس موجودہ دوزخ کے لئے نازل ہو چکا ہے پھر بار بار کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ اور ایسا ہی انکے سب خیالی دھوکا کھاتے ہیں اور اس دھوکے میں عیسائی بھی شریک ہیں جو کہتے ہیں کہ تو میرے تعلیم کے حق کو پورا کر دیا تھا پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ ان تمام توہمات کا جواب یہی ہے کہ خدا کی عرض کتابوں کے نازل کر دینے کا وہ یقین ہے کہ تا اس کی ذات اور صفات اور اس کی بیسیہ اور پائندہ راہوں پر لوگوں کو یقین آجائے اور پھر یقین کی برکت سے وہ اپنے خدا پر پورا ایمان لاویں اور خدای سے پورے طور پر پرہیز کریں اور نیکی کو پورے طور پر حاصل کریں سو جب نبوت کا زمانہ گذر جاتا ہے اور خدا کا کلام قصو کے رنگ میں پڑھا جاتا ہے تب یہ عرض مفقود ہو جاتی ہے اور دلوں میں اس کلام پر یقین نہیں رہتا جیسا کہ تم ہو دو لوگ حال دیکھتے ہو کہ تو میرے لئے ہاتھ میں ہے اور کھوٹ انکے دلوں میں اور کیا تم عیسائیوں میں نہ پاسکتے ہو کہ ایسے لوگ ان میں کتنے ہیں کہ ایک طرف مار کھا کر دوسری طرف بھی پھیر دیتی ہیں اور چاروں طرف سے کیلئے تیار ہیں اور انکو کوئی نظری سے روکتے ہیں اور گوئیہ نہیں لگاتے اور ان کے دل ٹیڑھے اور سکارا ور منہ ویدار ہیں مگر شاؤ واد جس نے نہ انجیل سے بلکہ اپنی فطرت کی ہدایت سے عیسیٰ سے پرہیز کی ہو عرض جس طرح ہر ایک صبح تازہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب مرد زمانہ سے نور ایمان جو یقین ہے کم ہو جاتا ہے تو وہ خدا کی کلام کو پڑھتے تو ہیں مگر وہ پڑھنا کھانے کے پتھر نہیں لیتا جب خدا کا کلام جو ان سے دور ہو جاتا ہے اور ان میں چھوٹا نہیں کوئی نیک اثر اپنے ذرا ال نہیں سکا گو یا وہ کلام کو چھوڑ کر آسمان پر اٹھ جاتا ہے تب ایک جو ہر حال پیدا کیا جاتا ہے جسکو کلام نبوی طرف سے چھوٹتا ہے اور خدا کی کلام کی طاقت اسکو یقین کے کال مرتبہ تک پہنچاتی ہے تب وہ علم جو آسمان پر اٹھ گیا تھا پھر اس کے ذریعہ سے زمین پر

وایں آجاتا ہے اسی طرح وحی یقین خدا کے تازہ کلام سے تازہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور جس شریعت کو خدا
 تعالیٰ منسوخ کر دیتا ہے اس شریعت کی پیروی کرنیوالوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی
 باقی نہیں رہتا جیسا کہ تازہ کلام دائرہ ہوتب وہ کتاب ایک شخص پانی کی طرح ہو جاتی ہے جس کے ساتھ ہتھکچڑ
 اور گند لگیا ہے اور ایسی شریعت سے انسان کو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے ماتھ میں صرف پیچھے رہ جاتا
 ہیں اور آسمان کا تازہ پانی یعنی تازہ کلام الہی ان کے پاس نہیں آتا پس اس سے بچا جاتا ہے کہ خدا نے
 انکو جو چیز دی ہے خلاصہ کلام یہ کہ مرد و نہد ہر ایک کی یہ نشانی ہے کہ تازہ کلام کا نور اس میں پایا نہیں جاتا اور
 وہ لوگ ہمیشہ ہی کلام پر بھروسہ رکھتے ہیں جس کو تازہ الہی کلام تصدیق نہیں کرتا اور تازہ نشان دہی
 کرتے ہیں ان کے دل مردہ رہتے ہیں اور یقین جو گناہوں کو جلا تا ہے ان کے نزدیک نہیں آتا۔ اس تمام بیان
 کا خلاصہ در خلاصہ یہ ہے کہ تازہ کلام الہی خدا کی شریعت کا پیشیابان ہے اور اس کی کو جو گناہوں کے جب
 غرق ہونے لگتی ہے جلد ترکتا اس تک پہنچانے والا ہے گناہ کوئی بھول نہ جائے اسے بار بار کہتا
 ہے کہ کلام الہی سے مراد وہی کلام ہے کہ جو زمانہ کیلئے تازہ طور پر تازہ ہے اور یہی طلحہ خاصیت سے ہم
 اور اس کی ہم نشین و پیروں کے لئے کہ میں کا معنی طور پر خدا کا کلام ہوں اور ایسا ہم طلحہ اس میں اور خدا کے دیکھ
 کلمات میں جو پیچھے نہیں پڑنا چاہئے ہوتے ہیں حیث الوحی کچھ فرق نہیں ہے جیسا کہ دوسری وجہ سے کچھ فرق ہو۔
 لیکن یاد رہے کہ وہ اناس کے لئے شکی وہی الامام ہماری اس بحث سے خارج ہیں جن کے ساتھ نہ تو
 خدا کی نشان اور اسماعیلی متواتر تائیدین ہوتی ہیں کہ اس قول کو فعل کی شہادت سے قوت دین اور نہ خود
 ہم کو ان کی نسبت یقین کامل ہوتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ دہدہا میں رہتا ہے کہ آیا یہ شیطانی ہیں یا رحمانی بھگت
 خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کہ زور و ضعف الاثر ہوں جو ہم پر مشتبہ رہتے ہیں
 کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ در حقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں یا شیطان
 کی تائید شریعت سے اور گمراہ ہے وہ شخص جو اپنے بھروسہ کرتا ہے اور بد بخت ہے وہ شخص جس کا خلعاک ابتلا میں
 ناخوہ ہے کیونکہ شیطان اس سے بانی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکو ہلاک کرے کہ اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ میں کیا
 رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں ہیں سدا اول یہ کہ یہ طاعت
 اور برکت ان کے ساتھ ہی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل بھی ظاہر نہ ہوں وہ طاعت بڑے جوش اور زور سے
 بتاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہم کے دیکھو ایسا پناستہ خیالی ہے کہ اگر کوئی گناہ میں نہ گھڑا کر دیا جاوے یا

ایک بجلی اس پر پڑنے لگے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث انفس ہر بات کی ہر فطنی ہے۔ بلکہ روم اس کی معجوبی ہے کہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے (۲) دوسرے خدا کے الہام میں ایک خارق عادت شگفتہ ہوتی ہے (۳) تیسرے وہ پیر و روادار و قوت سے نازل ہوتا ہے (۴) چوتھے اس میں ایلاٹ ہوتی ہے (۵) اکثر اس میں سلسلہ سوال و جواب پیدا ہو جاتا ہے بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے۔ اور بھی شدہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے خدا کا جواب پانچے وقت بندہ پر ایک غنودگی طاری ہوتی ہے لیکن صرف غنودگی کی حالت میں کوئی کلام زبان پر جاری ہونا وحی الہی کی قطع دلیل نہیں کیونکہ اس طرح شیطانی الہام بھی ہو سکتا ہے (۶) وہ الہام بھی ایسی زبانوں میں بھی ہو جاتا ہے جن کا ہم کو کچھ بھی علم نہیں (۷) خدا کی الہام میں ایک خدا کی کشش ہوتی ہے اول کہ کشش ہم کو عالم فریاد و انقطاع کی طرف کھینچ لیتی ہے اور آخر اس کا اثر بڑھتا بڑھتا یسوع مسیح یا عین پر جا پڑتا ہے تب ایک دنیا اس کی طرف مہینجی جاتی ہے اور بہت سی روحیں اسکے رنگ میں القدر استعداد آجاتی ہیں (۸) سچا الہام غلطیوں سے نجات دیتا اور بطور حکم کے کام کرتا ہے اور قرآن شریف کسی بیان میں مخالفت نہیں ہوتا (۹) سچے الہام کی ٹیگیوں کی صورت پر ہوتی ہے کہ اسکے پہنچنے میں لوگوں کو دھوکا ہو (۱۰) سچا الہام حق کو بڑھاتا اور ضلالت کو تو کمزور کر دیتا ہے اور دنیا سے دل برداشتہ کرنا اور معاصی سے شغف کر دیتا ہے (۱۱) سچا الہام چونکہ خدا کا قول ہے اس لئے وہ اپنی تائید کیلئے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اکثر بزرگ پیشگو یوں پیش منظر ہوتے ہیں جو کچھ لکھی ہیں اور قول اور فعل دونوں کی تائید میں یقین کے دیا جاری ہو جاتے ہیں اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہو کر ملکوتی صفات بن جاتا ہے ۛ

مناخ

(ہند و ہند ہب کے روسے گناہ کے برکات ۛ)

روح کا مختلف انسانی اور حیوانی اجسام میں بطور مناخ کے داخل ہونا پرانے زمانے سے تمام جاہل لوگوں کا اعتقاد رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرانے مصری لوگ بھی اسکے قائل تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ تین ہزار سال کے دور میں روح تمام پیدا کردہ صورتوں میں ہو گزرتی ہے۔ بڑے بڑے فاضلوں نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ مصریوں میں جو بعض حیوان کے مردہ اجسام کو مصالحوں وغیرہ کے ذریعہ سے دیر پائیا جاتا تھا اسکی اصلیت بھی یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاید کسی وقت پھر روح اپنے اصل جسم کی طرف عود کرے۔ یونان میں

فیتا نورث کے نتائج کا مسئلہ جاری کیا اسکا عقیدہ یہ تھا کہ کس طرح جسم سے علیحدہ ہو سکے بعد میں پرور کرتی
رہتی ہیں اور نئی مخلوق اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ نئی اجسام میں جب پہلے پیل ہوا داخل ہوا تو پہلے پیل
کے ساتھ ان روحوں میں سے جو کہ ہوا میں رہتی پھرتی ہوتی ہیں کوئی روح بھی اندر چلی جاتی ہے لیکن
اگر پہلے ہی سانس کے ساتھ کوئی روح داخل ہو جائے تو پھر وہ جسم بچا ہی رہتا ہے وہ یہ مسئلہ آریہ مذہب کے
تنازع کے مسئلہ سے جو سوادی دیا ندر نے بیان کیا ہے ملتا جلتا ہے۔

اگرچہ تنازع کا مسئلہ بہت سارے ملکوں سے جہاں وحی الہی کی روشنی پہنچی ہے بالکل اٹھ گیا ہے لیکن ہندوستان
میں آج اسپرستروں کو گونا گونا گویا ہی کا اعتقاد ہے جیسے کہ جہالت کے زمانہ میں تھا خواہ یہ مسئلہ بتائی کہ ان
نے ہندوستان کی اصلی اقوام سے لیا ہوا انہیں کاسن گھڑت ہوا اس میں شک نہیں کہ ابتدا سے ہی ہندو مذہب
مقدس کتابوں کی بنا پر اسکو تسلیم کیا گیا ہے۔ آریہ سماج کے بانی نے روح کے مختلف اجسام میں جا نیکی جو
حقیقت سیتا تھی پیکاش (ایڈیشن ۱۹۰۷ء) کے صفحہ ۲۶۳-۲۶۴ میں بیان کی ہے وہ اپنی
الغویت میں پیش کردہ سوال کے جواب میں کہ جنم و موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہیں وہ فی صاحب نے لکھا
تنگ شریعہ یعنی جسم دقیق (روح) اور متحول شریعہ یعنی جسم کثیف، مگر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اسکا نام
جسم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونوں کی علیحدگی سے غائب ہو جاتا کہ موت کہتے ہیں۔ سوسا طرح سے ہوتا
ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گزرتی ہے اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی
یا کسی مائع یا ہوائ میں لٹی ہو پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی وغیرہ کے ساتھ مل جاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا
اثر یعنی جتنا جسکو کچھ یاد کہ ہوا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق وہی جگہ اور ویسے ہی جسم میں مل کے
شکم اور میں داخل ہو جاتی ہے پھر جب حیوان یا انسان میں وہ غذا کے ساتھ داخل ہو جاتی ہے اسکے
جسم کے حصہ کشش سے اسکا جسم تبدیل ہے اسی طریقہ سے جو پیشتر مقرر کر رکھا ہے۔ روح نکلنے
کے بعد آفتاب کی کرنوں کے ساتھ اوپر کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ (اوس کی طرح) زمین پر
کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے پھر بوجہ طریقہ مذکور بالا جسم اختیار کرتی ہے۔

روح کے جسم میں داخل ہو سکا یہ مسئلہ فٹا نورث کے لغوی خیال سے بھی کمتر و جبر ہے اور یہ خیال اصل
خلافت عقل اور خلافت تجارب طبعی ہے۔ تمام عقلا جانتے ہیں کہ روح کا تعلق صرف بچہ کی والدہ سے
نہیں ہوتا بلکہ والدہ اور والدہ دونوں سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا افاضہ بچہ کے وجود پر والدین

کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان میں سے ایک کی طرف سے۔ مان اگر پینڈت صاحب یہ کہتے کہ بیچ دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹلی وغیرہ پر گرتی ہے جس کا مرد اور عورت دونوں کھا لیتے ہیں اور پھر دونوں کے میل کے ذریعہ مخلوط ہوجاتی ہے تب بھی کچھ بات تھی اگرچاس جگہ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا روح آدمی آدمی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر دو ٹکڑے ہو چکے بعد اسکا پیڑ کیونکر ہو جاتا ہے یہ وہی کا فلسفہ ہے اور عمارتی کے نہ ہر جگہ کیونکر ایسا مسئلہ قابل غور ہے۔

اصول تنازع جہالت کا نتیجہ ہے اور صفات الہی کے نہ سمجھنے کے سبب غلطی پیدا ہوتی ہے جو لوگ عناصر کو اپنا خدا سمجھیں وہ تو ایسے مسئلہ کے ماننے میں معذور بھی ٹھہرائے جاسکتے ہیں لیکن جب کئی ہم ارسال بعد ایک فلسفہ وراثتیں اور تہذیب پر فخر کرنا والی قوم جس کا دعوے بت پرستی اور عمارتی پرستی چھوڑ دیا اس میں وہ مسئلہ پر بھی رہے تو واقعی جاسے تعجب ہے۔ اور اگر ان کا مسئلہ نہ صرف خدا سے تعالیٰ کی جلالی صفات کا ہی انکار کرتا ہے بلکہ قانون قدرت کے بھی مخالف ٹھہرا ہوا ہے۔ تنازع تب قائم رہ سکتا ہے کہ جب خدا سے تعالیٰ کو اس کے مختار نہ کاموں اور ارادی قدرتوں اور اقداری تصرفات اور ذاتی قوتوں اور ذاتی قوتوں سے الگ سے الگ سے الگ اور بیکار اور عاجز اور اچھا سمجھا جائے اس سے ظاہر ہے کہ اگر ان کا خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کا ضد ٹھہرا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اگر خدا سے تعالیٰ کے تصرفات کو تسلیم کیا جاوے اور مان لیا جاوے کہ اس نے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کر کے اجزائے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ شیت سے تمام چیزوں مادی وغیر مادی کو ایک پرکٹ سلسلہ انتظام میں خود اپنی حکیمانہ مصلحت سے منسلک کیا ہے۔ تو یہی مان لینا کہ جس کا دوسرے لفظوں میں نام قانون قدرت ہے اصول تنازع کی بیج کئی کرتا ہے کیونکہ مسئلہ تنازع نہیں بنا پکھڑا کیا گیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پر مشیر کے ارادہ اور قدرت سے نہیں ہے اور نہ اس کی حکمت اور مصلحت سے بلکہ گنہگاروں کے گناہ نے یہ مختلف صورتیں پیدا کی ہیں جس میں پریشہ کا ذرا دخل نہیں مثلاً گائے جو وہ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدھا جو بوجھ اٹھاتا ہے یا زمین جس پر ہم آباد ہیں یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوئے چراغ اپنی مختلف قوتوں اور خاصیتوں سے انوار و قسائم کے فوائد دنیا کو پہنچاتے ہیں یا گیہوں اور پھل وغیرہ کو لات جن کا ہم کھاتے ہیں یہ

سب مسئلہ تنازع کی رو سے انسانی روح میں بہت چیزوں کے کسی قسم کے شامٹ استعمال سے بطور
 متنازع یا بصورتیں اختیار کر لی ہیں۔ اور یہ سارا مجمع مختلف چیزوں کا جو زمین و آسمان میں نظر آتا ہے یہ
 سب اصول تنازع کے رو سے اتفاقی ہیں جس میں پیشہ کے علاوہ اور قدرت کا سرمد و خلق نہیں اور نہ
 اس کو ان چیزوں کے زیادہ یا کم کرنے میں یا موجود یا معدوم کرنے میں ایک ذرا اختیار ہے۔ اگر انسانی روح میں
 ترکیب الٰہی کی نہ تو میں تو یہ چندین ہزار عالم مخلوقات جو نظر آتا ہے ان میں سے ایک بھی نہ ہو سکتا گیا
 ہر ایک اترام دنیا کا تنازع کا اصل کے رو سے لوگوں کی بہ کاریوں سے ہی میسر آتا ہے اور تمام ذہنی
 نعمتوں کے حاصل ہونے کا اصل موجب بہ کاری ہی ہیں کوئی شخص گناہ کر کے گناہ کے مجرم نہیں بنے
 تو پیشہ کو وہ ملے۔ اور کچھ بہ کاری سے گھوڑی کا جو ملے تو سواری میسر آوے اور کچھ کسی معصیت سے
 گھر سے باہر اونٹ کی جو زمین پر سے تو بار بار رہی کا کام چلے پھر اگر کوئی ایسا بار کام کرے جسکی سزا
 میں اسکو عورت کی جو نڈالا جائے تو آپ لوگوں کو جو روئے فیض ہوا اور اگر کوئی ایک شخص کسی شامت
 گناہ سے مرے تب وہی روح اسکی بیٹا بیٹی بن کر آپ کو صاحب ملے لادنا ملے۔ اس طرح تنازع کے
 اصول کے رو سے تمام سلسلہ خدائی کا گناہوں کی طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور میں نہ آتے تو پیشہ
 تو کچھ چیز ہی نہ تھا اور اسکی قدرتیں اور حکمتیں سب ہیچ اور بر حقیقت نہیں۔ قانون قدرت کا تو یہ قدرتی
 تقاضا ہے کہ تمام اجزائے عالم حکم اس واضح قانون کے روز ازل سے باہم انقباض و اتساع میں یہ نہیں
 کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزاروں قسم کی مخلوقات پیدا ہو گئی ہے اور پیشہ کو کیا ہی ان چیزوں کے
 پیدا کر کے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہو سکتا۔

غرض تنازع کی تعلیم کے مطابق پیشہ صرف نام کا پریشہ ہے جسکو ایک ذرہ پیدا کر کے بھی طاقت نہیں ملتی
 رو جو ہر کسی معنی وجہ کے سبب اسکو تسلط ہو گیا ہے شاید کسی گلے مجرمین اس نے بہت کم کر کے ہوں گے
 جس سے وہ اس حکمرانی کے لائق ٹھہر گیا۔ ایسے پیشہ میں قدرت کا نشان نہیں مختارانہ تصرفات کی قضا
 نہیں۔ قادرانہ کاموں کی ہمت نہیں تتریا نہیں اس کو کچھ فضل ہی نہیں تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اس لائق بھی
 نہیں کہ اسکو کوئی قانون قدرت ہو۔ ان تنازع کے معقدین کو اپنے ہی گناہوں کو آپ شکر گزار ہونا
 چاہیے جنہوں نے انکو گوشت کا دودھ پلایا گھوڑوں پر چڑھایا غرض سب کام بنایا اور سب کچھ کیا کر لیا حقیقت
 میں مسئلہ تنازع نے انکو بہت فائدہ پہنچایا۔ اگر کچھ نقصان پہنچا تو سب ہی کہ ایک تو پیشہ اتنے سے گیا ایک

دوسرا حلال حرام کا کچھ ٹکڑا نہ مڑا۔ اگر پیشہ کا فکر نہیں تو اسکا تو فکر کرنا چاہئے کہ حلال حرام میں گڑبڑ لگایا
یہ خرابی ایک دینا داری قریب کی نظر میں لگتی جسکو ایک ذرہ تنگ و ناموس کا لباس ہو قابل برداشت نہیں
کیونکہ اگر مسئلہ تراشیح صحیح ہو تو اسکے رد سے ممکن ہو کہ کسی شخص کی والدہ یا دختر حقیقی بہن یا ادوی یا نانی یا نیک
ایک کسی عورت کی جو نہین پڑا کر پھر اس شخص کے نکاح میں آجاسے اور دنیا جو ایک ظلمت کا گاہ اور
بے تیزی کی جگہ ہے اس میں کون اگر خبر دیکھتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی ماں یا بہن ہو اس طرح پکارا کوئی
مسئلہ نہ صرف ایسے پیشہ کی عزت پر ہی ہاتھ ڈالنا بلکہ اور بھی اس میں بڑے بڑے ضرر ہو جو بہن کو
بلاشبہ جو شخص اس مسئلہ تراشیح کو رد اور جائز سمجھتا ہے اسکو اسکے بدنتائج بھی رد اور جائز سمجھتا ہے
مگر افسوس جو لوگ دنیا کے پرستار ہیں اور قومی تعصب کی زنجیر میں گرفتار ہیں۔ وہ اپنے عقیدہ کو کسی
ڈھب چھوڑنا ہی نہیں چاہتے۔ قوم کا رعب انکے دلوں پر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی صداغیغ
کیا کر خدا تعالیٰ کے انکے دلوں میں اتنا بھی قدر نہیں جو ایک بوڑھی عورت کو اپنے گھر کی سولی کا ہوتا ہوا

اناجیل میں تاریخی نظر

اگرچہ شریعت ایسے عیسائی ہیں جو اناجیل کے معجزات کو تسلیم نہیں کرتے مگر تاہم ان کا خیال ہے کہ
کسی معجزہ کے وقوع کو انکا کبھی نہ چاہا نہ انجیل میں مستند اور تاریخی سوانح عیسیٰ کی موجود ہیں مگر یہ خیال بالکل غلط
اور بے بنیاد ہے مثلاً پہلی چاروں انجیلوں کے متعلق یہ سمجھا گیا ہے کہ اسکے مصنف کنعان کے باشندے
عیسوع کے شاگرد چند یہودی تھے لیکن دراصل ان کتابوں کے لکھنے والے کسی اور ملک کے لوگ تھے جنہوں نے
مندرجہ ذیل کلمات و قوس کے سالہا بعد مرتب کیا اور یہودی رعایا و یہودی و رومی حکمرانوں کی رسوا
و طرہ عاش کے بیان کی نہیں مگر غلطیان کھائی ہیں یہی تھوڑا سا تذکرہ ہے :-

”یوحنا کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے رسوم اور دستور سے اسکو کچھ علاقہ نہیں بلکہ یہ رسوم
ایسے طرے سے بیان کئے گئے ہیں کہ گویا وہ کسی دوسری قوم بلکہ ایک دوسری دنیا کے رسوم ہیں۔ تو اس
جلیل میں پھر کے ملنے طہارت کے لٹی یہودیوں کے دستور کے موافق کوھرے جاتے ہیں (یوحنا ۶: ۶۷)
ب یوحنا کے شاگردوں اور یہودیوں کے درمیان طہارت کی بابت بحث ہوئی ہے

اب یہودیوں کی عید فخر نزدیک تھی انہوں نے یسوع کی لاش لیکے سٹی پٹرے میں خوشبو بھونکے ساتھ جسطرح سے دفن کرنے میں یہودیوں کا دستور ہے کھنایا، پھر سوا انہوں نے یسوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن کے باعث وہیں رکھا، بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک یہودی اپنی عید فخر کو یہودیوں کی عید فخر کہے اور اپنی قوم کی بحث کو یوں بیان کرے کہ یوحنا کے شاگرد دن اور ایک یہودی میں طہارت کی بابت بحث ہوئی یہ تو بعینہ وہی معاملہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنی عید کو بیان کرے کہ وقت یوں کہے کہ یہ مسلمانوں کی عید کا دن تھا ایک مسلمان عید کو اس طرح پر بیان نہیں کریگا بلکہ وہ تو صرف یہی کہیگا کہ یہ عید کا دن تھا اسی طرح کوئی انگریز قومی تذکرہ کی وقت خارج از قوم کی مانند کلام نہیں کریگا۔ پھر پھیل چہارم میں دوبار مذکور ہے کہ قیافا اس سال کا سردار کاہن تھا، گو یا یہودی کہانت اس بیان کو مطابق اس وقت ایک سالانہ عہدہ تھا حالانکہ یہ سراسر خلاف واقع ہے اور ایک ایسی غلطی ہے جو کسی یہودی سے نہیں بلکہ یقیناً ایک اجنبی سے سرزد ہو سکتی ہے اور یہ تو وہی معاملہ ہے کہ امریکہ کے پرنسپلٹ کو اس سال کا پرنسپلٹ کہا جائے اور اس طرح اسے ایک سالانہ عہدہ قرار دیا جائے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کوئی امریکہ کا آدمی ایسی ناواقفیت کا کلمہ منہ سے نہیں نکالیگا۔

پھر چونکہ پھیل میں لکھا ہے کہ وہ شاگرد جو بطرس کو سردار کاہن کے محل میں لیگیا۔ سردار کاہن کا آشنا تھا کیا ممکن ہے کہ یسوع کے عریب پروردن میں سے ایک شخص قیافا جیسے جلیل القدر عہدہ دار سے دوہمی کے تعلقات رکھتا ہو یہ مبالغہ ایسا ہے جیسا دہلی کا ایک فرد ورجہ میں دربار کے دنوں میں احاطہ دربار کے آس پاس پڑا کھڑا ہوا اور اندر داخل نہ ہو سکے اسکی نسبت بیان کیا جاوے کہ والیس رائے صاحب کی آتشا ہے یوحنا کی پھیل میں جیوان باتوں میں گڑ بڑ پڑی ہوئی ہے جغرافیہ کی سمجھت کا بھی یہی حال ہے بیت عینا کو بردن کے پار کہنا ایسا ہے جیسا کہ ایک لاہور کارہنے والا کہے کہ امرتسر دیانے راوی کے پار کو فلسطین کا باشندہ کبھی ایسی غلطی نہیں کر سکتا تھا بلکہ یہ غلطی ایسی موٹی اور صاف ہے کہ کچھلے نوحین جیل میں غلطی کو محسوس کیا گیا تو بیت عینا کی جگہ بیت بار کیا گیا اور نئے مرجون میں بیت بار بھی موجود ہے (یہ ایمانی عبارت کی اصلاح ہے) لیکن تین پرانے اور مستند نوشتوں میں بیت عینا لکھا ہوا ہے جسہم یقیناً صحیح اور درست اصلی نظر آہے سکتے ہیں۔ پھیل کے نصف کو یہ وشلہم کے نزدیک کے بیت عینا بھی علم تھا اور لغز کے نزد کے جبلت کی جگہ وقوع اس نے یہی قرار دی ہے لیکن اس کا فلسطین کا جغرافیہ ایسا ناقص ہے کہ اور ایک اہل ملک

کی نسبت اسکو اس کی اصلیت و ضرورت کا ایسا کم احساس ہوا ہے کہ جب کبھی اس کے کسی مقام کے نام کی ضرورت پڑی ہے تو اس نے اقتدار سوچنے کی بھی تکلیف نہیں اٹھائی کہ اس نام کو کچھ نہایت ہی عجیب یا نہیں اور جو نام سب سے پہلے اسے یاد پڑا اس مقام کو اسی نام سے موسوم کر دیتا ہے۔

یہ اختلاف صرف یوحنا کی انجیل میں ہی نہیں بلکہ سب انجیلوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسے تیسری بیت لحم اور اسکے سارے سواصل کا ذکر بلا شک اس خیال سے کیا ہے کہ گویا بیت اللحم سمندر کے کنارے پر واقع ہے اس جگہ بیت اللحم کے سواصل کا ذکر ایسا ہے جیسے امرتسر کے سواصل۔ مرقس اس قسم کی غلطیوں میں کسی سوگم نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ یسوع تصور اور صیدا کے سواصل سے روانہ ہوا اور دکا پولس کے سواصل پر ہوا جلیل کے سمندر کے پاس آیا، اور مرقس ۱۴ جن میں دو جغرافیہ کی غلطیاں اور ایک تاریخ غلطی ہے جھوٹی دیکھ لیے۔ تاریخ غلطی کو نظر انداز کر کے ہم دیکھتے ہیں کہ دریائے جلیل صور و میدا اور دکا پولس کے درمیان واقع ہے جس طرح دریائے جلیل کی پینچ پینچ دیکھ کر پولس میں سے نہیں گذر سکتا تھا ایسی ہی ناواقفیت تو قاضیوں میں ہے جو بتا رہے ہیں کہ اسٹن کا پرنس لکھتا ہے کہ سامریہ اور جلیل میں سے ہو کر یر و سلم تک جو سفر یسوع نے کیا اسکے بیان کے مطابق میں تو قاضی غلطیاں لکھتا ہوں اس امر پر دال ہے کہ وہ خود ملک کنعان کی واقف نہ تھا اور پہلی تاریخیں غلط ہیں۔ ”اور یہ یہ بیان ایک ہیرو دین کا شہر کا نام ہے کہ لکھنے والا خود یہودی تھا اور اسل وہ ایک غیر توکم آدمی تھا جو غیر توکم کے واسطے جلیل لکھتا تھا اور جسکے دعویٰ کے قائم کرنے کا موقع اس نے بالکل ہاتھ سے نہیں دیا۔ یہاں تک اس بات کے ثبوت کی کافی شہادت مل گئی ہے کہ انجیل رابع کے مصنف ملک کنعان کے باشندے نہیں تو یہ یونان انجیل کو کچھ کم اور زیادہ اس زمانے کی تاریخی علم کی روشنی میں پکھین تو مبالغہ ہو جائیگا کہ یہ کتابیں یسوع اور اسکے شاگردوں کی زندگی کے عرصہ دراز بعد کبھی لکھی گئیں۔ انکے مصنفوں کا اپنے ہی زمانے کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہونا ایک عجیب حیرت انگیز امر ہے جہاں کہیں ان کی شہادت کا مقابلہ اس زمانہ کی تواریخ و نوشتوں سے کیا جائے اسی جگہ انکے بیانات تاریخ کے بالکل خلاف پڑے ہوتے ہیں اور کسی طرح پران کا تاریخی واقعات سے تطابق نہیں ہو سکتا۔ بہت سی کتابیں مسیح کے سال پیدائش کے متعلق لکھی گئیں لیکن تمام عیسائی علماء صرف اسی بات پر متفق ہیں کہ اس کی پیدائش کا سال وہ نہیں جسے کثیر العدد عیسائی مسیح کا سن ولادت یقین کر بیٹھے ہیں۔ حتیٰ کہ کھتا ہے کہ وہ بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا۔ لوقا لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں قیصر گرتس کی حکومت

حاکم نکاح تھا کہ تمام ملک پٹکس لگایا جاوے اور یہ ٹکس پہلے اس وقت لگایا گیا جب قرنہویں سوریہ کا حال تھا لیکن ہیرودیس نے قبل مسیح میں مرگیا اور قرنہویں صدی عیسوی کے بعد گورنر بنانا بے در سال کا فرق ہے۔ جو متی اور لوقا کے بیان میں پایا جاتا ہے۔ پھر ڈاکٹر اسٹلٹن کا پرنسپل جو سبب ایک پرنسپل عیسائی ہو چکے ایسے امور میں مبالغہ نہیں کر سکتا لکھتا ہے کہ وہ رسم نویسی جس کے سبب یوسف اور مریم نے ناصرت سے بیت اللحم تک سفر اختیار کیا اس کی مطابقت نہ تو شاہی رسوم اور قوانین کے ہوتی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی تاریخ سے یہ مردم شماری محض ٹکس لگانے کی غرض سے تھی اور اس کی بابت کہا گیا ہے کہ اس میں پہنچتی شامل تھی۔ تین دفعہ ٹکس نے عام ٹکس لگایا اکل صوبوں پر نہیں بلکہ تمام رومی باشندہ پر یعنی سن ۲۶۷ قبل از مسیح اور سن ۲۴ بعد از وفات مسیح میں۔ ان میں سے پہلا موقع بہت پہلے ہے اور آخری بہت پیچھے۔ باقی رما دوسرا موقع سوہیرو دیس کی زندگی میں ہو گیا اور جلیل ان مقاصد کے واسطے رومی حکومت کے ماتحت تھے اور نیز ہیرودیس کی وفات کے بعد بھی ہو گیا پندرہ سال شاہی انتظام کے احاطہ سے باہر راجستک اسکا بیٹا آرکیٹس نے میں تخت سے نہ اتار لیا لگلا دہا زین رومی مردم شماری باشندہ کے اپنے اپنے مکانات میں ہوا کرتی تھی پھر یوسف اپنے مکان کو چھوڑ کر کیون گیا اس جگہ پر عیسائی سے معذرت پیش کرتے ہیں کہ یوسف کا پرنسپل مکان کو چھوڑ کر بیت اللحم میں چلے جانا اس وجہ سے تھا کہ تاہم وہی رسم کے مطابق وہ نام لکھوائے لیکن یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر گز مردم شماری کیلئے اپنے ایک ہزار سال پیشہ کی اجراء کے جلسے ولادت کو تلاش کرنا پھرے یا وہاں پہنچ کر چاوسہ راجستک میں لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے شہر کو چلا گیا غرض صرف یہ کہ بیت اللحم میں پہنچا جیسے تھے اور اس کی خاطر تمام باشندہ کو راجستک کے مصنف اپنے اپنے گھر وائے لکھاتے ہیں ورنہ نہ دراصل ایسا کوئی رواج تھا اور نہ کوئی واقعہ ہی ایسا ہوا۔ مگر اس تدبیر سے بھی اصل مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ قانوناً یہ ضروری نہ تھا کہ باشندہ کی جو روکا نام لکھا جائے چھ جگہ لکھتے ہو۔ اگر ہم تاریخ و رول کے نہایت ہی قدیم عالم ماسن مورخ کے فیصلہ کو قبول کر لیں تو وہ رسم نویسی جکا ذکر لوقا نے کیا ہے ناممکن تھی۔ ماسن کہتا ہے کہ کوئی اصل واقعات کا وقت یقین نہیں کر سکتا کہ روہیوں نے ایسی مردم شماری اس وقت کی ہو خواہ غیر سی علمائے یاد جو مذہبی علم کہلاتے ہیں اپنے آپ کو یاد و سر و کوا سبات کے لٹنے کی ترغیب دی ہو یا کہ پہلی تین جہلیں ۱۸۸-۱۵۰) الفرض (۱) کوئی مردم شماری اس وقت نہیں ہوئی۔

(۲۱) روئینوں نے کوئی مردم شماری سپرد و پس کے زمانہ میں انہیں کی کمی نہ کر یہ عرصہ اس وقت رومی حکومت کے ماتحت نہ تھا (۳۱) رومی ہر ایک کے مکان پر جا کر مردم شماری کرتے تھے اور یہ مردم شماری ٹکس کیلئے ہوتی تھی سلتے لوگوں کو تاہم کھواہنگے لئے دور کے شہروں میں جانیکی اجازت دینا گویا اپنے مقصد میں خود تاہم ایسا ہی ڈالنا ہے (۴) اگر یہ انتظام یہودیوں کی رعایت کیواسطے تھا تو مریم کو سا بھیجیائے کی کوئی ضرورت یہوسف کو نہ تھی کیونکہ یہودی صرف مرد کے نام لکھوا یا کرتے تھے اگر قرینوس کے عہد میں مردم شماری ہوتی ہو تو یہودیوں اس سے دس سال پیشتر مرچکا تھا اور بچہ بچہ قتل کرنے کی روایت جو اس کی طرف منسوب کیجاتی ہے غلط ہے ۴

ذنب

گزشتہ تفسیر میں ہم نے اس لفظ کے معنوں پر بحث کرتے ہوئے قرآن شریف میں اس کے استعمال کے متعلق لکھا تھا کہ اس کا تفسیر نہ ذنب اور دوسرے الفاظ کے درمیان جو اس نے گناہ کیلئے استعمال کئے ہیں ایک کھلا امتیاز رکھتا ہے اور اس بار سے میں خصوصاً تین ام قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ جرم اور دوسرے الفاظ مثلاً اثم۔ فسق۔ جناح وغیرہ جو کثرت سے قرآن شریف میں انبیاء علیہم السلام کے مخالفین اور گناہگاروں کے لئے استعمال ہوئے ہیں کبھی کسی نبی کے حق میں استعمال نہیں کئے گئے بلکہ انبیاء پر جب کبھی بولا گیا ہے لفظ ذنب ہی بولا گیا ہے جو نسبتاً قرآن کریم میں کم استعمال ہوا ہے دوسرے ذنب قرآن کریم نے ہر ایک مذنب کے لئے سزا کا وعدہ نہیں دیا۔ سوم یہ کہ لفظ جرم وغیرہ کی قرآن شریف صاف تعریف کر دی ہے کہ انکے ترک کیے کے نتیجہ میں ضرر ہے۔

مصر سے ایک پادری صاحب اپنے عیسائی بھائیوں کی مدد میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ لفظ جرم انبیاء پر اس وقت نہیں بولا گیا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ قطعاً استعمال ہی نہیں کیا گیا۔ کیا خوب نگار پادری صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں کہ شرک کفر۔ اثم۔ جناح۔ فسق انبیاء کے حق میں کیوں نہیں بولے گئے کیا یہ الفاظ بھی بایں ہمیشہ قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوئے۔ اور کیسی یہودی ہے کہ جرم کا لفظ قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوا۔ قرآن شریف جو بار بار لگہ لگہ کو مجرم کہتا ہے تو انبیاء کو مجرم کیوں نہیں کہتا کیا کسی کو مجرم کہنا یا جرم کا مرتکب کہنا دو الگ الگ باتیں ہیں۔ پادریوں کی اس عقل پرچہ میں تو رونا

آتا ہے۔ عربی زبان میں اس لیاقت پر یہ ناز کہ ذنب اور جرم کے معنوں پر بحث کر رہے ہیں اور مصر سے گویا اس دعوے کے کھڑے ہیں کہ ہم طے عربی دان ہیں۔ ابراہار قرآن شریف کی گنہگار نہ کہ مجرم محض رہا ہے مگر قتل کے اندھون کو کون سمجھائے قرآن شریف تو باریا گنہگاروں کو سزا کر دینا دیتا اور انبیاء کے حق میں تعریف کے الفاظ بولتا ہے کیا میں فرق نہیں ہے اسی طرح یہ مصری پادری صاحب کا یہ بیان ہے کہ ذنب کے لئے سزا کا وسیع اس لئے نہیں کہ مذنب کا لفظ ہی قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوا۔ مگر یہ کہتے وقت پادری صاحب کو سمجھ نہ آئی کہ کچھ بھی بہر حال یہ ثابت تو ہو گیا کہ مذنب کے لئے سزا کا وسیع قرآن شریف میں نہیں حالانکہ مجرم وغیرہ کے لئے ہے۔ اگر قرآن کریم کو یہ منظور ہو تا کہ وہ مجرم کی طرح ہر مذنب کو بھی سزا کا وسیع دے تو مذنب کا لفظ لائے گا ہی کیا چیز مانع تھی۔ اور علاوہ ان میں مذنب کا لفظ نہ لاکر بھی اس مطلب کو قرآن شریف پورا کر سکتا تھا جیسا اٹم کے لئے فرمایا و من یکسب اثاقا فاما یکسب علی نفسه کذا کیا ایسا ہی ذنب کے لئے نہ آسکتا تھا مگر قرآن کریم نے یہ کھلا کھلا اور میں فرق رکھ لیا ہے تاکہ جس کو کچھ بھی عقل ہے وہ ٹھوکر سے بچ جاوے۔

بالآخر ہم پھر اپنے پہلے بیان کو مود کرتے ہیں کہ ذنب ایک معنی کا لفظ ہے مجرم کا ذنب جرم ہے۔ اٹیم کا ذنب اٹم ہے فاسق کا ذنب فسق ہے مشرک کا ذنب شرک ہے اور کافر کا ذنب کفر ہے مگر نبی نہ مجرم ہے نہ اٹیم ہے نہ فاسق ہے نہ مشرک ہے نہ کافر ہے اور اس لئے اس کا ذنب بھی نہ جرم ہے نہ فسق ہے نہ اٹیم ہے نہ شرک ہے نہ کفر ہے جیسا ان کے لئے سزا کا وسیع نہیں اس لئے نبی کا ذنب خدا کی ناراضگی کے نیچے نہیں آتا اور اس لئے اس میں گناہ کا شیک مفہوم بھی موجود نہیں پس نبی کا ذنب بسا ہے بشریت کی فطری کمزوری کے اور کچھ نہیں +

ایک عظیم الشان علمی تحقیقات یسوع مسیح ابن کم کی نسبت

ہم تمام علم دوست انسانوں کو بڑے یقین اور وثوق سے ایک کامل تحقیقات کے بعد بشارت دیتے ہیں کہ یہ خیال کہ گویا یسوع مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد جس جسم آسمان پر چڑھ گیا تھا غلط ثابت ہوا

اور یورپ اور امریکہ کے محقق جو ثابت شدہ پھیائون کے سبب کے اور پیاسے ہیں اس خبر کے سننے سے بہت خوش ہوئے کہ آخر یہ لگ گیا کہ تمام معمولی انسانوں کی طرح یسوع مسیح بھی مرکز زمین میں ہی دفن کیا گیا اور آسمان پر چڑھنے کا قدرتی محض انسان نکلا یہ یہ مقام جہاں یسوع مسیح کی قبر ہے خطہ کشمیر ہے یعنی سرنگر محلہ خان یا رہے۔ اس بار میں پرائی کنائین دستیاب ہوئی ہیں جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہیں پورانی کتبہ کے دیکھنے والے بھی شہادت دیتے ہیں کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے۔ علاوہ ازیں سرنگر اور اسکے نواح کے کئی لاکھ آدمی ہر ایک فرقہ کے بالاتفاق گواہی دیتے ہیں کہ صاحب قبر عرصہ انیس سو سال کا ہو رہے کہ ملک شام کی طرف سے اس ملک میں آیا تھا اور اس سرنگر میں ہی دفن ہوا ہے اور شہزادہ نبی کے نام سے شہر کہتا تھا تو مرنے پر قتل کر دیا اور وہ کیا تھا اسلئے جیسا کہ آیا تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا کہ قبر موجود اور ساتھ اسکے استدر تحریر اور تقریر شہادتیں جن کی کئی لاکھ انسان تک لوہے پر بنی ہے بلکہ بقوات یہ ہے کہ انہیں بھی یہی گواہی دیتی ہیں کہ مسیح آسمان پر نہیں چڑھا کیونکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح جو ریونکو ملا اور اپنے مخرج بدن کے زخم دکھلائے اور کھانا کھایا اور گلیل کی طرف انکے ساتھ گیا۔ ایسا ہی مسیح کا اپنے واقعہ کو لوہے کے واقعہ کے ساتھ مشابہت دینا بلاطس کی بیوی کو اسکے بچاؤ کیلئے خواب آنا اور مسیح کا اپنے محفوظ نظر ہنے کیلئے دعا کرنا اور وہ دعا قبول ہو جانا جیسا کہ خط عبرانیان باب ۵۔ آیت ۷ سے ظاہر ہے اور اسکا صلیب پر اپنی اپنی سابقاتی کہنا یہ تمام امور اس بات پر شہادتیں ہیں کہ درحقیقت یسوع مسیح آسمان پر نہیں گیا زمین پر ہی فوت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شہادت بہت دلچسپ اور توجہ کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ قرینہ ہزار طبی پورانی کتاب میں ایک امر ہم لکھی ہوئی ہے جو ہم جیسے اور مریم حارین اور مریم شلیفا کے نام سے مشہور ہے۔ ان کتابوں کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہیں کہ مریم حضرت عیسیٰ کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔

یہ تو زمینی شہادتیں ہیں اور ساتھ ان کے ان دنوں میں آسمان سے بھی ایک گواہی قائم ہوئی ہے کیونکہ عین اس حساب کے روسے جو مسیح موعود کی آمد کے لئے بائبل کے روسے معلوم ہوتا ہے خدا نے اپنے فضل و کرم سے اس زمانہ کی اصلاح کیلئے مسیح موعود کو ظاہر فرمایا ہے یہ مسیح اسی طرح پہلے مسیح ابن مریم کا نام تھا ہے جیسا کہ یوحنا ایلیا کا نام تھا۔ اس کی تصدیق یسوع کی طرف سے

بہت سے نشان ظاہر ہو گئے ہیں جو دوسرے بھی زیادہ ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی وقت میں دو یا تین ظاہر ہو گئیں یعنی ایک طرف مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہونا اور سرنگر گشیہ میں اسکی قبر کا پایا جانا اور دوسرے طرف عین وقت میں وہ وعدہ کا مسیح ظاہر ہونا جسکی آمد کو مسیح ابن مریم نے بوجہ روحانی اتحاد کو اپنی آمد ظہر لیا تھا۔ ہر ایک کو چاہیے کہ جلدی سے انکار نہ کرے اور مسیح موعود کی تحریریں دیکھے جو دلوں کو آرام اور تسلی اور یقین بخشی ہیں اور ہم نے جیسا کہ اس اشتہار میں پہلے مسیح کی قبر کا نقشہ سنگ کی رستہ لگی گیا تھا لکھا ہے اسی طرح ہم نے مناسب جہاں اسکے ساتھ ہی زعفران کی تصویر بھی شائع کر دی جس میں آمد سے مسیح ابن مریم کی آمد ثانی مراد ہے اسی طرح جیسا کہ خدا نے کلام کے موافق یوحنا کی آمد سے ایلیا کی آمد ثانی مراد تھی اور سو وہ بابرکت تصویر یہ ہے جسکے انتظار میں کروڑوں رومیوں اور گزشتین اور خوش قسمت وہ جنہوں نے اس مسیح کو دیکھا اور قبول کیا۔

انجمن اشاعت اسلام قادیان

اُو لوگو کہ ہمیں نور خدا پاؤ گے ﴿ دُکھیں طورتی کا بتایا ہے جس نے

ریویوار الحزن

ہیں

دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۱۲

بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء

جلد اول

فہرست مضامین

۴۹۵ تعطیل جمعہ -

۴۹۹ اعجاز احمدی

۵۰۳ { یسوع کی عصمت
کے متعلق انجیل
کی تقسیم

۴۲۳ طاعون کا شیکا

۴۳۲ مسیح موعود کی تسلیم

۴۴۶ { قرآن شریف اور انجیل
کی تسلیم کا مقابلہ

۴۵۱ { قرآن شریف اور انجیل
کی دعا کا مقابلہ

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار حمید پریس قادیان دارالامان میں باہتمام
شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

قیمت معمولی کاغذ پر عا سالانہ - ولایتی کاغذ پر سٹ سالانہ

ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھایا اور سونے بھجور مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر کی چا
 دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تہمت میں محو ہو جائیگا وہ
 سب طاعون کو بچائے جائیگے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ دنوں
 میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پڑی نہیں کرتا وہ تہمت میں نہ نہیں ہے اس کیلئے
 مت دلیبر جو حکم الہی ہے جسکی وجہ سے ہیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کے لئے جو ہماری گھر کی
 چار دیواریں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں اپنی بیان کر چکا ہوں آج سے
 ایک مدت پہلے وہ خدا جو میں آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف کوئی چیز پر نہیں اس نے
 مجھے روحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیواریں
 میں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور
 انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے ساتھ کسی طور پر متکبر
 اور کرشمہ اور بغاوت اور خود سدا و خود پسند نہ ہو اور علی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو اور اس نے
 مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی انگن طاعون نہیں آئیگی جس سے
 لوگ کتنوں کی طرح مرین اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس عفت
 کے گدوہ کھتے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ نہیں سے
 جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا انکی نسبت کوئی وجہ تھی جو خدا کے علم میں ہوں ان پر طاعون وارد
 ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے انکو دیکھیں کہ نسبتاً ملتے خدا کی حالت اس قوم کے
 ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان کو گوان کو ایسا بچایا ہے جسکی نظیر نہیں اس بات پر بعض
 نادان چونک پڑینگے اور بعض منہیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دینگے اور بعض حیرت میں آئیں گے
 کہ کیا ایسا خدا مروجہ ہے جو بغیر رعایت اسباب کے ہی رحمت نازل کر سکتا ہے اسکا جواب یہی ہے
 کہ ان بلا شبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے خلق رکھنے والے زندہ ہی
 مہلے سے وہ عجب دہراؤ کسی پاک قدرتی عجیب ہیں ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں
 پر گتوں کی طرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں ایسا ہی جب

دُنیا پر کسکا غضبِ توی ہوتا ہے اور کسکا تہر ظالموں پر جوشِ باز لب ہے تو اسی آنکھ اور کس خاص
لوگوں کی حفاظت کرتی ہے اگر ایسا نہ ہوتو اہل حق کا کارخانہ دہم برہم ہو جاتا اور کوئی اونکو
شناخت نہ کر سکتا۔ اُسی قد نین بے انتہا ہیں مگر بقدرِ یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جن کو یقین
اور محبت اور اُسی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور فسادِ عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں انہیں
کے لئے خارقِ عادت قد نین ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کہ اسے مگر خارقِ عادت
قد نون کے دکھانے کا نہیں کیلئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو بہاڑتے
ہیں۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اسکو جانتے ہیں اور اُسی عجائبِ قد نون پر ایمان
رکھتے ہیں بلکہ ایسے لوگ بہت ہیں جن کو ہرگز اللہ خدا پر ایمان نہیں جسکی آواز کو ہر ایک میں سنتی ہے
جسکے آگے کوئی بات آتی ہوئی نہیں۔ اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا
گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جسکے لئے خدا نے دوا نہیں
کی لیکن میں اس بات کو مصیبت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکاکے ذریعہ مشتبہ کو دُن
جس نشان کو وہ ہمارے لئے بیچ صفائی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اسکے سچ نشان اور سچے وعدہ کی
تسکین کرتے کہ ٹیکاکے طرف سے جو کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں تو یگناہ میل فال ملو واخذہ گو
کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان لا یا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہوتو ہر نو مجھے شکر گزار اُس طبیب کا
ہونا چاہئے جس نے یہ نسخہ ٹیکاکا نکالا نہ خدا کا شکر گزار جس نے مجھ کو وعدہ دیا کہ ہر ایک جو اس حایر و وار
کے اندر ہے میں اسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اُس فادِ خدا کے وعدہ کے سچے ہیں اور میں آئینہ واسے
دُنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آپکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا
اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پادیں اور اگر گورنمنٹ کو آئینہ کیسے قدرت
طاعون کو نجات پانیکے لئے ٹیکاکے بہتر کوئی تدبیر لمجاے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی اس
صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے جلا یا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مفاد کے
برضلاف نہیں ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلاؤ عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب میں
میں بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ ہی موجود ہے دیکھو براہین احمدیہ

صفحہ ۵۱۸ صفحہ ۵۱۹۔ پہرا سو اس کے بیڑے زور سے خدا تعالیٰ کی طوف سی پیشگوئی کو کہ نصایر کر کہہ کر
 احاطہ کے اندر غلغلہ لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے سامنے نہ نہیں کرتے بلا اثر طاعون
 سے نجات دیکھا اور نسبتاً رہتا تھا اس سلسلہ پر اسکا خاص فضل بھیگا گو کسی کی ایمانی قوت کے ضعف
 یا نقصان عمل یا جملہ مقدر یا کسی اور وہ جو خدا کے علم میں ہو کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں
 بھی کہیں نہ چلائے سوشاؤنا و حکم معدوم کا رکھتا۔ ہے ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے جیسا کہ
 گورنمنٹ نے خود تجزیہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ ٹیکا طاعون کا لگانا بولے ہنسبت دوسروں کے بہت
 ہی کم مرتبہ ہیں۔ پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیکا کے قدر کو کم نہیں کر سکتی ہی طرح اس نشان تیز
 اگر تھا بلکہ بہت ہی کم درجہ پر قادیان میں طاعون کی وارداتیں ہوں یا شاذ و نادر کے طور پر اس
 میں سے کوئی شخص اس مرض کو گزر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا وہ الفاظ جو خدا کی پاک کلام
 سے ظاہر ہوتے ہیں انکی پابندی کو یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے عقل کے کام نہیں ہے کہ پہلے ہی اس
 قانون پر نہی کرے یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منہج کی باتیں۔ یہ روشنی کی شمع جو خدا کی کی اسکل سے
 یا اسکا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اسکو دور کر سکتا ہے۔ ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اس
 دقت سے پیشگوئی کا قدر کرگی جبکہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام تھا کہ ٹیکا لگانا بولوں کی نسبت یہ
 لوگ عافیت اور صحت میں رہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کردہ
 اصل برابر میں بائیں برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں
 ہوں میرے منجانب اللہ ہر نیکان ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیواری کے اندر
 رہنے والے غلغلہ لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میل تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلہ
 طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا اور وہ سلامتی جو انہیں پائی جائیگی اسکی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں
 ہوگی اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئیگی الا کم اور شاذ و نادر
 کاش اگر یہ لوگ دلوں کے سیدھے ہوئے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے کہیونکہ
 مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دنیا میں عذاب کسی پر نازل نہیں ہوتا اسکا مؤخذہ قیامت
 کو ہوگا۔ دنیا میں محض شرارتوں اور شوخیوں اور کثرت گناہوں کی وجہ سے عذاب آتا ہے اور

یہی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگی مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں جابن اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں اس الہی وعدہ کے مقابل اس لئے انسانی تدبیروں سے پرہیز کرنا لازم ہے تا نشان الہی کو کوئی دشمن دوسری طرف منسوب نہ کرے لیکن اگر گناہگاروں کے خدا تعالیٰ اپنی کلام کے ذریعہ سے خود کوئی تدبیر سمجھا دے یا کوئی دوا بتلا دے تو ایسی تدبیر یا دوا اس نشان میں کچھ خارج نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے ہے جسکی طرف سے وہ نشان ہے کسی کو یہ دم نہ گذرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئیگا کیونکہ پہلے زمانوں میں موتی اور شیوع اور آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلو اور طائی اور صد یا انسانوں کے خون کئے ان کو تلو اور سے ہی قتل کیا جائے اور یہ نبیوں کی بعض سے ایک نشان تھا جسکے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مسجد میں کمال حق ہی انکی تلو اور قتل ہوئے تھے مگر بہت کم اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آتا تھا پس ایسا ہی الزام دناور کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو باعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان الہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔ کیا عظیم الشان نشان نہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہیگا اور وہ سمجھ جائیگا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے امر کیا ہے بلکہ طو نشان الہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھ جائیگی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور انکی یہ ترقی تعجب سے کچھ جائیگی اور مخالف جو ہر ایک موقع پر شکست پائے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں مینے لکھا ہے اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا تعالیٰ اس جماعت اور دوسری جماعتوں میں کچھ فرق نہ کہلایا تو ان کا حق ہوگا کہ میری تکذیب کریں ایک جواہر ہونے تکذیب کی ہے اس میں تو صرف ایک لغت کو خریدنا ہے مثلاً بار بار شوہر یا پاک آہم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف

رجوع کر لیا تو پندرہ مہینہ میں ہنہن مر گیا سوس نے عین جلسہ مبارکہ پر شرمناک آدمیوں کے در پر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک
 اپنی خاموشی اور خوف و اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ اور پیشگوئی کی بنا پر یہی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو دجال کہا تھا ابنداوس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینہ کے
 بعد مر گیا یہ اس لئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فرشتوں میں سے جو شخص نئے عقیدہ کے
 رو سے چھوٹا ہے وہ پہلے مر گیا سو وہ مجاہد سے پہلے مر گیا اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے نوح
 بتلائی ہیں اور پہلے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو
 چھپ ہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو تین سے منبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں اور
 کوئی ایسی پیشگوئی سہری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اسکے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا
 نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرنا کرنا مر ہی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے موہنے سے نکلی ہو
 اسکو نہیں ملیگی جسکی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی گویے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے
 اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کہلی کہلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے
 پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں انکی نظیر اگر گذشتہ مہینوں میں تلاش کی جائے
 تو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور علی انکی مثل نہیں ملیگی اگر میرے مخالف کسی طریق سے مفید کہتے
 تو کہیں سے انکی آنکھیں کھل جاتیں اور میں انکو ایک کثیر انعام دینے کو تیار رہنا اگر وہ دنیا میں کوئی نظیر
 ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکے محض شہادت سے یا حاکم سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری ہوئی ہے
 اسکے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بڑی کھٹکھٹاؤ کر کے اسکی جمع میں ایسی تھیں کہ
 لئے گفتگو کرتے تو انکو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑتا یا جھکا کر لانا پڑتا۔ ہزار ہا پیشگوئیوں کا یہ ہو پورا ہونا
 اور ان کے پورا ہونے پر ہزار ہا گواہ زندہ پائے جائے گا یہ کچھ تھوڑی بات نہیں ہے گویا خدا عزوجل کو
 دکھلا دینا ہے۔ کیا کہنی ما زمین باستانے زمانہ نبوی کے کہیں کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزار ہا پیشگوئیاں
 بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کی طرح پوری ہو گئیں اور ہزار ہا لوگوں نے ان کے پورے
 ہونے پر گواہی دی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ ان باتوں میں جس طرح خدا تعالیٰ تزیین ہو کر ظاہر ہوا

اور صد ہا سو غریبے بندہ پر کھول رہا ہے اس زمانہ کی گذشتہ زمانوں میں بہت ہی کم مثال
 ملے گی۔ لوگ غنقریب دیکھ لینگے کہ اس مادیں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے
 اتر گیا اُس نے بہت مدت تک اپنی زمین چھپائے رکھا اور انکار کیا اوجھ رہا لیکن وہ اب نہیں
 چھپائیگا اور دنیا اُسکی قدرت کے وہ نمونے دیکھے گی کہ سب اُن کے باپ دادوں نے نہیں
 دیکھے تھے۔ اسلئے ہوگا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان زمین کے پیدا کر نیوالے پر لوگوں کا ایمان نہیں
 ہوٹھوں پراسکا ذکر ہے لیکن دل اس پر گئے ہیں اسلئے خدا نے کہا کہ اب میں نیا آسمان بنا
 نئی زمین بناؤں گا۔ اسکا مطلب یہی ہے کہ زمین مر گئی یعنی زمینی لوگوں کے دل سخت ہو گئے
 گویا مر گئے کہونکہ خدا کا چہرہ ان سے چھپ گیا اور گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصور کے ہو گئے
 سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان ؟ اور کیا ہے
 نئی زمین ؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جنکو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے
 ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اسکے بندے
 کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اس نئی تہ کی سے
 دشمنی کی۔ اسکے ہاتھ میں سب قصور کے اور کچھ نہیں اور انکا خدا اسکے اپنے ہی قصورات ہیں
 دل ٹھٹھہ ہیں اور دشمن تھکی ہوئی ہیں اور آنکھوں پر پردہ ہیں۔ دوسری قومیں تو خود حقیقی خدا کو
 کہو بیٹھی ہیں انکا کیا ذکر ہے۔ جنہوں نے انسان کے بچوں کو خدا بنا لیا۔ مسلمانوں کا حال دیکھو
 کہ وہ کس قدر اس سے دور ہو گئے ہیں۔ سچائی کے پتے دشمن ہیں راہ راستہ کے جانی دشمن کی طرح
 مخالف ہیں مثلاً مذہب العلماء نے اسلام کیلئے جو کچھ دعویٰ کیا ہے اور یا انھیں حجازینا اسلام
 لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کا مال لیتی ہے کیا یہ لوگ خبر خواہ اسلام ہیں ؟ کیا
 یہ لوگ صراطِ مستقیم کی حمایت کر رہے ہیں ؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتوں کے
 بچے کھلا گیا اور دوبارہ تازہ کر نیلے لٹو خدا کی عادت کیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مٹی آیا
 ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعویٰ کی قدر قابل قبول ہو سکتے لیکن اب یہ لوگ خدا کے
 الزام کے نیچے ہیں کہ امت کا دعویٰ کر کے جب آسمان و ستارہ نکلا تو سب پہلے منکر ہو گئے

اب وہ اوس خدا کو کیا جواب دیتے تھے جس نے عین وقت پر سچے پہنچا ہے مگر ان کو کچھ پر نہیں
 آفتاب دوپہر کے نزدیک آگیا یہی اُن کے نزدیک ساتم۔ خدا کا چشمہ پھوٹ چلا
 گر کہی وہ بیان میں رو رہے ہیں اُسکے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان
 لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اس کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں اور
 نہ صرف غافل بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ پس یہی جہانِ اسلام اور نزعِ ہلام
 اور یہ اسلام ہے جو ان کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ مگر کیا یہ لوگ اپنی روگردانی سے خدا کے
 سچے ارادہ کو روک دیتے گے جو ابتدا سے تمام نبی اس پر گواہی دیتے آئے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا کی
 یہ پیشگوئی محض یہی ہونے والی ہے کہ کُتِبَ اللّٰهُ لَكَ غُلْبَةٌ اَنَا وَرُسُلِي خدا نے جیسا کہ
 آج سے دس برس پہلے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر رمضان میں خوف کو کیا
 اور یہ اللہ راہِ اور نبی اللیل کو میرے لئے گواہ بنا کر دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے
 نبیوں کی پیشگوئی کے موافق زمین پر ہی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک وہ نشان جسکو تم قرآنِ معجز
 میں پڑھتے ہو وَ اِذَا الْعِشَاءُ سَطَّتْ اور حدیث میں پڑھتے ہو وَلِیْذَکَ الْفَلَاخُ فَلَاشِیْخُ
 عَکِبَہَا جَسَکَیْلَ کِبِیْلَہِ اض حجاز میں یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ میں ریل ہی طیار ہو رہی ہے۔
 دوسرا نشان۔ طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّ مِنْ قَرْیَۃٍ الْاِغْثٰ مَہْلَکُہَا
 قبلِ یَوْمِ الْقِیَمَۃِ وَمَعٰذُہٗ لَیْسَ بِہَا سُوْخٌ دَانِہِ مَا سُوْخٌ دَانِہِ لَیْسَ بِہَا سُوْخٌ دَانِہِ
 تازمین ہی گواہ ہوا اور آسمان ہی۔ سو خدا سے مت لڑو خدا سے لڑنا ہی تو فی ہے۔ اس سے
 پہلے خدا نے جب آدم کو خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتوں نے روکا۔ مگر کیا خدا ان کے قول سے
 مرک گیا۔ اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کر نیکی وقت فرمایا اِذْ دَعَا اٰنَاسْتَجْلَفَ
 فَخَلَقْتُ اٰدَمَ لَمْ یَخْرِیْہِ اِرَادَہُ کیا جو خلیفہ بنائے پس میں اس آدم کو یہ کیا اب بتلاؤ کہ کیا تم
 خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو پس کیوں نظمِ بانوں کا خسرِ خاشاک پیش کرتے ہو اور یقین کی
 راہ اختیار نہیں کرتے۔ امتحان میں نہ پڑو یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی
 نہیں اس قسم کی لڑائی ان تقویٰ کا طریق نہیں البتہ اگر شک ہو تو یہ طریق ہر کسنا ہے کہ جیسا کہ

میں نے خدا سے اہام یا کرا یک گروہ انسانوں کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوشخبری پائی ہے اور اسکو شائع کرو یا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بہلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ ہی اپنے ہم مذہبون کیلئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ پیچھے ہوئی شہنشاہوں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے بلکہ یہ وہ عیسائیوں کیلئے ہی بہت ہی خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے پس اب انکا ہی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلا دین ان تمام فرقوں سے جسکی زیادہ ترقی گئی وہی مقبول ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں اپنی قبولیت بلکہ وہ کہلا دین تا طاعون بھی پھیلے اور انکی سچائی ہی کو مل جائے بالخصوص پاوری صاحبان جو دنیا و آخرت میں مسیح (ع) کی کوئی سچی فرادہ چکے ہیں وہ اگر دل سے ابن مریم کو دنیا و آخرت کا مالک سمجھتے ہیں تو اب عیسائیوں کا حق ہے کہ ان کے کفارہ سے منہ بچنا چاہتے ہیں اس طرح پر گورنمنٹ، عالیہ کو بھی بہت آسانی ہو سکتی ہے کہ برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر پھر صراحتاً نہیں اپنے گروہ کے چہرے کے لئے اور طاعون سے نجات کیلئے یا منظم کریں کہ اپنے اس خدا جیسرہ ایمان رکھتے ہیں یا اپنے کسی اور معبود سے جسکو انہوں نے بجائے خدا سمجھ لیا ہے ان روایت کی شفاعت کریں اور اس کوئی سختہ وعدہ لیکر شہنشاہات کے ذریعہ شائع کر دیں جیسا کہ ہم نے پہلے شہنشاہ شائع کر دیا ہے۔ ہمیں نو مسلم ہر مخلوق کی بہلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور یہ گورنمنٹ کی مدد ہے کہ گورنمنٹ بجز اس کے کیا چاہتی ہے کہ اسکی رعایا طاعون کی بلا سے بچ جائے اور کسی طرح بچ جائے۔ بالآخر یاد رہے کہ ہم اس شہنشاہین اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں پنجاب اور مہاراجپوتان میں پھیلی ہوئی ہے ٹیکا لگو انے سے منع نہیں کرتے جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو انکو ضرور ٹیکا کرنا چاہئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے اور جبکہ اپنی رضامندی پر چہرہ لگایا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پوسے قائم نہیں ہیں جو انکو دی گئی ہے تو ان کو بھی ٹیکا کرنا مناسب ہے تا وہ بڑھ کر شکہادین اور تادہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکا دین اور اگر

مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اسکی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں ملا رہی اور نامردی میں اس کے آستانہ پر چڑا رہے تاجو چاہے سر کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں جو خدا ظاہر ہوگا جس نعمت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اسکی رضا طلبا ہو جائے اور اسکی انصاف قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور یہی قدم اگے رکھو کہ یہ تمہاری حق کا ذریعہ ہے اور اسکی توجہ میں نہ پہنچا لینی کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے جتنی رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بہلائی کیلئے کوشش نہ کرنا رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گواپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد و بخاؤنا قبول کئے جاؤ بہت میں جو ظلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اللہ سے بے پروا نہیں بہت میں جو آپ صاف میں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو ورنہ اسکی رحم کرو انکی تحقیق اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے انکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اپنے بزرگ پر ملاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرنے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پریش نہ کرو اور اپنے مولے کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل بڑاشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے نئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کہ یہ وہ پاک ہے چاہو کہ ہر ایک صبح تمہاری لئے گواہی دے کہ تم تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی نعمتوں سے مت ڈرو کہ وہ وہیوں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں مگر تم خدا کی لعنت کو ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جبر پڑتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیکسی کر جاتی ہے تم ریاکاری کیسا پہلے تین بچا نہیں نکلتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پائال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکا دے سکتے ہو پس تم سید ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری خوشی کو دھوکہ دے گی۔

اور اگر تہا کو کسی پہلو میں تکرر ہے یا رہا ہے یا خود پندی ہر ایک کی تو تم یہی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو یا نہ ہو کہ تم صرف چند بات کو لیکر اپنے نہیں کہو کہ دو کہ جو چھوڑ کر یا نہ کر لیا ہو کہو کہ خدا چاہتا ہو کہ تم ہاری تہی پر پورا پورا انقلاب ہے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے کہ بعد وہ نہیں زندہ کرے گا تم کہیں جلد صلح کرو اور اپنے ہاتھوں کے گناہ بخیر کو نہ کرنا شروع ہے وہ انسان کہ جو اپنے بہائی کے ساتھ صلح پر رضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ نافرمان ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جاتے دو اور سچے ہو کر جو کچھ کیلئے تذل کرنا تم بخشنے جاؤ نفسانیت کی فحش ہو چھوڑ دو کہ جس کو دانت کیلئے تم باؤ کر گئے ہو میں نے کیا ہے بلانسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا یہی بڑھمت شخص ہر جوان باؤ کر لیا نہیں جانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور بیوہ بیان کہیں تم اگرچہ تہو کو کہ آسمان پر تہو خدا رحمتی ہو تو تم باہم ایک ہو جاؤ جیسا ایک پیٹ میں ہو دو بہائی تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہر جو زیادہ اپنی بہائی کے گناہ بخشتا ہو اور بخت ہر وہ جو خدا کو نہا ہے اور نہیں بخشتا سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف ہو کہ وہ تہو دس اور غیر رہے ہر کار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ تنگدست اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خاں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کی بڑھمت نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کٹوں یا جو بیٹیوں یا گدوں کیلئے کرتے ہیں اور دنیا کو آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے ہر ایک ناپاک اٹھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بچ رہے وہ جو اسکے لڑکے ہیں یا گناہ کی نجات دیا جائیگا وہ جو اسکے بیٹے تہو وہ ہنسے گا۔ وہ جو اسکے بیٹے تہو تہو تہا ہے وہ اسکو ملے گا تم سچے دل سے اور پوری صدق سے اور ہر گری کے قدم سے خدا کے دوست بنو تاہم یہی تہا دوست بنجائے تم ہاتھوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بہائوں پر رحم کرنا آسمان پر تمہاری رحم ہو۔ تم سچے اسکے ہو جاؤ۔ تاہم یہی تہا راہ جو خدا کو دنیا پر ارون بلاؤں کی جگہ جو نہیں ایک طالعون ہی ہو تو تم خدا کی صدق کیا نہ پیچھا رہو تاہم یہ بلائیں تم سے دور رکھو کوئی آفت زمین پر نہیں ہوتی جب تک آسمان کی حکمت ہو اور کوئی آفت وہ نہیں ہوتی جب تک آسمان کی رحم نازل ہو تو تہا کی عقلندی اسی میں کہ تم ہر کچھ کو کھڑے نہ لے کو نہیں دوا اور نہ بیسے مانعت نہیں ہر گردان پر ہر سہ کرنے کی مانعت ہے اور آخری ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا اگر کوئی طاقت کہہ کر تو کوکل کا مقام ہر ایک مقام سے ہر کچھ ہے

اور نہ ہارے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو کچھ کو طبع نہ چھو کہ نہاری اسی میں زندگی ہو
جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو
مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے روز جزا میں پر اب کوئی کتاب نہیں مگر
قرآن۔ اور تمام آدمی اور ان کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم کو
کو کہ سچ محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اس کے بغیر کسی نفع کی بڑائی مت دو آسمان
پر تم نجات یافتہ ہلکے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات
ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین کہتا ہے جو خدا کا
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور تمام مخلوق میں درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ
کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے زندہ نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ
رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ رہا اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے یہ دنیا وہاں ہے
کہ اس کے افاضہ شریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے
اس میں موعود کو دنیا میں بوجھا جکا نا اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کیونکہ موعود
کی دنیا ختم ہو جیتا کہ محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جس کا کہ موعود
کیلئے دیا گیا تھا اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّ هٰذَا الَّذِي اَمَّا الْمَسْتَقِيمُ صِرَاطُ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ موعود نے وہ متاع پائی جو کو قرون اولیٰ کہو چکے تھے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نے وہ متاع پائی جو موعود کا سلسلہ کہو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موعود کا مقام و گشتاں پر آؤ
وہ بزرگوار موعود کو موعود سے بزرگوار امین بن مریم سے بزرگوار۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کو گزرتا
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جس کا کہ مسیح ابن مریم موعود کے بعد
چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جس کے مسلمانوں کا وہی حال تھا جس کا کہ
مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو **قین** ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے
کہ تم اپنے نادان بہرہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جاسکے مقابل پر لے غرض کہ اسے کیوں
نہیں بلکہ یوں چاہئے تھا۔ اور اس نے بھی چھتے ہو کر نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دل نما

+ پہلی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق ہی مانتے ہیں کہ موعود بنی آدمی کے سر پر موعود ظاہر ہوا کہ پہلی تاریخ موعود

سے ہی زیادہ ہیں انرا خجلد ایک طلوعوں ہی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے بھی رحبت کرتا ہے اونچے
 دل سے میرا پر و بننا ہے اور میری لطاعت میں مجھ کو اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی جو جان
 آفتون کے دنوں میں میری روح اسکی شفاعت کرگی سوکھے تمام لوگو! جو اپنے تین بڑی
 جماعت شمار کرتے ہو کسان پر تم اسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ **تقویٰ** کی
 راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پیچوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو
 دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پور کر دو اور ایک چھ زکوٰۃ کے لائق بنو وہ زکوٰۃ
 دے اور جب حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو ستار کراد اور بدی کو سیر
 ہرگز ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی
 جڑ **تقویٰ** ہے جس عمل میں بی جڑ منیل نہیں ہوگی وہ عمل ہی منیل نہیں ہوگا حضور پرکھو انور
 سچ و مصیبت سر نہارا امتحان ہی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہو کر سو خیر ارادہ ہوا ہے
 کہ تم کو کہا اور زمین تمہارا کچھ ہی بجلا نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان پختہ تعلق ہے جب تک تم انصاف
 تو اپنے ہاتھوں سے دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری مبنی عزت ساری جاتی ہو تو خدا تمہارا ایک
 لازوال آستان ہو چکا تو اسکو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ و غم جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے
 بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر نہ ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہارا آستان ہے کہ تم کی
 راہ جن ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے ہی تمہاری تعریف کریں تو تم مارین
 کہاؤ اور خوش ہوا اور نگاہیں آستان اور شکر کرو۔ اور زاناکا مہیاں دیکھو اور پیوند مت نور و تم خدا کی
 آخری جماعت ہو سو وہ عمل تک پہنچاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سے
 ہو چکا ہو ایک گندی چیز کی طرح جماعت باہر ہینک دیا جائیگا اور حضرت مرگیا اور خدا کا کچھ نہ بچا
 دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا و حقیقت موجود ہے اگر یہ سب کسی کی مخلوق
 ہے لیکن وہ اس شخص کو جن لینا ہے جو اسکو چاہتا ہے وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس آتا
 جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اسکو ہی عزت دیتا ہے +
 تم اپنے دنوں کو سید کر کے اور زبانوں اور کانہوں اور کانوں کو پاک کر کے اسکی طرف آ جاؤ

کہ وہ تمہیں قبول کرے گا عقیدہ کہ جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑا ہے اب بعد کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر برزخی طور سے محمدیت کی چادر پڑی گئی کیونکہ خدا ہم اپنے بندوں سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی جیج سے جدا پر حج کامل طور پر خود زمین فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پانا ہے وہ ختم نبوت کا غل انداز نہیں حساب کرتے جب آئندہ میں اپنی شکل دیکھوں تو ہم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح و عود میں چال دی ہے یہی عکس دہرے کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح و عود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں۔ اور ہمیں رنگی نہیں لانی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کتبہ سر بندر محل غازیہ میں اسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اسکی مرعانی کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہوں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرئی کے متعلق جو آیتیں ہیں کہ وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اسکی مرعانی کہا ہیں و کہ ہمیں کیا کہ وہ نبی فوت ہو گیا ہے۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر اسے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی۔ ہمیں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْہِیْ لَنْتَ اَنْتَ الشَّقِیْبُ عَلَیْکُمْ سُوٰی آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عبدیہ ان کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْہِیْ کے معنی ہیں کہ جس جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو یا خدا نے اسکو تہذیب کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد کرو کہ سچ پر موتیں سچ علیحدہ تیز پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تقلید قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو یا یہی زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی خبر ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی دانتوں کو خدا کی کلام میں مقدم کرتے ہو

خدا تو حضرت عیسیٰ کو کھڑا کر دیا اور اسکی قبر میں اسکی مرعانی کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنی ہوں تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرئی کے متعلق جو آیتیں ہیں کہ وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اسکی مرعانی کہا ہیں و کہ ہمیں کیا کہ وہ نبی فوت ہو گیا ہے۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر اسے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی۔ ہمیں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْہِیْ لَنْتَ اَنْتَ الشَّقِیْبُ عَلَیْکُمْ سُوٰی آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عبدیہ ان کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْہِیْ کے معنی ہیں کہ جس جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو یا خدا نے اسکو تہذیب کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد کرو کہ سچ پر موتیں سچ علیحدہ تیز پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تقلید قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو یا یہی زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی خبر ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی دانتوں کو خدا کی کلام میں مقدم کرتے ہو

اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ دنیا میں آجیوے تو اس صورت میں یہ جواب عیسیٰ کا کھڑا نہ ہو کہ مجھے عیسائیوں کے بگڑنے کی خبر نہیں جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا۔

ان سب باتوں کے بعد یہ میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ جتنے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے ملوثی تم سے معاملہ کر گیا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک شہر ہے اور حکومت کہاؤ۔

خدا کی نافرمانی ایک ہی موت ہے اس کی کو جو عا کرتا نہیں ہے جو شخص عا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قائل نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں ہی نہیں ہے جو شخص چوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا رہے اور آخرت کی طرف آنکھ نہ ہٹا کر ہی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نص و حقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بد علی سے یعنی شراب و قمار بازی سے بد نظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز نقص و توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص چھگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

جو شخص دین میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور و عہد و زمین جو خلاف قرآن و حدیث ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد و خدمت کو لا پرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اور اپنے خیر سے ہی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور و ذرا کا گنہ بخشے اور کہیں پرور آئی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد و عورت جو میری یا بیوی خاوند و منجبت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اس عہد کو جس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص

اسو معروض میں میری اطاعت کرنیکے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں کو نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ان میں مان ملتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مکرشی۔ غاصب ظالم و رونا و فغاو جیسا اور ان کا کشمیں اور اپنے بہائیوں اور بھتیوں تہمتیں لگانا والا جو اپنے افعال شنیعہ سے تو نہیں کرتا اور شراب مجلسوں کو نہیں چڑھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب ہرین ہیں تمام نہ ہر دن کو کہا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو بچ و بچ طبیعت کہتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اُس پر کشتہ کر دے کہ نہیں پاسکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت ہو کہ میں جو دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا و فاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائینگے ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔

اسحق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا انکی حمایت میں کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص ہی اسحق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بد باطن اور شریر نفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہو گا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کہی الیہ اتفاق نہ ہوا کہ اسے نیکوں کو تباہ اور ہلاک نہ کرے فنا ہو کر دیا ہو بلکہ وہ اُنکے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائیگا وہ خدا نہانت و فادار خدا ہے اور فاداروں کے لئے اسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہی ہو کہ لکھا جائے اور لکھیں اُمید و انت چیتا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سر اوکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں اوکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طبع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اسلئے ایمان لائے ہیں کہ کوشتا خست کیا۔ تمام دنیا کا دوسری خدا ہے جس نے میرے پردھی نازل کی جس نے میرے لہو زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھ اس نادی کے بیٹے مسیح موعود کو کر کے بھیجا اسکے سوا کوئی خدا نہیں ذآسمان میں نہ زمین میں

کہ وہ تمہیں سلیب کر بیگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں سچائی لگا۔ میں کیا کروں اور کس
 خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس وقت سے میں بازاروں میں منادی کروں
 تمہارا یہ خدا ہے تاکہ لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا کہ تمہیں کپیلے لوگوں کے کپیلے
 اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوٹے ہوئے ہو گے
 اور خدا انعام تمہارے لیے جگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھ لے گا اور
 اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قوتیں ہیں۔
 اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آئے گا کہ تم دنیا کے لئے سخت ٹھکریں ہو جاؤ گے ایک شخص جمع ایک
 خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روزا ہے اور چرخین مازنا ہے
 اور ہلاک ہوئے سمجھتا ہے پہر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے
 وقت کام آئیگا لہئے تو تم دنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی
 قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے
 اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو کلی اسباب پر گر گئی ہیں اور عیسے
 ساپٹھی کہاں ہے انہوں نے مسیحی اسباب کی مٹی کہاں۔ اور عیسے کی دہر گئے مہر دار کہلتے ہیں انہوں
 نے مردار پر ذات مارے وہ خدا سے بہت دور جا چلے انسانوں کی پریش کی اور خضر کہا یا او
 شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے
 وہ مر گئے اور کسمانی مروج انہیں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھوڑے کو بونہر پرواز کر جاتا ہے
 ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضا کاٹ ڈکڑہیں پس تم اس جذام
 سے ڈرو میں تمہیں حلاوت الہیہ عانت اسباب سے منع نہیں کرنا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم
 غیر قوموں کی طرح نہ اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی دی ہنسکتا ہے
 اگر تمہیں آگے ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور جس طرح جو تم نہ ہاتھ لگا کر سکتے ہو
 اور نہ آگے ہاتھ لگا کر سکتے ہو مگر اس کے اذن سے۔ ایک مردہ اپہ مرضی کر گیا مگر کاش اگر وہ مرنے لگا تو اس
 ہنسی سے آگے نہیں بہتر تھا۔ خبردار !!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی پس مت کرو کہ انہوں نے دنیا کے

منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے اکوہم ہی انہیں کے قدم چلین سنواؤ سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے اسکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجزان اسلئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے ہیں تمہیں دنیا کے کسب اور حُرمت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ کر کہا ہے چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگئے کا سلسلہ جاری رہے لیکن صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مح پر عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان اسی اُترتی ہے تم رہتے ہو وقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جو خدا کو ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل سے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا اور واہ بندہ کرو اور خدا کے آستانہ پر گرہو کہ ہمیں یہ شکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرماتے روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور جیسے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے کبھی علاقہ نہ توڑ چکے ہیں اور ہمیں اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگئے کیلئے وہ مومنہ سے انشاء اللہ ہی نہیں نکالے آگے یہ دمت بجاؤ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدبیر کا شہسیر ہے اگر تہہ گریز جائے تو کیا کرنا اپنی چہیت پر قائم ہو سکتی ہیں نہیں بلکہ یک دفعہ گریزگی اور اُٹھال ہے کہ ان سے کسی خون ہی چھوٹیں۔ اسی طرح تمہاری تہا پر بغیر خدا کی مدد کو قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت ہو رو گے۔ یہیت خیال کرو کہ ہر دوسری قومیں کیونکہ کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی ہی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کہی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خوشنمہ ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے کھلے ہوئے جاتے ہیں اور دین کے رومے وہ نرا مفسل اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرنا اور مادی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کہی اس رنگ میں ہی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے

ہی نامراد کہا جاتا ہو مگر موزن الذرا آٹھان ایسا خضر کا کہ نہیں جس کا کہ پہلا کہ نہ کہ پہلی آٹھان الا زیادہ مغرور ہوتا
 ہے ہر حال یہ دونوں فریق مضبوط علیہ ہیں سچی خوشحالی کا حشر ہے خدا ہے پس جب کہ اس حقیقت کو
 خدا سے ہر لوگ مجبور بن گیا ہوا ہیں اور اس سے موندہ ہر سیدہ ہیں تو سچی خوشحالی کا کیا کیا نہیں
 ہو سکتی ہے مبارک ہو اس انسان کو جو اس از کو چھوئے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو
 نہیں سمجھا ہی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی سروری مت کرو اور انکو عزت کی نگہ
 سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیان میں ہیں سچا فلسفہ یہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں کہلا یا
 ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس نبوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو نہ لے سچے
 علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈنا۔ نادانی کی راہ میں کیوں اختیار کرنے ہو کیا تم خدا کو وہ
 باتیں کہلا ڈال گے جو اسے معلوم نہیں۔ کیا تم ان اصول کے پیچھے دوڑے ہو کہ وہ تمہیں راہ
 دکھلا دیں۔ لے نہ ڈالو! وہ جو خود اندا ہے وہ تمہیں کیلاہ دکھائیگا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس
 سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک
 پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے پاؤ گے تب
 سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو ناز کی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے
 وہ جو خود مراد خواہ ہے وہ کہان سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ وہ جو خود اندا ہے وہ کیوں نہ
 تمہیں دکھلائیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمین کو گنہگار ڈھونڈ رہے ہو
 جنکی روچیں آسمان کی طرف جانی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں جنکو خود کو سلی نہیں کہ کیوں کہ تمہیں سچی
 دی سکتے ہیں مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اسکے سب
 کچھ نہیں بلکہ خیال سے کہ رو خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس
 اب آتہ نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی آتہ چکا۔ اور میں تمہیں سچ کہنا ہوں کہ ہر ایک
 دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے آتہ نیکیا کہی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے
 دروازے کھول دو تا وہ انہیں داخل ہو تم اس کتاب کے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو جب کہ اس
 شعلہ کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان! ہٹو اور اس کھڑکی کو کھولو کہ

یہ قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ پتھریں کی جان ہے جس دین میں وحی الہی کا سلسلہ
 جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہیں۔ صندھ

تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا جبکہ خدا نے دنیا کے فیوض کی راہیں اس
 زمانہ میں نہیں بندیں کہیں ملک نہ زیادہ کہیں نہ کوکبا غمناک لظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی آہیں
 جنگی اسوقت نہیں بہت ضرورت تھی وہ تمہارے بند کردی ہیں ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے
 وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی فطرت کے موافق جو سورہ فاطمہ کی سکھلائی گئی
 گذشتہ تمام نعمتوں کا نمونہ دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے
 ہو اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔ اس دودھ کے لقمہ تم کو کچھ کیلچہ رزنا شروع
 کرو کہ دودھ پستان سے خود بخود آتا رہیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب و کھلاؤ
 تاملی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ
 پر ان کیلئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کی نیت ہو اس اتہار گڑھے میں پڑتے ہیں وہ
 اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ میں آگ منظور ہے ہم ہیں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے
 پہرہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہشت ہوی ہی ہے جو خدا نے
 فرمایا **وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ عَلَا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا** الخ یعنی اسے برواؤ
 اسے نیکو تو میں سے کوئی بی نہیں جو جہنم کی آگ پر گزرنے کے مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ
 میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائینگے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ
 آگ اسے کہا جائیگی پس مبارک ہو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرنے میں اور جنت
 وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہی ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے
 لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کو شش کرو جو ایک لفظ یا ایک
 شے قرآن شریف کا بھی تمہارے ذہن نہ دے تا تم اسی کے لئے کڑے سجاؤ کہو کہ ایک بارہ بدی کا
 یہی قابل یادش ہے وقت تھوڑا ہے اور کارنامہ یہ اتنے قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچھ پیش
 کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو یا نہ ہو کہ کچھ جائے اور زبان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور
 کہوں متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو کبھی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی

ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جسکو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت انہیں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کمزور پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین ہو لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بہر دیا تھا۔ پس کجا وہ کمزور اور کجا بیچلی عظیم جس کا قرآن شریف میں یہی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر ضروری یا معنوی اس مرض نہ ہو قرآن نکلونیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بہاگو۔ مجز قرآن کر کتاب ہے اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا کہلائی اور یہ میثاق کہ اٰھٰی نَا الْخٰصِرَ طَا اَلْمُسْتَعِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ عَرَبِیّۃً عَمِیْمَۃً ہمیں اپنی ان نعمتوں کی راہ کہلا جو پہلون کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی بہتین بلند کرو اور قرآن کی دعوت کو ردمت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلون کو دی تھیں۔ کیا اوس نے بنی اسرائیل کا ملک و بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہیں عطا نہیں کیا جو آج تک تمہاری قبضہ میں ہے پس اسے مست اعتقادو اور کمزور بنو کیا تمہیں خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جہانی طور پر بنی اسرائیل کو تمام املاک کا تمہیں قائم مقام کر دیا۔ مگر روحانی طور پر تمہیں قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض سانی کا ارادہ ہے خدا نے اُنکے روحانی جہانی متاع و مال کا تمہیں وارث بنا دیا مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا جیسا کہ قیامت آجاءو سے خدا تمہیں نعمت مرحی اور اہل اہام اور کمال اور مخاطبات آتہ سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا وہ تم پر وہ سب نعمتیں پوری کرے گا جو پہلون کو دی گئیں لیکن جو شخص گناہی کی راہ سے خدا پر جھوٹا باندھے گا اور کہے گا کہ خدا کی وحی میری پر نازل ہوئی حالانکہ نہیں نازل ہوئی اور یا کہے گا کہ مجھے شرف مسمکت اور مخاطبات الہیہ کا نصیب ہوا حالانکہ نہیں نصیب ہوا تو میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ کہہ کر کہتا ہوں کہ وہ ملاک کیا جاسکا کیونکہ اوس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندھا اور غیب کیا اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی سو تم اس مقام میں ڈر لعنت جو ان لوگوں پر جو جھوٹی

خواب میں بناتے ہیں اور جو بڑے مکالمات اور مخاطبات کا دعویٰ کرتے ہیں گویا وہ دل میں خیال کرتے ہیں کہ خدا نہیں پر خدا کا عقاب انکو سخت پکڑے گا اور ان کا بڑا دن اُن سے مل نہیں سکتا سو تم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبت ذاتیہ الہیہ میں ترقی کرو اور اپنا کام بھی سمجھو جتنا کہ نہ کی ہے پھر خدا تم میں سے جسکی نسبت چاہیگا اسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشفق کریگا تمہیں اپنی تمنا بھی نہیں چاہئے تا لفظانی تمنا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کوئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں پس تم خدمت اور عبادت میں لگو رہو تمہارے تمام کوشش اس میں مصروف ہونی چاہئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو سجات کے لائق الہام نمائی کیلئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جنہیں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بچو پرہیز کرو کہ شرک سر شیعہ سجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بد نظری اور جھوٹ کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھو اور بچو اسکے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھو نہ بد نظری سے اور نہ بد نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہئے کہ نامحرم کے مقابلہ کی وقت نیری آنکھ خواہیدہ رہے نتیجے اسکی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو مگر اسی قدر صبر کیا کہ ایک دہندلی نظر سے ابتدا نزل الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیکو کہ مت ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ نتیجہ خدا کی راہ نہیں ملیگی اور خدا تمہارے ہمکلام نہیں ہوگا اور نہ لمپیڈیوں کی پاک کر گیا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی حجاب دہی تم اس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنی بہائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ صرف اپنی غصہ کو تمام بلکہ تواضو بالمعصمہ پر عمل ہی کرو ورنہ سون کو ہی کہتا رہے کہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بہانوں کو وصیت ہی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ مجھ ورنہ کے اپنی بیوی کی ہر بات اپنا پاک پر صبر کرو اور طلاق مت دے بلکہ وہ کہتا ہے الطیبات الطیبین قرآن کا یہ منشا ہے کہ

ہا پاک پاک کے ساتھ رہیں سنا لیں اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرنی مگر شہوت کی نظر سے
غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور ان سے بھل گئے موتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صاف ہو چکے
ہیں گواہی بخیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہوا دیکھ کر اویس مدہ ہے اور جس پاک خدا
پر تو ایمان رکھتا ہے اس سے وہ بیزار ہے لہذا اگر وہ باز نہ آوے تو تو اسے طلاق دیکھتا ہے
کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی پس تیرے لہجہ اب
جائز نہیں ہے کہ تو دیوثی سے اس کو ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک
گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو ہی گندہ کر دے
اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کہا بلکہ یہود و نصاریٰ
سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی
ذریعہ شہوت کو ضائع نہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس سے اس کی حکمت تلف ہوتی ہے طبعی امر ہے
کہ جب کوئی انسان ایک تائب و فیلزمین گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت
ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جبکہ ظالم
کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جہاں سیئۃ سیئۃ مثلاً فمن عفا واصلح فاجب علی اللہ
یعنی بدی کا بدلہ اس قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس
عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے رخصتی ہے اور اسے اس کا
بدلہ دیکھا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جبکہ انتقام محمد و پی اور نہ ہر ایک جبکہ عفو قابل تعریف
ہے بلکہ محل ساسی کرنی چاہئے اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بہا بندی و محمل و مصلحت ہو
نہ مبنی کی کے رنگ میں ہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے
و دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہے کہ انسانی رنگ میں تیرا کوئی ہی دشمن نہ ہو تو تیری
ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن
ہے وہی تیرا دشمن ہو گا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ کر کہہ اور چاہئے کہ تو ان کو
اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں اور اس باری میں

فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي الرُّسُلَ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَقُلْتُمْ لَوْ اَنَّ الْقُرْآنَ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لَآتٰهُ بِالسَّمِّ وَالْحَمَةِ
 کیا چاہتا ہے بس یہی تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو پھر اس ہو کر یہ ہے
 کلام سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق
 خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم مجھے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے
 پیش آتی ہیں کیونکہ احسان میں ایک خود نمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنا الاکہی
 اپنے احسان کو جھٹلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ان کی طرح طبعی جو شس سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی
 خود نمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جو شس ہے جو ان کی طبعی ہوا اور یہ آیت
 نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتوں کو
 یا کو کے اسکی فرمان برداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا
 کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے اور خدا سے ایثار و ذی القربے یہ ہے کہ اسکی عبادت نہ تو بہت کے
 طبع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہت ہو اور نہ دوزخ ہے
 تب بھی جو شس محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تمہارے
 احبت کریں ان کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔
 تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گہر ہے فتوے پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہئے
 پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنا الا قابل رحم ہے اور آسمان میں آ لعنت
 نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو لیکن اگر تمہارا کائنات اسکو معذور نہیں ٹھہراتا
 اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہو تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو
 جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اسکو لعنت سے آزاد نہیں
 کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بظن بیان ہو رہی ہیں اور بہتیری لعنتیں
 اپنے ہی پر پڑتی ہیں سبہل کہ قدم بکھو اور خوب پرتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو
 کیونکہ تم اندھے ہو یا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم آخر
 خدا کو ناراض کرو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔

ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھانا کیلئے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر چھپاؤ جیکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہاری نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھانا کہ یہی کرو جیکہ تم دیکھو کہ دکھانا نے میں عام لوگوں کی پہچانی ہے مانتہین دو بدلے ملین اور ناکم دور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرات نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا۔ مدثر اور علانیہ یعنی پوشیدہ ہی خیرات کرو اور دکھلاؤ دکھلا کر ہی ان احکام کی حکمت اوس خود فراموش ہے جبکہ مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے ہی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوتاہی میں جا۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگوں کے روبرو اور اپنے بہائیوں کے مجمع کے سامنے ہی کہی کہی طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی عام منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تادوسرے لوگ بھی دعا میں رغبت کریں۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اسے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے ہماری روزانہ روتی آج ہمیں بخش۔ اور جس طرح ہم اپنے فرضداروں کو بخشے ہیں تو اپنے فرض کو ہمیں بخش دے اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بُرائی سے بچاؤ کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ زمین پر زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر ہی خدا کی تقدیس پہنچ رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے فلا من شی الا سیئۃ بمعنی۔ لیسے اللہ مافی السموات و مافی الارض یعنی ذلہ و زمین کا اور آسمان کا خدا کی تعبد اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچھ انہیں ہے وہ تحمید اور تقدیس میں مشغول ہے پہاڑ اور کوہ و دریاں مشغول ہیں دریا اور آسمان کے ذکر میں مشغول ہیں درخت آسمان کے ذکر میں مشغول ہیں اور بہت سی چیزیں

اسکے ذکر میں شمول نہیں اور جو شخص دل اور زبان کے ساتھ اسکے ذکر میں شمول نہیں اور خدا کے آگے فروغی نہیں کرتا اس سے طرح طرح کے تشکیکوں اور عداوتوں سے قضا و قدر الہی فروغی کر رہی ہے اور کچھ فرشتوں کے بارے میں خدا کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ نہایت درجہ طاعت کر رہے ہیں یہی تعریف زمین کے پات پات اور ذرہ ذرہ کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہر ایک چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے ایک پتہ بھی ہے اس کے ام کے گرنے میں سکنا اور جو اس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دی سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے اور ہر ایک چیز غایت درجہ کی تبدل اور عبودیت سے خدا کے آئینہ پر گری ہوئی ہے اور اس کی فرمانبرداری میں متغیر ہے پہاڑوں اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤں اور سمندر و روں کا قطرہ قطرہ اور درختوں اور پودوں کا پات پات اور ہر ایک جزا کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرات خدا کو پہچانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی تحمید و تقدیس میں شمول ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا بسم اللہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی جیسے آسمان پر ہر ایک چیز خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر ہر ایک چیز اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے پس کیا زمین پر خدا کی تحمید و تقدیس نہیں ہوتی ایسا کلمہ ایک کامل عارف کے مہر سے نہیں نکل سکتا بلکہ زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضا و قدر کے احکام کے تابع ہے اور کوئی دونوں کی اطاعت میں کمر بستہ ہے کیا بادل کیا ہوا کیا آگ کیا زمین سب خدا کی اطاعت اور تقدیس میں محو ہیں اگر کوئی انسان الہی شریعت کے احکام کا کسرش ہے تو انہی قضا و قدر کے حکم کا تابع ہے۔ ان دونوں حکومتوں سے باہر کوئی نہیں کسی کسی آسمانی حکومت کا جواہر ایک گدون پر ہے۔ ان البتہ انسانی دلوں کی صلاح اور فساد کے لحاظ سے غفلت اور ذکر الہی نوبت بہ نوبت زمین پر اپنا علیہ کرتے ہیں مگر بغیر خدا کی حکمت اور مصلحت کے یہ تدبیر خود بخود نہیں خدا نے چاہا کہ زمین میں ایسا ہوسو ہو گیا سو ہواشت اور غفلت کا دور ہی دن رات کے دور کی طرح خدا کے قانون اور اذن کے موافق چل رہا ہے نہ خود بخود باوجود اس کے ہر ایک چیز اس کی آواز سنتی ہے اور اس کی پاکی یاد کرتی ہے مگر انہیں کتنی ہے کہ زمین خدا کی تقدیس محالی

ہے ؟ اسکا سبب اس انجیلی دعا کے اگلے فقرہ میں بطور اشارہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اہی اوسین خدا کی بادشاہت نہیں آئی اسلئے حکومت نہ ہوئی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے خدا کی مرضی ایسے طور سے زمین پر نافذ نہیں ہوئی جیسا کہ آسمان پر نافذ ہے مگر قرآن کی تعلیم سراسر اس کے برخلاف ہے وہ تو صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ کوئی جو خونی - زانی - کافر فاسق - سرکش - جہاں کسی قسم کی بدی زمین پر نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر سے اُسکو اختیار نہ دیا جائے پس کیونکہ کہا جائے کہ آسمانی بادشاہت زمین پر نہیں کیا کوئی مخالف قبضہ زمین پر خدا کو احکام کے جاری ہونے سے مزاحم ہے سبحان اللہ اگر زمین پر خدا نے خود آسمان پر فرشتوں کے لئے حیا قانون بنایا اور زمین پر ان قانون کے لئے حیا اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت میں فرشتوں کوئی اختیار نہیں دیا بلکہ ان کی فطرت میں ہی اطاعت کا مادہ رکھ دیا ہے وہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے اور سہو و نسیان ان پر وارد نہیں ہو سکتا لیکن انسانی فطرت کو قبول عدم قبول کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ اختیار اور سے دیا گیا ہے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ فاسق انسان کے وجود سے خدا کی بادشاہت زمین سے جاتی رہی بلکہ ہر رنگ میں خدا کی ہی بادشاہت ہے ان صرف قانون دو ہیں - ایک آسمانی فرشتوں کے لئے فضا و قدر کا قانون ہے کہ وہ بدی کر ہی نہیں سکتے اور ایک زمین پر ان قانون کیلئے خدا کے فضا و قدر کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ آسمان سے جن کو بدی کرنیکا اختیار دیا گیا ہے مگر جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں تو روح القدس کی تاثیر سے انکی کمزوری دور ہو سکتی ہے اور وہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہیں جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہیں اور اگر ایسے لوگ ہیں کہ گناہ کا ہو چکے ہیں تو استغفار ان کو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتائج سے یعنی عذاب سے بچانے جاتے ہیں کیونکہ نور کے آنے سے ظلمت باقی نہیں رہ سکتی - اور جہاں ہمیشہ جو استغفار نہیں کرتے یعنی خدا سے طاقت نہیں مانگتے وہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہیں - دیکھو انجیل طاعون بھی بطور سزا کے زمین پر اتاری ہے اور خدا کے سرکش اوس سے ہلاک ہوئے

جانتے ہیں کہ کیونکر کہا جائے کہ خدا کی بادشاہت میں پرہیزگار یہ خیال مت کرو کہ اگر زمین پر خدا کی بادشاہت ہے تو پھر لوگوں سے جرائم کیوں ملھو میں آتے ہیں کیونکر جرم بھی خدا کے قانون قصداً و قدر کے نیچے ہیں سو اگرچہ وہ لوگ قانون شریعت سے باہر جا رہے ہیں مگر قانون کیونکر یعنی قصداً و قدر سے وہ باہر نہیں ہو سکتے پس کیونکر کہا جائے کہ جرائم پیشہ لوگ الہی سلطنت کا جوا اپنے گردن پر نہیں رکھتے دیکھو اس ملک بڑیش انڈیا میں چوریان بھی ہوتی ہیں خون بھی ہوتے ہیں زنا کار اور خائن اور قتلشی وغیرہ ہر ایک قسم کے جرائم پیشہ بھی پائے جاتے ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس ملک میں سرکار لائبریری کا راج نہیں۔ کیونکہ راج تو ہے مگر گورنمنٹ نے عمداً ایسے سخت قانون کو مناسبت نہیں سمجھا جسکی ہشت ستر لوگوں پر زندگی مشکل ہو جائے ورنہ اگر گورنمنٹ تمام جرائم پیشہ کو ایک تکلیف دہ زندان میں رکھے کہ اگر انکو جرائم سے روکنا چاہے تو بہت آسانی سے وہ مر سکتے ہیں یا اگر قانون میں سخت سزائیں رکھی جائیں تو ان جرائم کا الہا دہ ہو سکتا ہے پس تم سمجھ سکتے ہو کہ جس قدر اس ملک میں شراب پی جاتی ہے فاحشہ و تیرن بڑھتی جاتی ہیں چوری اور خون کی وارداتیں ہوتی ہیں یہ اس لئے نہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہاں راج نہیں بلکہ گورنمنٹ کے قانون کی نرمی نے جرائم میں کثرت پیدا کر دی ہے دیکھو کہ گورنمنٹ انگریزی اس جگہ سے اٹھ گئی ہے بلکہ سلطنت کا اختیار ہے کہ قانون کو سخت کر کے اور سنگین سزائیں مقرر کر کے ارتکاب جرائم سے روک دی جیکہ انسانی سلطنت کا یہ حال ہے کہ جو الہی سلطنت کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں تو الہی سلطنت کے قریب اقتدار اور اختیار کرتی ہے اگر خدا کا قانون الہی سخت ہو جائے اور ہر ایک زنا کار نیلے پر کھلی پڑے اور ہر ایک چور کو بیاری پیدا ہو کہ ہاتھ گل مٹ کر گرجا میں اور ہر ایک سرکش خدا کا منکر اسکے دین کا منکر طاعون سے مرے تو ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے ہی تمام دنیا رہستبازی اور نیک بخئی کی چادر پہن سکتی ہے۔ پس خدا کی زمین پر بادشاہت تو ہے لیکن آسانی قانون کی نرمی نے اس قدر آزادی دے رکھی ہے کہ جرائم پیشہ جلدی نہیں کھڑے جاتے ان سزائیں

ہی ملتی تھیں۔ زلزلے آتے ہیں بجلیاں پڑتی ہیں۔ کوہ آتش فشان آتھیں۔ کئی
 طرح شعل ہو کر ہزاروں جانوں کا نقصان کرتے جاتے ہیں جہاں غرق ہوتے ہیں یا لگاؤ
 کے ذریعہ سے صد ہا جانیں تلف ہوتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں مکانات گرتے ہیں مساب
 کاٹتے ہیں درندے پہاڑ تے ہیں وہاں پڑتی ہیں اور فنا کرنے کا ذریعہ دروازہ بلکہ پڑ
 دروازے کھٹے ہیں جو مجرمین کا پاداش کیلئے خدا کے قانون قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں
 یہ کہ کوئی نہ کہا جائے کہ خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں سچ ہی ہے کہ بادشاہت تو ہے
 ہر ایک مجرم کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پڑی ہیں اور پادشہ زمین پر بھی نہیں مگر حکمت الہی نے اس قدر
 اپنے قانون کو نرم کر دیا ہے کہ وہ ہتھکڑیاں اور وہ زنجیریں فی العرفان اثر نہیں دکھائی ہیں
 اور آخر اگر انسان باز نہ آوے تو آدمی ہمیشہ تک پہنچاتی ہیں اور اس عذاب میں ڈالتی ہیں
 جس سے ایک مجرم زندہ رہے اور دمرے۔ غرض قانون دو ہیں ایک وہ قانون
 جو فرشتوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی اطاعت
 محض فطرت و ان کا ایک خاصہ ہے وہ گناہ نہیں کر سکتے مگر نیکی میں ترقی ہی نہیں کر سکتے (۲)
 دوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا
 گیا ہے کہ وہ گناہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی ہی کر سکتے ہیں یہ دونوں فطرتی قانون غیر
 متبدل ہیں اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہیں بن سکتا ہے ایسا ہی انسان ہی فرشتہ نہیں بن سکتا ہے یہ
 دونوں قانون بدل نہیں سکتے اولیٰ اور ثانی ہیں اسلئے آسمان کا قانون زمین پر نہیں
 آسکتا اور زمین کا قانون فرشتوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ انسانی خطا کار یا ان اگر توبہ
 کے ساتھ ختم ہوں تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچانکا سکتی ہیں کیونکہ فرشتوں میں ترقی
 کا مادہ نہیں انسان کے گناہ توبہ سے بچتے جاتے ہیں اور حکمت الہی نے بعض افراد میں سلسلہ
 خطا کار یوں کا باقی رکھا ہے تا وہ گناہ کو کسپاتی کمزوری پر اطلاع پادین اور بہ توبہ کر کے بخیر
 جاؤں یہی قانون ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی کو انسانوں کی فطرت
 چاہتی ہے یہود و نصاریٰ انسانی فطرت کا خاصہ ہے فرشتہ کا خاصہ نہیں یہ وہ قانون جو فرشتوں کے

متعلق ہے انسانوں میں کیونکہ مکرنا مذہب سکے۔ یہ خطا کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کمزوری
 منسوب کی جاوے صرف قانون کے نتائج میں جو زمین پر جاری ہو رہے ہیں لغو و بطل
 کیا خدا ایسا کمزور ہے جسکی بادشاہت اور قدرت اور جلال صرف آسمان تک ہی محدود ہے
 یا زمین کا کوئی اور خدا ہے جو زمین پر خالق و قبضہ کن تھا ہے اور عیالوں کو اپنی پرزور و مینا چا
 نہیں کہ صرف آسمان میں ہی خدا کی بادشاہت ہے جو ابھی زمین پر نہیں آئی کیونکہ وہ اس
 بات کے قائل ہیں کہ آسمان کچھ چیزیں زمین اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان کچھ چیزیں زمین جیسے خدا کی
 بادشاہت ہو اور زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت آئی نہیں تو گویا خدا کی بادشاہت کسی جگہ
 نہیں۔ ماسوا اسکے ہم خدا کی زمینی بادشاہت کو چشم خود دیکھ رہے ہیں اس کے قانون کے
 موافق تہاڑی عمر ختم ہو جاتی ہیں اور ہماری حالتیں بدلتی رہتی ہیں اور صد ہا نسل کے جت
 اور سچ ہم دیکھتے ہیں ہزار ہا لوگ خدا کے حکم سے مرتے ہیں اور ہزار ہا پیدا ہوتے ہیں زمین
 قبول ہوتی ہیں نشان ظاہر ہوتے ہیں زمین ہزار ہا قسم کے نباتات اور پھل اور پھول اسکے حکم
 سے پیدا کرتی ہے تو کیا یہ سب کچھ خدا کی بادشاہت کے بغیر ہو رہا ہے بلکہ آسمانی اجرام تو ایک
 ہی صورت اور منوال پر چلے آتے ہیں اور ان میں تغیر تبدیل جس سے ایک مغیر تبدیل کا پتہ
 ملتا ہو کچھ محسوس نہیں ہوتی مگر زمین ہزار ہا تغیرات اور انقلابات اور تبدلات کا نشانہ ہو رہی ہے
 ہر روز کروڑ ہا انسان دنیا سے گزرتے ہیں اور کروڑ ہا پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک پہلو اور ہر ایک
 طور سے ایک مقتدر وصال تک تصرف محسوس ہو رہا ہے تو کیا ابھی تک خدا کی بادشاہت میں
 پر نہیں اور انجیل نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ کیوں ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین پر
 نہیں آئی۔ البتہ مسیح کا بارغ میں اپنے پنج جلنے کے لئے ساری رات دعا کرنا اور دعا قبول ہی
 ہو جانا جسکی عبرت ان ۵ آیت میں لکھا ہے مگر پہر ہی خدا کا اسکے چہرے پر قارونہ ہونا
 یہ بزم عیسائیوں ایک دلیل ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ میں خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں تھی
 مگر ہم اس سے بڑھ کر اتنا دیکھ رہے ہیں اور ان سے نجات پائی ہے ہم کیونکہ خدا کی بادشاہت
 کا انکار کر سکتے ہیں کیا وہ خون کا مقدمہ جو میرے قتل کر سیکے لئے مارٹن کلاک رکھ بیٹھ

سے عدالت کپتان ڈگلکس مین پیش ہوا تھا وہ اس مقدمہ سے کچھ خفیہ تھا جو محض
 ذہنی اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیوں کی طرف سے عدالت
 پہلاطوں میں دائر کیا گیا تھا مگر چونکہ خدا زمین کا پہلی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا اس لئے اس نے
 اس مقدمہ کی پہلے سو مجھے خبر دیدی کہ یہاں تک آیا ہے اور پھر خبر دیدی کہ مین تکویری کو
 اور وہ خبر صدائے انسانوں کو قبل از وقت سنائی گئی اور آخر مجھے بری کیا گیا پس یہ خدا کی بادشاہت
 تھی جس نے اس مقدمہ سے مجھے بچا لیا جو مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے اتفاق
 سے مجھ پر کھرا گیا تھا ایسا ہی نہ ایک دفعہ ملکہ مسیون دفعہ مینے خدا کی بادشاہت کو زمین پر
 دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ **لَهُ مَلَكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** یعنی زمین
 پر ہی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر ہی۔ اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ **أَمَّا**
أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یعنی تمام زمین و آسمان اس کی حکمت
 کر رہی ہے جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے
 اور پھر فرماتا ہے واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی خدا اپنے
 ارادہ پر غالب ہے مگر اکثر لوگ خدا کے قہر اور جبر سے بغیر مین غرض یہ تو کجی کی دعا ہے جو
 انسانوں کو خدا کی حمد سے نومید کرتی ہے اور اس کی ربوبیت اور افاضہ اور جبر اس سے عیسائیوں
 کو میناک کرتی ہے اور سکوزمین پر مدور مینے کے قابل نہیں جانتی جیبتک اس کی بادشاہت زمین
 پر نہ آوے لیکن اسکے مقابل پر جو خدا نے مسلمانوں کو قرآن مین سکھلائی ہے وہ اس بات
 کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا سلطنت لوگوں کی طرح بیکار نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ
 ربوبیت اور حاکمیت اور مجازات زمین پر جاری ہے اور وہ اپنے عابدوں کو
 مدد دینے کی طاقت رکھتا ہے اور مجرموں کو اپنے غضب سے ہلاک کر سکتا ہے وہ دعا یہ ہے
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَلِكُ يَوْمَ الدِّينِ اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْزُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ آمین۔ ترجمہ

وہ خدا ہی ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے یعنی اسکی بادشاہت میں کوئی نقص نہیں اور اسکی خوبیوں کے لئے کوئی ایسی حالت منتظرہ باقی نہیں جو اسے نہیں مگر کل حاصل ہوگی اور اسکی بادشاہت کے لازم میں سے کوئی چیز کیا نہیں تمام عالموں کی پرورش کر رہا ہے بغیر غرض اعمال کے رحمت کرتا ہے اور نیز بعض اعمال رحمت کرتا ہے جن منراوقت مقرر پر دیتا ہے انہی کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہمیں تمام نعمتوں کی راہیں دکھلا اور غضب کی راہوں اور ضلالت کی راہوں سے دور رکھے۔

یہ دعا جو سورۃ فاتحہ میں ہے انجیل کی عاصی بھل نفیض ہے کیونکہ انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے پس انجیل کے رو سے زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے نہ رحمانیت نہ رحمتیت نہ قدرت جز اسنہ کہ چونکہ اسی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ مگر سورۃ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ میں تمام لازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ بادشاہ میں یہ صفات ہونی چاہئیں کہ وہ لوگوں کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پہر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہئے کہ جو کچھ کسی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے وہ بغیر غرض اسکی خدمات کے خود رحم و شہر نہ سے بکھالو اسے سوا الرحمن کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کر دیا ہے تیسری صفت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ جن کاموں کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے انکے انجام کیلئے مناسب طریق پر مدد دے۔ سوا الرحیم کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا ہے چوتھی صفت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ وہ قیادت و ہدایت کے کام میں خلل نہ پڑے۔ سوا مالک یوم الدین کی لفظ سے اس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سورۃ فاتحہ میں بیان کردہ تمام وہ لازم بادشاہت پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت اور بادشاہی تصرفات موجود ہیں چنانچہ اسکی ربوبیت ہی موجود اور رحمت ہی موجود اور رحمتیت ہی موجود اور سلطہ امدادی موجود اور سلطہ سزا دہی موجود غرض جو کچھ بادشاہ کے لازم میں سے ہوتا ہے زمین پر سب کچھ خدا کا موجود ہے اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم سے باہر نہیں

ہر ایک جزا اور اسکے ہر ایک حمت اُسکے ہاتھ میں ہے مگر انجیل یہ دعا سکھاتی
 ہے کہ ابھی خدا کی بادشاہت تم میں نہیں آئی اوس کے آنے کے لئے خدا سے دعا مانگا
 کرو تا وہ آجائے یعنی ابھی تک ان کا خدا زمین کا مالک اور بادشاہ نہیں اس لئے
 ایسے خدا سے کیا امید ہو سکتی ہے سنو اور سمجھو کہ بڑی معرفت یہی ہے کہ زمین کا ذرہ
 ذرہ ہی ایسا ہی خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے جیسا کہ آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی بادشاہت
 میں ہے اور جیسا کہ آسمان پر ایک عظیم الشان تجلی ہے زمین پر بھی ایک عظیم الشان تجلی
 ہے بلکہ آسمان کی تجلی تو ایک ایمانی امر ہے عام انسان نہ آسمان پر گئے نہ اوس کے
 مشاہدہ کیا مگر زمین پر جو خدا کی بادشاہت کی تجلی ہے وہ تو میرے ہر ایک شخص کو آنکھوں
 سے نظر آ رہی ہے ہر ایک انسان خواہ کیسا ہی دولت مند ہو اپنی خواہش کے مخالف موت
 کا یہ الہ پیتا ہے پس دیکھو اس شاذ حقیقی کے حکم کی کیسی زمین پر تجلی ہے کہ جب حکم آجاتا
 ہے تو کوئی اپنی موت کو ایک سیکینڈ بھی روک نہیں سکتا۔ ہر ایک خبیث اور ناقابل علاج
 مرض جب دیکھ رہا ہوتا ہے تو کوئی طبیب ڈاکٹر سکود و زمین کر سکتا۔ پس غور کرو کیسی
 خدا کی بادشاہت کی زمین پر تجلی ہے جو اُسکے حکم کو نہیں ہو سکتے۔ پہر کیونکر کہا جائے
 کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ آئندہ کسی زمانہ میں آئیگی دیکھو اسی زمانہ میں خدا
 کے آسمانی حکم نے طاعون کے ساتھ زمین کو ہلا دیا تا اس کے مع موعود کے لئے ایک
 نشان ہو پس کون ہے جو اسکی مرضی کے سوا اسکو دور کر سکے پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ
 ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں۔ ہاں ایک بدکار قیدی کی طرح اسکی زمین میں
 زندگی بسر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کبھی نہ مرے لیکن خدا کی سچی بادشاہت اسکو
 ہلاک کر دیتی ہے اور وہ آخر چچہ ملک الموت میں گرفتار ہو جاتا ہے پہر کیونکر کہہ سکتے ہیں
 کہ ابھی تک خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں۔ دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک
 ساعت میں کرٹا انسان مر جاتا ہے اور کرٹا اوس کے ارادہ سے پیدا ہو جاتا ہے
 اور کرٹا اوسکی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہو جاتا ہے پہر کیونکر کہہ سکتے ہیں

+ آیت غفران کا لفظ انسان بھی بالکمال ہی ہے اسکا خدا کو جس قدر حق تعالیٰ سے جڑا ہوا ہے وہ اسکا
 جو دراصل سے ہوئی ہے اس لئے اس کو کب عبادت کی ضرورت نہیں۔ مگر

کہ ابھی تک زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آسمانوں پر تو صرف فرشتے رہتے ہیں مگر زمین پر آدمی بھی ہیں اور فرشتے بھی جو خدا کے کارکن اور اس کی سلطنت کے خادم ہیں انسانی انسانوں کے مختلف کاموں کے محافظ چھوڑے گئے ہیں اور وہ ہر وقت خدا کی اطاعت کرنے میں اور اپنی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہیں پس کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ خدا سب سے زیادہ اپنی زمینی بادشاہت سے وہی پہچانا گیا ہے کیونکہ ہر ایک شخص خیال کرتا ہے کہ آسمان کا راجہ ہے اور غیر مشہور ہے بلکہ حال کے زمانہ میں فریاد تمام عیسائی اور ان کے فلاسفر آسمانوں کے وجود کے ہی قائل نہیں جن پر خدا کی بادشاہت کا انجیلوں میں سارا مدار رکھا گیا ہے مگر زمین تو فی الواقع ایک کہ ہمارے پائے نیچے ہے اور ہمارے قضا و قدر کے امور اس پر ایسے ظاہر ہو رہے ہیں جو خود سمجھ آتا ہے کہ یہ سب کچھ تغیر و تبدل اور حد و ثبات اور فنا کسی خاص مالک کے حکم سے ہو رہا ہے یہ کیونکہ کہا جائے کہ زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ ایسی تعلیم ایسے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں میں آسمانوں کا بڑے زور سے انکار کیا گیا ہے نہایت نامناسب ہے کیونکہ انجیل کی اس دعائیں تو قبول کر لیا گیا ہے کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں اور دوسری طرف تمام تحقیق عیسائیوں نے سچ و دل سے یہ بات مان لی ہے یعنی اپنی تحقیقات جدیدہ سے فیصلہ کر لیا ہے کہ آسمان کچھ چیز ہی نہیں ان کا کچھ وجود ہی نہیں پس ماحصل یہ ہوا کہ خدا کی بادشاہت نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں آسمانوں سے تو عیسائیوں نے انکار کیا اور زمین کی بادشاہت سے انکی انجیل نے خدا کو جواب دیا تو اب بقول ان کے خدا کے پاس نہ زمین کی بادشاہت ہی نہ آسمان کی مگر ہمارے خدا نے عز و جل نے سورہ فاتحہ میں نہ آسمان کا نام لیا نہ زمین کا نام اور ہم کہہ کر حقیقت سے ہمیں خبر دے دی کہ وہ **رب العالمین** ہے یعنی جہاں تک آبادیاں ہیں اور جہاں تک کسی قسم کی مخلوق کا وجود موجود ہے خواہ اجسام خواہ ارواح ان سب کا پیدا کر نیوالا اور پرورش کر نیوالا خدا ہے جو ہر وقت انکی پرورش کرتا ہے اور ان کے مناسب حال ان کا انتظام کرتا ہے

۱۔ دیکھو یہ نظر رب العالمین کیا جان کر ہے مگر ثابت ہو کر ابراہیم علیہ السلام کا ابراہیم بن تہی وہ آبادیاں اس کے لیے بنائیں گی نہ

اور تمام عالموں پر ہر وقت ہر دم اسکا سلسلہ ربوبیت اور حمایت اور رحمتیت اور جبروت کا جاری ہے۔ اور یاد رہے کہ سورہ فاتحہ میں فقرہ **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ** سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کو جبرائیل ہوگی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہوگا ایک قسم کی مجازات اسی دنیا میں شروع ہے جسکی طرف آئیہجیل لکھ فرکانا اشارہ کرتی ہے۔ اب یہ بات بھی سنو کہ انجیل کی دعائیں تو ہر روز روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش "مگر تعجب کہ جسکی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہیں آئی وہ کیونکر روٹی دیکھتا ہو ابھی تک تو تمام کھیت اور تمام پہلے نہ اس کے حکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہیں اور خود بخود بارشیں ہوتی ہیں اسکا کیا اختیار ہے کہ کسیکو روٹی دے جب بادشاہت زمین پر آجائے گی تب اس سے روٹی مانگی چاہئے ابھی تو وہ ہر ایک مہینے چیز سے میدانِ فعل ہے جب اس عابد پر پورا قبضہ پانچ گنا تک کسیکو روٹی دے سکتا ہے اور اسوقت اس سے مانگنا ہی زیبا ہے اور پہلے کے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضہ اردن کو بخشے ہیں تو اپنے قرض کو کمین بخش دے اس صورت میں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اسکو حاصل نہیں اور ابھی عیسائیوں نے کچھ اس کے ہاتھ سے لیکر کہا یا نہیں تو پہر قرضہ کو سنا ہوا پس ایسے تہیدرت خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ اس سے کچھ خوف ہو کہ چونکہ زمین پر ابھی اسکی بادشاہت نہیں اور نہ اسکی حکومت کا ناز یا نہ کوئی عیب بٹھا سکتا ہے۔ کیا مجال کہ وہ کسی جرم کو سزا دے سکے یا موتی کے زمانہ کی نافرمان قوم کی طرح طاعون سے ہلاک کر سکے یا قوم لوط کی طرح ان پر پتھر برسائے یا زلزلہ یا بجلی یا کسی اور عذاب سے نافرمانوں کو نابود کر سکے کیونکہ ابھی خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں پس چونکہ عیسائیوں کا خدا ایسا ہی کمزور ہے جیسا کہ اسکا بیٹا کمزور تھا اور ایسا ہی میدانِ فعل ہے جیسا اسکا بیٹا میدانِ فعل تھا تو پہر اس سے ایسی دعائیں مانگنا لامحالہ نہیں کہ کمین قرض بخش دے اس نے کب عرض دیا تھا جو بخش دے کیونکہ ابھی تک تو اسکی زمین کی بادشاہت نہیں جسکی اسکی زمین پر بادشاہت

ہی نہیں تو زمین کی روئیدگی اُسکے حکم سے نہیں اور زمینی چیزیں اسکی نہیں بلکہ خود بخود ہی
 ہیں کیونکہ اسکا زمین پر حکم نافذ نہیں اور جبکہ زمین پر وہ فساد مڑا اور بادشاہ نہیں اور کوئی
 زمینی کائنات اُسکے شانہ حکم سے نہیں تو اسکو سزا کا اختیار ہے نہ حق حاصل لہذا ایسا مقرر اپنا
 خدا بنانا اور اس سے زمین پر ہر کسی کا ردائی کی امید کرنا **حماقت** ہو کہ یہ کیا بھی اسکی
 نہیں پر بادشاہی نہیں لیکن ہونہ فاسد کی دھماہیں سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر مقرر ہی
 اقتدار حاصل ہے جیسا کہ اور عالموں پر اقتدار حاصل ہے اور سورۃ فاتحہ کے سر پر خدا کے
 اُن کامل اقتداری صفات کا ذکر ہے جو دنیا میں کسی دوسری کتاب نے ایسی صفائی سے ذکر نہیں
 کیا جیسا کہ اسد قتالی فرماتا ہے کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مالک یوم الدین ہے پہلے
 سے دعا مانگنے کی تعلیم کی ہے اور دعا جو مانگی گئی ہے وہ میس کی تعلیم کر رہا کی طرح صریح
 ہر وہ ردائی کی درخواست نہیں بلکہ جو انسانی فطرت کو اڈل سے ہتھکڑی گئی ہے
 اور اسکو پائس لگا دی گئی ہے وہ دعا سکھائی گئی ہے اور وہ یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
 الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اسے ان کامل مفلحین کے مالک
 اور ایسے فیاض کہ ذرہ ذرہ تہمت سے پرورش پاتا ہے اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت
 جو اسرا سے منع اٹھاتا ہے تو ہمیں گدشتہ رہنما زون کا وارث بنا اور ہر ایک نعمت جو اُنکو
 دی ہے ہمیں ہی دے اور ہمیں سچا کہ ہمنا فرمان ہو کہ مودہ غضب نہ ہو جائیں اور ہمیں سچا کہ
 ہم تیری مدد سے بے نصیب ہو کہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ آمین +

اب اس تمام تحقیقات ہی انجیل کی دعا اور قرآن کی دعائیں فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل
 تو خدا کی بادشاہت آئیکہ ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں
 موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ علیٰ طرہ تم پر فیض ہی جاری میں غرض انجیل میں تو صرف ایک وعدہ
 ہی ہے مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اسکے فیض کو دکھلا رہا ہے اب قرآن
 کی فضیلت تیس سے ظاہر ہے کہ وہ اس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دنیا میں رہنے والوں
 کا منجی اور آرام دہ ہے اور کوئی نفس اُسکے فیض سے خالی نہیں بلکہ ہر ایک نفس چرب

اس کے ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی سبکی بادشاہت دُنیا میں نہیں آئی صرف وعدہ ہے اب سچ کو عقل نگاہ قابل پیری سمجھتی ہے حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے

مید پر مغناخم زمیں منج اکی شمع چہ چراکہ وعدہ تو کردی وادب آورد

اور انجیل میں حلیمون غریبوں کے سکینوں کی تعریف کی گئی ہے اور نیزان کی تعریف جو سنائی جانتے ہیں اور مقابلہ نہیں کرتے مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ کہتا ہے کہ عالم اور سکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے پس تم محل اور موقعہ کو دیکھ کر ہر ایک کی کیا کرو کیونکہ وہ نیک ہی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہو جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ میں نے کس قدر اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ موقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا اگر گرم غذا کی مدد سے تمہاری صحت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ صحت ختم ہوتی ہے اگر جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کہانے اور پینے کی چیز دن میں تبدیلی ہوتی رہے پس در تشری اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دعا اور بد دعا اور دوسرے اخلاق میں جو تمہارے لئے مصلحت وقت پر وہ بھی اسی تبدیلی کو چاہتی ہے اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نئے محل اور یہ موقعہ اور ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ کے ساتھ نفسانی غرض کی کوئی نہ ہر اعلیٰ امیزش نہیں وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں سو تم ان خلیق فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے جتنا کہ تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت کے لئے مجاہدین اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا جھنڈا پاتا وہ اخلاق کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اسکے پانی کے نیچے بہت سا کچر ہے اور بہت سا گوبر ہے جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے سو تم خالص ہر وقت قوت انگیزوں کی کچر اور گوبر کو ہر دم تم نجات پاؤ اور روح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ کچر اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جنہیں کوئی غیر یک نہیں کیونکہ وہ خود خدا

میں محسوس نہیں ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اس لئے ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پاک اخلاق حاصل کر سکیں سو تم اپنے خدا سے صاف بوطیدہ کرو ٹھہرا ہنسی کینہ وری گندہ زبانی لالچ جو ہوش بدکاری بد نظری بد خیالی دنیا پرستی تکبر غرور خود پسندی شہرات کج کوشی سب چھوڑ دو۔ پہر یہ سب کچھ نہیں آسمان سے نیک کا۔ جب تک وہ طاقت والا جو تمہیں اوپر کی طرف کھینچ کر لے گا تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور ناپاکی میں پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مردہ ہو جو میں جہاں نہیں اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دوامندی کی حالتیں کرو اور غور سے سوچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو سو تمہارا علاج تو حقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ماتھے پر آتی ہے تمہارا مونہ نیکی اور استبازی کی طرف پھیر دے تم اپنا در اسما بنو نہ اپنا الارض اور نبی کے وارث بنو نہ ناپاکی کے عاشق تا تم شیطان کی گذر گاہوں سے امن میں آ جاؤ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ اس سے غرض ہے دن سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ پورا ناپور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

سورۃ فاتحہ نہری تعلیم ہی نہیں بلکہ اسمین ایک نئی پیشگوئی بھی ہے اور وہ کہ خدا نے اپنی چاروں صفات ربوبیت۔ رحمانیت۔ جہیمیت۔ مالکیت یوم الدین یعنی اقتدار جزا سزا کا ذکر کر کے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اسکے بعد کی آیتوں میں یہ دعا سکھائی کہ جو خدا یا ایسا کہ گذشتہ راستبازان بیوں رسولوں کے ہم وارث ٹھہرائے جائیں گی راہ ہر کھولی جائے ان کی نعمتیں ہمو دی جائیں خدا یا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اس قسم میں ہو جائیں جیہ فریاد میں ہی تیرا عذاب نازل ہو یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت میں تھے جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدا یا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اس قوم میں سے ہو جائیں جن کی شامل حال تیری زہنائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہو گئی یعنی نصاریٰ اس دعا میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق و صفائی دہرے پہلے

نبیوں کے وارث ہو جائیں گے اور نبوت اور رسالت کی نعمتیں پائیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ یہودی صفت ہو جائیں گے چنبر دنیا میں ہی عذاب نازل ہوگا اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ عیسائیت کا جام پہن لیں گے۔ کیونکہ خدا کی کلام میں یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب ایک قوم کو ایک کام سے منع کیا جاتا ہے تو ضرور بعض انہیں سے ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے علم میں اُس کام کے مرتکب ہونے والے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ فحی اور سعادت کا حصہ لیتے ہیں ابتداء دنیا سے اخیر تک جس قدر خدا نے کتابیں بھیجیں اُن تمام کتابوں میں خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ جب وہ ایک قوم کو ایک کام سے منع کرتا ہے یا ایک کام کی رغبت دیتا ہے تو ایسے علم میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ بعض اُس کام کو کرینگے اور بعض نہیں۔ پس یہ سورۃ پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اُس امت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین نعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اُکل اور اتم طور پر پوری ہو جائے۔ اور کوئی گروہ انہیں سے ان یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا چنبر حضرت عیسیٰ نے لعنت کی تھی اور وہ عذاب میں مبتلا ہوئے تھے تا وہ پیشگوئی جو آیت غیر المخصوب علیہم سے مستنبط ہوتی ہے ظہور پذیر ہو۔ اور کوئی گروہ انہیں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جائیگا عیسائی بن جائیگا جو خدا کی رہنمائی سے وہ چار اپنی شراب خوری اور اباحت و فسق و فجور کے بے نصیب ہو گئے تا وہ پیشگوئی جو آیت لا الاضالین سے ترشح ہو رہی ہے ظاہر ہو جائے۔ اور چونکہ یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ آخری زمانہ میں ہزار ہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہو جائیں گے اور قرآن شریف کی کئی ایک مقامات میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے اور صد ہا مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا یا عیسائیوں کی کسی بے قیدہ اور آزاد زندگی اختیار کرنا خود مشہور اور محسوس ہو رہا ہے بلکہ بہت سے لوگ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ وہ عیسائیوں کی طرز معاشرت پسند کرتے ہیں اور مسلمان کہلا کر ناز و روزہ اور حلال اور حرام کے احکام کو بُری نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ دونوں فرقے یہودی صفت

اور عیسائی صفت اس ملک میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں تو یہ دو پیشگوئیاں سورۃ فاتحہ کی
تو تم پوری ہوتی دیکھ چکے ہو اور پچھتم خود مشاہدہ کہ چکے ہو کہ کس قدر مسلمان یہودی صفت
اور کس قدر عیسائیوں کے لباس میں ہیں۔ تو اب تیسری پیشگوئی خود ماننے کے لائق ہے کہ
جیسا کہ مسلمانوں نے پہلی عیسائی بننے سے یہود نصاریٰ کی بدی کا حصہ لیا ایسا ہی ان کا حق
ہنا کہ بعض افراد ان کے ان مقدس لوگوں کے مرتبہ اور مقام سے بھی حصہ لین جو بنی اسرائیل
میں گذر چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ پر غیظی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہود نصاریٰ کی بدی کا
تو حصہ دار ٹھہرا دیا ہے یہاں تک کہ ان کا نام یہود بھی رکھ دیا مگر ان کے رسولوں اور نبیوں کے مرتبہ
میں سے اس امت کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شر الامم ہوئی
کہ ہر ایک نمونہ شر کا انکو ملا کر نیکی کا نمونہ نہ ملا۔ کیا ضرور نہیں کہ اس امت میں بھی کوئی نبیوں
اور رسولوں کے رنگ میں نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور ان کا
ظہل ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس امت میں اس زمانہ میں ہزار ہا
یہودی صفت لوگ تو پیدا کرے اور ہزار ہا عیسائی مذہب داخل کوئے مگر ایک شخص بھی ایسا
ظاہر نہ کرے جو انبیا گذشتہ کا وارث اور انکی نعمت پانے والا ہوتا پیشگوئی مروجہ آیت
اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ بھی ایسی
ہی پوری ہو جائے جیسا کہ یہودی اور عیسائی ہونکی پیشگوئی پوری ہو گئی اور جس حالت
میں اس امت کو ہزار ہا برسے نام و نشان گئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہونے لگے
کہ یہود ہو جانا بھی ان کے نصیب میں ہے تو اس صورت میں خدا کے فضل کا خود یہ مقتضایا
چاہئے تھا کہ جیسے گذشتہ نصاریٰ سے انہوں نے بڑی چیزیں لین اس طرح وہ نیک چیز
کے بھی وارث ہوں اسی لئے خدا نے سورۃ فاتحہ میں آیت اهدنا الصراط المستقیم
میں بشارت دی کہ اس امت کے بعض افراد انبیا و گذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ
نرے یہود ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لین گرنیکی نہ لے سکیں
اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ

وہ مریم صدیقہ سے مشابہت کہیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تب اس کے جسم میں عیسیٰ کی روح پہونگی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اسکو ملیگا پھر مسیح عیسیٰ کی روح پہونگی جاوے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا یعنی وہ مریم کی صفات سے عیسوی صفت کی طرف منتقل ہو جائے گا گویا مریم ہونے کی صفت سے عیسیٰ ہونیکا پچھ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۴۴ میں اور وہ یہ ہے کہ اُنی لکھ لکھتے ہیں اسے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہر صفحہ ۲۲۶ میں یعنی اس الہام میں کہ حضرت الیاس بن جرج النخلۃ یعنی اسے مریم کچر کے تہ کو ملا۔ اور پھر اس کے بعد صفحہ ۲۹۳ میں براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے یا ہریم اسکن انت و زوجک الحمد للہ تحت فیک من لدنی روح الصدق یعنی اسے مریم توح پہنے دو ستون کے بہشت میں داخل ہوئے تھے میں اپنے پاس سے صدق کی روح پہونکے دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر جو کہ نفخا فید من روحنا کہ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جبکہ نام روح الصدق ہے پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ میں احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اسکے پیدا ہونیکا بارے میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسیٰ من متوفیک ورافعت الی وجاعل الذین تبعول افق الذین کفرو الی یوم القیمہ۔ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام میں ظاہر کیا کہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جسکے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلا یا کیونکہ میری عیسوی حیثیت میری حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ میں احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی نذر اس امت کا مریم بنایا جائیگا اور پھر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پہونکے دیکھا سکے

پس وہ مریت تک ہم میں ایک مدت تک پرورش پاکر عیسیٰ کی روحانیت میں تولد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا یہ وہ خیر محمدی امن مریم کے ہاں میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم میں اس مانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ التحریم کے ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی ہے قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین کو اور پہلے انصاف اور عقل اور نقوی سے سمجھو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم میں تھی یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائیگا اور پر مریم سے عیسیٰ بنایا جائیگا گویا اسمیں سے پیدا ہوگا وہ کس نام میں براہین کے الہامات سے پوری ہوئی کیا یہ انسان کی قدرت کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا تا میں عرض کرتا کہ مجھے اس مریم بنانیکے لئے کوئی آیت اتاری جائے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جا کہ نہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پیر کے چکر افترا کے طور پر یہ الہام بنا تا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسیٰ کی روح بیوگی گئی اور پھر آخر کا صفحہ ۵۵۵ ہر ایمن احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسیٰ بن گیا۔ اسے عزیز و غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں اگر براہین احمدیہ کی تالیف کی وقت جس پر ایک مانہ گذر گیا ہے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں سے براہین احمدیہ میں یہ لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سچو تک خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے کہ اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم لکھا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کی نظام ہے دو برس تک صفت مریت میں بیٹے پرورش پائی اور پھر درمیان نشوونما یا تا رہا پھر جب اس برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں صحیح ہے کہ

طرح عیسیٰ کی روح مجسمہ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر
 کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بند رہا اس الہام کے جو سب سے آخر
 براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۶ میں درج ہے مجھے یہ بھی عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے
 میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت بہت اس سرخشی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ
 وہ سب خدا کی وحی جو اس زار پر متعلق تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی
 مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا
 رسمی عقیدہ براہین احمدیہ کا لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ لکھنا جو الہامی
 نہ تھا محض رسمی تہا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کی دعویٰ
 نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے سو اس وقت تک تک الہی کا ہی تقاضا
 تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے مگر جب وقت آیا تو وہ
 اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ میں جو وہ ہوں زمین کوئی نئی بات
 نہیں یہ وہی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار تفسیر صحیح لکھا گیا ہے۔ اس سبب ایک اور
 الہام کا ہی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کئی سالہ یا شہادت میں شائع
 کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صد ہا لوگوں کو میں سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات
 میں موجود ہے اور وہ اس زمانہ کا ہے جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر فرشتہ
 روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فاجاءھا الخاض المجدد المجدد قال
 یا لیتنی مت قبل هذا وکنتم نسفا منسیا یعنی پہلے مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے
 درود نہ کہ جو کی طرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلون اور بے سمجھ علماء سے وہ خط
 پڑا جسکے پاس ایمان کا پہل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیان دین اور ایک طرف ان
 بہا کی تباہی مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ
 اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائیں مولویوں کی طرف سے پرہیزگاری کی اور
 وہ اس دعوے کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک جیل سے سوانہوں نے فنا کرنا چاہا

تب کس وقت جو کرب اور قلق نا سبھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میری دل پر گزرا اسکا سبھگو
 خدا تعالیٰ نے نقشہ کینچہ دیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تہ جسما لقا جنت
 شینا گھریا۔ ماکان ایولہ اشعر سورہ ماکانت اسکا پیغیا اور پیر اسکے
 ساتھ کا الہام براہین احمد کے صفحہ ۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللہ
 بکاف عبد کا و لیجھلہ ایہ لئنا من رحمۃ مننا و کان امر مقضیا قول الحق
 الذی فیہ تمھرون دیکھو براہین احمد یہ صفحہ ۱۵۱ سطر ۱۲ و ۱۳ ترجمہ اور لوگوں نے
 کہا کہ اسے مریم تو نے یہ کیا کر دہ اور قابل نفرین کام دکھایا جو راستے سے دور ہے تب
 بائپ اور تیری مان تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہنوں سے اپنے بندہ کو بری کیسے گا اور ہم
 اسکو لوگوں کے لئے پاک نشان بنا دوں گے اور یہ بامستہ ابتدا سے مفرد تھی اور ایسا ہی
 ہونا بتایا عیسیٰ بن مریم نے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں یہی قول حق ہے۔ یہ سب
 براہین احمد یہ کی عبارت ہی اور یہ الہام اصل میں آیات قرآنی ہیں جو حضرت عیسیٰ اور
 ان کی مان کے متعلق ہیں۔ ان آیتوں میں جس عیسے کو لوگوں نے ناجائز پیدا ایش کا
 انسان قرار دیا ہے اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنائیں گے
 اور یہی عیسیٰ ہے جسکی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد
 ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دوں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ
 بن مریم ہے جو آئندہ الہا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے
 اور شک محض نفسی سے ہے جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صورت پرست ہیں حقیقت پر انکی نظر نہیں

بلا فوف۔ اس الہام پر بھی یاد آئے کہ بلا من فضل شاہ ابہر شاہ نام ایک میر تقی میر کے مالا صاحب سے بہت محبت کرتے تھے
 اور بہت تعلق تھا جب میر کی دعویٰ سیح موعود میر کی کسی انگو خردی تو وہ بہت سکو اور کہا کہ انکے والد صاحب بہت گھر
 آوی تھو یعنی یہ شخص کس پر پیدا ہوا ان کا باپ تو نیکو ساج اور افراس کے کاموں کا درو اور سید کا درو صاف مل سلمان
 بتایا یہی بہتوں نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو دغ لگایا کہ ایسا دعویٰ کیا۔ منہ

یہی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد میں سے یہ دعا ہے کہ اھذا
 الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اور جس طرح انجیل کی دعا میں
 مانگی گئی ہے اس دعا میں خدا تعالیٰ سے وہ تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں جو پہلے رسولوں اور
 نبیوں کو دی گئی تھیں یہ مقابلہ ہی قابلِ نظر ہے اور جس طرح حضرت مسیح کی دعا قبول ہو کر
 عیسیٰ بنکر ہو گئی اسامان بہت کچھ مل گیا ہے اسی طرح یہ قرآنی دعا اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ذریعہ سے قبول ہو کر اختیار ابراہیم و اسمان بالخصوص ان کے کامل فرد اختیار بنی اسرائیل
 کے وارث ٹھہرائے گئے اور وہ اصل مسیح و موعود کا اس امت میں سے پیدا ہونا ہی ہے جس
 کی قبولیت کا نتیجہ ہے کیونکہ کوئی طور پر بہت سے اختیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی
 مائت کا حاصل کیا ہے مگر اس امت کا مسیح موعود کہلے کہلے طور پر خدا کے حکم اور ان سے
 اسرائیل مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے تا موعود سوی اور محمدی سلسلہ کی مائت سمجھا جائے
 اسی غرض سے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے یہاں تک کہ
 کہ اس ابن مریم پر اتنا ہی اسرائیلی ابن مریم کی طرح آئے اول جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم محض خدا
 کے نفع سے پیدا کیا گیا اسی طرح یہ مسیح ہی سورۃ تخریم کے وعدہ کے موافق محض خدا کے
 نفع سے مریم کے اندر پیدا کیا گیا اور جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کی پیدائش پر بہت شورا و ہٹا
 اور اندھے مخالفوں نے مریم کو کہا لقد جئت شیئا فریبا اسی طرح اس جگہ بھی کہا گیا
 اور شور قیامت مچا گیا اور جیسا کہ خدا نے اسرائیلی مریم کے وضع حمل کے وقت مخالفوں
 کو عیسیٰ کی نسبت جواب دیا ولجعلہ آیۃ للناس ودحۃ متا وکان امر مقضیا
 یہی جواب خدا تعالیٰ نے میری نسبت براہین احمدیہ میں روحانی وضع حمل کے وقت
 جو ہستارہ کے رنگ میں تھا مخالفوں کو دیا اور کہا کہ تم اپنے فریبوں سے اسکو نابود
 نہیں کر سکتے میں اس کو لوگوں کے لئے رحمت کا نشان بناؤں گا اور ایسا ہونا
 ابتداء سے مقدر تھا۔ اور پھر جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسیٰ پر فتویٰ کھیر کاٹا
 اور ایک شریر فاضل یہودی نے وہ ہفتا طیار کیا اور دوسرے فاضلوں نے اس پر فتویٰ

ہمیں کہ ان کا مقابلہ کرے اور خدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان کیا کر سکے یہ تو وہ بنیادی
اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہے گا وہ توڑ نہیں سکیگا
مگر یہ اینٹ جب اسپرٹ کی تواسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی کیونکہ اینٹ خدا کی اور نہ تہہ خدا کا
اور دوسری اینٹ میرے مخالفوں نے طیار کر کے اس کے مقابل پر رکھ دی کہ میرے مقابل
پر وہ کام کئے جو اس وقت کے یہودیوں نے کئے تھے یہاں تک کہ میرے ہلاک کر نیکی
لئے ایک خون کا مقدمہ ہی بنایا گیا جسکی میرے خدا نے مجھے پہلے خبر دی تھی وہ مقدمہ
جو میرے پر بنایا گیا وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تھا کیونکہ حضرت
عیسیٰ پر جو مقدمہ کیا گیا اسکی بنا محض ایک مذہبی اختلاف پر تھی جو حاکم کے نزدیک ایک
ضعیف بات تھی بلکہ کچھ ہی نہ تھی مگر میرے پر جو مقدمہ کھڑا کیا گیا وہ اقدام قتل کا دعویٰ تھا اور
جیسا کہ مسیح کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جا کر گواہی دی تھی ضرور تھا کہ اس مقدمہ
میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا اسلئے اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد حسین
جٹا لوی کو انتخاب کیا اور وہ ایک بڑا المنبأ حبیبہن کر گواہی کے لئے آیا اور جیسا کہ سردار کا
مسیح کو صلیب دلائیے لئے عدالت میں گواہی دینے کے لئے آیا تھا یہ بھی موجود ہوئے
صرف فرق اس قدر تھا کہ مرزا کاہن کو سیلاطوس کی عدالت میں کرسی ملی تھی کیونکہ
یہودیوں کے معزز فریگون کو گورنمنٹ رومی میں کرسی ملتی تھی اور بعض انہیں جو آئری
مجسٹریٹ بھی تھے اسلئے اس سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی
پائی اور مسیح ابن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن میرے مقدمہ
میں اس کے برعکس ہوا یعنی یہ کہ بر خلاف ڈٹمنٹوں کی امیدوں کے کپتان ڈیکلس نے جو
سیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا مجھے کرسی دی اور یہ سیلاطوس مسیح ابن مریم کے
سیلاطوس کی نسبت زیادہ با اخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کے امر میں وہ دلیری اور تقاضا
سے عدالت کا پابند رہا اور بالائی سفارشوں کی اس نے کچھ ہی پروا نہ کی اور قومی اور مذہبی
خیال نے ہی اس میں کچھ تغیر پیدا نہ کیا اور اس نے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ

منوہ کہ کیا اگر اس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے تو جیسا کہ ہونا عدالت
ایک مشکل امر ہے جب تک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے
تحتک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہیں کر سکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اس
پلیاٹوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پلیاٹوس جو رومی تھا اس فرض کو
اچھے طور پر ادا نہیں کر سکا اور اس کی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا یہ فرق
ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جب تک کہ دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جتنا
لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کیسا تہ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ
رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ غلط اس کام کے لئے اُسی کو چنا۔ ایک حاکم کے لئے کس قدر
یہ امتحان کا موقع ہے کہ دو فرق اسکے پاس آویں کہ ایک انہیں سے اُنکی مذہب کا مشرعی
اور دوسرا فریق وہ ہے جو اسکے مذہب کا مخالف ہے اور اسکے پاس بیان کیا گیا ہے کہ
وہ اُسکے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پلیاٹوس نے اس امتحان کو بڑے
استقلال سے برداشت کر لیا اور اس کو ان کتابوں کے مقام پر لکھ گئے جنہیں کم نبی سے عیسائی مذہب کی
نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کی تھی مگر اسکے چہرہ پر کچھ تغیر نہ ہوا
کیونکہ وہ اپنی روشن کائنات کی وجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا اور چونکہ اُسے مقدمہ کی مصلحت
کو سمجھنے سے تلاش کیا اس لئے خدا نے اُسکی مدد کی اور اُسکے دل پر سچائی کا الہام کیا اور بہر
واقعی حقیقت کہہ دی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ اور اس کو نظر آگئی اُس نے
مجھے محض عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی اور جب مولوی محمد حسین جو سرور
کاہن کی طرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تھا مجھے کرسی پر بٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے
کے لئے میری نسبت اُسکی آنکھیں شوق رکھتی تھیں اُس ذلت کو اُس نے نہ دیکھا تب مساوت
کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اُس پلیاٹوس سے کرسی کا خواہشمند ہوا مگر اُس پلیاٹوس نے اسے
ڈانٹا اور زور سے کہا کہ سچے اور تیرے باپ کو کبھی گوی نہیں ملی ہمارے دفتر میں
تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔ اب یہ فرق بھی غور سے لائیں ہے کہ پہلے پلیاٹوس

نئے یہودیوں سے ڈر کر ان کے بعض معزز گواہوں کو کرسی دیدی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تھے کھڑا کر کہا حالاً کہ وہ سچے دل سے مسیح کا غیر خواہ تھا بلکہ مرید کی طرح تھا اور اسکی بیوی مسیح کی خاص مرید تھی چو لی اسد کہلاتی ہے لیکن خوف نے اس سے یہاں تک حرکت صادر کرائی تاحی بگیناہ مسیح کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تھا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تھا لیکن وہ رومی سیلاطوس دل کا قوی نہ تھا اس بات کو سن کر ڈر گیا کہ قیصر کے پاس اسکی شکایت کی جائیگی۔ اور پہلا ایک اور محالیت پہلے سیلاطوس اور اس سیلاطوس میں یا در رہنے کے لائق ہے کہ پہلے سیلاطوس نے اسوقت جو مسیح ابن مریم عدالت میں پیش کیا گیا یہودیوں کو کہا تھا کہ میں اس شخص میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری سیلاطوس کے رویہ و پیش ہوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مہلت دینی چاہئے کہ مجھے پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے تب اس آخری سیلاطوس نے کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا یہ دونوں قول دونوں سیلاطوسوں کے بالکل باہم شائبہ ہیں اگر خوف ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پہلا سیلاطوس اپنے اس قول پر تہیم نہ سکا اور جب اسکو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کرینگے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عدالتوں کا یہودیوں کے حوالہ کر دیا گو وہ اس سپردگی سے غلگین تھا اور اسکی عورت بھی غلگین تھی۔ کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے لیکن یہودیوں کا سخت شور و غوغا دیکھ کر بڑی آپس غالب آگئی ان البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچا یا جاوے اور اس سہمی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا مگر بعد اسکے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدت و درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ بہر حال سیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیان باجے آیت ۷۔ بعد اسکے مسیح اس میں جو توفیق طور پر بہاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہیں فوت ہوا اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خان یا

مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ جو بدوس کے نشان کے اور کوئی نشان نہ دیکھا یا نہیں جایا کہ مسیح نے اپنے اس قول میں یہ

مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ جو بدوس کے نشان کے اور کوئی نشان نہ دیکھا یا نہیں جایا کہ مسیح نے اپنے اس قول میں یہ

میں اس کی قبر ہے یہ سب پیلا طوس کی سسی کا نتیجہ تھا لیکن تاہم اس پہلے پیلا طوس کی کاروباری
بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی دہتی اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کر کے کہیں اس شخص
کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا مسیح کو چوڑ دیتا تو اس پر کچھ مشکل نہ تھا اور وہ چھوڑنے پر قادر تھا مگر
وہ قیصر کی دوامی شن کڑ کر گیا۔ لیکن یہ آخری پیلا طوس پادریوں کے جھوم سے نہ ڈرا حالانکہ
اس جگہ بھی قیصر کو بادشاہی تھی لیکن یہ قیصر اس قیصر سے بدرجہا بہتر تھی اسلئے کسی کے
لئے ممکن نہ تھا کہ حاکم پرو باؤ ڈالنے کے لئے اور انصاف چھوڑا نیکی کے لئے قیصر سے
ڈرا دے بہر حال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شورا و منصوبہ اٹھایا گیا تھا اور یہ
مخالف اور ساری قوموں کے سرگردہ جمع ہو گئے تھے مگر آخری پیلا طوس نے سچائی سے
سپار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھایا کہ جو اس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں نہیں
نخن کا الزام نہیں لگاتا سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بری کیا اور پہلے
پیلا طوس نے مسیح کے بچانے کیلئے حیلوں سے کام لیا مگر اس پیلا طوس نے جو کچھ عدالت
کا تقاضا تھا اس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا جس میں بزدلی کا رنگ نہ تھا جس میں یہی
ہوا اس دن اس عدالت میں کئی فوج کا ایک چور بھی پیش ہوا یہ اسلئے وقوع میں آیا کہ
پہلے مسیح کے ساتھ ہی ایک چور تھا لیکن اس آخری مسیح کے ساتھ کہ چور کو چکر لگایا اس
پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتھ بکڑا گیا سلیب پر نہیں چڑھایا اور نہ اسکی ٹڈیاں توڑی
گئیں بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی *

اب پہرچم اپنے بیان کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں اس قدر
حقائق و وقایع و معارف جمع ہیں کہ اگر ان سب کو لکھا جائے تو وہ ایک دفتار میں بھی
ختم نہیں ہو سکتیں اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورہ میں سکھائی گئی ہے یعنی
اھذا الصراط المستقیم یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلی اپنے اندر رکھتی ہے جو تمام دین اور
دنیا کے مقاصد کی ہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہیں پاسکتے اور نہ اس کے
نوائے منفعت ہو سکتے ہیں جب تک کہ ہمیں اس کے پائیک لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے دنیا کی حقیقت

کافر صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوق کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ سیکھ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو معنی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دینا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کر دئی کے پیرائے میں دکھلا دین اور اپنی سنت لینے علی کو کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوئی تھیں۔ لوگ ناناں پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال و حرام سے واقف نہ تھے۔ ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث سے یہ کہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھوکھلیاں کرتی ہیں اور نیز بڑا قافیہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہیں جن کو لوگوں کو اب قرآن شریف نہیں دیا گیا وہ اس موقع پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ مسودین نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا اگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آفاقی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ فعوذ باللہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی صرف ثبوت مویہ کے گئیں ہی قرآن اور سنت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے حدیث قرآن پر کسی قاضی ہو سکتی ہے قرآن اور سنت اس زمانہ میں ہدایت کر رہے تھے جبکہ اس مصنوعی قاضی کا نام و نشان نہ تھا یہ حدیث کہہ کر حدیث قرآن پر قاضی ہو گیا کہ حدیث قرآن اور سنت کی تائیدی گواہ ہے البتہ سنت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشا ظاہر کرتی ہے اور سنت سے وہ راہ ہمارے جس راہ پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکملی طور پر صحابہ کو ٹوال دیا تھا۔ سنت ان باتوں کا نام نہیں ہے جو سو فیصد سو برس بعد کتابوں میں لکھی گئیں بلکہ ان باتوں کا نام حدیث ہے اور

یعنی ان کی منشا

قرآن و سنت کے درمیان اختلاف کو دور کرنے کے لئے قرآن و سنت کی تائیدی گواہی کے لئے حدیث کی ضرورت ہے۔

سنت اس علی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے جس پر ہزار ہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اُسکا فطن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و سنت تمسک کے لائق ہے اور مؤید قرآن و سنت ہے اور بہت سوا اسلامی مسائل کا ذخیرہ اسکا نہ موجود ہے پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نفیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نفیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اہم نام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں رو کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرات نہیں کریگا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہیں بہر حال احادیث کا قدر کرنا اور ان سے فائدہ اُٹھانا کہ وہ شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور صحت قرآن اور سنت انکی تکذیب نہ کرے تم ہی انکی تکذیب نہ کرو بلکہ جانتے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حدیث نہ کرے اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرے اور نہ ترک فعل۔ مگر اسکی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث نہیں اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہو تو اسکی تطبیق کے لئے فکر و شامد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پہنیک دو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہو اور اگر کوئی شدید ضعیف ہو مگر قرآن سے مطابقت کہتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اسکا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو کہ کسی پیشگوئی پر متل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہو اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو غلطی اور کاذب خیال کر دو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور مرفوع قرار دیا جو ایسی حدیثیں صد ہا ہیں جنہیں پیشگویان ہیں اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا مرفوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پڑھی ہو جائے اور تم یہ

وجود کے ساتھ نازل نہ ہو تب تک ان کا مسیح موعود نہیں آئے گا ان حدیثوں نے ان کو سخت
 ٹھوکر مین ڈال دیا۔ اور وہ لوگ ان حدیثوں پر تنکیر کر کے حضرت مسیح کی اس تاویل کو قبول نہ کر سکے لہذا
 سے مراد یہ جھٹیلے کچلی نبی ہے جو ایسا س کی خواہ طلبیت پر آیا اور ربوڑی طور پر اس کا وجود لیا
 ہے پس تمام ٹھوکر ان کی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان ہونے کا موجب
 ہو گئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے ہوں یا حدیثوں میں بعض
 انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شاید مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوگی کہ یہودیوں میں
 حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہوں نے ان پر شور مچایا اور تنکیر کا فتوہ لکھا اور انکو
 کا فر قرار دیا اور کہا کہ شخص خدا کی کتابوں کو ماتنا نہیں خدا نے ایسا س کے دوبارہ آنا بخیر دی
 ہے اور اس میں بیش گوئی کی تاویلین کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے ان خمدن کو کسی اور طرٹ کینج کر
 لیتا آتے ہیں اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف کا فر ہی نہیں بلکہ کھد بھی رکھا کہ اگر یہ شخص سچا
 ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے لئے نبی عیسیٰ کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثوں نے ان کو
 دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پٹے پٹے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اس
 حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک پیچے نبی کو انہوں نے کافر اور
 دجال کہا اور اس سے انکار کر دیا۔ تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت تبرک اور مفید کتاب
 ہے یہ وہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ایسا
 ہی سلم اور دوسری احادیث کی کتاب میں بہت سے معارف اور سائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی
 ہیں اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور
 ان احادیث سے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہیں +

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین
 ہی ہے جو گنہ سے چھوڑا تاہم یقین ہی ہے جو نیکی کر کے فی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے
 جو خدا کا عاشق صادق بنا تاہم یہ کیا تم کہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو کیا تم جذبات نفس سے

کوئی ایسا کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ایسا
 ہی سلم اور دوسری احادیث کی کتاب میں بہت سے معارف اور سائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی
 ہیں اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور

یہ جو قوت حقیقی علیہ السلام پر ہے کہ وہ تو کھلیا گیا اس وقت وہ دوسری نبی کریم کی کتاب میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ایسا
 ہی سلم اور دوسری احادیث کی کتاب میں بہت سے معارف اور سائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور

بغیر یقینی تجلی کے ترک کئے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پاسکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی
 سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ کیا
 آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کر سکے۔ کیا میرے کا بیٹا
 عیسیٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو ایسا جھوٹا دلو
 جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اس نے
 یقین کیا اور نجات پائی۔ اس وقت اس ہے ان عیسائیوں پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ
 ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔ حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں
 وہ نہیں جانتے کہ ان کا خون خدا سے بلکہ زندگی تو غفلت آمیز ہے شراب کی تھی ان کے دماغ
 میں ہے مگر وہ پاک مستی جو آسمان سے اترتی ہے اس سے وہ غیر ہیں اور جو زندگی خدا کے ساتھ
 ہوتی ہے اور جو پاک زندگی کے نتائج ہوتے ہیں وہ اس سے بے فیصل ہیں پس تم باور کو
 کہ بغیر یقین کے تم ناریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ روح القدس میں مل سکتا ہے
 مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شہادت اور
 شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جبکہ یقین
 کی دولت دی جائے کہ اسکے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہو گا گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے
 کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت نرمیلے سانپ کو دیکھ رہے ہو
 کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کو آتش فشان سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے
 یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کو نہ کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل
 انسان کو معدوم کر رہی ہے پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا
 شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اسکے مقابل پر تم نافرمانی کو کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا
 صدق و وفا کا اس سے تعلق تو رکھو۔

اے وہ لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش
 اس وقت تم میں بیدار ہوگی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ مانع سے پاک کئے جاؤ گے

جبکہ تھارے دل یقین سے ہر جائین گے شاید تم کہو گے کہ میں یقین حاصل ہو سوا رہے
 کہ میں نہیں ہوں گا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اسکے لوازم حاصل نہیں و جبکہ
 تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہتے تھے ایسے طور سے
 نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہتے خود سوچ لو کہ جبکہ یقین ہے کہ فلاں سو راخ میں سانپ ہو وہ اس
 سو راخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جبکہ یقین ہے کہ اسکے کہانے میں بھڑکے ہوئے ہیں اس کہانے
 کو کب کہانہ ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار خوشخوار شیر ہے کب
 قدم کیونکہ بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اٹھنے لگتا ہے سو ہاتھ تو ہاتھ اور ہاتھ پاؤں اور
 ہاتھ پاؤں کان اور ہاتھ پاؤں کیونکہ گناہ پر ڈیرے کی کھنٹی ہیں اگر تمہیں خدا اور جو اس پر یقین
 ہے گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جبکہ تم ایک ہیم کر لے اور کہنا چاہو اے اگ کو دیکھ رہے ہو
 تو کیونکہ اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان
 ان پر چڑھ نہیں سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا یقین کہہ اٹھانے کی قوت دیتا ہے
 یہاں تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اتار دے اور فقیری جا رہا ہے یقین ہر ایک کے
 کو سہل کر دیتا ہے یقین خدا کو کہنا ہے ہر ایک کفارہ جو ملتا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔
 اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور
 فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھتی ہے وہ یقین ہے ہر ایک مذہب جو یقین
 کا سامان پیش نہیں کرتا وہ چھوٹا ہے ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو کہنا نہیں سکتا
 وہ چھوٹا ہے ہر ایک مذہب جس میں بچہ پرانے قصوں اور کچھ نہیں وہ چھوٹا ہے۔ خدا جیسے
 پہلے تھا وہ اب بھی ہے اور اس کی قدرتیں جیسی پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں اور اس کا نشان
 کو کہلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تھا وہ اب بھی ہے ہر تم کیوں صرف قصوں پر مبنی ہو تو وہ
 وہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصہ میں جسکی پیشگوئی صرف قصہ میں
 اور وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جس پر خدا نازل نہیں ہوا اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے
 ہاتھ سے پاک نہیں ہوئی جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر انکی طرف کھینچا

جانتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس کا شوق اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سیراب نہ کر سکیں۔ یہی وہی ہین اور انسان اسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جب کہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جبرائیل اور یحییٰ اور میکائیل اور اس کے ہر ایک مہیا کی کی جڑ ٹھہر جی رہا ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہیں رہ سکتا۔ اگر کہہ کا مالک جانتا ہے کہ ایک پرنسز کی سیلاب نے اس کے گھر کی طرف رخ کیا ہے اور یا اس کے گھر کے ارد گرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو یہی تم خدا کی جڑ سے الگ ہونے کے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو سو تم انہیں کہو لو اور خدا کے اس قانون کو دیکھو جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے جو ہر مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند ہوا کیونکر جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی حاجت کر کے پھر گناہ پر قیام نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اُٹا کر کہہ رہی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد کرو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو کر کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو توبہ پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکہ پاس کو اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے **وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو کبھی تمہارے تقدیر اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے جو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ انکی نماز اور انکا استغفار بے معنی ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو جو قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور جو بے بغیر اور ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں یہی الفاظ تکرار کر لیا کرو "ماہو کہ تمہارے دونوں پر اس عجز نیاز کا کچھ اثر ہو۔" چنانچہ نماز میں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر آ رہے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (۱) پہلے جبکہ تم مطلق

کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنی والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز غم شمعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہو نیکو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر سیر حرم سکتی ہے اور صبح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر تشریف لے

(۳) تیسرا تغیر تم پر اس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رٹائی پانے کی لگتی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار دیا جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہی تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء

مقرر ہے۔ (۴) چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وار دہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت نیکی تم پر حاظر کر لیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرار دیا جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا کا سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کو تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے کہ جبکہ رات پھر جاتی ہے اور ایک سخت اندر سیرا لٹے جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز صبح مقرر ہے۔

(۵) پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر چومارتا ہے اور تمہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آج کل صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی جگہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر

پلچ نمازین تمہارے لئے مقرر کریں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازین خاص تمہاری نفس کے
فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم چھپکانہ نمازوں کو ترک
نکرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا قلع ہیں۔ نمازین آنے والی بلاؤں کا علاج
ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضا و قدر تمہارے لئے لایکا پس قبل
اسکے جو دن چڑھے تم اپنے مولے کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا
دن چڑھے ۔

اسے میرا اور بادشاہ اور دولت مندو !! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت
ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اسکی تمام راہوں میں راستیا میں اکثر ایسے ہیں کہ دنیا
ملک اور دنیا کے مالاک سے دل لگاتے ہیں اور ہر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو
یا د نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو ناز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اسکے تمام فکروں
چاکروں کا گناہ اسکی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اسکی گردن پر ان کو گنا
بھی لگنا ہے جو اسکے ماتحت ہو کر شراب میں شراب ہیں۔ اسے عقل مند و دنیا ہمیشہ کی
حکیم نہیں سمجھیں جاؤ۔ تم ہر ایک نے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان
کو تباہ کرنے والی صرف مشرب ہی نہیں بلکہ افیون۔ گانجا۔ چرس۔ ہنگ تازی اور ہر ایک
نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ملاک کرتا ہے سو تم
اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جنکی شامت سے
ہر ایک سال ہزار ما تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور
آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پر مینہ گارا انسان بجاؤ تا تمہاری عمریں دیا وہ ہوں اور تم خدا
سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ جبن اور
ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا کسی بندہ کی لاپرواہی لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ
خدا کے حقوق اور انسان کو حقوق سے ایسا ہی بچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر جس پر زیادہ پیر کیا قیمت وہ
شخص ہے جو اس شخصہ زندگی پر ہر دہ کر کے کلی خدا سے منہ پھیرتا ہے اور خدا کے حرام کو

۱۱ ہر ایک انسان کو تین چیزیں نصیب ہوتی ہیں۔ اولیٰ عیاشی۔ دوسری جبن۔ تیسری بخل۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی برکت ہوگی۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی برکت ہوگی۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ اگر کسی نے ان میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی برکت ہوگی۔

ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام کھیلنے حلال چڑھنے کی باتیں بولتا ہے کہ کھیلنے کا گناہ کسی کو نہ ملے اور کہ قتل کرنا کبھی تیار ہو جاتا ہے اور شہادت کے جوش میں بے حیائی کے طریقوں کو ہتھیار بنا کر پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پاتا کیا یہاں تک کہ مرے گا۔ اسے عزیز و دم ہونے والوں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزر چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو ایک انسانی کو غمناک جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہوں تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے کتنی بڑھ چاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کر لیتا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائیگا اور تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں ملے گا دشمنوں سے ڈر کر یا اور آفات میں مبتلا ہو کر بھاری سے زندگی بسر کر گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزر جائیگے خدا والوں کو گون کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتا ہے میں سو خدا کی طرف آ جاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو اور اس کے فراموش میں رہو نہ کہ اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قبر اور غضب سے ڈرتے ہو کہ یہی راہ نجات کی ہے۔

اے علماء اسلام میری تلمذ میں جلدی مت کرو کہ بہت سہرا ایسے ہوتے ہیں
کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سنکر اسی وقت رو کر نیکے لٹو تیار مت ہو جاؤ کہ یقوی
کا طریق نہیں ہے اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوں اور اگر گھٹنے بعض احادیث کے لٹھنے
نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے امانا ہی لٹو تھا تھے پہلے یہ عبرت کی جگہ چھوٹے کہ جس بات
پر تھنے زور مارا ہے اور جس جگہ تھنے قدم رکھا ہے اسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا یعنی جیسا کہ
تم حضرت علی علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منظر موعودہ ہی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کے
منظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئیگا جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اٹھا گیا دوبارہ دنیا
میں آجائیگا اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہو گیا دعویٰ کرے وہ جہنم ہے
اور وہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال کر لیتو تھے بلکہ خدا کی کتاب کو جو محمدی ملائکہ نبی ہے

منزلتِ اعلیٰ اور کمال کی چیز کا دوسری چیز میں محو ہونا اور کبریا کی حانہ میں عیسائیوں کی آئندہ مذہبی حالت کے لئے یہ ایک پیشگوئی ہے۔ منہ

[illegible]

ان مولویوں پر انہیں اگر انہیں دیانت ہوتی تو وہ تقویٰ کی راہ سے اپنی
 تسلی ہر طرح سے کرتے اور خدا نے تو نیک روحوں کی تسلی کر دی مگر وہ لوگ جو ابوجہل کی
 مٹی سے بنے ہوئے ہیں وہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابوجہل نے اختیار کیا تھا
 ایک مولوی صاحب نے میرے گھر سے بذریعہ جڑی اطلعہ دی ہے کہ امرتسر میں جلسہ
 ندوۃ العلماء ہے اس عہدہ کو بحث کرنی چاہئے مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی تمیز
 نیک ہونے اور فرج و شکست کا خیال نہ ہوتا تو ان کو اپنی تسلی کرانے کیلئے ندوہ وغیرہ کی
 کیا ضرورت تھی ہم ندوہ کے علماء کو امرتسر کے علماء سے الگ نہیں سمجھتے ایک ہی عقیدہ -
 ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ **قادیان** میں آوے مگر
 بحث کے لئے نہیں بلکہ صرف طلب حق کے لئے ہماری تقریر کو سننے اگر شک رہے تو غرضت
 اور ادب کے طریق سے اپنے شک کو رفع کر دے اور وہ جینک قادیان میں رہے گا بطور مہم
 کے سمجھا جائیگا ہمیں ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہیں اور نہ انکی طرف حاجت تھی یہ سب لوگ
 رہتی کے دشمن ہیں مگر آتی دنیا میں پہنچتی جاتی ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ
 نہیں کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں اپنے الہام سے ظاہر کروا رہا تھا کہ
 لوگ تمہارے نام کا ہم کیلئے جڑی کو شش کو شش کے اور ناخون تک زور لگائیں گے مگر آخر
 میں تمہیں ایک جڑی جماعت بناؤں گا یہ اس وقت کی وحی الہی ہے جبکہ میرے ساتھ ایک
 آدمی ہی نہیں تھا پہلے میرے دعویٰ کے شائع ہونے پر مخالفوں نے ناخون تک زور لگایا
 آخر حسب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پھیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا میں یہ عت
 ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے ندوۃ العلماء کو اگر نیا یاد ہے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات
 کو دیکھ کر تباہ و کے کیا یہ معجزہ ہے یا نہیں پہلے جبکہ قرآن اور معجزہ دونوں پیش کئے گئے تو
 اب بحث کس غرض کیلئے ؟

ایسا ہی اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی
 بدعت میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ انکو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ بھی خبر نہیں

ان کی مجالس میں اگر جاؤ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبورے اور سازنگیان اور ڈھولکیان اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئیں گے اور یہاں وجود اسکے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعویٰ اور تبلیغ نبوی کی لاف زنی اور بعض انہیں عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور مانتھوں میں مہندی لگاتے ہیں اور چوڑیا پہنتے ہیں اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پراسنے و نگار ہیں جو خیال میں نہیں آسکتا کہ دور ہو سکیں تاہم خدا تعالیٰ اپنی قدرت میں دکھائے گا اور سلام کا حامی ہوگا * [عورتوں کو کچھ نصیحت]

ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں وہ نقد و خراج کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اسپر ایمان نہیں کہ نہیں انکو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر کہتی ہے پس اگر اسلام میں نقد و خراج کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لئے خراج ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں انکا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بھی قابل رحم کہ وہ تخر و پھر نہ کر سکے تو ایسی صورت میں مرد کے توڑے پر یہ ظلم ہے کہ اسکو خراج ثانی کی اجازت نہ دی جاوے و حقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے اور مجبور یوں کے وقت عورتوں کے لئے یہی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرالیں جو طلاق کے قائم مقام ہے خدا کی شریعت دوا و فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی پس غور کرو کہ کیا بیچ نہیں کہ بعض شکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آجاتی ہیں جن میں وہ خراج ثانی کے لئے مضطر ہو تو ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل شکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو جو نہیں

طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صد ملاح کے سبب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں ان کا کچھ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر یہ کہیں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون کی تکمیل کی گنجی اور عورت کو فکر نہ کرو جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرف کی محتاج نہیں اور اس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں اگر عورت مرد کے تعدد و ازواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کر سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں تھیں انہیں اپنی شریعت میں انکا ذکر کرتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اسے عورتوں اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کردہ دوسرا مخرج کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں صحت اور ابتلا سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو چور و دین کر کے انصاف نہیں کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے مورد قہر آہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا اگرچہ شریعت نے مختلف مصلح کی وجہ سے تعدد و ازواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قصداً قدر کا قانون تمہارے لئے کہلا ہے اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضا و قدر کے قانون سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر ہی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو دنیا سے اور اسکی زمین سی بہت بے لنت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو کسی عورت سے ٹھٹھا نہ سی مت کرو خاوندوں سے وہ تعلق نہ کرو جو انکی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن جو نیکی حالت میں قبروں میں داخل ہو خدا کے فیاض نماز کوۃ وغیرہ میں سستی مت کرو اپنے خاوندوں کی دل جان سی طبع ہو بہت ساحصداً نئی عورت کا تمہارے ہاتھ میں ہے سو تم اپنی اس فہم داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانات میں گنی جاؤ۔ اسلئے مذکورہ خاوند و نیک مالوں کو بچا طور پر خرچ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گناہ نہ کرو ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر دینا نہ کرو

تفصیل حسب

مندرجہ ذیل میموریل حضرت مسیح موعودؑ کو فرسٹ آف انڈیا کی تختہ تین تفصیل جس کے پیش کیا

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہو گا ہر ایک فرقد رعایا کو فرسٹ برطانیہ کو اس توہینت خوشی ہے اور مسلمانوں کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں ان کے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دی گئی جس معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں گو فرسٹ کو مسلمانوں پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانوں کی بہت دراز سے ایک ولی تمنا ہے جس کے پیش کر سیکے لئے اس وقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہیں کہ چارہ بادشاہ علیجاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اس لئے مجھے تحریک کی گئی کہ میں اس اٹھاس کو اس سے پیش کروں کیونکہ میں ایک ایسے مسلمانوں کے گروہ کا امام ہوں کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں ان کے نام کم کموں کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے واسطہ میں یعنی میرے مرید ہیں اور مجھ سے الگ نہیں ہیں یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی پیروی رسم کو اٹھا کر چنانچہ ایک رابطہ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کیں کر کے شائع کی ہیں جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو میں ایسا کرتا ہوں کہ عقرب اس کی اصلاح ہو جائے گی گو فرسٹ کے اسٹے جہاں کم کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جسے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے حقیقت چٹھہ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لاڑ کوڑن باقاہر نے ایسی نمایاں کارروائی کی ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولیں گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانوں کو حفظ کرنا اور

ایک باہر کی مسجد چسپریل وادن کا قبضہ تھا مسلمانوں کو غنائت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے دہلی کی شاہی مسجد کے لئے ایک قیمتی لال ٹین اپنی جیسے محنت فرمانا ان فیاضانہ کار وادیوں سے جس قدر مسلمان شکر گزار اور گردیدہ ہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن ایک تنہا ان کی ہونے باقی ہے اور وہ ایسے کتنے ہیں کہ جن ہاتھوں سے یہ مرادین پوری ہوئی ہیں وہ تنہا بھی انہیں ہاتھوں سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کہ اس دن کو قلیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بائے مین خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی باگ بجائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کرو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کر لیا وہ سخت گنہگار ہے اور قریم ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اس قدر عید کی نماز بھی تاکید نہیں اسی غرض سے قریم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی قلیل مسلمانوں میں چلی آئی ہے اور اس ملک میں بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جب تک کہ اس ملک میں اسلام کی سلطنت رہی جمعہ میں قلیل ہوتی تھی اسی وجہ سے یا سٹ پٹیا لہ مین جمعہ کی قلیل ان دنوں تک ہوتی رہی اور اس ملک میں تین توہین ہیں ہندو عیسائی مسلمان - ہندوؤں اور عیسائیوں کو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنی اتوار جس میں وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں جس کی قلیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنی مسلمان اپنے تہوار کے دن سے بیٹھے جمعہ سے محروم ہیں۔ برٹش انڈیا میں کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہیں کہتا کہ کاش جمعہ کی قلیل ہوتی لیکن اس کرنی دو مین جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وائسرائے ہیں۔ مسلمانوں کو اس تنہا کے پورے ہونے میں بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جبکہ لارڈ کرزن صوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے ان کی مساجد و گنہگار کردی ہیں تو پھر وہ امر مسجدوں کی علت غائی ہے یعنی نماز جمعہ یا مہمیں ہاتھوں سے انجام پذیر ہوگا مسجد توسل و سترخان یا مینسٹر کے ہے جس پر وہی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل رومی ہے۔

تمام مساجد کی بڑی بھارت غرض ناز جمعہ ہے پس کیا ہمارے عالی جہت و ایسے لارڈ کرزن یہ
 روا رکھیں گے کہ وہ ہمیں دسترخوان تو دین مگر وٹی ندین ایسی دعوت تو ناقص ہو اور امینین
 کہ ایسا فیاض دل جو انفرادی کی کو اپنے پرگوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد و ایسے جس کے بعد
 کم امید ہے کہ اس کی نظیر ملے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اسکے بعد عقل و توجہ نہیں
 کر سکتی کہ مسلمانوں کے لئے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے و ایسے سے یہ مراد باسکین بلیک
 ایسی عداوت ہے کہ اسکا انجام پذیر ہو اسلطانوں کے دنوں کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کی طرف
 ایک زبردست کشش سے کھینچے گا اور ان احسانوں کی فہرست میں جو اس گورنمنٹ نے
 مسلمانوں پر کئے ہیں اگر یہ احسان بھی کیا گیا جو عام طور پر جمعہ کی تعطیل دیکھتے تو ایسا احسان
 ہو گا جو آپ زور سے کہنے کے لائق ہو گا اور اسکا مسلمانوں کے دل و شیر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص
 جبکہ عین تاج پوشی کے جلسہ میں جہاں شہر نارٹیس اور والیان ملک موجود ہوں گے اس جہاں
 کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو کچھ مسلمانوں کے دل و ہرین خوشی سے بھری
 ہوئی محبت پیدا ہوگی اسکا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اس دن لوگ ماہرین خوشی کے نعرے کے
 ساتھ لارڈ کرزن کے گیت کا بین گے اور اسکے حق میں دعائیں کریں گے اور اس کا رروائی
 سے اسلام اور عیسائیت میں ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے
 عہد کی طرف ہمیشہ کیلئے مشرب رہے گی اور میری دانت میں عام مسلمانوں کو خوش کر سکتے
 ہیں جو کارنامہ وہ چھوڑ جائینگے اس سے بہتر کوئی نہ ہو گا مسلمان ایک قوم ہے جو بے
 زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو نہ ہی رنگ میں کی جائے
 وہ اسکے دل و کھینچ لیتی ہے پس اعلیٰ سے اعلیٰ حکمت علی مسلمانوں کو سحر کر رہی ہے کہ نہ ہی
 رنگ میں ان کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے۔ چونکہ تاج پوشی کے جلسہ کا موقع ایک ایسا بابرکت موقع
 ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اسطرت آنکھیں ملتی ہوئی ہیں کہ اس مبارک رسم کی یادگار میں کیا کچھ
 سرفرازی ہو و غیرت کی کج جاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانوں
 کے لئے جمعہ کی تعطیل کھول دے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دینے سے تو میں سمجھتا ہوں

کہ عام دن کو خوش کر دینے کے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی ہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی پہاننگ دائرہ نہیں ہوا اگر توجہ پیدا ہو تو کم کو کچھ پرہیز نہیں ہوا اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک اور بات ہوتی ہے گورنمنٹ عدالت اس مبارک یادگار دن پر سے دن کی تعطیل عنایت فرمائیگی اور یہی مسلمانوں کا توقع ہے جس کے دن کو کچھ مسلمانوں سے ہی خصوصیت نہیں بلکہ یہ دن عیسائی مذہب میں بھی قابلِ تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑیں واقعہ ہے یہودیوں کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ مصر سے نہیں نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت میں بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی اراٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگارین قائم ہو سکتی ہیں اور مسلمان اس بات پر رضی ہیں کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلات بند کر کے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دی جائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ میں ایک متفقہ مصالحت کی بنیاد دے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا کہ وہ فوق العادہ تصور کیا جائے گا اگرچہ گورنمنٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانوں کے حالات سے ذاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو خوش کر دینے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریق نہیں اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ سیوریل آرڈر منظور کیا جاتا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ توجہ سے اس پر غور کیا جائے خاص کر میرے بڑے چوتھے سب سے ہیں ہوں کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص میں ترقی کریں اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایت ثابت کر دینے کے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہیں اس لئے میں اس عرض کیلئے جرات کرتا ہوں کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جائے اور اس کو ایک عمومی جھگڑا نہ بنا دیا جائے اور نتیجہ کیا جاسکے کہ یہ درخواست ہے کہ کیا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایک شخص کو ایک درخواست نہیں ملے گی کہ لاکھ ہزار مسلمان کی درخواست ہو اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہیں اس لئے ضرور میری سبھا گیا لیکن کے نام کے جائیں اور میں ان سب کا بیڑہ بطور ایل و کیٹ ہو کر امید بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہوں اور دعا ہے ختم کرتا ہوں +

اعجازِ احمدی

دائی اور زندہ معجزہ

مختلف مذاہب کے بیان کردہ معجزات کا مطالعہ تحقیق کا ایک سین میدان ہمارے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ہمارے
موجودہ مضمون کو اس سچے سچے تعلق نہیں اس معجزہ کو جس کی طرف ہم ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہیں معجزات کی
تایید میں ایک مسلم کے بنیاد پر غلط فہمی حاصل ہو گئی کہ ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء نبی اسرائیل علیہم السلام
کی نبوت اور ان کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایمان لاتے ہیں لیکن اس امر سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ ان معجزات
اور نشانِ صرف عارضی اور وقتی نشان تھے جو ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کیلئے دکھائے گئے تھے مثلاً
سب سے پہلے معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا صرف ناظرین کے لئے ہی ایک معجزہ تھا
لیکن ان کی ذریت اور دیگر شاخاں کے سامنے یہ صرف ایک کہانی ہے اور خشکی طبعیتوں کیلئے یہ ایک
مبالغہ آمیز بیانیہ ہے کہ سوا اور کچھ نہیں۔ انجیل کے معجزات محض توہین و دیگر صحت انبیاء کے معجزات کی
نقل ہیں۔ اور عظمتِ مین بعض حالتوں میں ان سے بہت کم درجہ پر مین دیو لکھنے پر آج لوگ مین
اڑاتے اور پانی کو شراب بنانے پر خیر خواہ بنی نوع تاسف کرتے ہیں۔ آم کا پودا فوراً اگانا بخیر کے
درخت کے سکھانے سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ یسوع کے پانی پر چلنے کو لوگوں کے ہوا پر اڑنے نے
بالکل مات کر دیا ہے۔ اس نے بلرون کو چنگا کیا لیکن یہی کام سلوم کے تالاب نے اور یسوع
کے معجزہ خالقون نے بھی کئے اور ہر زمانہ میں لوگ سلبِ احوال کرتے آئے ہیں۔ امیر کا
جھوٹا رسول ڈاکٹر ڈوٹی بھی آج کل وہی کام کرتا ہے جو یسوع دو ہزار سال پیش کیا کرتا تھا اور اپنی
نا کامیوں کے وقت وہ یسوع کی نا کامیوں کو مثلاً پیش کر دیتا ہے۔ الغرض ایسے معجزات میں تاہم
یہ سب سے بہت نقص ہیں۔ اول تو یہ عارضی باتیں ہوتی ہیں اور گو مشاہدہ کرنے والے لوگ کچھ عرصہ
تک متعجب رہیں لیکن معجزہ ہو چکنے کے بعد یا انبیاءِ نسلون کے لئے ایسے معجزات ان خصوصیتوں سے
خالی ہوتے ہیں جو دلون میں خدا تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا رعب بٹھا سکے جس کا ان کے ساتھ

دوسرے زندہ معجزات بطور شاہد کے موجود نہ ہوں بلکہ ان کا اثر بہت جلد دلوں سے ناپا ہو جاتا ہے۔ دویم ایسے معجزات و دعویٰ کی ایسی دلیل نہیں ہوتی جس سے قدرتی طور پر نتیجہ صداقت و عوسے کا پیدا ہوا اور اس طرح پر صحیح تعلق دلیل اور دعویٰ کے درمیان کوئی نہیں ہوتا اگر کوئی شخص خاص پانی کی شراب بنائے تو اس سے یہ استدلال نہیں کر سکتے کہ اس کا کلام خدا کا کلام ہے یا وہ اپنے کسی کو میں سچا ہے ان اس کرتب سے ہم زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ وہ پاک پانی کی ناپاک شراب بنائے میں ماہر ہے۔ سوئم ان معجزات کی پیش کردہ شہادت صاف اور صریح نہیں ہوتی، دلیلیں کو ہتھکنڈے معمولی تماشہ بیون کی نظر میں معجزہ کا اثر کہتے ہیں اس قسم کے اسی معجزہ اور ہتھکنڈے میں امتیاز کرنے کیلئے کوئی کھلا کھلا معیار نہیں، کوئی معجزہ ایسا نہیں جس کی نقل شعبہ باراد و جسمانی و زرش والوں نے نہ کی ہو اور ایسے معجزات اور مصنوعی باتوں میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ چہارم چونکہ ایسے معجزات چند لمحوں کے لئے ہوتے ہیں اس لئے دیکھنے والے بھی اس کی اصلیت پر پورا یقین نہیں کر سکتے ممکن ہو کہ دیکھنے والے کو دھوکا لگا ہو یا کوئی ایسا قریب ہو جس کی وہ اصلیت تک پہنچ سکے ہو کہ وہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے کافی وقت نہیں ہوتا۔ پینتر اسکے کہ کوئی شخص اسپرٹور کر کے معجزہ قائم ہو جاتا ہے یہ سچم ایسے معجزات دکھائے جائیکے بعد لمحاظ دلیل ایک صراحت و براہست و قدرت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ دوسرے زمانہ میں انہیں کسی دعویٰ کی تائید میں پیش کرنا گویا دعویٰ ہی کو دلیل ٹھہراتا ہے کسی دعویٰ کے ثبوت میں انکو پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان کی سچائی کو زبردست شہادتوں اور صحیح دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ششم کی سچائی اور واقع ہونے کی لایہی شہادت عموماً یافت سے باہر ہوتی ہے اسکے مشاہدہ کر نیوالے صرف چند اشخاص ہوتے ہیں اور سب ایک آئنا کا ناظر ہو سکتے ان کا اثر زمانہ آئندہ ہر کم پڑتا ہے غارتی عادت واقعات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسکے مشاہدین ہوں لیکن دیگر اشخاص کے نزدیک ان میں اور مبالغہ آمیز فسادوں میں کوئی کافی اور کھلا امتیاز مشکل سے مل سکتا ہے رویت کی شہادت بالکل نہیں ہوتی۔ ممکن ہو کہ اراقصہ ہی غلط ہو یا جس شخص کی شہادت بیان کی جاتی ہے اس نے جھوٹ بولا ہو یا اسکو دھوکا لگا ہو پس اس صورت میں اصلیت تک پہنچنا محال کے قریب قریب

میں نے اپنے
میں نے اپنے

ہو جاتا ہے۔ ہفتہ معجزات کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک انصاف پسند محقق کے لئے وہ تجارت کا امتیاز اور محبوبی باتوں کا رد نہایت مشکل امر ہے۔ ہر ایک مذہبی فرقہ اپنے پیشواؤں کے عجیب عجیب قصے بیان کرتا ہے لیکن اصلی واقعہ میں جھوٹ ایسا ملا ہوتا ہے کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا ایک سخت دشوار امر ہے۔ نیز اگر کوئی صحیح واقعہ موجود بھی مانا جائے تو بھی بیچھوٹی کہانی کا عنصر غیث قرآن شریف ہی ایک لائق الٹا الٹا ہے۔ ان سب عیوب کے پاک عظیم الشان معجزہ پیش کرنے کا فخر حاصل ہے اسکے معجزہ کی صداقت ہر شخص اپنے زمانہ میں اپنے واسطے جانچ سکتا ہے یہ معجزہ تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ نیز اس معجزہ کو اس دعوے سے بڑا بھاری تعلق ہے جس کی تائید میں وہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے شروع میں اس معجزہ کا بیان ذکر ہے وَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ حَتَّىٰ نُنْزِلَ الْآيَاتِ عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِا وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۖ فَإِنْ كُنْتُمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاذْكُرُوا النَّارَ ۖ

(البقرہ ۲۴۱) ترجمہ اور اگر تم شک کرتے ہو تو اس چیز کے جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر تو بنا لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند اور بلا لو اپنی مدد کے لئے ان تمام مدعا کے خدا کے سوا جو تم بھروسہ کرتے ہو اگر تم جیسے ہو اور اگر تم یہ نہ کرو اور تم ہرگز نہ سکو گے تو ڈرو و دوزخ کی آگ سے ایک اور مقام پر آیا ہے قُلْ لِّزَيْنِ اجتمعوا لجن ولا تشر علیہا ان یا قوا عتدل هذا القرآن لایاتون بشئہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیراً

(بنی اسرائیل) ترجمہ نہ کہہ دے اگر جمع ہو جائیں جن اور انسان اس بات پر کہ قرآن کی مثل بنالین ہنن بنا سکیں گے اس کی مثل خواہ دے ایک دوسرے کی مدد ہی کریں "قرآن کریم کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور تمام زمانوں میں اس کی صداقت کا معیار ہے اس معجزہ کا قیام جس سے بیمار چنگے ہوتے یا مر دے زندہ کئے جاتے ہیں اگر بالفرض ایسا ہوتا ہو تو اس شخص کے وجود صحیحی وابستہ ہوتا ہے جسے اس معجزہ کے اثر سے فائدہ اٹھایا ہوا اور اس کی مدد کی سہا ہے اسے بھی ایک موت طاری ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ہمیشہ زندہ ہے اور اسکے ساتھ اس پریشاں

معجز بھی زندہ ہے۔ قرآن کریم کے اس دعوے کی منادی کہ وہ بے مثل اور الٰہی کلام ہے تیرہ صدیوں سے کی جا رہی ہے اور ہمیشہ تک بغیر کسی مقابلہ کے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہوتی رہے گی۔ تمام دنیا اب اور آئندہ اسکے معجزہ کی سچائی پر گواہ ہے اور ہر سچی بات آج بھی اپنے مخالفین کو اپنا مثل بنانے کے لئے ویسا ہی چیلنج کرتا ہے جیسے گزشتہ زمانہ میں کیا کرتا تھا۔ انسانوں کی لیاقت اور عقل کی کمزوری اور ناقابلیت اسکے مثل بنانے میں اسکے معجزہ کی صداقت کی صاف اور قطعی دلیل ہے جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی اس معجزہ سے قرآن کریم کا مزین و متجانب السد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر کل انسانی طاقتیں قرآن مجید کے مثل بنانے میں عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ اسکا صدور کسی اعلیٰ منبع سے ہے اور اس طرح قرآن کریم کا یہ معجزہ اسکے متجانب السد ہونے کی سچائی پر ہدال ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی زندہ معجزہ عطا ہوا ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و منظر و سیاحا و مد ہے۔ قریناً دس سال ہونے کو اپنے خدا سے الہام پا کر شہر کیا تھا کہ خدا نے مجھے فیض الٰہی عطا فرمایا ہے اور یہ کہ کوئی عربی دان میری عربی کی مثل نہ بنا سکے گا خواہ تمام علماء و ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں۔ دس سال سے اس چیلنج کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا گو آپ نے اس امر کی تجدید ہر شانہ تصنیف سے کی ہے۔ اور گواہ اسلامی ممالک کے تمام علماء بار بار اس چیلنج کو قبول کر کے لئے دعوے کئے گئے ہیں اعجاز المسحوقین جو سورۃ فاتحہ کی ایک معجزہ تفسیر ہے۔ یہی دعوے کیا گیا۔ جسکے بارے میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمام عربی دان خواہ اس کی مثل بنانے میں متفق بھی ہو جائیں تو بھی نہ بنا سکیں گے اور اگر کسی نے اس امر کی جرأت کی تو وہ دلیل اور ناکام ہوگا۔ عیسائی و مسلمان مخالفین نے اپنی خاموشی کے ساتھ ان الفاظ کی صداقت پر مہر کر دی ہے +

ایک اور کتاب اعجاز احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گزشتہ ۱۶ نومبر کو شائع کی۔ اس کتاب کے تھے صفحہ ۱۱ اور پہلا پنج دن میں لکھی گئی تھی اس کی تصنیف کا باعث ایک مباحثہ تھا۔ جو ضلع امرتسر کے ایک گاؤں مذنا می میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مریدوں اور ایک مشہور مخالف

کے مابین ہوا۔ یہ مباحثہ ۱۶۹۰ء اکثر برگزشتہ کو ہوا اور اس کی خبر آپ کو دور و زریعی۔ پیلچا پیلر صفحہ ۱۱ میں دیکھا جس میں مباحثہ مذکور کے متعلق مخالف کے دلائل کی تردید ہے اور باقی حصہ میں ایک نہایت مفصّل و دلچسپ عربی نظم ہے جس میں ۱۱ مقامات مباحثہ و چند پیشگوئیاں شامل ہیں اس کتاب کے ساتھ مخالفوں کے لئے کہ اگر وہ اس کی مثل بنالائیں دس ہزار روپیہ کا انعام بھی تھا اس کے مقابلہ میں مخالفین کو صرف برابری کی سطح پر ہی مدعو نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کو دو طرح سے آسانی بھی دی گئی تھی اول یہ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی مدد کے لئے جہان سے چاہیں عربی دان ادیبوں اور علماء کو بلا لیں۔ دوسرے یہ بجائے پانچ روز کے جس میں یہ کتاب لکھی گئی مخالفین کو پچیس روز تک اس کی مثل تیار کرنے کی مہلت دی گئی تھی اس طرح ہر روز ہری سہولت ان کو دی گئی۔ مگر ان تمام سہولتوں باوجود مخالفین نے جن میں اکثر بڑے بڑے لائبریریوں عربی دان بھی ہیں اپنی خاموشی سے قطعاً ثابت کرنا ہے کہ انسانی طاقتیں ایجاز احمدی کے مثل بنانے میں عاجز ہیں اور اس لئے یہ انسانی کام نہیں بلکہ منجانب اللہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ وہ پیشگوئی جو احمدیہ فرقہ کے اول اور نہایت شدید دشمن مولوی محمد حسین ٹالوی اور شری المی کشاکوٹسٹ بیکہ و کس لاہور کی نسبت جو وہ بھی سلسلہ عالم کا معاند ہے جمع دوا و پیشگوئیوں کے کی گئی وہ انسانی فراست کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی کیونکہ اپنے گہبی سخت مخالفت کی نسبت ایسے وقت پر جبکہ وہ اپنی دشمنی میں حد نہ پہنچا رہا ہو۔ اس کی تبدیلی کی پیشگوئی کرنا سوائے الہی حکمت و علم کے کسی کام نہیں ہو سکتا۔

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم

یسوع کے سواغ کہتے وقت ہر ایک محقق کو یہ بات ملتی ہے کہ انجیل نویسنے والے دیر در دست اپنے پیش کردہ یسوع کے عجیب کے حالات کو اشارتاً بیان کر کے بھی پہلو تہی کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر لاؤ گا پیر و ڈالا گیا ہے جبکہ وہ عین بشارت کے دنوں میں تھا اور جب اس کی اخلاقی حالت کیلئے بڑے جذبات کا رکنا نہایت قابل فخر تھا لیکن انجیل نویسوں نے وہ در دست اس کی پہلی جہاں

زندگی کو بیان کر دینے کے لئے انہوں نے اس کی زندگی اس دن کو شروع کی ہے جب وہ
یہود کے پاک پانی سے صاف ہو کر اور یوحنا کے ہاتھ پر توپسا پتہ لیکر ایک تبدیل شدہ انسان
بنا۔ اگر اس زمانہ کی نسبت جہاں انجیل نویسوں نے خاموشی اختیار کی ہے وہ دوسرے حوالے سے
پتہ لگایا جائے اور مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی سوانح
میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کا نو نہ نہیں ملتا بلکہ مخالفین کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت
عیوب سے خالی نہ تھا مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہو گیا اسوجہ
اسکے استاد نے ناراض ہو کر اسے عاق کر دیا اس قسم کے واقعات یسوع کی الوہیت و معصومیت پر
ایک خطرناک حملہ ہیں لیکن ہم اس مضمون کو صرف انجیل کے حوالوں کے رومے لکھنا چاہتے ہیں اور
اس کے مخالفین کے بیانات کو ابھی چھوڑتے ہیں +

اس بارہ میں یسوع کا ایک اپنا مقولہ قطعی ثبوت ہے انجیل متی ۱۹-۱۱ میں لکھا ہے کہ ایک
شخص نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ "اے نیک استاد میں کوئی نیک کام کر دن کہ تمہاری زندگی
پاؤں" اور اس نے جواب دیا "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک ہی خدا" اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ یسوع کا نیک کہلانے سے انکار کرنا اس واسطے تھا کہ وہ اپنے آپ کو نہ سمجھتا تھا اس وقت
جواب یسوع کی عصمت کے حامی دیتے ہیں وہ بجا ہے خود اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ اسکے پاس کوئی
جواب نہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یسوع خدا تھا اسلئے ایسے جواب اس کا نشانہ صرف یہ تھا کہ وہ شخص جو
اسے صرف انسان سمجھتا ہے اسے نیک نہ کہے کیونکہ کوئی انسان گناہ سے بری نہیں اسلئے کوئی بشر
نیک نہیں کہلا سکتا لیکن ایک سوئی سے سوئی عقل والا انسان بھی اس بیان کی سیوگی کو چھو سکتا ہے
کیونکہ اگر یسوع صاف طور پر اپنی خدائی کا دعوے یہودیوں کے سامنے پیش کر چکا تھا تو ضرور تھا کہ وہ اسے
اپنی شریعت کے رومے ایک متد اور نہایت گنہگار شخص خیال کرتے ہوں اور شریعت موسوی کے
محاط سے وہ موت کا سزاوارٹھم پایا جاتا۔ پس کس طرح ایک یہودی اس دعوے کو جاکر اور یہی کو نیک
کہہ کر خدا کے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا تھا۔ برخلاف اسکے اگر اس شخص نے یسوع کے خدائی کا
دعوے کو قبول کیا ہوتا تو یہ کہنا ہی بالکل لغو اور بے معنی ہو کہ نہ کہ الوہیت کا تو اس وقت انکار ہی ہوتا

کیا گیا۔ یہ فرض کرنا ایک یہودہ امر ہے کہ ایک یہودی نے جو اپنے مذہب پر قائم تھا یسوع کے دعویٰ الوہیت کو جاننا بھی اسے نیک اسلاف کے خطاب سے تھا طلب کیا۔ یہودی مذہب اس بات کی تردید کرتا ہے کہ بھی خدا بھی جسم میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کو نہایت درجہ گنہگار قرار دیتا ہے۔ اب یسوع کے حامیوں کو دو صورتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا پڑا۔ یعنی یا تو سبیل یسوع کی خدائی کے دعوے کو ماننا تھا۔ اس صورت میں مسیح کا جواب تھا اور یہ معنی ہے اور یا وہ خدائی کے دعوے کو نہ ماننا تھا اس صورت میں اس کا خطاب صحیح نہیں ہو سکتا۔ بڑا تشریح اس آیت کی عیساٰئی مفسرین نے کی ہے وہ یوں غلط ثابت ہوئی۔ نیز یسوع کے صفات صاف انجیلی الفاظ سے کچھ تان کر ایسے معنی لگائے بھی نہیں جاسکتے اور کوئی غلط فہمی کی ایک تہ یوں کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر انہیں باتوں پر یسوع کی عصمت کی بنا پر تو باریدین کو چودہ سو برس انبیا کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ یسوع کی عصمت سے ماٹھ دھو لینے چاہتے تھے۔ یہاں الفاظ یسوع نے بولے ان کا صاف اور سیدھا مفہوم جو کہ ہر ایک فطن انسان قبول کرے گا یہ ہے کہ اس نے اپنی بیگناہی کا انکار کیا۔ اگر اس طرح پر عبارتوں کو کھینچنا کہ کچھ کے کچھ معنی مراد لئے جاویں تو کسی عبارت کا مفہوم بیان کرنے میں کوئی امن نہیں رہتا۔ فرض ان واقعات سے عیاں ہے کہ انجیلیں بجا ہے یسوع کی معصومیت کے مسئلہ کی تائید کرنے کے اسے گنہگار بتلا رہی ہیں کیونکہ آیت مذکورہ کے رو سے یسوع نے نیک یا بیگناہ کو برا بھلا انکار کیا وہ تمام بیانات بالکل بیہودہ ہیں چنانچہ الفاظ کے صریح معانی کو رد کرنے کے لئے پیش کیے جاتے ہیں اور کوئی فطن انسان ان الفاظ سے سوائے یسوع کی گنہگاری کے کوئی اور نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ یسوع کے افعال بھی اسی امر کے موید ہیں کہ وہ بیگناہ نہ تھا اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے باپ بپتسمہ لیا۔ اس بپتسمہ دینے کے متعلق کئی امور مد نظر رکھنے چاہئے۔ اول یہ کہ یوحنا بپتسمہ دینے اور گناہوں کے اقرار کا بپتسمہ تھا جیسا متی ۳: ۱۱ میں لکھا ہے کہ ”یہ شہلاں اور تمام یہودیہ اور یروشلیم کے پاس کے ملکوں کے رہنے والے اسکے پاس گئے اور یروشلیم میں اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے بپتسمہ پائے گا تو قاف میں لکھا ہے اور وہ (یوحنا) یروشلیم کے سارے اس پاس کے ملک

میں آگے گناہوں کی معافی کے لئے تو یہ کہہ بیٹھیں گی مٹا دی کہتا رہا، دوسری دو بخیلوں میں بھی اسی قسم کی آیتیں موجود ہیں ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کا بیٹیم گناہوں کی معافی کے لئے تو یہ کہہ بیٹھتا تھا جیسا کہ لوگ اپنے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ یسوع نے بھی دیگر یودیوں کی طرح بیٹیم پایا اور دوسرے گناہوں کی طرح ضرور اپنے گناہوں کا اقرار بھی کیا ہو گا اور نہ بیٹیم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یوحنا کے بیٹیم میں بیٹیم لینے والے کی طرف سے گناہوں کا اقرار ہوتا تھا اس اقرار کے بعد بیٹیم نے والا مرید کو پانی میں غوطہ دیتا تھا اور اس سے مراد یہ لیا جاتا تھا کہ بیٹیم لینے والا گناہوں سے صاف ہو گیا ہے اگر گناہوں کا اقرار نہ ہوتا تو پانی میں غوطہ دینا بھی نہ ہوا ہو گا اور اس طرح بیٹیم کی کوئی رسم بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یوحنا کا بیٹیم تو یہ گناہوں کے اقرار اور بیٹیم پانی میں غوطہ لینے کے بعد ان گناہوں کی معافی کا بیٹیم تھا۔ یسوع نے خود اس طرح بیٹیم حاصل کرنا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی اور طریق سے گناہوں کی معافی اور روح القدس کا انعام نہیں مل سکتا۔ انسانی نگاہ سے یہ بیٹیم لینے کا بیٹیم تو یہ اور گناہوں کی معافی کا بیٹیم تھا۔ اور اس سے یہ مراد تھی کہ روحانی بلیدیوں سے صفائی حاصل ہو، یہ کہنا کہ یسوع نے صرف بے معنی رسم پوری کی سخت بیہودگی ہے۔ انجیلیں کہتی ہیں کہ اسے بیٹیم ملا اور اس نے تمام رسم کو ادا کیا جس کا بڑا حصہ گناہوں کا اقرار تھا اسکو بے معنی رسم قرار دینا گویا یہ کہنا ہے کہ جب اس نے گناہوں کا اقرار کیا تو وہ کہنا کچھ تھا اور اسکے دل میں کچھ تھا۔ لیکن یہ تو بیاکاری ہے کسی نے اسے مجبور نہیں کیا تھا کہ گناہوں کا اقرار کرتا پھر بے جگہ اس نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا تھا نیز اگر گناہ ایک موقع پر چھوٹ بولا تو پھر کیوں نہیں کہ اس کی باقی تعلیم اور بیانات بھی اسی قبیل کے ہوں۔ کیا اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اسکے تمام الفاظ اور کام جھوٹے اور بے معنی تھے۔ انجیل کے مطابق یسوع کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں معلم ہوں اور شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں باوجودیکہ شریعت کے رسوم بے معنی اور مہمل اور بے حقیقت تھے اور پھر خود ایسے کام کہے جن میں کوئی حقیقت تھی اور ایسے الفاظ بولے جو محض جھوٹ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے بیانات صرف عیسائیوں کے ڈھکوسلے ہیں جو ایک جھوٹے دعوے کو قائم کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہیں۔ انجیلوں میں یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یسوع نے صاف صاف نیک کہلائیے انکار کیا اور اس قول کی تائید اپنے قتل سے
کی یعنی یوحنا کے ہاتھ پر پتہ لیا۔

دوم انجیلوں نے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس یسوع پر نہ اتری جب تک اس نے یوحنا
کے ہاتھ سے پتہ نہ پایا۔ اگر عیسائی مشنری اس امر پر غور کرتے تو انہیں آسانی سے معلوم ہوتا
کہ یسوع کی زندگی کا سب سے عظیم الشان واقعہ جو اسکے لئے نزول برکات و انوار کا موجب ہوا یوحنا
سے پتہ لینا تھا جس کے بغیر روح القدس ہر گز اس پر نازل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی
کہ خدا نے روح القدس کا انعام یسوع کو نہ دیا جب تک اس نے یوحنا کے ہاتھ پر توبہ نہ کر لی تھی
تو یہ ہے کہ یہ پتہ میری بے ایک بے معنی رسم ہونے کے یسوع کی زندگی میں ایک عظیم الشان واقعہ ہو
اور انجیل ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یوحنا یسوع کا روحانی باپ بننے کے لائق تھا کیونکہ
لوقا ۱۱ سے ہمیں پتہ ملتے ہے کہ وہ یعنی یوحنا اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر ہوا
تھا۔ لیکن یسوع پر روح القدس نازل نہ ہوئی جب تک اس نے یوحنا کے سامنے عجز ظاہر نہ کیا
اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اسکے ہاتھ پر توبہ نہ کی۔ اس پتہ کا اثر اتنی جلدی ہوا یا دوسرے
لفظوں میں یون کہنا یا انجیلوں میں روحانی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ چوتھی یسوع نے اسکے
پاس توبہ کی اس وقت روح القدس کا انعام اسے بخشا گیا۔

تیسری بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یسوع اپنی راستبازی کو جب تک اس نے یوحنا سے پتہ نہ لیا تاہم
خیال کرتا تھا۔ مگر یسوع کے وہ الفاظ لکھتا ہے جن میں اس نے یوحنا کے ہاتھ سے پتہ لینے کو جو بیان
کی ہے کہ کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ وہ بھی سب راستبازی پوری کریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت
وہ اپنی راستبازی کو ناقص خیال کرتا تھا۔ اسی نقص کو اپنی راستبازی میں محسوس کر کے ایسی دیگر
گناہ کے باعث اس نے یوحنا کے سامنے انکساری کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی یسوع کی
راستبازی کا نقص اسکے اپنے اقرار سے ظاہر ہے کیونکہ اس نے کہا کہ میں شراب پیتا ہوں مگر
یوحنا بقول ناجیل تمام مسکرات سے پرہیز کرنے والا تھا۔ یوحنا کے وہ الفاظ جو بتی نے لکھے ہیں اور
چنے پائے جاتے ہیں کہ یوحنا نے یسوع کے مقابلہ میں کفری دکھائی بالکل یہ بنیاد نہیں کیونکہ ان کی نظیر

دوسری دو مستبر انجیلوں میں نہیں پائی جاتی نیز ان الفاظ کی تردید متی کے ہی بیان سے ہوتی ہے۔
 جہاں یسوع نے اقرار کیا کہ میری راستبازی یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے بغیر ناقص رہے گی
 نیز یوحنا یسوع کی مسیحیت پر آخر تک شک کرتا رہا (لوقا ۲۴) کیونکہ اس نے یسوع کو اس گروہ میں
 سے جو اپنے گناہوں کے اقرار کے لئے اسکے پاس آیا تھا ایک معمولی شخص سمجھ کر تپسہ دیا تھا۔

ماسہ ۱۱ ان مامور کے کہ یسوع نے خود گناہوں کا اقرار کیا اور نیز اپنے مرشد یوحنا تپسمہ دینے
 والے کے پاس اقرار کیا۔ اناجیل میں اسکے کئی ایک دیگر اقوال و افعال دیکھے جلتے ہیں جن سے
 اس کی مصدقیت بالکل یلیا میٹ ہو جاتی ہے اول اسے شراب پینے کی عادت تھی لوقا ۲۲: ۱۵-۱۶
 ”کیونکہ یوحنا تپسمہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ پیتا ہے۔۔۔۔۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور
 تم کہتے ہو دیکھو ایک کھاؤ اور سے خوار معمول لینے والوں اور گناہ کاروں کا دوست“ اس لئے
 اسے اپنی تعلیم اور نمونہ سے لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیا جو شراب کا شکار بن گئے نہ ہارون خاندان
 اس فرسہ سے ہلاک ہو گئے اور اس طوفان کو بجائے روکنے کے یسوع نے اور بھی جوش دیا تا جو د
 جوان اور مجرد ہو چکے اس کی آشنائی بعض بدکار عورتوں سے تھی جو ہمیشہ اسکے پاس رہتی تھیں بلکہ ایک
 جگہ وہ بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے۔ متی ۲۳: ۱۰۔ اسنے ایک بچہ سے عطر ملوایا جو اس کی حرام کاری
 کی کما کی تھی اور اراؤنا اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی لوقا ۷: ۳۸ وہ اپنے والدین
 کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی نان کی اس نے بے ادبی کی۔ (متی ۱۲: ۵۰) جو شریعت موسوی کی مطابق
 سخت گناہ ہے۔ اسنے ایک بیگناہ شخص کو جسے اسے کچھ نقصان پہونچایا تھا قریباً دو ہزار
 سوڑے مکے گلہ کو تلف کر دیا۔ مرقس ۶: ۱۱۔ اس نے اپنی حاضری میں اپنے شاگردوں کو بغیر رضامندی
 مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھیں اور جس واقعہ پر تینوں معبر اناجیل متفق
 ہیں (متی ۲۳: ۱۰ مرقس ۲۲: ۱۰ لوقا ۲۲: ۱۰)۔ اسنے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیوں دین اور بہت
 نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے مہیا آگے بیان ہو گا۔ اسنے تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس
 پیشتر گذر چکے تھے چوراہہ پر تیار کہا (یوحنا ۸: ۱۲) اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اسکی تمام تعلیم نہیں
 سے چلائی ہوئی ہے اسنے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جبکہ اسے یقین تھا کہ اسکی موت مل نہیں

سکتی اس نے اس چور سے وعدہ خلائی کی جو اسکے ساتھ صلیب پر لٹایا تھا۔ مٹی پر لٹا ہوا ہے
ظاہر ہے کہ یسوع نے چور کو کہا "آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہو گا لیکن یسوع خود تین دن
دورخ میں رہا اور یہ بھی شک نہ کر کہ آیا وہ چور کو بھی دورخ میں ساتھ لے گیا یا نہیں بہشت
میں جانے سے تو وہ ناکام رہا پس کم سے کم اسے مناسب تھا کہ اس چور کو دورخ ہی میں بھیجا۔
اس سوال کا جواب عیسائی مشنریوں کے ذمہ ہے انجیلوں سے صرف یہ پایا جاتا ہے کہ یسوع نے
وعدہ کا خلاف کیا کیونکہ وہ مصلوب ہوئے کے بعد کئی روز اور بعض روایتوں کے موافق چالیس روز
زمین پر رہا عیسائی تعلیم کے بموجب دورخ میں داخل گیا اور یہی معلوم نہیں ہوتا کہ یسوع چور
کے ساتھ پہلے بہشت میں گیا ہوا اور اسے وہاں چھوڑ کر زمین پر یا دورخ میں داخل ہو گیا ہو یا نہ
ہو۔ میں وہ صاف صاف کہتا ہوں کہ "میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا"
یسوع کی ایک اور وعدہ شکنی بھی انجیلوں سے معلوم ہوتی ہے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی
یہ نسل گزرتے جانے لگی کہ ان آدم جلال کے ساتھ آئے گا۔ مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی چھوڑا نکلا اور وہ لوگ
جنگو مسیح نے واپس آکر دیکھنا تھا اور ان کے دیا رہے دل ٹھنڈا کرنا تھا۔ وہ سب کے سب مرٹ گئے
اور ان کے بیٹے اور پوتے وغیرہ سب مر گئے اور انیس برس کے قریب انکے مرنے پر گزر گئے تو اب دوبارہ
آدمین یسوع مسیح کو کیا خوشی ہوگی اور کس کو دیکھ کر انھیں ٹھنڈی کر دیا گیا انکی قبر نکو دیکھیے گا۔
یا ان کی اچڑی ہوئی بستیوں کا نظارہ کوئے گا۔ افسوس کہ ان لوگوں کی زندگی جنگیہ وعدہ دیا گیا تھا۔
کس مایوسی میں گزری ہوگی اور پھر موت کے وقت انکو کسی کسی حسرتیں سامنے آئی ہوگی۔
سب سے بڑا گناہ جو انجیلوں کے رو سے یسوع پر عائد ہوتا ہے اسکا خدا کا دعوے کرنا ہے باوجود اس
بات کے کہ اسکو یہ علم تھا کہ وہ میریم کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور خون حیض سے اسکے اعضا بہت
اور ساری انسانی کمزوریاں اور لاپرواہیاں اور بھوک پیاس کی تنگیان اس پر وارد ہوئی
ہیں یہ یہود وہ دعوے ایک بڑا نقص ہے جو اس کی فہم و عقل میں پایا گیا ہے چاہے تھا کہ وہ خدائی
کا دعوے اس وقت کرتا جبکہ خدائی کی طاقتیں اپنے اندر پاتا نہ یہ کہ یہودیوں سے مارین کھانا حکام
کی عدالتوں میں کھینچا جاتا غور سے جان کی پستی بھوک سے جان بچنے کو ہوتی اور اگر خدائی کے دعوے

کیلئے یہ کہا جاسکے کہ اس نے معجزات دکھلائے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے دکھلائے اور کیوں جائز نہیں کہ ہندوؤں کی ان کہانیوں کی طرح جو پرانوں میں موجود ہیں یہ بھی کہانیاں ہوں مردہ کا زندہ کرنا تو ایسا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ اگر ہوتا تو اس سے اسرائیل کی قوم میں ایک شور مچ جاتا اور یہ یہودی روتے روتے بیرون پر آگرتے نہ یہ کہ ان کے بیرون میں زنجیر ٹوٹتے اور حالات میں کرتے اور آخر بڑی بے رحمی سے صلیب پر چڑھا دیتا اور اگر فرض کے طور پر کوئی نشان ظاہر ہوا ہوتا وہ صرف صحت نبوت کی دلیل ہوتی نہ کہ خدا کی کاکوئی نشان کیونکہ اگر نشانوں سے خدا کی ثابت ہو سکتی تو ایلیاہی کی خدا کی بوجہ اولی ثابت ہو جاتی وجہ یہ کہ اسلاطین اور روسلاطین میں ایلیاہ کے اعتبار نے بدست اور اقتدار میں معجزات کا ذکر ہے کہ مسیح کی نسبت ذکر کرنا اور یہی شاید پھول گئی ایلیاہ نے اپنے پیٹ سے پیٹ لگا کر ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ ایک عورت کو اسکے ایک پاؤں میں بے حرکت دی کہ وہ اخیر تک ختم نہ ہو سکا اور دشمن جب اسکو کپٹنے گئے تو وہ دفعہ پچاس پچاس آدمی کو صرف نظر کرنے سے ہلاک کر دیا اور بادشاہ کو یہ کہا کہ قبل اسکے کہ تو بلنگ کے نیچے اترے تیری جان نکل جائے گی۔ مگر سچ پیلطوس کا کچھ بھی لگاؤ نہ سکا۔ اور پھر خبری وقت میں عزت کے ساتھ رتھ پر سوار کر کے آسمان پر اٹھایا گیا مگر سیوع مسیح کی نسبت ثابت نہیں کہ وہ آسمان پر کھینچے جانے کے وقت ایک گدھے پر بھی سوار کیا گیا ہو اور پھر جب ایلیاہ دوبارہ دنیا میں نازل ہو گا تو ثابت کر دے گا کہ ایسا مسیح جھوٹا تھا جو اسکے پہلے آگیا عرض خدا کی کا دعویٰ ایک بڑے گناہ کا ارتکاب ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کا خدا ہونا اسکے بزرگوں کو حرمین نبی اور کاہن بھی سحر پہلے سے معلوم ہوتا اور وہ جانتے کہ وہ تین خداؤں میں ایک ہے اور کائنات میں ثلاثی توحید کی تائید کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس کی مان کے تارک ہوئی حالت میں یہ بے ادبی کرتے کہ اسکے لئے کوئی خداوند تلاش کر کے خواہ مخواہ بے باپ پیدا ہونے کی رونق پر خاک ڈال دیتے اور حرم کو ہنر فشکنی کی مجرم ٹھہراتے اور اس کا کفر کرتے اور اپنے خدا کی مان کو کسی دوسرے کی جو رہتا ہے اور پھر جب مسیح پیدا ہوا جو ان کے زعم میں خدا تھا تو خدا کے حق نہ کرنے کی تہمین کیا ضرورت تھی اسکے گوشت کا تو سب حصہ خدا کی رنگ سے رنگین تھا اس کا ٹٹو تو ہرگز مناسب نہ تھا۔

اور اگر کاٹا گیا تھا تو تبرک کی طور پر رکھنا چاہئے تھا فتنہ کی اصل جڑ یہ ہے کہ اس بات کا نشان ہو کہ جس طرح وہ زندہ گوشت کاٹا گیا اسی طرح اس عضو کی ناجائز گردن کشیوں پر خدا کے حکم کی تیرجھری چلائی جیسے کہ وہ بے اعتدالی اس کی کٹ جائے اور یا بعض اسے بھی فتنہ کر یا کہ تمہیں کہ کتابیابیاب نہ کر کے کیونکہ اس مرض کو فتنہ کرنا فائدہ کرتا ہے لیکن مسیح کی نسبت تو یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ بزرگوں نے اسے اسکا فتنہ کر لیا تھا کہ شہادت کا وحشیانہ جوش کم ہو جائے جیسا کہ غیر معنون تو سوتھیں ہوتا ہے اور نہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکا پیشاب بند ہونیکا اثر فتنہ تھا اسلئے فتنہ کر لیا گیا ہے

پھر یسوع کا یہ قول جو متی باب ۲۱ - آیت ۳۱ میں جرج ہی کو یسوع نے اسلئے بھیجے ہو کہ وہ انکو کہا میں تم سے پہلے کہتا ہوں کہ محصول لینے والے اور کسبیاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں یہ خطاب یہودیوں کے مولویوں اور فقیہوں اور فریسیوں کو تھا جسکا دوسرے لفظوں میں مفاد یہ ہے کہ اسے مولویوں اور فقیہوں اور ربی اسرار شیل کے عالم اور موسے کی گدڑی پر بیٹھنے والو کنجریان جو ہمیشہ زنا کرتی - اور ہر کام کی خوجی پر گزارہ کرتی ہیں وہ تم سے بہتر ہیں اور وہ تم سے پہلے بہشت میں جائیں گی یہ اسقند سخت کلامی اور بدعتی ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر دنیا میں نہ ہو اور کیا حقیقت میں یہودیوں کے علماء اور فقہاء اور انکے ربائی مولوی جن میں سے بعض حضرت مسیح کے استاذ بھی تھے وہ کنجری تھے برتر تھے ایسا کہ اگر اس زمانہ کے مولویوں یا پڑھتوں کی نسبت کہا جائے تو وہ گھٹے کا ہار ہو جائیں اور کو شمش کرین کے اوّل تو خود در نہ عدالت کے ذریعے اسکو سزا دلائیں کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ یہودیوں کے ان علماء کی طرح ان مولویوں میں بھی صبر ہے کیا وہ ایسے بزرگان کو کسی قانونی تکنیک میں نہیں لائینگے اور کیا وہ اسکی سزا دی کیلئے عدالت تک استغاثہ نہیں پہنچائینگے پس اس سزا میں ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مولوی بہت ہی خلیق اور بردبار اور علیم اور دگر گزار کر نیوالے تھے جو باوجود خدا و عزت اور مرتبت کے انہیں کو بعض رونی گورنمنٹ میں کر سیتھیں ریس بھی تھے پھر ایسے سخت کلمات بلکہ گندی گالیان سنکر بھی بہت برداشت اور دگر کرتے رہے کیا مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی سخت گوئی کو اس حد تک پہنچا کہ تمام مغز مولویوں اور فقہاء کا نام کنجری کہنا فرض کیا کہ مسیح کے برابر انکا تقوے نہیں تھا اگر مسیح کی شرارتی اور کسی ایسا فرض کر لیں یہی نہیں شرم آتی ہے لیکن تاہم اگر بطور فرض خیال مسیح کو تقوے سے پہلے کچھ زیادہ جھڑپا جائے تب بھی

مسیح کا ایسا کچھ بھی تھا کیونکہ آخر علماء یہود موسیٰ کی شریعت کے وارث تھے کیا قیاس میں آ سکتا ہے کہ وہ سب کے سب خراب ہو گئے تھے اور اس لائق ہو گئے تھے کہ انکو کچھ کے نام سے پکارا جائے ماسوائے کفار و شرکاء کے بعد یہی کس شخص کو نہ صرف نبی مانا گیا بلکہ خدا ہی کا جام بھی پہنا گیا ہے وہ شریف انسانوں کا نام کچھ رکھے اس سے تو یہ صاف ثبوت ملتا ہے کہ یہودی بڑے ہی بددعا اور باطل علم اور باخلاق تھے کہ باوجود اسرائیل کی اولاد ہونے اور بنیاد ازادہ ہوئی کہ اور باوجود ان وجاہتوں کے جو گورنٹ رومی میں لکھا حاصل تھیں پھر ایسے نالائق الفاظ کی برابر ساٹھ تین برس تک برداشت کرتے رہے جس میں انکی خدا داد و عزت اور مرتبت کی سخت کسر شان تھی درحقیقت کوئی بھی ایسا گندہ اور سخت لفظ یا تین نہیں رہا جو انکے معزز علماء کے حق میں اس شخص نے نہیں بولا کچھ انکا نام رکھا حرام رکھا انکو کہا کبھی غصہ میں اگر سوئے نام سے انکو موسوم کیا اور کبھی کتے کتے کہے پکارا اور کبھی سانپوں کے بچے اور کبھی گدھے اور کبھی انھیں لکھا گیا کہ مسیح کا گدھے پر سوار ہونا بھی یہی مرضی کہ یہودیوں نے اسے غلبہ ہو گا۔ اور محقق نادان کذاب و غماز بے ایمان ریاض کار رشوت خور علماء یہود کو کہنا یہ تو ہر وقت گویا انکی نسبت یہود کی زبان پر جاری تھا تو کیا استفادہ کالیان اور پھر سخت کالیان یہود نے بھی یہودی مسیح کو دین اسکا ثبوت ایک ذریعہ انجیل میں نہیں پاؤ گے تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جو شخص اخلاق سکھانے آیا تھا اس کی زبان پر ہر وقت کتنا بلا سوئے حرام زادہ بے ایمان کچھ جاری رہے اور ادا نہ بات پر چڑھ کر لوگوں کو ہمیشہ کا جہنم انعام دے اور جنگجو براخلاق سے مشہور کیا جائے وہ سخت گویا نہ صرف کرین اور زمین اور چپ رہیں +

ہاں یہودی کے نامدار علماء نے مسیح پر کفر کا فتوے لکھا اور تمام معزز علماء نے اس تکفیر پر اتفاق کیا سو یہ فتوے کالی میں داخل نہ تھا بلکہ جو کلمات کفر یہودی مسیح کے منہ پر جاری ہوئے جن کی نسبت علماء اگر نہ مت میں استفادہ پیش کیا گیا اس استفادہ کا موسوی شریعت کے رو سے یہی جواب تھا کہ ایسے کلمات منہ پر لانا اور کافر بلکہ واجب القتل ہے تو اس میں یہودیوں کا کیا قصور تھا یہود تو بتاتے ہیں کہ انکی مخالفت کی یہاں تک کہ اسکا معاملہ پر وہ پوشی اور تاویل کی حد سے بہت آگے گزر گیا۔ آخر علماء یہود کو اسکی نسبت کفر کا فتوے لکھنا پڑا اور اگر کفارہ کی بات کچھ سچائی گئی تھی تو یہودی پر یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے کہ کو سولی دیا کیونکہ انکے ذریعہ سے یہودی مسیح کی وہ مراد حاصل ہو گئی جسکے لئے وہ آیا تھا۔ جس بات کو

اپنے چاہا بیٹھے نے چاہا۔ روح القدس نے چاہا اور وہ اس سے گئے گا نہ ہوئے تو پھر اگر یہودیوں نے
 بھی اسی بات کو چاہا تو وہ کیوں گئے گا نہ ہو گئے کیا نیکی بھی گئے میں بھی داخل ہو سکتی ہے وہ اس بات میں
 کیلئے متوتر ہے میں یہ تو کثرت رائے سے فیصلہ ہو گیا اور وہ نیکی کے معین تھے نہ بدی کے جو کام ہوں
 کیا اس میں تو سارے جہان کی بھلائی تھی۔ تھوڑا بہت یہود اس کی طی نے ان کا ہاتھ بٹایا تھی جاری
 شائد کفارہ کے مسئلہ کے قائل نہ تھے کہ ایک ساعت بھی ٹھہرنے کے مگر ان کا کیا گناہ حضرت مسیح بھی اس بارہ
 پر قائم نہ رہ سکے صرف یہود نے اپنے صدق کو بنا لیا کہ بہر حال صلیب پر چڑھا دیا
 مگر مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا۔ اہل اہل کے کہے جنہیں ماری شروع کر دیں اور صلیب پہ چڑھا دیا مگر وہ
 اقوام کے بعد انکار تھا اس لئے قابل سماعت نہ تھا اور پھر خدا کا یسوع مسیح کو زندہ کر کے دو دروازہ ملک میں
 پہلے آسمان سے بھی کہیں آگے پہنچا دینا یہ دوسرا اس بات پر قرینہ ہے کہ خدا یہودیوں کی اس
 کارروائی پر کچھ ایسا ناراض نہ تھا صرف اس قدر خیال میں آ سکتا ہے کہ خدا نے موت کی سزا کو جو
 یہودیوں نے دی تھی جس دوام کے ساتھ بدل دیا تو اس لئے کہ جس دوام بعض صورتوں میں
 موت سے برتر ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے اور سونے اور پھرنے چلنے میں اس قدر تنگیان پیش آتی
 ہیں کہ بعض قیدی خود موت کی تمنا کرتے ہیں اور یا اس لئے کہ باپ خدا کو یہودیوں کی ناراضگی سے منظر
 نہیں تھی اور بیٹے کو ہمیشہ کے لئے سزا موت دے سکتا تھا پس جیسا کہ اعلیٰ عدالتیں مانتی ہیں کہ
 احکام میں کچھ تخفیف کر دیا کرتی ہیں اسی طرح یہ جس دوام بعد حدود زمین ایک قسم کی تخفیف سزا تھی
 اور یہ امر کہ کیوں خدا نے پہلے آسمان پر ہی مسیح کو نہ رکھا آگے لیجانے کیا فائدہ تھا ممکن ہے کہ اس کا
 یہ سبب ہو کہ یہودی سحر یا بل میں بھی طاق ہو گئے تھے وہ اپنی ساحرانہ قوت سے پہلے آسمان پر
 پہنچ سکتے ہو گئے سو اس اندیشے سے کہ کہیں پھر وہ کپڑا کر صلیب پر چڑھا دیں پہلے آسمان سے
 آگے پہنچا دیا اور اس سزا جس دوام کے بارے میں بھی خیال کر سکتے ہیں کہ چونکہ کفارہ کی
 تاثیر ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے دائمی تغذیہ تھی اور وہ موت کی حالت میں نہیں ہو سکتی
 تھی اس لئے جس دوام کی سزا دی گئی حسین ہمیشہ بموک پیاس کی تکالیف اور عزیزوں کی جدائی
 اور وطن کی مفارقت شامل رہتی ہے اور اگر یہ جلا وطنی کسی غیر خواہی کی فیر سے آتی تو چاہئے

تھا کہ آسمانوں پر اٹھانے کے وقت یسوع مسیح کی والدہ اور باران حوالین کو ساتھ ہی آسمان پر اٹھایا جاتا۔ تاہم لوگوں سے دلی تعلقات تھے ان کی ہمیشہ کی جدائی دل کو کباب نہ کرتی رہتی اور اگر بیٹنظر نہیں تھا تو ایسا تو ضرور کرنا چاہئے تھا کہ دو تین سال کے بعد ایک دفعہ زمین پر نازل ہونے کی اجازت دیدیا کرتا۔ تاہم نگہانی جدائی اور پھر لاکھوں کوس کی دوری جان کو تحلیل نہ کرتی رہتی کچھ نہیں آتا کہ یہ کیا کارروائی کی گئی مگر تو یہود کو دینی تھی اٹھی یسوع کو دوبارہ دیدی انسانی فطرت میں بھی داخل ہر کہ جب ایک مصیبت اور مشکل کی وقت میں رہائی یا تخفیف سزا کا وعدہ دیا جائے اور وہ وعدہ پھر پورا نہ کیا جائے تو اس سے بھی دل کو بہت ایذا پہنچتا ہے۔ گویا پہلی مصیبت دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور اسکا نقشہ دل کے سامنے آ جاتا ہے اور یہ کارروائی ان لوگوں سے کی جاتی ہے جنکو ہر ایک پہلو سے عذاب دینا ہی منظور ہو تو اسے سوا فوس کہ تمام برتاؤ یسوع مسیح سے کیا گیا اور زمین کا تو کو قفسہ تھا آسمان کا بھی کو قفسہ ہوا جب آسمان اٹھانے کے وقت کے قریب یسوع مسیح کو خبر دی گئی کہ مجھے لاکھوں کوسوں کی دوری پر پہنچ کر تمام بوجھ عزیز دن اور والدہ سے چھوڑ کر کیا جائے گا تو وہ بہت غمگین ہوا اور ساری رات اس نے رورور کر دے عاتین کہیں کہ میرے باپ یہ پیالہ مجھ سے والدہ اس کی مین برداشت نہیں کر سکتا اور والدہ کی جدائی اور عزیزوں کی ہمیشہ کے لئے دوری میری طاقت سے باہر ہے تو اس پر نہایت ناہمی دی گئی تھی کہ ہم جلد تر تجھے والدہ اور دو سرے دوستوں کو ملا دینگے اور وطن دکھلا دینگے۔ اور ابھی یہ لوگ جنکو تو چھوڑ چلا ہے موت کا فرہ نہ چھیننے کہ تو واپس آ جائے گا مگر فوس کہ یہ وعدہ بھی محو ٹا ہی نکلا۔

غرض منجملہ نہایت مضبوط اور قوی اعتراضوں کے یسوع کی خدائی کا دعوے پر اگر اس میں خدائی کی طاقت موجود تھی تو کیوں اس نے اپنی اس طاقت کو استعمال کر کے اپنی خدائی کاشتوت نہ کیا۔ اور اگر الہی طاقت موجود نہیں تھی تو کیوں فصولی کر کے ایسا دعوے کیا جسکا کچھ ثبوت نہیں تھا اور اس طرح کر اور کیا گناہ ہو گا کہ انسان ہو کر خدائی کو با تہدانا چاہا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس تہمت پر حضرت مسیح علیہ السلام کا دامن پاک ہر جس طرح دنیا میں صدمہ انسان خدا بنائے گئے ایسا ہی ان لوگوں کے

جنگ مخوف پرستی کی عادت تھی حضرت مسیح کو خدا قرار دیدیا جبکہ پتھرون اور بنا گت کو جنوں انسانانی طاقتیں موجود نہیں خدا مظهر الایکا تو اس صورت میں انسانوں کو خدا بنا بہت سہل تھا البتہ یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر انسانوں کو خدا بنایا گیا خدا نے ہر ایک پہلو سے ان کی کمزوری اور ضعف ظاہر کیا مثلاً یہ ایسا کمزور ثابت ہوا کہ بیوی اور بچوں کے حقوق کو بھی ادا نہ کر سکا اور شریعت کی دو بھاری جریمین سے جو حق العباد ہے اسکو بھلا دیا سب عزت اور استعجاب دعا کا منکر رہا جس وثابت ہوتا ہے کہ اسپر وہ راہ نہیں کھلی جو اہل التذکرہ کھلا کرتی ہے ایسا ہی رجبہ رجبہ رکھنا بنایا گیا آخر اسکی مصیبت پیش آئی کہ رجبہ را دن اس کی عورت کو نکال کر لے گیا اور سخت عذاب و بھرتی اسکو اٹھائی پڑی اسی طرح حضرت مسیح کو خدا بنائی کی کوشش کی گئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی عصمت اور ان کی والدہ کی پاک دامن پر وہ سخت حملے ہوئے جنگی نظیر تمام نبیوں کے سوانح میں نہیں پائی جاتی ایک یہ بھی حملہ ہوا کہ ان کی کوئی پیشگیوی سچی نہیں اور نشانوں کے دکھلا نہیں وہ تالاب شریک غالب رہا جسکا انجیلوں میں ذکر ہے اس سے ثابت ہے کہ کسی شخص کو خدا کی کا دعویٰ مبارک نہیں ہوا۔ اس زمانہ کے پادری سا جہان نے حضرت مسیح کو خدا بنائیکے لئے تمام نبیوں کی عجیب گئی کرنا اپنا ایک فرض قرار دیا ہے انسانیت اور انصاف نہیں کہ ایک شخص بیگ ہو کر اور منہ پھاڑ کر خدا کے پاک نبیوں کی نسبت جو چاہے کہے اور جب کوئی دوسرا شخص اس سے بڑھ کر اسکے پیشوا کے عجیب پیش کرے تب برا فر دختہ ہو جائے اور عدالتوں تک پہنچے اسے نادانوں جب تم دوسروں کے مقدس

نبیوں کے معجزات کو معجزہ قائل بنائے ایسا سمت سر پہنچایا تھا جسکی وجہ یہ ہوئی کہ نظر میں مسیح کے نشانوں کی کچھ جڑی فتنہ ہوا
ہی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ جو مسیح پر ایمان لاکر پیڑ پڑ گئے انکی امتداد کی وجہ میں نہ کہ ایک بھی وہ تھی کہ ایک طرف تو مسیح کی پیشگیان پوری نہیں تھیں اور وہاں کو کثرت اسکو ملا اور اسے یہودیوں کو دشمن سمجھ دیا اور مسیح کو خدا کے ہونے کو ماننے والوں کو نشانوں کا رد کر کے اور وسطیٰ جو معجزات کا دعویٰ تھا ان میں بھی عیسائیوں کو بہت سخت اٹھائی پڑی یہ شلم کا تالاب ایک ایسا لانا قریب پیدا ہو گیا جس میں شلم کے انواع اقسام کی ہمارے پتھر تو تھیں اس تالاب میں مسیح کے نشانوں کی فتنہ اور عزت جاتی رہی اور کچھ عجب کی بلکہ نہیں کہ ایک کشمیر کے بعض حصوں میں بھی ایسا لے تالاب موجود ہے جن میں شلم کے شیشے ہیں بیمار ان دور ہوتی ہیں اور ان میں مسیح کے نشانوں کا ظہور ہوتا ہے مطلقاً کہ ملازمین ایسا تالاب پیدا ہوا ہے جن میں شلم کے شیشے ہوتے ہیں اور ہر سال سپر لگاتار دیکھو بیچنے سے سفر میں مدرس ۱۴ ہجرت

رہبروں پر عیب لگانے کو اسکا یہ غرض ہی اور نہ ہی نتیجہ ہو گا کہ تمہارے نبی بھی عیب لگایا جاوے گا
اور جس پیمانہ سے تم ملتے ہو اسی پیمانہ سے تمہارے لئے بھی ناپا جائے گا تم اس ناپاک خصلت
سے کیون باز نہیں آتے کیا یہ بھی عیسائی تعلیم کا ایک جز ہے نہیں اس تصور سے بہت ترسنا
ہو نا چاہیے تھا کہ تمہارے مذہب کا سارا دار ایک مرے ہوئے انسان کی فرضی زندگی پر ہے
اور اسی کو تم نے خدا بنا رکھا ہے پھر وہ شخص بچائی سے کیا حصہ رکھتا ہے جس کا خدا ایک قبرین
بوسیدہ ڈیران پڑی ہیں۔ سو تم ایسے کمزور ہو کر اسلام جیسے زبردست مذہب پر مغرورانہ حملہ مت
کرو بلکہ چونکہ تم اپنے مرده خدا کو جسے جبکہ کتر سہو بہتر ہی ہے کسی مذہب کی بھی عیب گیری کی مت کرو
در اصل یہ گناہ پادری صاحبوں کا جو کسی اور کا گیدہ پادری صاحبان تعلیم تو پیش کرتے
ہیں کہ اگر ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو مگر پناشیہ وہ یہ بنا کر کہ اگر جب تک
مخالفت کی دونوں گالوں پر بے قصور طمانچہ نہ مار لیں تب تک حد نہیں کیا یہ طمانچہ مارنے سے
کہہ ہے کہ اپنے مخالفوں کے پیشواؤں پر طرح طرح کے جھوٹے عیب لگاتے ہیں اور بد زبانی سوز لکھتے
ہیں کیا اس طریق سے کسی بھی کامیابی کی امید ہے اگر زید بکر پر جھجھکیا ہو اور بکر کپاس اس
بڑھ کر پتھر موجود ہیں تو کیا وہ ان پتھروں سے زید کا سر نہیں کچلے گا یہ بوسب دنیوی صورت پر
جھگڑے اور کینے ہو جائینگے۔ آپ گندی زمین پر کھڑے ہو کر جس میں نجاست تازہ نوہر دوسروں کے
مصفافرش پر دغ کا اہتمام لگانا انہیں نادانوں کا کام ہے جو اپنا انجام نہیں سوچتے دین اسی
حد تک دین ہے جب تک دیانت اور صبر اور راستن بازی ہو نہ یہ کہ دن رات اس بات کی کوشش میں
ہیں کہ آخر سے بہتان سے جھوٹ سے تحریف سے جعل سی جھوٹی کتابوں کے ذریعہ سے سیدھے
معونے لگاڑنے کے کسی خدا کے مقدس اور پاک نبی پر گنہ کا عیب لگایا جائے تاکسی طرح یسوع
مسیح نے گناہ ہو کر خدا بن جائے اور شفیع قرار پاوے لیکن مسیح کے مخالفوں نے درحقیقت یہ
نماست کر دیا ہے کہ میگناہ اور معصوم نام رکھانے میں جسد یسوع مسیح اور اس کی والدہ کو مستحق
اور پیچیدہ اعتراضات کا سامنا پیش آیا ہے آدم سے لیکر اس دم تک کسی نبی کو ایسے ناپاک الزامات
کا نشانہ نہیں بنایا گیا ہے۔ پس اگر اس طرح کی عیب جوئی سے کچھ بن سکتا ہے تو بتلا دو کہ ایسے

ایسے الزامات کے رو سے کوئی خاصہ معصومیت کا نسخہ اور اس کی والدہ کے لئے باقی رہ گیا ہے یہ اعتراض ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص عقل اور انصاف اور نظائر قانون قدرت کا باندہ ہو کر انکو توڑ سکے پس جس مذہب کے پیشوا کی لائف قانون قدرت کے مخالف اور تعلیم صحیفہ فطرت کے مخالف اور متعین کی عملی حالت - تقوسے اور طہارت کے مخالف ہو کیا وہ کبھی کسی دوسری قوم کو مذہد کھانا سکے ہیں ؟ تمام مذہب کے اتفاق سے یہ مسئلہ صحیح مانا گیا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پس جس شخص نے اپنی تمام عمر میں یہی سکھایا کہ مجھے خدا کر کے مان لو اس کے اول درجہ کے گناہ گار ہونے میں کس عقل مند کو شبہ ہو سکتا ہے ؟

پھر میں کہتا ہوں کہ توریت اور قرآن نے تو یہ سکھایا کہ خون نہ کرو نہ زنا نہ کرو و جھوٹی گواہی نہ دو مگر جس نے یہ سکھایا کہ میرے خون کے بھر وہ پر سب کچھ کرو نیک چلی کچھ چیزیں نہیں تمام نجات کفارہ سے وابستہ ہے کیا اس نے گناہ نہیں کیا - جس شخص نے شراب پینے کی رسم کا بانی ہو کر ڈراما انشاؤں کو شراب کے دریا میں ڈبو دیا کیا اس نے یہ نیکی کا کام کیا اور کیا وہ دوسرے شخص جس نے عرب کے تمام جزیرہ کو جو شراب کے خطرناک سیلاب میں غرق ہو چکے تھے اس مہلک طوفان نجات دی - بالقابل اس بڑی نیکی کا حق دار نہیں ہو چکا - یہ دو انسان ہیں ایک نے شراب کا فتوہ دیکر ہمیشہ مار دینا کو جو انیس سو برس سے آج تک چلی آتی ہے - طرح طرح کی ناپاکیوں میں ڈال دیا جن کا تدارک غیر ممکن ہو گیا اور دوسرے صد ہا سال کی رسم شراب خوری کا استیصال کر کے اسکی بدتمیز سے کر ڈر یا جانیں بچا لیں تو اب بتلاؤ کہ ان ثابت شدہ واقعات کو روٹنے کی کون ہو کیا یسوع یا عیسیٰ اللہ علیہ وسلم - یہ کہنا مگر نیکی بعد یسوع نجات دے گا یہ محض ایک خیالی پلاؤ ہے - ہندو گرجینی وغیرہ سب اپنے اپنے پیشواؤں کو ایسا ہی گمان کرتے ہیں اب کون فیصلہ کرے کہ کس کا گمان صحیح ہو یا بعد اللہ دنیا کا واقعہ کسی نے دیکھا نہیں لیکن ثابت شدہ واقعات کے رو سے جو دنیا میں ہی ثابت ہو چکے ہیں حقیقی منجی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے تاہم یہ کیونکر کر ڈر یا انساؤں کو نجات دے سوائے نجات دی نہ تھی کسی رسم سوائے نجات دی نہ تھی فوج کی رسم جو یورپ کی طرح عرب میں بھی پھیل گئی تھی اس نے نجات دی - قمار بازی کی رسم جو یورپ کی طرح عرب میں بھی پھیل گئی تھی اس نے نجات دی -

اسی طرح یہ یوں گناہ میں جو رسم کی طرح عرب میں شائع ہو چکے تھے جنگو کوئی گناہ نہیں سمجھتا تھا اس
 کامل انسان اور مرد خدا نے ان سے نجات دی مگر مسیح نے توبہ کے لئے نجات دی ہے کہ او بھی گناہوں میں
 پھنسا دیا کیا شراب پینے میں قمار بازی میں فسق و فجور میں انسان کے خدا بنائے زمین دنیا میں
 عیسائیوں کی کوئی نظیر بھی ہے سو اب بتاؤ کہ یہ تمام گناہ کس پر ہیں کیا ان گناہوں سے اس شخص
 کو کوئی حصہ نہیں جس کی ناقص تعلیم نے یہ نتائج پیدا کئے۔ پادری صاحبان ان سوالات سے عاجز ہو کر
 اپنی قدیم عادت کی وجہ سے زینب کے نکاح کا قضیہ پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن سے ثابت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زینب پر عاشق ہو گئے تھے اس کا جواب بجز اس کے کیا لکھیں کہ انیس
 علی الکاذبین قرآن شریف تو خدا کا کلام ہے اگر پادری صاحبان کسی حدیث صحیح سے بھی اس افترا
 کو ثابت کر دکھائیں تو ہم کشت الکوہ سہرا روپیہ دینے کو تیار ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا کا نبی کہہ کر
 کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہونا یہ واقعہ بھی تو حضرت مسیح کے خاندان سے ہی تعلق رکھتا ہے کیونکہ
 بقول پادری صاحبان داؤد نبی حضرت مسیح کا دادا تھا اور باکی جو رویت سبع پر عاشق ہو گیا۔
 اور زینب سبع وہ عورت ہے جو حضرت مسیح کی دادی یا نانی تھی اور بسنے لیکر کسی جبر کو خود ہی شفیق داؤد ہی
 زنا کر لیا۔ مگر بقول پادری صاحبان ایسا ہونا کیا تعجب تھا انسان جو ہوئے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مسیح
 خدا کا بیٹا کہہ کر ایک عورت پر عاشق رہ چکا ہے یہ وہ روایت ہے جو یہودی پیش کرتے
 ہیں جو بقول پادری صاحبان ایسے نیچے جنہوں نے اب تک تورات کا ایک نقطہ ایک شوش
 بھی تبدیل نہیں کیا اس لئے کہ ان کی تمام روایتیں بڑی صحیح ہیں دیانت دار جو ٹھہرے +

اُو لوگو کہ ہمیں نور خدا پاؤ گے ﴿ دُکھیں طورتی کا بتایا ہے جس نے

ریوارالحسن

ہیے

دنیا کے مذاہب پر نظر

نمبر ۱۲

بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء

جلد اول

فہرست مضامین

۴۹۵ تعطیل جمعہ -

۴۹۹ اعجاز احمدی

۵۰۳ { یسوع کی عصمت
کے متعلق انجیل
کی تقسیم

۴۲۳ طاعون کا شیکا

۴۳۲ مسیح موعود کی تسلیم

۴۴۶ { قرآن شریف اور انجیل
کی تسلیم کا مقابلہ

۴۵۱ { قرآن شریف اور انجیل
کی دعا کا مقابلہ

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار حمید پریس قادیان دارالامان میں باہتمام
شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

قیمت معمولی کاغذ پر عا سالانہ - ولایتی کاغذ پر سٹ سالانہ



لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كُنَّا لَنَا بِهِ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا فَالْيُسُوفُ

تجربہ ہماری حقیقت کہ ہمیں ہر قسم کی سزا سے محفوظ رکھے گا۔ یہودی کا راکار اور یہودی جو ملک کا کول ہی ہر وہ

تسکر کا مقام ہے کہ گورنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کے لئے
طیکائی تجویز کی اور مہنگان خدا کی سہیل کی کیلئے لکھی لاکھ روپیہ کا بوجہ اپنی سرپر ڈال لیا جو حقیقت یہ وہ
کام ہے جس کا شکر گذاری سے تقبال کرنا دشمنہ رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا
وہ شخص دشمن ہے کہ طیکائی کے باری میں بظنی کرے کیونکہ یہ بار ہا تجویز میں آچکا ہے کہ یہ خدا کو گورنٹ
کسی خطر کا علاج پر عمل نہ کرنا نہیں چاہی بلکہ بہت ہی تجارب کے بعد بسطہ مو میں جو تدبیر فی حقیقت
مفید ثابت ہوئی جو آسکوپیش کرتی ہے سو یہ بات اہلیت اور انسانیت کو بعد ہے کہ جس سچی خبر خواہی
کیلئے کہہ کر کہا روپیہ گورنٹ خرچ کرتی ہے اور کہہ چکی ہے اس کی یہ وادوی جانے کہ گویا گورنٹ کو اس دور
اور صرف زور سے اپنا کوئی خاص طلب ہے رعایا بہ قسمت ہو کہ بظنی میں اس وجہ تک پہنچ جائے کہ شیک
نہیں کہ اس وقت تک جو تدبیر عالم اسباب میں اس گورنٹ عالیہ کے ماتھے آئی وہ طبی سے شری
اور اعلیٰ سے اعلیٰ تدبیر ہے کہ طیکائی کر لیا جائے اس سے کی طرح انکا نہیں ہو سکتا کہ یہ تدبیر مفید
پائی گئی ہے اور بجا بلدی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کار بند ہو کہ وہ غم جو گورنٹ
کو انکی جانوں کیلئے ہے اس سے اسکو سکھ دین کریں لیکن ہم بڑے اور سے اس شخص گورنٹ
کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہماری لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے
ہم طیکائی کر لیتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے

ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھایا اور سونے بھجور مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر کی چا
 دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تہمت میں محو ہو جائیگا وہ
 سب طاعون کو بچائے جائیگے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ دنوں
 میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پڑی نہیں کرتا وہ تہمت میں نہ نہیں ہے اس کیلئے
 مت دلیبر جو حکم الہی ہے جسکی وجہ سے ہیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کے لئے جو ہماری گھر کی
 چار دیواریں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں اپنی بیان کر چکا ہوں آج سے
 ایک مدت پہلے وہ خدا جو میں آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف کوئی چیز یا ہر نہیں اس نے
 مجھے روحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیواریں
 میں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور
 انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے کسی طرح سے متکبر
 اور کرکشی اور بغور اور غافل اور خود سدا و خود پسند نہ ہو اور علی حالت موافق تعلیم کہتا ہو اور اس نے
 مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی انگن طاعون نہیں آئیگی جس سے
 لوگ کثرتوں کی طرح مرین اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس عفت
 کے گدوہ کھتے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ نہیں سے
 جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا انکی نسبت کوئی وجہ تھی جو خدا کے علم میں ہوں ان پر طاعون وارد
 ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اذکار کیلئے کہ نسبتاً ملتے خدا کی حالت اس قوم کے
 ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان کو گوان کو ایسا بچایا ہے جسکی نظیر نہیں اس بات میں بعض
 نادان چونکہ پڑھیں گے اور بعض نہیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دیں گے اور بعض حیرت میں آئیں گے
 کہ کیا ایسا خدا مروجہ ہے جو بغیر رعایت اسباب کے ہی رحمت نازل کر سکتا ہے اسکا جواب یہی ہے
 کہ ان بلا شبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے خلق رکھنے والے زندہ ہی
 مہلے سے وہ عجب دہراؤ کسی پاک قدرتی عجیب ہیں ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں
 پر گتوں کی طرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں ایسا ہی جب

دُنیا پر کسکا غضبِ توی ہوتا ہے اور کسکا تہر ظالموں پر جوشِ باز لب ہے تو اسکی آنکھ اور اسکی خاص
لوگوں کی حفاظت کرتی ہے اگر ایسا نہ ہوتو اہل حق کا کارخانہ دہم برہم ہو جاتا اور کوئی اور کو
شناخت نہ کر سکتا۔ اُسکی قد میں بے انتہا ہیں مگر بقدرِ یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جن کو یقین
اور محبت اور اسکی طرفِ انعطاف عطا کیا گیا ہے اور فسادِ عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں انہیں
کے لئے خارقِ عادت قد میں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کہ اسے مگر خارقِ عادت
قد تون کے دکھانے کا نہیں کیلئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو بہاڑتے
ہیں۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اسکو جانتے ہیں اور اسکی عجائبِ قد تون پر ایمان
رکھتے ہیں بلکہ ایسے لوگ بہت ہیں جن کو ہرگز اللہ خدا پر ایمان نہیں جسکی آواز کو ہر ایک میں سنتی ہے
جسکے آگے کوئی بات آتی ہوئی نہیں۔ اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا
گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جسکے لئے خدا نے دوا نہیں
کی لیکن میں اس بات کو مصیبت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکاکے ذریعہ مشتبہ کو دین
جس نشان کو وہ ہمارے لئے بیچ صفائی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اسکے سچ نشان اور سچے وعدہ کی
تسکین کرتے کہ ٹیکاکے طرف سے جو کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں تو یگناہ میل فال میں مواخذہ ہو
کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان لا یا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو ہر نو مجھے شکر گزار اسطیسکا
ہونا چاہئے جس نے یہ نسخہ ٹیکاکا نکالا نہ خدا کا شکر گزار جس نے مجھ کو وعدہ دیا کہ ہر ایک جو اس حایہ اور
کے اندر ہے میں اسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اُس فادہ خدا کے وعدہ کے سچے ہیں اور میں آئینہ واسے
دونوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آپکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا
اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پادیں اور اگر گورنمنٹ کو آئینہ کیسے قدرت
طاعون کو نجات پانیکے لئے ٹیکاکے بہتر کوئی تدبیر لمجاے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی اس
صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے جلا یا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مفاد کے
برضلاف نہیں ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلاؤ عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب میں
میں بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ ہی موجود ہے دیکھو ہاں احمدیہ

صفحہ ۵۱۸ صفحہ ۵۱۹۔ پہرا سو اس کے بیڑے زور سے خدا تعالیٰ کی طوفانِ عظیم کوئی کہ خدا پر کچھ
 احاطہ کے اندر غلغلہ ہو گا تو جو خدا کے سامنے اور اس کے سامنے نہ نہیں کرتے بلا اثر طاعون
 سے نجات دے گا اور نسبتاً و متعلاً اس سلسلہ پر اسکا خاص فضل و بیگا کو کسی کی ایمانی قوت کے ضعف
 یا نقصان عمل یا اہل مقدور یا کسی اور وہ جو خدا کے علم میں ہو کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں
 بھی کہیں نہ چلائے سوشاؤنا و حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت و کمی جاتی ہے جیسا کہ
 گورنمنٹ نے خود تجزیہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ کیا طاعون کا لگانا بولے ہنسبت دوسروں کے بہت
 ہی کم مرتبہ ہیں۔ پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیپکا کے قدر کو کم نہیں کر سکتی ہی طرح اس نشان تیز
 اگر متعلاً بلکہ بہت ہی کم درجہ پر قادیان میں طاعون کی وارداتیں ہوں یا شاذ و نادر کے طور پر اس
 میں سے کوئی شخص اس مرض کو گزر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہیں ہو گا وہ الفاظ جو خدا کی پاک کلام
 سے ظاہر ہوتے ہیں انکی پابندی سے یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے عقل کے کام نہیں ہے کہ پہلے یہ سوائی
 باتوں پر نہیں کرے یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منہج کی باتیں۔ یہ روشنی کی شمع جو خدا کی کی اسکل سے
 یا اسکا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اسکو دور کر سکتا ہے۔ ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اس
 وقت اس پیشگوئی کا قدر کر گی جبکہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام تھا کہ کیا لگانا بولوں کی نسبت یہ
 لوگ عافیت اور صحت میں رہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کردہ
 اصل برابر میں بائیں برس سے شہرت پا رہی ہے۔ ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں
 ہوں میرے منجانب اللہ ہر نیکار یہ نذران ہو گا کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر
 رہنے والے غلغلہ لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میل تمام سلسلہ نسبتاً و متعلاً
 طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا اور وہ سلامتی جو انہیں پائی جائیگی اسکی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں
 ہوگی اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئیگی الا کم اور شاذ و نادر
 کاش اگر یہ لوگ دلوں کے سیدھے ہوتے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے کہیونکہ
 مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دنیا میں عذاب کسی پر نازل نہیں ہوتا اسکا مؤخذہ قیامت
 کو ہو گا۔ دنیا میں محض شرارتوں اور شوخیوں اور کثرت گناہوں کی وجہ سے عذاب آتا ہے اور

یہی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں ہی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں حائثین اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں اس الہی وعدہ کے مقابل اس لئے انسانی تدبیروں سے پرہیز کرنا لازم ہے تا نشان الہی کو کوئی دشمن دوسری طرف منسوب نہ کرے لیکن اگر گناہگاروں کے خدا تعالیٰ اپنی کلام کے ذریعہ سے خود کوئی تدبیر سمجھا دے یا کوئی دوا بکلا تو ایسی تدبیر یا دوا اس نشان میں کچھ خارج نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے ہے جسکی طرف سے وہ نشان ہے کسی کو یہ دم نہ گذرے کہ اگر خداوند کے طور پر ہماری جماعت میں سے ذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئیگا کیونکہ پہلے زمانوں میں موتی اور شیوع اور آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلو اور طائی اور صد یا انسانوں کے خون کئے ان کو تلو اور سے ہی قتل کیا جائے اور یہ نبیوں کے بعد سے ایک نشان تھا جسکے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مسجد میں کمال حق ہی انکی تلو اور قتل ہوئے تھے مگر بہت کم اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آتا تھا پس ایسا ہی الزام دناور کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو باعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان الہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔ کیا عظیم الشان نشان نہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک صاحب کو کوئی شک نہیں رہیگا اور وہ سمجھ جائیگا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے امر کیا ہے بلکہ طاعون نشان الہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھ جائیگی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور انکی یہ ترقی تعجب سے کچھ جائیگی اور مخالف جو ہر ایک موقع پر شکست پائے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں مینے لکھا ہے اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا تعالیٰ اس جماعت اور دوسری جماعتوں میں کچھ فرق نہ کہلایا تو ان کا حق ہوگا کہ میری تکذیب کریں ایک جواہر ہونے تکذیب کی ہے اس میں تو صرف ایک لغت کو خریدنا ہے مثلاً بار بار شوہر یا پاک آہم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف

رجوع کر لیا تو چند روز بعد میں ہمیں مرگیا سوس نے عین جلسہ مبارک پر پیشتر معزز آدمیوں کے در پر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ جلال پہنچنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہ بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک
 اپنی خاموشی اور خوف و اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ اور پیشگوئی کی بنا پر یہی تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو درجہ جلال پہنچا تھا اور اس نے رجوع سے صرف اس قدر غایب ہوا تھا کہ پندرہ مہینے کے
 بعد مرگیا۔ اس لئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فرشتوں میں سے جو شخص نئے عقیدہ کے
 رو سے پہچانے گا وہ پہلے مرگیا سو وہ مجاہد سے پہلے مرگیا اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے تجو
 بت لائی ہیں اور پہلے وقت پر پوری ہوئیں وہ اس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو
 چہ ہے اسے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو اٹھین سے منبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں اور
 کوئی ایسی پیشگوئی سب سے نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا
 نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرنا کرنا مرہی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے موبہ سے نکلی ہو
 اسکو نہیں ملیگی جسکی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے
 اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کہلی کہلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے
 پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں انکی نظیر اگر گذشتہ مہینوں میں تلاش کی جائے
 تو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور علی انکی مثل نہیں ملیگی اگر میرے مخالف کسی طریق سے مفید کہتے
 تو کہیں سے انکی آنکھیں کھل جائیں اور میں انکو ایک کثیر انعام دینے کو تیار رہنا اگر وہ دنیا میں کوئی نظیر
 ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکے محض شہادت سے یا حاکم سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری ہوئی ہے
 اس کے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بڑی کبیرت منسوب کریں اگر کسی مجمع میں ایسی تھیں
 لئے گفتگو کرتے تو انکو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑے یا جیسا کہ لانا پڑا۔ ہزار ہا پیشگوئیوں کا یہ ہو پورا ہونا
 اور ان کے پورا ہونے پر ہزار ہا گواہ زندہ پائے جائے گا یہ کچھ تو بڑی بات نہیں ہے کہ با خدا عزوجل کو
 دکھلا دینا ہے۔ کیا کہنی ما زمین باستانے زمانہ نبوی کے کہیں کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزار ہا پیشگوئیاں
 بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کی طرح پوری ہو گئیں اور ہزار ہا لوگوں نے ان کے پورے
 ہونے پر گواہی دی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ ان باتوں میں جس طرح خدا تعالیٰ تزیین ہو کر ظاہر ہوا

اور صد ہا سو غریبے بندہ پر کھول رہا ہے اس زمانہ کی گزشتہ زمانوں میں بہت ہی کم مثال
 ملے گی۔ لوگ غنیمت دیکھ لینگے کہ اس ماضی میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے
 اتر گیا اُس نے بہت مدت تک اپنی زمین چھپائے رکھا اور انکار کیا گویا وہ ایک نیا زمین
 چھپا گیا اور دنیا اُسکی قدرت کے وہ نمونے دیکھنے کی کہہ رہی ہیں کہ باپ دادا نے ہمیں
 دیکھے تھے یہ اسلئے ہوگا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان زمین کے پیدا کر نیوالے پر لوگوں کا ایمان نہیں رہا
 ہوٹھوں پر اسکا ذکر ہے لیکن دل اس پر گئے ہیں اسلئے خدا نے کہا کہ اب میں نیا آسمان بنا دوں
 نئی زمین بنا دوں گا۔ اسکا مطلب یہی ہے کہ زمین گر گئی یعنی زمینی لوگوں کے دل سخت ہو گئے
 گویا مر گئے کہونکہ خدا کا چہرہ ان سے چھپ گیا اور گزشتہ آسمانی نشان سب بطور قصور کے ہو گئے
 سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنا دے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان ؟ اور کیا ہے
 نئی زمین ؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جنکو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے جو خدا سے
 ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اسکے بندے
 کے ہاتھ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں لیکن افسوس کہ دنیا نے خدا کی اس نئی تہذیب سے
 دشمنی کی۔ اسکے ہاتھ میں سب سے بڑے قصوں کے اور کچھ نہیں اور انکا خدا اسکے اپنے ہی قصوں میں
 دل ٹھہرتے ہیں اور دشمن تھکی ہوئی ہیں اور انکھوں پر پرک ہیں۔ دوسری قومیں تو خود حقیقی خدا کو
 کہو بیٹھی ہیں انکا کیا ذکر ہے۔ جنہوں نے انسان کے بچوں کو خدا بنا لیا۔ مسلمانوں کا حال دیکھو
 کہ وہ کس قدر اس سے دور ہو گئے ہیں۔ سچائی کے پتے دشمن ہیں راہ راستہ کے جانی دشمن کی طرح
 مخالف ہیں مثلاً مذہب العلماء نے اسلام کیلئے جو کچھ دعویٰ کیا ہے اور یا انھیں حجازینا اسلام
 لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کا مال لیتی ہے کیا یہ لوگ خبر خواہ اسلام ہیں ؟ کیا
 یہ لوگ صراطِ مستقیم کی حمایت کر رہے ہیں ؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتوں کے
 نیچے کھڑا گیا اور دوبارہ تازہ کر نیکی لٹو خدا کی عادت کیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مٹی آیا
 ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعویٰ کی قدر قابل قبول ہو سکتے لیکن اب یہ لوگ خدا کے
 الزام کے نیچے ہیں کہ ان کا دعویٰ کر کے جب آسمان سے تارہ نکلا تو سب پہلے منکر ہو گئے

اب وہ اوس خدا کو کیا جواب دینگے جس نے عین وقت پر سچے پہنچا ہے مگر ان کو کچھ پر نہیں آفتاب دوپہر کے نزدیک آگیا یہی اُن کے نزدیک ساتم۔ خدا کا چشمہ چھوٹ چلا
گر ابھی وہ بیان میں رو رہے ہیں اُسکے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان
لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اُسکے نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں اور
صرف غافل بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ پس یہی جانیہ اسلام اور نزعِ ہلام
اور یہ اسلام ہے جو ان کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ مگر کیا یہ لوگ اپنی روگردانی سے خدا کے
سچے ارادہ کو روک دینگے جو ابتدا سے تمام نبی اس پر گواہی دیتے آئے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا کی
یہ پیشگوئی عظیم یہی ہونی چاہی ہے کہ کُتِبَ اللّٰهُ لَكَ غُلْبَةٌ اَنَا وَرُسُلِي خدا نے جیسا کہ
آج سے دس برس پہلے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر رمضان میں خوف کو کیا
اور یہ اللہ راہِ اور نبی اللیل کو میرے لئے گواہ بنا کر دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے
نبیوں کی پیشگوئی کے موافق زمین پر بھی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک وہ نشان جسکو تم قرآنِ معجز
میں پڑھتے ہو وَ اِذَا الْعِشَاءُ سَطَّتْ اور حدیث میں پڑھتے ہو وَلِیْلَیْكَ الْفُلُکُصُ فَلَا یُشْجُو
عَلَيْکَ هَا جِسْکَ یُکِیْلُ کیلئے ارضِ حجاز میں یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ میں ریل ہی طیار ہو رہی ہے۔

دوسرا نشان۔ طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّ مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا غُضِّیَتْ
قَبْلَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ اور وہاں زلزلہ ہوا سو خدا نے ملک میں ریل ہی جاری کر دی اور طاعون بھی پڑی
تازمین ہی گواہ ہوا اور آسمان بھی۔ سو خدا سے متاثر ہو خدا سے لڑا ہو تو فی ہے۔ اس سے
پہلے خدا نے جب آدم کو خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتوں نے روکا۔ مگر کیا خدا ان کے قول سے
مُک گیا۔ اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کر نیکی وقت فرمایا اِمْدَتْ اَنْ اَسْتَخْلَفَ
فَخَلَقْتَ آدَمَ یَعْنِیْ ارادہ کیا جو خلیفہ بنائے پس میں اس آدم کو یہ کیا اب بتلاؤ کہ کیا تم
خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو پس کیوں نظمِ بانوں کا خسرِ خاشاک پیش کرتے ہو اور یقین کی
راہ اختیار نہیں کرتے۔ امتحان میں پڑو یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی
نہیں اس قسم کی لڑائی ان تقویٰ کا طریق نہیں البتہ اگر شک ہو تو یہ طریق ہر سنا ہے کہ جیسا کہ

میں نے خدا سے اہام یا کراہیک گروہ انسانوں کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوشخبری پائی ہے اور اسکو شائع کرو یا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بہلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ ہی اپنے ہم مذہبون کیلئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ پیچھے ہوئی شہنشاہوں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے بلکہ یہ واقعہ عیسائیوں کیلئے ہی بہت ہی خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے پس اب انکا ہی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلا دیں ان تمام فرقوں سے جسکی زیادہ توفیق گئی وہی مقبول ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں اپنی قبولیت بلکہ وہ کہلا دیں تا طاعون بھی بچیں اور انکی سچائی بھی کوئل جائے بالخصوص پاوری صاحبان جو دنیا و آخرت میں مسیح (ع) کی کوئی سچی فرادہ چکے ہیں وہ اگر دل سے ابن مریم کو دنیا و آخرت کا مالک سمجھتے ہیں تو اب عیسائیوں کا حق ہے کہ ان کے کفارہ سے نمونہ بچنا کہ دیکھ لیں اس طرح پر گورنمنٹ عالیہ کو بھی بہت آسانی ہو سکتی ہے کہ برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر پھر صراحتاً نہیں اپنے گروہ کے چہرے کے لئے اور طاعون سے نجات کیلئے یا منظم کریں کہ اپنے اس خدا جیسرہ ایمان رکھتے ہیں یا اپنے کسی اور معبود سے جسکو انہوں نے بجائے خدا سمجھ لیا ہے ان روایت کی شفاعت کریں اور اس کوئی سختہ وعدہ لیکر شہنشاہات کے ذریعہ شائع کر دیں جیسا کہ ہم نے پہلے شہنشاہ شائع کر دیا ہے۔ ہمیں نو مسلم ہر مخلوق کی بہلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور یہ گورنمنٹ کی مدد ہے کہ گورنمنٹ بجز اس کے کیا چاہتی ہے کہ اسکی رعایا طاعون کی بلا سے بچ جائے اور کسی طرح بچ جائے۔ بالآخر یاد رہے کہ ہم اس شہنشاہین اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں پنجاب اور مہاراجپوتان میں پہلی ہوئی ہے ٹیکا لگو انے سرخ نہیں کرتے جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو انکو ضرور ٹیکا کرنا چاہئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے اور جبکہ اپنی رضامندی پر چہرہ لگایا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پوسے قائم نہیں ہیں جو انکو دی گئی ہے تو ان کو بھی ٹیکا کرنا مناسب ہے تا وہ بڑھ کر شکہادین اور تادہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکا دیں اور اگر

یہ سوال ہو کہ تعلیم کیا ہے جسکی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو میں بطور مختصر چند مہینے پہنچے کہہ دیتا ہوں

تعلیم

واضح ہے کہ صرف زبان و سماعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جسکی تکلیف کی غرض سے اس پر پورا پورا عمل ہو جس شخص پر تعلیم پر پورا پورا عمل کرنا ہے وہ اس میں کچھ مہینے داخل ہو جاتا ہے جسکی نسبت خدا کی کلام میں یہ وعدہ ہے افذا حفظ کل من فوالا لانی یعنی ہر ایک جسے تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر جو میں اور سکو بچاؤں گا اس جگہ پر نہیں بچنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میری اس فکر کا غشت کے گھر میں بود و باش کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری سپردی کرتے ہیں میری عروہانی گھر میں داخل ہیں یہ بڑی کڑی باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ اسکا ایک خدا و رفیق اور خالق کلک خدا ہی جو اپنی صفات میں انبی ابدی اور غیر تغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اسکا بیٹا نہ وہ کبھی لڑکا ہے اور سب پر چڑھتا ہے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود وہ ہونے کے نزدیک ہو اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کی اسکی تعلیمات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آدے تو اسے لکھوہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اسے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر تغیر اور کمال نام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا ہی ایک نئی تجلی سے اسے ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک نئی یافتہ حالت کے وقت جو انسان کو ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قیادانہ تجلی ہی ایتے ہی کے ساتھ ظہور ہوتی ہے وہ خالق عادت قدرت اسی جگہ کہلاتا ہے جہاں خالق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے خوارق اور معجزات کی یہی بڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اسلئے ان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آرا میں پر اور اس کے کل تعلقات پر اسکو مقدم رکھو اور علی طور پر بہادری کے ساتھ اسکی راہ میں صدق و وفا کو ملاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اسکو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اسکو مقدم نہ کرو تا تم اسان پر کج گت لکھی جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھانا قریب سے خدا کی عادت ہے۔

مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اسکی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں ملا رہی اور نامردی میں اس کے آستانہ پر چڑھتا ہے تاجو چاہے سر کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں جو خدا ظاہر ہوگا جس نعمت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اسکی رضا طلبا ہو جائے اور اسکی انصاف قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور یہی قدم اگے رکھو کہ یہ تمہاری تفتی کا ذریعہ ہے اور اسکی توجہ میں پرہیزگاری کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے جتنی رحم کرو اور ان پر زبان یا ماتہ یا کسی تہذیب سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بہلائی کیلئے کوشش نہ کرو رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گواہنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد و بخاؤنا قبول کئے جاؤ بہت میں جو ظلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اللہ سے بے پروا نہیں بہت میں جو آپ صاف میں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو ورنہ اسکی رحمت نہ ملے گی اور تحقیق اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے انکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت نہ کرو نہ دینداری سے اپنے تجربر ملاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرنے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پریش نہ کرو اور اپنے مولے کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل بڑاشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے نئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کہ یہ وہ پاک ہے چاہے کہ ہر ایک صبح تمہاری لئے گواہی دے کہ تم تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی نعمتوں سے مت ڈرو کہ وہ وہ ہٹیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں مگر تم خدا کی لعنت کو ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جبرہ ٹپتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیلخانی کر جاتی ہے تم ریاکاری کیسا تہلے تین بچا نہیں نکلتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پائال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکا دے سکتے ہو پس تم سید ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری خوشی کو دھوکہ دے گی۔

اور اگر تمہارا کسی پہلو میں تکرر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی یا کسل ہے تو تم یہی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو یا سنا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے نہیں دیکھو کہ جو کچھ چھوڑ کر یا نہ کر لیا ہے کہو کہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری جتنی پرور پورا والا تھا ہے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم کہیں جلد صلح کرو اور اپنے پہلو میں کٹا ہونے کو بخیر نہ کرنا شروع کر رہے وہ انسان کہ جو اپنے پہلو کے ساتھ صلح پر رضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ نافرمان ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جاتے دو اور سچے ہو کر جو کچھ کیلئے تذل کرنا تم جتنے جاؤ نفسانیت کی فہمی چھوڑ دو کہ جس سے دان کیلئے تم باؤں کے ہونے میں جی کاٹنے پر انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا یہی بڑی نعمت شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور یہی بیان کہیں تم اگرچہ اتنی ہو کہ آسمان پر تیرے خدا رحمتی ہو تو تم باہمی ایک ہو جاؤ جیسا ایک پیٹ میں ہو دو بہائی تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنی بہائی کے گناہ بخشا ہو اور بے بختی ہو وہ جو خدا کو نہ سمجھے اور نہیں بخشتا سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف ہو کہ وہ تشریف دے اور بغیر رہے ہر کار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ تنگدلی اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خاں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کی بے نیکی کرتا نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کٹوں یا جو بیٹیوں یا گدوں کیلئے کرتے ہیں اور دنیا کو آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے ہر ایک ناپاک اٹھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے وہ جو اس کے لئے کٹیں ہر ایک کی نجات دیا جائیگا وہ جو اس کیلئے تباہ ہو رہے ہیں گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا تم سچے دل سے اور پوری صدق سے اور ہر گز کے قدم سے خدا کے دوست بنو تاہم یہی تمہارا دوست بن جائے تم ہاتھوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بہائوں پر رحم کرنا آسمان پر تمہاری رحم ہو۔ تم سچے اس کے ہو جاؤ۔ تاہم یہی تمہارا ہوا جو کہ دنیا پر اور ان بلاؤں کی جگہ جو نہیں ایک طالعون ہیں جو کہ تم خدا کی صدق کیا نہ پیچھا رہو تاہم یہ بلائیں تم سے دور رکھو کوئی آفت زمین پر نہیں ہوتی جب تک انسان کی حکمت ہوا کہ کوئی آفت وہ نہیں ہوتی جب تک آسمان کی رحم نہایت ہو تو تمہاری عقلندی اسی میں کہ تم ہر کچھ کو کھڑے نہ رکھو کہ تمہیں دوا اور دوسرے ممانعت نہیں ہر مکران پر ہر دوسرے کرنے کی ممانعت ہے اور آخری ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا اگر کوئی طاقت رکھو تو کوئی ممانعت ہر ایک مقام سے ہر ایک مقام سے ہر ایک مقام سے

اور نہ ہارے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو کچھ کو طبع نہ چھو کہ نہاری اسی میں زندگی ہو
جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو
مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے روح زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر
قرآن۔ اور تمام آدمیوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم کو
کو کہ سچ محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس کی بڑائی مت دینا آسمان
پر تیرجأت یافتہ ہلکے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات
ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین کہتا ہے جو خدا کا
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور تمام مخلوق میں درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ
کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے زندہ نہ جاننا کہ وہ ہمیشہ زندہ
رہے گریہ کر گزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ رہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے یہ دنیا وہ اٹلی ہے
کہ اس کے افاضہ شریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے
اس میں موعود کو دنیا میں بوجھا جائیگا، اسلامی عمارت کی تکمیل کیلئے ضروری تھا کہ زندہ رہو نہ رہا
کہ یہ دنیا ختم ہو جیتے کے محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا، عیسائے مذہبی
کیلئے دیا گیا تھا اسی کیلئے اشارہ کرتی ہے کہ اٰھٰنِ اَکْطَامُ الْمَسْتَقِیْمِ صِرَاطُ الْاٰلِیْنَ
اَنْتُمْ تَعْلَمُوْهُ۔ موعود نے وہ متاع پائی جو کچھ دونوں اولیٰ کہو چکے تھے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
نے وہ متاع پائی جو موعود کا سلسلہ کہو چکا تھا اب محمدی سلسلہ و موعود کا قیام تمام عوالم و گشتاں پر قائم
و جاری ہوگا۔ موعود کے پیروں میں اب مریم ابن مریم سے بڑھ کر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کو دنیا
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا عیسائے مسیح ابن مریم موعود کے بعد
چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا عیسائے
مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو **قین** ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے
کہ تم اپنے نادان بہرہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جاسکے مقابل پر لے کر اس کے کہے کہ یوں
نہیں بلکہ یوں چاہئے تھا۔ اور اس نے بھی چھتے ہو کر نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دل نما

+ پہلی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق ہی مانتے ہیں کہ موعود نے موعود بنی آدمی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا کہ پہلی تاریخ موعود

سے ہی زیادہ ہیں انرا خجلد ایک طلوعوں ہی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے بھی رحمت کرتا ہے اونچے
 دل سے میرا پر و بننا ہے اور میری لطاعت میں مجھ کو اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی جو جان
 آفتون کے دنوں میں میری روح اسکی شفاعت کرگی سوکھے تمام لوگو! جو اپنے تین بڑی
 جماعت شمار کرتے ہو کسان پر تم اسوقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ نقوی کی
 راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پیچوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو
 دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پور کر دو اور ایک چھ زکوٰۃ کے لائق بنو وہ زکوٰۃ
 دے اور جب حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو ستارہ لگا دو اور بدی کو سیر
 ہرگز ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی
 جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں بی جڑ منیل نہیں ہوگی وہ عمل ہی منیل نہیں ہوگا حضور پر کمال
 سچ و مصیبت سر نہارا امتحان ہی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہو کر سو خیر ارادہ ہوا ہے
 کہ تم کو کہا اور زمین تمہارا کچھ ہی بجلا نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان پختہ تعلق ہے جب تک تم انصاف
 تو اپنے ماتہوں کو دشمن کے ماتہوں سے۔ اگر تمہاری مینی عزت ساری جاتی ہو تو خدا تمہاری ایک
 لازوال آیت آسمان ہو چکا تو اسکو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھو گے جو جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے
 بے نصیب کئے جاؤ۔ سوانِ عورتوں سے تم دلگیری ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہارے آذان سے کہ تم کی
 راہ جن ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے ہی تمہاری تعریف کریں تو تم مارین
 کہاؤ اور خوش ہوا اور نگاہیں آسمانوں کی طرف کرو۔ اور زاناکا مہیاں دیکھو اور پیوند مت توڑ دو تم خدا کی
 آخری جماعت ہو سو وہ عمل تک پہنچاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سے
 ہو چکا ہو ایک گندی چیز کی طرح جماعت باہر ہینک دیا جائیگا اور حضرت مرگیا اور خدا کا کچھ نہ بچا
 دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا و حقیقت موجود ہے اگر یہ سب کی ہی مخلوق
 ہے لیکن وہ اس شخص کو جن لینا ہے جو اسکو چاہتا ہے وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس آتا ہے
 جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اسکو ہی عزت دیتا ہے +
 تم اپنے دنوں کو سید کر کے اور زبانوں اور ماتہوں اور کانوں کو پاک کر کے اسکی طرف آ جاؤ

کہ وہ تمہیں قبول کرے گا عقیدہ کہ جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب کے بڑا ہے اب بعد کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر برزخی طور سے محمدیت کی چادر پڑی گئی کیونکہ خدا ہم اپنے بندوں سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی جیخ سے جدا ہے ہر جہ کا مل طور پر خود مبین فنا ہو کر خدا سے ہی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا غل انداز نہیں حساب کرتا جب آئندہ مبین اپنی شکل دیکھو تو قوم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر و نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح و عودین چال دی ہے یہی عکس دہرے کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح و عود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ مبین ہی ہوں۔ اور ہمیں رنگی نہیں لانی اور تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کتبہ سر بندر علی غایتاً مبین اسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اسکی مرعانی کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور متنبہ مبین تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنیکے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اسکی مرعانی کہا ہیں و کہ ہمیں کیا کہ وہ کسی فوت مر گیا ہی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر اسے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی۔ ہمیں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْئْتِیْ لَنْتَ اَنْتَ الشَّقِیْبُ عَلَیْکُمْ سُوٰی آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْئْتِیْ کے معنی ہیں کہ جس جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو یا خدا نے اسکو تہذیب کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد کرو کہ سبجہ موت مسیح علیہ صلی علیہ تہذیب پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تقلید قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو یا یہ مین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی شہرہ ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی دانتوں کو خدا کی کلام میں مقدم کرتے ہو

خدا تو حضرت عیسیٰ کو کھڑا کر دیا اور اسکی مرعانی کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت میں خبر ہے کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے اور کتبہ سر بندر علی غایتاً مبین اسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اسکی مرعانی کی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور متنبہ مبین تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن میں کہاں خبر ہے۔ مرنیکے متعلق جو آیتیں ہیں اگر وہ اور معنی رکھتی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہیں تو گویا قرآن نے اسکی مرعانی کہا ہیں و کہ ہمیں کیا کہ وہ کسی فوت مر گیا ہی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر اسے قرآن میں عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی۔ ہمیں کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنے کی اس آیت میں خبر ہے کہ فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْئْتِیْ لَنْتَ اَنْتَ الشَّقِیْبُ عَلَیْکُمْ سُوٰی آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسیٰ بن مریم کے بگڑنے سے پہلے مر چکے ہیں غرض اگر آیت فَلَکُمْ تَقْوٰی فِیْئْتِیْ کے معنی ہیں کہ جس جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھایا تو کیوں خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن میں ذکر نہیں کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھوں کو ہلاک کر دیا تو یا خدا نے اسکو تہذیب کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ لوگ مشرک اور بیدین ہو جائیں اور گویا یہ لوگوں کی غلطی نہیں بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگوں کو گمراہ کرے خوب یاد کرو کہ سبجہ موت مسیح علیہ صلی علیہ تہذیب پر موت نہیں آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تقلید قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو یا یہ مین زندہ ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی شہرہ ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مردوں میں دیکھ لیا اب بھی تم ماننے میں نہیں آتے۔ یہ کیسا ایمان ہے کیا انسانوں کی دانتوں کو خدا کی کلام میں مقدم کرتے ہو

اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دنیا میں نہیں آئیں گے کیونکہ اگر وہ دنیا میں آجیوے تو اس صورت میں یہ جواب عیسیٰ کا کھڑا کر دیا کہ یہ عیسیٰ بن مریم کے بگڑنے کی خبر نہیں جو شخص دوبارہ دنیا میں آیا اور چالیس برس رہا۔

یہ کیا دین ہے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میرے مردہ روحوں میں عیسے کو دیکھا بلکہ خود کریم بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارا جو بھی کی سنت ہم اگر عیسے زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی معجزاتی تھی۔ سو نعم نہ اہلسنت، ہونہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قابل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتمہ مخالف ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسراٹھی سلسلہ کے لڑ خاتمہ خلفاء انہما موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود ہوں سو میں اسکی عزت کرتا ہوں جیسا کہ ہنام ہوں اور مفسدہ و مفتخری ہے وہ شخص جو مجھ کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح توحیح میں تو اس کے چاروں بہائیوں کی بھی عزت کرتا چونکہ یہ انچون ایک ہی مان کے بیٹے ہیں نہ صرف اتنی بلکہ میں تو حضرت مسیح کی وفات حقیقی ہمیشہ یوں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب تک مریم بتوں کے بیٹے سوچیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نجات سے روکا۔ پہر بزرگا قوم کے نہ مات اصرار سے بوجہ صلح کے نکل کر لیا۔ کو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توحید عین حمل میں کیونکہ نکل کر لیا گیا اور بتوں جو نیکی کے عہد کو کیوں نا حق تو کر گیا اور تعداد ازواج کی کہ یوں بنیاد و اٹلی گئی یعنی باوجود یوسف بنجار کی پہلی بیوی کے ہونیکے پہر مریم کیوں رہنی ہوئی کہ یوسف بنجار کے نکل میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں نہیں جو ہمیشہ آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض ۔

الحاشیہ : یسوع مسیح کے چار بہائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بہائی اور حقیقی بہنیں نہیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھی چار بہائیوں کے نام یہ ہیں۔ پہو دا۔ یعنی یوسف شمعون یوزس۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے۔ آسیہ۔ لیدیہ۔ وکیہ کناٹلٹ شوکے کاؤس صنفہ دار جان لایڈلیر مطبوعہ لندن ۱۷۵۱ء

بہ خلیفہ : قرآن شریف میں ایک میں مسیح محمدی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارا جو بھی کی سنت ہم اگر عیسے زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی معجزاتی تھی۔ سو نعم نہ اہلسنت، ہونہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قابل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتمہ مخالف ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسراٹھی سلسلہ کے لڑ خاتمہ خلفاء انہما موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود ہوں سو میں اسکی عزت کرتا ہوں جیسا کہ ہنام ہوں اور مفسدہ و مفتخری ہے وہ شخص جو مجھ کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح توحیح میں تو اس کے چاروں بہائیوں کی بھی عزت کرتا چونکہ یہ انچون ایک ہی مان کے بیٹے ہیں نہ صرف اتنی بلکہ میں تو حضرت مسیح کی وفات حقیقی ہمیشہ یوں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب تک مریم بتوں کے بیٹے سوچیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نجات سے روکا۔ پہر بزرگا قوم کے نہ مات اصرار سے بوجہ صلح کے نکل کر لیا۔ کو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توحید عین حمل میں کیونکہ نکل کر لیا گیا اور بتوں جو نیکی کے عہد کو کیوں نا حق تو کر گیا اور تعداد ازواج کی کہ یوں بنیاد و اٹلی گئی یعنی باوجود یوسف بنجار کی پہلی بیوی کے ہونیکے پہر مریم کیوں رہنی ہوئی کہ یوسف بنجار کے نکل میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں نہیں جو ہمیشہ آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض ۔

ناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب پہلے صلیب اور اسکی والدہ کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس میں پناہ دیجاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہنچایا تھا۔ منہ

ان سب باتوں کے بعد یہ مہین کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ جتنے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے ملوثی تم سے معاملہ کر گیا دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک شہر ہے اور حکومت کہاؤ۔

خدا کی نافرمانی ایک ہی موت ہے اس کی کو جو عا کرتا نہیں ہے جو شخص عا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قائل نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں ہی نہیں ہے جو شخص چوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا رہے اور آخرت کی طرف آنکھ نہ ہٹا کر ہی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نص و تحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بد علی سے یعنی شراب و قمار بازی سے بد نظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز نقص و توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص چھگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

جو شخص دین میں لگا نہیں رہتا اور انکار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور و عہد و زمین جو خلاف قرآن و حدیث ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد و خدمت کو لا پرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو اڈنے اور غلبہ سے ہی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور و ذار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد و عورت جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خفا سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص

اسو معروض میں میری اطاعت کرنیکے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں کو نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ان میں مان ملتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مکرشی۔ غاصب ظالم و دغاگو جیسا زاوران کا کشین اور اپنے بہائیوں اور بھتیوں تمیزین لگانا والا جو اپنے افعال شنیعہ سے تو نہیں کرتا اور شراب مجلسوں کو نہیں چڑھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب ہرین ہیں تمام نہ ہر دن کو کہا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو بچ و بچ طبیعت کہتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس پر کشتہ کر دے کہ نہیں پاسکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت ہو کہ میں جو دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا و فاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائینگے ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔

اسحق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا انکی حمایت میں کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص ہی اسحق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بد باطن اور شریر نفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہو گا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کہی الیہ اتفاق نہ ہوا کہ اسے نیکوں کو تباہ اور ہلاک نہ کرے۔ فنا ہو کر دیا ہو گیا وہ انکے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب ہی دکھلائیگا وہ خدا نہانت و فادار خدا ہے اور فاداروں کے لئے اسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہی ہو کہ لکھا جائے اور لکھیں امپیرانٹ چیتا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سر اوکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں اوکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طبع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اسلیمان لائے ہنوا اسکو شاخت کیا۔ تمام دنیا کا دوسری خدا ہے جس نے میرے پردھی نازل کی جس نے میرے لہو زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھ اسنہ یاد کے بیٹے مسیح موعود کو کر کے بھیجا اسکے سوا کوئی خدا نہیں ذآسمان میں نہ زمین میں

سپر ایمان نہیں لانا وہ سعادت سے محروم اور خدا لان میں گرفتار ہے۔ یعنی اپنے خدا کی
 بکلیط روشن وحی پائی سمجھے اُسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی نہیں
 کیا ہی قادر اور تدبیر مند خدا ہے جو کہنے پایا کیا ہی زیر دست قدرتوں کا مالک ہے جو کہنے چکا
 سچ تو یہ ہے کہ اُسکے آگے کوئی بات اُنہونی نہیں مگر وہی جو اسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے
 سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل خبیثوں کیطرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا
 بیٹھے ہیں بچہ خدا کی کتاب کی مہربان کینہ نہ وہ مردود ہیں انکی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی
 وہ اندھے ہیں نہ سو جا سکے وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش
 کرتے ہیں اور اسکی جگہ اپنا قانون کی حدیث ٹھہرتے ہیں اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں سوائے
 ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ انکی حالت ہے لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو سمجھے لازم ہے
 کہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تودعا کی قدرت
 کے عجائبات دیکھے گا جو کہنے دیکھے ہیں اور ہاری گواہی رویت سے نہ بطور قصہ کہ اُس
 شخص کی دعا کیونکر منظور ہوا اور خود کیونکر اسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اُسکے نزدیک قانون
 قدرت کے مخالف ہیں دعا کر نیکو حاصل پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ گراے سعید
 انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے تیار ستاروں کو یقینوں کے لنگا دیا اور جس نے
 زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اسپر بظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز
 آجائیکہ اکثر تیری ہی بظنی سمجھ محروم رکھے گی ہمارے خدا میں ہمیشہ عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے
 ہیں جو صدق اور وفا سے اسکے ہو گئے ہیں وہ غیوروں پر جو اسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے
 اور اسکے صدق و قادر نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بد بخت وہ انسان ہے جسکو
 اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا ہشت ہمارا خدا ہے
 ہماری اعلیٰ لیاقت ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوب صوفی اس میں
 پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ عمل خریدنے کے لائق
 ہے اگرچہ تمام وجود کو دینے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو

اپنی مرضی کے خدا کو کہہ کر اپنی مرضی کے خدا کو کہہ کر اپنی مرضی کے خدا کو کہہ کر اپنی مرضی کے خدا کو کہہ کر اپنی مرضی کے خدا کو کہہ کر

خدا کی گمراہی میں غافل نہیں آتا۔ ان خدا کی کتاب کے بارے میں یہ قانون پیش کیا ہے کہ وہ نہایت محسن و نیک انسان کے سامنے
 دستور کیطرح سامنے نہ آئے کسی تو اپنی مرضی کو پھر کر اسکی دعا سن لے جبکہ خود فریاد ادا ہوئی اسکی دعا لے کر کہہ پائی ہوگی

کہ وہ تمہیں سلیب کر بیگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں سچائی لگا۔ میں کیا کروں اور کس
 خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس وقت سے میں بازاروں میں منادی کروں
 تمہارا یہ خدا ہے تاکہ لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا کہ تمہیں کپیلے لوگوں کے کان
 اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے
 اور خدا تمہارے لیے جگے کا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھ لے گا اور
 اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قوتیں ہیں۔
 اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آئے گا کہ تم دنیا کے لئے سخت ٹھکریں ہو جاؤ گے ایک شخص جمع ایک
 خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روزا ہے اور چرخین مازنا ہے
 اور ہلاک ہوئے جتنا ہے پہر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے
 وقت کام آئیگا لہئے تو تم دنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی
 قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے
 اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو کلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے
 ساپٹھی کہتا ہے انہوں نے منفعی اسباب کی مٹی کہاں۔ اور جیسے کہہ اور کتے مردار کہتے ہیں انہوں
 نے مردار پر ذات مارے وہ خدا سے بہت دور جا چلے انسانوں کی پیش کی اور خضر کہا یا او
 شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے
 وہ مر گئے اور کسانوں نے روح انہیں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھوڑے کو بونہر پرواز کر جاتا ہے
 ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضا کاٹ ڈکڑہیں پس تم اس جذام
 سے دور میں تمہیں حلاوت الہیہ عانت اسباب سے منع نہیں کرنا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم
 غیر قوموں کی طرح نہ اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو ہی دہی ہسکا کرتا ہے
 اگر تمہیں آگے ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور جیسے جیسے تم نہ ہاتھ لگا کر سکتے ہو
 اور نہ الہیہا کر سکتے ہو مگر اس کے اذن سے۔ ایک مردہ اپہ مرضی کر گیا مگر کاش اگر وہ مرنے لگا تو اس
 ہنسی سے آکر لئے بہتر تھا۔ خبردار !!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر ان کی پس مت کر دے کہ انہوں نے دنیا کے

منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے اور ہم بھی انہیں کے قدم چلیں سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے اسکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجزان انسان اسلئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے ہیں تمہیں دنیا کے کسب اور حُرَت سے نہیں روکتا مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ کر کہا ہے چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگئے کا سلسلہ جاری رہے لیکن صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مح ہے عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان اسی اُترتی ہے تم رہتے ہو اسوقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جو خدا کو ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل سے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا اور واہ بندہ کرو اور خدا کے آستانہ پر گرہو کہ ہمیں یہ شکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرماتے روح القدس تمہاری مدد کرے گی اور جیسے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے کبھی علاقہ نہ توڑ چکے ہیں اور ہمیں اسباب پر گر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگئے کیلئے وہ مومنہ سے انشاء اللہ بھی نہیں نکالے آگے یہ رستہ بچاؤ خدا تمہاری آنکھیں کھولے گا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدبیر کا شہسیر ہے اگر تہہ گریز جائے تو کیا کرنا اپنی چہرے پر قائم رکھتی ہیں نہیں بلکہ یک دفعہ گریزگی اور اُٹھال ہے کہ ان سے کسی خون ہی چھوٹیں۔ اسی طرح تمہاری تہا پر بغیر خدا کی مدد کو قائم نہیں رہ سکتیں اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت ہو رو گے۔ یہیت خیال کرو کہ ہر دوسری قومیں کیونکہ کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اس خدا کو جانتی ہی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کہہی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خوشامد ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے کھلے ہوئے جاتے ہیں اور دین کے رستے وہ نرا مفسلہ اور جنگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرنا اور مادی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کہی اس رنگ میں ہی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے

ہی نامراد کہا جاتا ہو مگر موزن الذرا آٹھان ایسا خضر کا کہ نہیں جس کا کہ پہلا کہ نہ کہ پہلی آٹھان الا زیادہ مغرور بتو
 سچا بہر حال یہ دونوں فریق مضبوط علیہ ہیں سچی خوشحالی کا حشر ہے خدا ہے پس جب کس لیے سچی وقیم
 خدا سے ہر لوگ تجیر میں بیکلا پروا ہیں اور اس سے موند بہر سب میں تو سچی خوشحالی کا کھانا نہیں
 چوکتی ہے مبارک ہو اس انسان کو جو اس از کو چھوے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو
 نہیں سمجھا ہی طرح تمہیں چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیوں کی سروری مت کر اور انکو عزت کی نگہ
 سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیان میں تہا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنی کلام میں بیکلا کیا
 ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس نبوی فلسفہ کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو نہ لے سچے
 علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔ نادانی کی راہ میں کیوں اختیار کرنے ہو کیا تم خدا کو وہ
 باتیں بیکلا کر گئے جو اسے معلوم نہیں۔ کیا تم انصوں کے پیچھے دوڑے ہو کہ وہ تمہیں راہ
 دکھلا دیں۔ لے نہ ڈالو! وہ جو خود اندا ہے وہ تمہیں کیلادہ دکھائیگا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس
 سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک
 پہنچائے جاؤ گے جن تک غیور کی رسائی نہیں اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے پاؤ گے تب
 سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو ناز کی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے
 وہ جو خود مراد خواہ ہے وہ کہان سے تمہارے لئے پاک غذا لائے گا۔ وہ جو خود اندا ہے وہ کیونکہ
 تمہیں دکھائیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمین کو گن ہو کیا ڈھونڈ رہے ہو
 جن کی زمین آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حکمت کے وارث ہیں جنکو خود کسلی نہیں کہ کیونکہ تمہیں بتی
 دی سکتے ہیں مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اسکے سب
 کچھ تمہیں بایکجا خیال سے کر کے خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس
 اب آہ نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اتر چکا۔ اور میں تمہیں سچ کہنا ہوں کہ ہر ایک
 دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے آئینہ کا کہی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے
 دروازے کھول دو تا وہ انہیں داخل ہو تم اس کتاب کے خود اپنے تئیں دور ڈالتے ہو جب کس
 شعل کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان! ہلہ اور اس کھڑکی کو کھول دے

یہ قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ پتھریں کی جان ہے جس دین میں وحی الہی کا سلسلہ
 جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہیں۔ صندھ

تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا جبکہ خدا نے دنیا کے فیصلوں کی راہیں اس
 زمانہ میں نہیں بنائیں کہیں ملکہ زیادہ کہیں نہ تو کیا تھا لہذا ان سے کہ آسمان کے فیوض کی آہن
 جنگی اس وقت نہیں بہت ضرورت تھی وہ تمہارے بندہ کی بہن ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے
 وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی فیصلہ کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی
 گذشتہ تمام نعمتوں کا نمونہ دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے
 ہو اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔ اس درودہ کے لفظ تم کو بچھڑے رہنا شروع
 کرو کہ درودہ پستان سے خود بخود اتر آئیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب و کھلاؤ
 تاملی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے کیا ہی دشوار گزار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ
 پر ان کیلئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کی نیت ہو اس اتہار گڑھے میں پڑتے ہیں وہ
 اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ میں آگ منظور ہے ہم ہیں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے
 پہرہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہی رہے جو خدا نے
 فرمایا **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ** **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ**
 اسے نیکو تو میں سے کوئی بی نہیں جو جہنم کی آگ پر گزرنے کے مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ
 میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائینگے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ
 آگ اسے کہا جائیگی پس مہار کہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور جہنم
 وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے
 لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک لفظ یا ایک
 شے قرآن شریف کا بھی تمہارے ذہن نہ دے تا تم اسی کے لفظ پکڑے سجاؤ کہ ایک بار بدی کا
 یہی قابل یاد آں ہے وقت تھوڑا ہے اور کارنامہ یہ اتنے قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہو کہ پہلے پیش
 کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو یا نہ ہو کہ پہرہ جائے اور زبان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور
 کہیں شمع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو کبھی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی

ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جسکو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے
 گرہ سے مین پڑتے گئے اور روحانیت انہیں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کمزور
 پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین کو لیکر آسمان
 تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بہر دیا تھا پس کجا وہ کمزور اور کجا بیچلی عظیم جس کا قرآن
 شریف میں یہی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر ضروری یا معنوی
 اس مرض نہ ہو قرآن نیکو بندوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بہاگو۔ مجز قرآن کر کتاب ہے
 اپنی ابتدا میں ہی اپنے پڑھنے والوں کو یہ دعا سکھلائی اور یہ میثی کہ اٰھٰی نَا اللّٰھُمَّ اٰھٰی
 اَللّٰھُمَّ عَظِیْمُ صِرَاطُ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ عِیْنِہِمْ اٰپِنِ اَنْ لِّمَنْتُوں کی راہ کہلا جو
 پہلون کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتیں
 بلند کرو اور قرآن کی دعوت کو ردمت کرو کہ وہ تمہیں وہ نعمتیں دینا چاہتا ہے جو پہلون
 کو دی تھیں۔ کیا اوس نے بنی اسرائیل کا ملک و بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہیں عطا
 نہیں کیا جو آج تک تمہاری قبضہ میں ہے پس اسے مست اعتقادو اور کمزور بنو کیا تمہیں خیال
 ہے کہ تمہارے خدا نے جہانی طور پر بنی اسرائیل کو تمام املاک کا تمہیں قائم مقام کر دیا۔ مگر
 روحانی طور پر تمہیں قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض سانی
 کا ارادہ ہے خدا نے اُنکے روحانی جہانی متاع و مال کا تمہیں وارث بنا دیا مگر تمہارا وارث
 کوئی دوسرا نہ ہوگا جینا کہ قیامت آجائے خدا تمہیں نعمت جی اور اہل اہام اور سکالتا
 اور مخاطبات آتہ سے ہرگز محروم نہیں رکھے گا وہ تم پر وہ سب نعمتیں پوری کرے گا جو
 پہلون کو دی گئیں لیکن جو شخص گناہی کی راہ سے خدا پر جھوٹا باندھے گا اور کہے گا کہ
 خدا کی وحی میری پر نازل ہوئی حالانکہ نہیں نازل ہوئی اور یا کہے گا کہ مجھے شرف سکالت
 اور مخاطبات الہیہ کا نصیب ہوا حالانکہ نہیں نصیب ہوا تو میں خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ
 رکھ کر کہتا ہوں کہ وہ ملاک کیا جاسکا کیونکہ اوس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندھا اور غیب کیا
 اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی سو تم اس مقام میں ڈر لعنت جو ان لوگوں پر جو جھوٹی

خوامین بناتے ہیں اور جو بڑے مکالمات اور مخاطبات کا دعویٰ کرتے ہیں گویا وہ دل میں خیال کرتے ہیں کہ خدا نہیں پر خدا کا عقاب انکو سخت پکڑے گا اور ان کا بڑا دن اُن سے مل نہیں سکتا سو تم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبت ذاتیہ الہیہ میں ترقی کرو اور اپنا کام بھی سمجھو جتنا کُنڈنگی ہے پھر خدا تم میں سے جسکی نسبت چاہیگا اسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشفق کریگا تمہیں اپنی تمنا ہی نہیں چاہئے نالغسانی تمنا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کوئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں پس تم خدمت اور عبادت میں لگو رہو تمہارے تمام کوشش اس میں مصروف ہونی چاہئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو سجات کے لائق الہام نمائی کیلئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جنہیں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بچو پرہیز کرو کہ شرک سر شیعہ سجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ صرف بد نظری اور جھوٹ کے خیال سے نامحرم عورتوں کو مت دیکھو اور بچو اسکے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھو نہ بد نظری سے اور نہ بد نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہئے کہ نامحرم کے مقابلہ کی وقت نیری آنکھ خواہیدہ رہے نتیجے اسکی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو مگر اسی قدر صبر کیا کہ ایک دہندلی نظر سے ابتدا نزول الماء میں انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اتنی شراب مت پیکو کہ مت ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ نتیجہ خدا کی راہ نہیں ملیگی اور خدا تمہارے ہمکلام نہیں ہوگا اور نہ لمپیڈیوں کی پاک کر گیا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی حجاب دہی تم اس سے بچو۔ قرآن تمہیں انجیل کی طرح فقط یہ نہیں کہتا کہ اپنی بہائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ صرف اپنی غصہ کو تمام بلکہ تواضو بالمعصم پر عمل ہی کرو ورنہ سون کو ہی کہتا رہے کہ ایسا کریں اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بہانوں کو وصیت ہی کر۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ مجھ ورنہ کے اپنی بیوی کی ہر بات ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دے بلکہ وہ کہتا ہے الطیبات الطیبین قرآن کا یہ منشا ہے کہ

ہا پاک پاک کے ساتھ رہیں سنا لیں اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرنی مگر شہوت کی نظر سے
غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور ان سے بھل گئے موتی ہے اور زنا کے مقدمات اس سے صاف ہو چکے
ہیں گواہی بخیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہوا دیکھ کر اویس مدہ ہے اور جس پاک خدا
پر تو ایمان رکھتا ہے اس سے وہ بیزار ہے لہذا اگر وہ باز نہ آوے تو تو اسے طلاق دیکھتا ہے
کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی پس تیرے لہجہ اب
جائز نہیں ہے کہ تو دیوتی سے اسکو ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک
گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو ہی گندہ کر دے
اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کہا بلکہ یہود و نصاریٰ
سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی
ذریعہ شہوت کو مضائقہ نہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس سے اسکی حکمت تلف ہوتی ہے طبعی امر ہے
کہ جب کوئی انسان ایک تائب و فیلمین گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت
ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جبکہ ظالم
کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جہاں سنیۃ سیۃ مثلاً فمن عفا واصلح فاجب علی اللہ
یعنی بدی کا بدلہ اسقدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس
عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے رخصتی ہے اور اسے اس کا
بدلہ دیکھا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جبکہ انتقام محمد و پی اور نہ ہر ایک جبکہ عفو قابل تعریف
ہے بلکہ محل ساسی کرنی چاہئے اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بہا بندی و محمل و مصلحت ہو
نہ مبنی کے رنگ میں ہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے
و دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی ہی دشمن نہ ہو تو تیری
ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن
ہے وہی تیرا دشمن ہو گا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ کر کہہ اور چاہئے کہ تو انکو
اعمال سے دشمنی رکھے نہ انکی نفرت سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں اور اس باری میں

فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي الرُّسُلَ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ذِي الْقُرْبَىٰ اَيْنَ مِمَّنْ سِوَاكَ
 کیا چاہتا ہے بس یہی تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو پھر اس ہو کر یہ ہے
 کلام سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق
 خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم مجھے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائین اپنے بچوں سے
 پیش آتی ہیں کیونکہ احسان میں ایک خود نمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنا الاکہی
 اپنے احسان کو جھٹلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ان کی طرح طبعی جو شس سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی
 خود نمائی نہیں کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جو شس ہے جو ان کی طبعی ہوا اور یہ آیت
 نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتوں کو
 یا کو کے اسکی فرمان برداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا
 کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے اور خدا سے ایثار ذی القربے یہ ہے کہ اسکی عبادت نہ تو بہت کے
 طبع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہت ہو اور نہ دوزخ ہے
 تب بھی جو شس محبت اور اطاعت میں فرق نہ آوے۔ اور انجیل میں لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تمہارے
 احبت کریں ان کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔
 تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گہر ہے فتوے پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہئے
 پس اگر خدا تمہارے دل میں ڈالے کہ یہ لعنت کرنا الا قابل رحم ہے اور آسمان میں آ لعنت
 نہیں تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو لیکن اگر تمہارا کائنات اسکو معذور نہیں ٹھہرانا
 اور تمہارے دل میں ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہو تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو
 جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہیں چاہی اور کسی نبی نے اسکو لعنت سے آزاد نہیں
 کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیان جو ہر زبان میں اور بہتیری لعنتیں
 اپنے ہی پر پڑتی ہیں سب بھل کر قدم رکھو اور خوب پرتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو
 کیونکہ تم اندھے ہو ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم آخر
 خدا کو ناراض کرو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔

ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھانا کیلئے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر چھپاؤ جیکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہاری نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھانا کہ بہتر ہے جیکہ تم دیکھو کہ دکھانا نے میں عام لوگوں کی پہچانی ہے مانتہین دو بدلے ملین اور ناکم دور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرات نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا۔ مدثر اور علانیہ یعنی پوشیدہ ہی خیرات کرو اور دکھلاؤ دکھانا کہ ان احکام کی حکمت اوس خود فراموش ہے جبکہ مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے ہی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوتاہی میں جا۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر ایک موقع پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگوں کے روبرو اپنے بہاؤوں کے مجمع کے ساتھ ہی کہی کہی طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی عام منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تادوسرے لوگ بھی دعا میں رغبت کریں۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اسے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے ہماری روزانہ روتی آج ہمیں بخش۔ اور جس طرح ہم اپنے فرضداروں کو بخشے ہیں تو اپنے فرض کو ہمیں بخش دے اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال بلکہ بُرائی سے بچاؤ کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ زمین پر زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر ہی خدا کی تقدیس پہنچ رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے فلا من شی الا سیئۃ بمعنی۔ لیسے اللہ مافی السموات و مافی الارض یعنی ذہ و زمین کا اور آسمان کا خدا کی تعبد اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچھ انہیں ہے وہ تحمید اور تقدیس میں مشغول ہے پہاڑ اور کوہ و زمین مشغول ہیں دریا اور اسکے ذکر میں مشغول ہیں درخت اسکے ذکر میں مشغول ہیں اور بہت سی چیزیں

اسکے ذکر میں شمول نہیں اور جو شخص دل اور زبان کے ساتھ اسکے ذکر میں شمول نہیں اور خدا کے آگے فروغی نہیں کرتا اس سے طرح طرح کے تشکیکوں اور عداوتوں سے قضا و قدر الہی فروغی کر رہی ہے اور کچھ فرشتوں کے بارے میں خدا کی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ نہایت درجہ طاعت کر رہے ہیں یہی تعریف زمین کے پات پات اور ذرہ ذرہ کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے کہ ہر ایک چیز اس کی اطاعت کر رہی ہے ایک پتہ بھی ہے اس کے ام کے گرنہیں سکتا اور جو اس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دی سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے اور ہر ایک چیز غایت درجہ کی تبدل اور عبودیت سے خدا کے آئینہ پر گری ہوئی ہے اور اس کی فرمانبرداری میں متغیر ہے پہاڑوں اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤں اور سمندر و روں کا قطرہ قطرہ اور درختوں اور پودوں کا پات پات اور ہر ایک جزا کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرات خدا کو پہچانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی تحمید و تقدیس میں شمول ہیں اس لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا بسم اللہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی جیسے آسمان پر ہر ایک چیز خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر ہر ایک چیز اس کی تسبیح و تقدیس کرتی ہے پس کیا زمین پر خدا کی تحمید و تقدیس نہیں ہوتی ایسا کلمہ ایک کامل عارف کے مہر سے نہیں نکل سکتا بلکہ زمین کی چیزوں میں سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضا و قدر کے احکام کے تابع ہے اور کوئی دونوں کی اطاعت میں کمر بستہ ہے کیا بادل کیا ہوا کیا آگ کیا زمین سب خدا کی اطاعت اور تقدیس میں محو ہیں اگر کوئی انسان الہی شریعت کے احکام کا کسرش ہے تو انہی قضا و قدر کے حکم کا تابع ہے۔ ان دونوں حکومتوں سے باہر کوئی نہیں کسی کسی آسمانی حکومت کا جواہر ایک گدون پر ہے۔ ان البتہ انسانی دلوں کی صلاح اور فساد کے لحاظ سے غفلت اور ذکر الہی نوبت بہ نوبت زمین پر اپنا علیہ کرتے ہیں مگر بغیر خدا کی حکمت اور مصلحت کے یہ تدبیر خود بخود نہیں خدا نے چاہا کہ زمین میں ایسا ہوسو ہو گیا سو ہواشت اور غفلت کا دور ہی دن رات کے دور کی طرح خدا کے قانون اور اذن کے موافق چل رہا ہے نہ خود بخود باوجود اس کے ہر ایک چیز اس کی آواز سنتی ہے اور اس کی پاکی یاد کرتی ہے مگر انہیں کتنی ہے کہ زمین خدا کی تقدیس محالی

ہے ؟ اسکا سبب اس انجیلی دعا کے اگلے فقرہ میں بطور اشارہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اہی اوس میں خدا کی بادشاہت نہیں آئی اسلئے حکومت نہ ہوئی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے خدا کی مرضی ایسے طور سے زمین پر نافذ نہیں ہوئی جیسا کہ آسمان پر نافذ ہے مگر قرآن کی تعلیم سراسر اس کے برخلاف ہے وہ تو صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ کوئی جو خوبی - ذاتی - کافر فاسق - سرکش - جہاں کسی قسم کی بدی زمین پر نہیں کر سکتا جب تک کہ آسمان پر سے اُسکو اختیار نہ دیا جائے پس کیونکہ کہا جائے کہ آسمانی بادشاہت زمین پر نہیں کیا کوئی مخالف قبضہ زمین پر خدا کو احکام کے جاری ہونے سے مزاحم ہے سبحان اللہ اگر زمین پر خدا نے خود آسمان پر فرشتوں کے لئے حیا قانون بنایا اور زمین پر ان قانون کے لئے حیا اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت میں فرشتوں کوئی اختیار نہیں دیا بلکہ ان کی فطرت میں ہی اطاعت کا مادہ رکھ دیا ہے وہ مخالفت کر ہی نہیں سکتے اور سہو و لیاں ان پر وارد نہیں ہو سکتا لیکن انسانی فطرت کو قبول عدم قبول کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ اختیار اور سے دیا گیا ہے اسلئے نہیں کہہ سکتے کہ فاسق انسان کے وجود سے خدا کی بادشاہت زمین سے جاتی رہی بلکہ ہر رنگ میں خدا کی ہی بادشاہت ہے ان صرف قانون دو ہیں - ایک آسمانی فرشتوں کے لئے فضا و قدر کا قانون ہے کہ وہ بدی کر ہی نہیں سکتے اور ایک زمین پر ان قانون کیلئے خدا کے فضا و قدر کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ آسمان سے زمین کو بدی کر نیک اختیار دیا گیا ہے مگر جب خدا سے طاقت طلب کریں یعنی استغفار کریں تو روح القدس کی تاثیر سے انکی کمزوری دور ہو سکتی ہے اور وہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہیں جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہیں اور اگر ایسے لوگ ہیں کہ گناہ کا ہو چکے ہیں تو استغفار ان کو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتائج سے یعنی عذاب سے بچانے جاتے ہیں کیونکہ نور کے آنے سے ظلمت باقی نہیں رہ سکتی - اور جہاں ہمیشہ جو استغفار نہیں کرتے یعنی خدا سے طاقت نہیں مانگتے وہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہیں - دیکھو انجیل طاعون بھی بطور سزا کے زمین پر اتاری ہے اور خدا کے سرکش اوس سے ہلاک ہوئے

جانتے ہیں کہ کیونکر کہا جائے کہ خدا کی بادشاہت میں پرہیزگار یہ خیال مت کرو کہ اگر زمین پر خدا کی بادشاہت ہے تو پھر لوگوں سے جرائم کیوں ملھو میں آتے ہیں کیونکر جرائم ہی خدا کے قانون قصداً و قدر کے نیچے ہیں سو اگرچہ وہ لوگ قانون شریعت سے باہر جا رہے ہیں مگر قانون کیونکر یعنی قصداً و قدر سے وہ باہر نہیں ہو سکتے پس کیونکر کہا جائے کہ جرائم پیشہ لوگ الٰہی سلطنت کا جوا اپنے گردن پر نہیں رکھتے دیکھو اس ملک بڑیش انڈیا میں چوریان بھی ہوتی ہیں خون بھی ہوتے ہیں زنا کار اور خائن اور قتلشی وغیرہ ہر ایک قسم کے جرائم پیشہ بھی پائے جاتے ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس ملک میں سرکار لائبریری کا راج نہیں۔ کیونکہ راج تو ہے مگر گورنمنٹ نے عمداً ایسے سخت قانون کو مناسبت نہیں سمجھا جسکی ہشت ستر لوگوں پر زندگی مشکل ہو جائے ورنہ اگر گورنمنٹ تمام جرائم پیشہ کو ایک تکلیف دہ زندان میں رکھے کہ اگر انکو جرائم سے روکنا چاہے تو بہت آسانی سے وہ مر سکتے ہیں یا اگر قانون میں سخت سزائیں رکھی جائیں تو ان جرائم کا افساد ہو سکتا ہے پس تم سمجھ سکتے ہو کہ جس قدر اس ملک میں شراب پی جاتی ہے فاحشہ و تیرن بڑھتی جاتی ہیں چوری اور خون کی وارداتیں ہوتی ہیں یہ اس لئے نہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہاں راج نہیں بلکہ گورنمنٹ کے قانون کی نرمی نے جرائم میں کثرت پیدا کر دی ہے دیکھو کہ گورنمنٹ انگریزی اس جگہ سے اٹھ گئی ہے بلکہ سلطنت کا اختیار ہے کہ قانون کو سخت کر کے اور سنگین سزائیں مقرر کر کے ارتکاب جرائم سے روک دی جیکہ انسانی سلطنت کا یہ حال ہے کہ جو الٰہی سلطنت کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں تو الٰہی سلطنت کے قریب اقتدار اور اختیار کرتی ہے اگر خدا کا قانون الٰہی سخت ہو جائے اور ہر ایک زنا کار نیلے پر کھلی پڑے اور ہر ایک چور کو بیاری پیدا ہو کہ ہاتھ گل مٹ کر گرجا میں اور ہر ایک سرکش خدا کا منکر اسکے دین کا منکر طاعون سے مرے تو ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے ہی تمام دنیا رہستبازی اور نیک بخئی کی چادر پہن سکتی ہے۔ پس خدا کی زمین پر بادشاہت تو ہے لیکن آسانی قانون کی نرمی نے اس قدر آزادی دے رکھی ہے کہ جرائم پیشہ جلدی نہیں کھڑے جاتے ان سزائیں

بی لقی تہی ہیں۔ زلوے آتے ہیں بجلیاں پڑتی ہیں۔ کوہ آتش فشان آتش بازی کی
 طرح شعل ہو کر ہزاروں جانوں کا نقصان کرتے جاتے ہیں جہاں غرق ہوتے ہیں یا لگاؤ
 کے ذریعہ سے صد ہا جانیں تلف ہوتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں مکانات گرتے ہیں مساب
 کاٹتے ہیں درندے پہاڑ تے ہیں وہاٹیں پڑتی ہیں اور فنا کرنے کا ذایک دروازہ بلکہ ہزار
 دروازے کھٹے ہیں جو مجرمین کا پاداش کیلئے خدا کے قانون قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں
 یہ کہ کوئی نہ کہا جائے کہ خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں سچ ہی ہے کہ بادشاہت تو ہے
 ہر ایک مجرم کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پڑی ہیں اور پادشہین و پادشہیہ میں مگر حکمت الہی نے اس قدر
 اپنے قانون کو نرم کر دیا ہے کہ وہ ہتھکڑیاں اور وہ زنجیریں فی العرفان پادشاہت نہیں دکھاتی ہیں
 اور آخر اگر انسان باذنِ آوے تو آدمی ہمہ تنک پہنچاتی ہیں اور اس عذاب میں ڈالتی ہیں
 جس سے ایک مجرم زندہ رہے اور دمرے۔ غرض قانون دو ہیں ایک وہ قانون
 جو فرشتوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی اطاعت
 محض فطرتِ روشن کا ایک خاصہ ہے وہ گناہ نہیں کر سکتے مگر نیکی میں ترقی ہی نہیں کر سکتے (۲)
 دوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا
 گیا ہے کہ وہ گناہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی ہی کر سکتے ہیں یہ دونوں فطرتی قانون غیر
 متبدل ہیں اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہیں بن سکتا ہے ایسا ہی انسان ہی فرشتہ نہیں بن سکتا ہے یہ
 دونوں قانون بدل نہیں سکتے اولیٰ اور ثانی ہیں اسلئے آسمان کا قانون زمین پر نہیں
 آسکتا اور زمین کا قانون فرشتوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ انسانی خطا کاران اگر توبہ
 کے ساتھ ختم ہوں تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچا بنا سکتی ہیں کیونکہ فرشتوں میں ترقی
 کا مادہ نہیں انسان کے گناہ توبہ سے بچتے جاتے ہیں اور حکمت الہی نے بعض افراد میں سلسلہ
 خطا کاروں کا باقی رکھا ہے تا وہ گناہ کو کسپاچی کمزوری پر اطلاع پادین اور بہ توبہ کر کے بخیر
 جاؤں یہی قانون ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی کو انسانوں کی فطرت
 چاہتی ہے یہود و نصاریٰ انسانی فطرت کا خاصہ ہے فرشتہ کا خاصہ نہیں یہ وہ قانون جو فرشتوں کے

متعلق ہے انسانوں میں کیونکہ مکرنا مذہب سکے۔ یہ خطا کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کمزوری
 منسوب کی جاوے صرف قانون کے نتائج میں جو زمین پر جاری ہو رہے ہیں لغو و باطل
 کیا خدا ایسا کمزور ہے جسکی بادشاہت اور قدرت اور جلال صرف آسمان تک ہی محدود ہے
 یا زمین کا کوئی اور خدا ہے جو زمین پر خالق و قبضہ کن تھا ہے اور عیون کو اپنی پرزور و مینا چا
 نہیں کہ صرف آسمان میں ہی خدا کی بادشاہت ہے جو ابھی زمین پر نہیں آئی کیونکہ وہ اس
 بات کے قابل ہیں کہ آسمان کچھ چیزیں زمین اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان کچھ چیزیں زمین جسے خدا کی
 بادشاہت ہو اور زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت آئی نہیں تو گویا خدا کی بادشاہت کسی جگہ
 نہیں۔ ماسوا اسکے ہم خدا کی زمینی بادشاہت کو چشم خود دیکھ رہے ہیں اسکے قانون کے
 موافق تہاری عمر ختم ہو جاتی ہیں اور ہماری حالتیں بدلتی رہتی ہیں اور صد ہا نسل کے جت
 اور سچ ہم دیکھتے ہیں ہزار ہا لوگ خدا کے حکم سے مرتے ہیں اور ہزار ہا پیدا ہوتے ہیں زمین
 قبول ہوتی ہیں نشان ظاہر ہوتے ہیں زمین ہزار ہا قسم کے نباتات اور پھل اور پھول اسکے حکم
 سے پیدا کرتی ہے تو کیا یہ سب کچھ خدا کی بادشاہت کے بغیر ہو رہا ہے بلکہ آسمانی اجرام تو ایک
 ہی صورت اور منوال پر چلے آتے ہیں اور ان میں تغیر تبدیل جس سے ایک مغیر تبدیل کا پتہ
 ملتا ہو کچھ محسوس نہیں ہوتی مگر زمین ہزار ہا تغیرات اور انقلابات اور تبدلات کا نشانہ ہو رہی ہے
 ہر روز کروڑ ہا انسان دنیا سے گزرتے ہیں اور کروڑ ہا پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک پہلو اور ہر ایک
 طور سے ایک مقتدر وصال تک تصرف محسوس ہو رہا ہے تو کیا ابھی تک خدا کی بادشاہت میں
 پر نہیں اور کجیل نے اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ کیوں ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین پر
 نہیں آئی۔ البتہ مسیح کا بارغ میں اپنے پنج جلنے کے لئے ساری رات دعا کرنا اور دعا قبول ہی
 ہو جانا جسکی عبرت ان ۵ آیت ۷ میں لکھا ہے مگر پہر ہی خدا کا اسکے چہرے پر قارونہ ہونا
 یہ بزم عیسائیوں ایک دلیل ہو سکتی ہے کہ اُس زمانہ میں خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں تھی
 مگر ہم اس سے بڑھ کر اتنا دیکھ رہے ہیں اور ان سے نجات پائی ہے ہم کیونکہ خدا کی بادشاہت
 کا انکار کر سکتے ہیں کیا وہ خون کا مقدمہ جو میرے قتل کر سیکے لئے مارٹن کلاک رکھ بیٹھ

سے عدالت کپتان ڈگلکس مین پیش ہوا تھا وہ اس مقدمہ سے کچھ خفیف تھا جو محض
 ذہنی اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیوں کی طرف سے عدالت
 پہلاطوں میں دائر کیا گیا تھا مگر چونکہ خدا زمین کا پہلی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا اس لئے اس نے
 اس مقدمہ کی پہلے سو مجھے خبر دیدی کہ یہاں تک آیا ہے اور پھر خبر دیدی کہ مین تکویری کو
 اور وہ خبر صدائے انسانوں کو قبل از وقت سنائی گئی اور آخر مجھے بری کیا گیا پس یہ خدا کی بادشاہت
 تھی جس نے اس مقدمہ سے مجھے بچا لیا جو مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے اتفاق
 سے مجھ پر کھڑا کیا تھا ایسا ہی نہ ایک دفعہ ملکہ مسیون دفعہ مینے خدا کی بادشاہت کو زمین پر
 دیکھا اور مجھے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ **لَهُ مَلَكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** یعنی زمین
 پر ہی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر ہی۔ اور پھر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ **أَمَّا**
أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یعنی تمام زمین و آسمان اس کی حکمت
 کر رہی ہے جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے
 اور پھر فرماتا ہے واللہ غالب علی امرہ ولكن اکثر الناس لا یعلمون یعنی خدا اپنے
 ارادہ پر غالب ہے مگر اکثر لوگ خدا کے قہر اور جبریت سے بغیر مین غرض یہ تو کجی کی دعا ہے جو
 انسانوں کو خدا کی حمد سے نومید کرتی ہے اور اس کی ربوبیت اور افاضہ اور جبر اس سے عیسائیوں
 کو میناک کرتی ہے اور سکوزمین پر مدور مینے کے قابل نہیں جانتی جیبتک اس کی بادشاہت زمین
 پر نہ آوے لیکن اسکے مقابل پر جو خدا نے مسلمانوں کو قرآن مین سکھلائی ہے وہ اس بات
 کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا سلطنت لوگوں کی طرح بیکار نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ
 ربوبیت اور رحمانیت اور حریمیت اور مجازات زمین پر جاری ہے اور وہ اپنے عابدوں کو
 مدد دینے کی طاقت رکھتا ہے اور مجرموں کو اپنے غضب سے ہلاک کر سکتا ہے وہ دعا یہ ہے
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مَلِكُ يَوْمَ الدِّينِ اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ سَتَعَيْنِ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ آمین۔ ترجمہ

وہ خدا ہی ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے یعنی اسکی بادشاہت میں کوئی نقص نہیں اور اسکی خوبیوں کے لئے کوئی ایسی حالت منتظرہ باقی نہیں جو اسے نہیں مگر کل حاصل ہوگی اور اسکی بادشاہت کے لازم میں سے کوئی چیز کیا نہیں تمام عالموں کی پرورش کر رہا ہے بغیر غرض اعمال کے رحمت کرتا ہے اور نیز بعض اعمال رحمت کرتا ہے جن منراوقت مقرر پر دیتا ہے انہی کی ہم عبادت کرتے ہیں اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہمیں تمام نعمتوں کی راہیں دکھلا اور غضب کی راہوں اور ضلالت کی راہوں سے دور رکھے۔

یہ دعا جو سورۃ فاتحہ میں ہے انجیل کی عاصی بھل نفیض ہے کیونکہ انجیل میں زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے پس انجیل کے رو سے زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے نہ رحمانیت نہ رحمتیت نہ قدرت جز اسنہ کہ چونکہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ مگر سورۃ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ میں تمام لوازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ بادشاہ میں یہ صفات ہونی چاہئیں کہ وہ لوگوں کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پھر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہئے کہ جو کچھ کسی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے وہ بغیر غرض اسکی خدمات کے خود رحم و شہر نہ سے بکھلا دے سوا الرحمن کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کر دیا ہے تیسری صفت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ جن کاموں کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے انکے انجام کیلئے مناسب طریق پر مدد دے سوا الرحیم کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا ہے چوتھی صفت بادشاہ میں یہ چاہئے کہ وہ قیادت و ہدایت کے کام میں خلل نہ پڑے سوا مالک یوم الدین کی لفظ سے اس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سورۃ فاتحہ میں بیان کردہ تمام وہ لوازم بادشاہت پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت اور بادشاہی تصرفات موجود ہیں چنانچہ اسکی ربوبیت ہی موجود اور رحمت ہی موجود اور رحمتیت ہی موجود اور سلطہ امدادی موجود اور سلطہ سزا دہی موجود غرض جو کچھ بادشاہ کے لوازم میں سے ہوتا ہے زمین پر سب کچھ خدا کا موجود ہے اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم سے باہر نہیں

ہر ایک جزا اور اسکے ہر ایک حمت اُسکے ہاتھ میں ہے مگر انجیل یہ دعا سکھاتی
 ہے کہ ابھی خدا کی بادشاہت تم میں نہیں آئی اوس کے آنے کے لئے خدا سے دعا مانگا
 کرو تا وہ آجائے یعنی ابھی تک ان کا خدا زمین کا مالک اور بادشاہ نہیں اس لئے
 ایسے خدا سے کیا امید ہو سکتی ہے سنو اور سمجھو کہ بڑی معرفت یہی ہے کہ زمین کا ذرہ
 ذرہ ہی ایسا ہی خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے جیسا کہ آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی بادشاہت
 میں ہے اور جیسا کہ آسمان پر ایک عظیم الشان تجلی ہے زمین پر بھی ایک عظیم الشان تجلی
 ہے بلکہ آسمان کی تجلی تو ایک ایمانی امر ہے عام انسان نہ آسمان پر گئے نہ اوس کے
 مشاہدہ کیا مگر زمین پر جو خدا کی بادشاہت کی تجلی ہے وہ تو میرے ہر ایک شخص کو آنکھوں
 سے نظر آ رہی ہے ہر ایک انسان خواہ کیسا ہی دولت مند ہو اپنی خواہش کے مخالف موت
 کا یہ الہ پیتا ہے پس دیکھو اس شاذ حقیقی کے حکم کی کیسی زمین پر تجلی ہے کہ جب حکم آجاتا
 ہے تو کوئی اپنی موت کو ایک سیکینڈ بھی روک نہیں سکتا۔ ہر ایک خبیث اور ناقابل علاج
 مرض جب دیکھ رہا ہوتا ہے تو کوئی طبیب ڈاکٹر سکودور نہیں کر سکتا۔ پس غور کرو کیسی
 خدا کی بادشاہت کی زمین پر تجلی ہے جو اُسکے حکم کو نہیں ہو سکتے۔ پہر کیونکر کہا جائے
 کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ آئندہ کسی زمانہ میں آئیگی دیکھو اسی زمانہ میں خدا
 کے آسمانی حکم نے طاعون کے ساتھ زمین کو ہلا دیا تا اس کے مع موعود کے لئے ایک
 نشان ہو پس کون ہے جو اسکی مرضی کے سوا اسکو دور کر سکے پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ
 ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں۔ ہاں ایک بدکار قیدی کی طرح اسکی زمین میں
 زندگی بسر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کبھی نہ مرے لیکن خدا کی سچی بادشاہت اسکو
 ہلاک کر دیتی ہے اور وہ آخر چچہ ملک الموت میں گرفتار ہو جاتا ہے پہر کیونکہ کہہ سکتے ہیں
 کہ ابھی تک خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں۔ دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک
 ساعت میں کرپڑا انسان مر جاتا ہے اور کرپڑا اوس کے ارادہ سے پیدا ہو جاتا ہے
 اور کرپڑا اوسکی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہو جاتا ہے پہر کیونکہ کہہ سکتے ہیں

+ آیت غفران کا لفظ انسان بھی بالکمال ہی ہے اسکا خدا کو جتنی شکر ہے اسکا شکر بھی جتنی ہے۔ مگر
 جو دراصل سے ہوئی ہے اس لئے اس کو کبھی عجب لا سکتے ہیں۔ مگر

کہ ابھی تک زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آسمانوں پر تو صرف فرشتے رہتے ہیں مگر زمین پر آدمی بھی ہیں اور فرشتے بھی جو خدا کے کارکن اور اس کی سلطنت کے خادم ہیں انسانی انسانوں کے مختلف کاموں کے محافظ چھوڑے گئے ہیں اور وہ ہر وقت خدا کی اطاعت کرنے میں اور اپنی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہیں پس کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ خدا سب سے زیادہ اپنی زمینی بادشاہت سے وہی پہچانا گیا ہے کیونکہ ہر ایک شخص خیال کرتا ہے کہ آسمان کا راجہ ہے اور غیر مشہور ہے بلکہ حال کے زمانہ میں فریاد تمام عیسائی اور ان کے فلاسفر آسمانوں کے وجود کے ہی قائل نہیں جن پر خدا کی بادشاہت کا انجیلوں میں سارا مدار رکھا گیا ہے مگر زمین تو فی الواقع ایک کہ ہمارے پائے نیچے ہے اور ہمارے قضا و قدر کے امور اس پر ایسے ظاہر ہو رہے ہیں جو خود سمجھ آتا ہے کہ یہ سب کچھ تغیر و تبدل اور حد و ثبات اور فنا کسی خاص مالک کے حکم سے ہو رہا ہے یہ کیونکہ کہا جائے کہ زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ ایسی تعلیم ایسے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں میں آسمانوں کا بڑے زور سے انکار کیا گیا ہے نہایت نامناسب ہے کیونکہ انجیل کی اس دعائیں تو قبول کر لیا گیا ہے کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں اور دوسری طرف تمام تحقیق عیسائیوں نے سچ و دل سے یہ بات مان لی ہے یعنی اپنی تحقیقات جدیدہ سے فیصلہ کر لیا ہے کہ آسمان کچھ چیز ہی نہیں ان کا کچھ وجود ہی نہیں پس ماحصل یہ ہوا کہ خدا کی بادشاہت نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں آسمانوں سے تو عیسائیوں نے انکار کیا اور زمین کی بادشاہت سے انکی انجیل نے خدا کو جواب دیا تو اب بقول ان کے خدا کے پاس نہ زمین کی بادشاہت ہی نہ آسمان کی مگر ہمارے خدا نے عز و جل نے سورہ فاتحہ میں نہ آسمان کا نام لیا نہ زمین کا نام اور ہم کہہ کر حقیقت سے ہمیں خبر دے دی کہ وہ **رب العالمین** ہے یعنی جہاں تک آبادیاں ہیں اور جہاں تک کسی قسم کی مخلوق کا وجود موجود ہے خواہ اجسام خواہ ارواح ان سب کا پیدا کر نیوالا اور پرورش کر نیوالا خدا ہے جو ہر وقت انکی پرورش کرتا ہے اور ان کے مناسب حال ان کا انتظام کرتا ہے

۱۔ دیکھو یہ نظر رب العالمین کیا جان کر ہے مگر ثابت ہو کر ابراہیم علیہ السلام کا بیان ہے کہ وہ آبادیاں اس لئے پیدا کی گئیں

اور تمام عالموں پر ہر وقت ہر دم اسکا سلسلہ ربوبیت اور حمایت اور رحمتیت اور جبروت کا جاری ہے۔ اور یاد رہے کہ سورہ فاتحہ میں فقرہ **مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ** سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ قیامت کو جبرائیل ہوگی بلکہ قرآن شریف میں بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہوگا ایک قسم کی مجازات اسی دنیا میں شروع ہے جسکی طرف آئیہجیل لکھ فرکانا اشارہ کرتی ہے۔ اب یہ بات بھی سنو کہ انجیل کی دعائیں تو ہر روز روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش "مگر تعجب کہ جسکی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہیں آئی وہ کیونکر روٹی دیکھتا ہو ابھی تک تو تمام کھیت اور تمام پہلے نہ اس کے حکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہیں اور خود بخود بارشیں ہوتی ہیں اسکا کیا اختیار ہے کہ کسیکو روٹی دے جب بادشاہت زمین پر آجائے گی تب اس سے روٹی مانگی جائے گی ابھی تو وہ ہر ایک مہینے چیز سے میدانِ فعل ہے جب اس عابد پر پورا قبضہ پانچ گنا تک کسیکو روٹی دے سکتا ہے اور اسوقت اس سے مانگنا ہی زیبا ہے اور پہلے کے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضہ اردن کو بخشے ہیں تو اپنے قرض کو کمین بخش دے اس صورت میں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اسکو حاصل نہیں اور ابھی عیسائیوں نے کچھ اس کے ہاتھ سے لیکر کہا یا نہیں تو پہر قرضہ کو سنا ہوا پس ایسے تہیدرت خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ اس سے کچھ خوف ہو کہ چونکہ زمین پر ابھی اسکی بادشاہت نہیں اور نہ اسکی حکومت کا ناز یا نہ کوئی عیب بٹھا سکتا ہے۔ کیا مجال کہ وہ کسی جرم کو سزا دے سکے یا موتی کے زمانہ کی نافرمان قوم کی طرح طاعون سے ہلاک کر سکے یا قوم کو طح کی طرح ان پر پتھر برسائے یا زلزلہ یا بجلی یا کسی اور عذاب سے نافرمانوں کو نابود کر سکے کیونکہ ابھی خدا کی زمین پر بادشاہت نہیں پس چونکہ عیسائیوں کا خدا ایسا ہی کمزور ہے جیسا کہ اسکا بیٹا کمزور تھا اور ایسا ہی میدانِ فعل ہے جیسا اسکا بیٹا میدانِ فعل تھا تو پہر اس سے ایسی دعائیں مانگنا لامحالہ ہیں کہ کمین قرض بخش دے اس نے کب عرض دیا تھا جو بخش دے کیونکہ ابھی تک تو اسکی زمین کی بادشاہت نہیں جب تک اسکی زمین پر بادشاہت

ہی نہیں تو زمین کی روئیدگی اُسکے حکم سے نہیں اور زمینی چیزیں اسکی نہیں بلکہ خود بخود ہی
 ہیں کیونکہ اسکا زمین پر حکم نافذ نہیں اور جبکہ زمین پر وہ فساد مڑا اور بادشاہ نہیں اور کوئی
 زمینی کائنات اُسکے شانہ حکم سے نہیں تو اسکو سزا کا اختیار ہے نہ حق حاصل لہذا ایسا مقرر اپنا
 خدا بنانا اور اس سے زمین پر ہر کسی کا ردائی کی امید کرنا **حماقت** ہو کہ یہ کیا بھی اسکی
 نہیں پر بادشاہی نہیں لیکن ہونہ فاسد کی دھماہیں سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر مقرر نہیں
 اقتدار حاصل ہے جیسا کہ اور عالموں پر اقتدار حاصل ہے اور سورۃ فاتحہ کے سر پر خدا کے
 اُن کامل اقتداری صفات کا ذکر ہے جو دنیا میں کسی دوسری کتاب نے ایسی صفائی سے ذکر نہیں
 کیا جیسا کہ اسد قتالی فرماتا ہے کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مالک یوم الدین ہے پہلے
 سے دعا مانگنے کی تعلیم کی ہے اور دعا جو مانگی گئی ہے وہ میس کی تعلیم کر رہا کی طرح صریح
 ہر وہ ردائی کی درخواست نہیں بلکہ جو انسانی فطرت کو اڈل سے ہتھکڑی گئی ہے
 اور اسکو پائیں لگا دی گئی ہے وہ دعا سکھائی گئی ہے اور وہ یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
 الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی اسے ان کامل مفلحین کے مالک
 اور ایسے فیاض کہ ذرہ ذرہ تہمت سے پرورش پاتا ہے اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت
 جو اسرا سے منع اٹھاتا ہے تو ہمیں گدشتہ رہنما زون کا وارث بنا اور ہر ایک نعمت جو اُنکو
 دی ہے ہمیں ہی دے اور ہمیں سچا کہ ہمنا فرمان ہو کہ مودہ غضب نہ ہو جائیں اور ہمیں سچا کہ
 ہم تیری مدد سے بے نصیب ہو کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ آمین +

اب اس تمام تحقیقات ہی انجیل کی دعا اور قرآن کی دعائیں فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل
 تو خدا کی بادشاہت آئیکہ ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم میں
 موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ علیٰ طرہ تم پر فیض ہی جاری میں غرض انجیل میں تو صرف ایک وعدہ
 ہی ہے مگر قرآن نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اسکے فیض کو دکھلا رہا ہے اب قرآن
 کی فضیلت تیس سے ظاہر ہے کہ وہ اس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دنیا میں رہنے والوں
 کا منجی اور آرام دہ ہے اور کوئی نفس اُسکے فیض سے خالی نہیں بلکہ ہر ایک نفس چاہے

اس کے ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی سبکی بادشاہت دُنیا میں نہیں آئی صرف وعدہ ہے اب سچ کو عقل نگاہ قابل پیری سمجھتی ہے حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے

مید پر مغناخم زمیں منج اکی شمع چہ چراکہ وعدہ تو کردی وادب آور

اور انجیل میں حلیمون غریبوں کے سکینوں کی تعریف کی گئی ہے اور نیزان کی تعریف جو سنائی جانتے ہیں اور مقابلہ نہیں کرتے مگر قرآن صرف یہی نہیں کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ کہتا ہے کہ عالم اور سکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے پس تم محل اور موقعہ کو دیکھ کر ہر ایک کی کیا کرو کیونکہ وہ نیک ہی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہو جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ میں نے کس قدر اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ موقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا اگر گرم غذا کی مدد سے تمہاری صحت قائم نہیں رہ سکتی بلکہ صحت ختم ہوتی ہے اگر جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کہانے اور پینے کی چیز دن میں تبدیلی ہوتی رہے پس در تشری اور نرمی اور عفو اور انتقام اور بدو دعا اور دوسرے اخلاق میں جو تمہارے لئے مصلحت وقت پر وہ بھی اسی تبدیلی کو چاہتی ہے اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نئے محل اور یہ موقعہ اور ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ کے ساتھ نفسانی غرض کی کوئی نہ ہر اعلیٰ امیزش نہیں وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں سو تم ان خلیق فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے جتنا کہ تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت کے لئے مجاہدین اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا جھنڈا پاتا وہ اخلاق کے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور اسکے پانی کے نیچے بہت سا کچر ہے اور بہت سا گوبر ہے جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے سو تم خالص ہر وقت قوت انگیزوں کی کچر اور گوبر کو ہر دم غفلت پاؤ اور روح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ کچر اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جنہیں کوئی غیر یک نہیں کیونکہ وہ خود

میں محسوس نہیں ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اس لئے ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ پاک اخلاق حاصل کر سکیں سو تم اپنے خدا سے صاف بوطیدہ کرو ٹھہرا ہنسی کینہ وری گندہ زبانی لالچ جو ہوش بدکاری بد نظری بد خیالی دنیا پرستی تکبر غرور خود پسندی شہرات کج کوشی سب چھوڑ دو۔ پہر یہ سب کچھ نہیں آسمان سے نیک کا۔ جب تک وہ طاقت بالا جو تمہیں اوپر کی طرف کینچ کر لیا ہے تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور ناپاکی میں پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مردہ ہو جو جہنم میں نہیں اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دوامندی کی حالتیں کرو اور غرور سے بچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو سو تمہارا علاج تو حقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ماتھے پر اتارنی ہر تمہارا مونہ نیکی اور استبازی کی طرف پھیر دے تم اپنا در اسما بنو نہ اپنا الارض اور نی کے وارث بنو نہ ناپاکی کے عاشق تا تم شیطان کی گذر گاہوں سے امن میں آ جاؤ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ راستے غرض ہے دن سے کچھ غرض نہیں کیونکہ وہ پورا ناپور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

سورۃ فاتحہ نہری تعلیم ہی نہیں بلکہ اسمین ایک نئی پیشگوئی بھی ہے اور وہ کہ خدا نے اپنی چاروں صفات ربوبیت۔ رحمانیت۔ جہمیت۔ مالکیت یوم الدین یعنی اقتدار جزا و سزا کا ذکر کر کے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اسکے بعد کی آیتوں میں یہ دعا سکھائی کہ جو خدا یا ایسا کہ گذشتہ راستبازان بیوں رسولوں کے ہم وارث ٹھہرائے جائیں گی راہ ہر کھولی جائے ان کی نعمتیں ہمو دی جائیں خدا یا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اس قسم میں ہو جائیں جو فریاد میں ہی تیرا عذاب نازل ہو یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت میں تھے جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدا یا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اس قوم میں سے ہو جائیں جن کی شامل حال تیری زہنائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہو گئی یعنی نصاریٰ اس دعا میں یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق و صفائی دہرے پہلے

نبیوں کے وارث ہو جائیں گے اور نبوت اور رسالت کی نعمتیں پائیں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ یہودی صفت ہو جائیں گے چنچر دنیا میں ہی عذاب نازل ہوگا اور بعض ایسے ہوں گے کہ وہ عیسائیت کا جام پہن لیں گے۔ کیونکہ خدا کی کلام میں یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب ایک قوم کو ایک کام سے منع کیا جاتا ہے تو ضرور بعض انہیں سے ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے علم میں اُس کام کے مرتکب ہونے والے ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ فحش اور سعادت کا حصہ لیتے ہیں ابتداء دنیا سے اخیر تک جس قدر خدا نے کتابیں بھیجیں اُن تمام کتابوں میں خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ جب وہ ایک قوم کو ایک کام سے منع کرتا ہے یا ایک کام کی رغبت دیتا ہے تو ایسے علم میں یہ مقدر ہوتا ہے کہ بعض اُس کام کو کرینگے اور بعض نہیں۔ پس یہ سورۃ پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اُس امت میں سے کامل طور پر نبیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین نعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ کمال اور اتم طور پر پوری ہو جائے۔ اور کوئی گروہ انہیں سے ان یہودیوں کے رنگ میں ظاہر ہوگا چنچر حضرت عیسیٰ نے لعنت کی تھی اور وہ عذاب میں مبتلا ہوئے تھے تا وہ پیشگوئی جو آیت غیر المخصوب علیہم سے مستنبط ہوتی ہے ظہور پذیر ہو۔ اور کوئی گروہ انہیں سے عیسائیوں کے رنگ میں ہو جائیگا عیسائی بن جائیگا جو خدا کی رہنمائی سے وہ چار اپنی شراب خواری اور اباحت و فسق و فجور کے بے نصیب ہو گئے تا وہ پیشگوئی جو آیت لا الاضالین سے ترشح ہو رہی ہے ظاہر ہو جائے۔ اور چونکہ یہ بات مسلمانوں کے عقیدہ میں داخل ہے کہ آخری زمانہ میں ہزار ہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہو جائیں گے اور قرآن شریف کی کئی ایک مقامات میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے اور صد ہا مسلمانوں کا عیسائی ہو جانا یا عیسائیوں کی کسی بے قید اور آزاد زندگی اختیار کرنا خود مشہور اور محسوس ہو رہا ہے بلکہ بہت سے لوگ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ وہ عیسائیوں کی طرز معاشرت پسند کرتے ہیں اور مسلمان کہلا کر ناز و روزہ اور حلال اور حرام کے احکام کو بُری نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ دونوں فرقے یہودی صفت

اور عیسائی صفت اس ملک میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں تو یہ دو پیشگوئیاں سورۃ فاتحہ کی
تو تم پوری ہوتی دیکھ چکے ہو اور پچھتم خود مشاہدہ کہ چکے ہو کہ کس قدر مسلمان یہودی صفت
اور کس قدر عیسائیوں کے لباس میں ہیں۔ تو اب تیسری پیشگوئی خود ماننے کے لائق ہے کہ
جیسا کہ مسلمانوں نے پہلی عیسائی بننے سے یہود نصاریٰ کی بدی کا حصہ لیا ایسا ہی ان کا حق
ہنا کہ بعض افراد ان کے ان مقدس لوگوں کے مرتبہ اور مقام سے بھی حصہ لین جو بنی اسرائیل
میں گذر چکے ہیں یہ خدا تعالیٰ پر غیظی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہود نصاریٰ کی بدی کا
تو حصہ دار ٹھہرا دیا ہے یہاں تک کہ ان کا نام یہود بھی رکھ دیا مگر ان کے رسولوں اور نبیوں کے مرتبہ
میں سے اس امت کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شر الامم ہوئی
کہ ہر ایک نمونہ شر کا انکو ملا کر نیکی کا نمونہ نہ ملا۔ کیا ضرور نہیں کہ اس امت میں بھی کوئی نبیوں
اور رسولوں کے رنگ میں نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں کا وارث اور ان کا
ظہل ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس امت میں اس زمانہ میں ہزار ہا
یہودی صفت لوگ تو پیدا کرے اور ہزار ہا عیسائی مذہب داخل کوئے مگر ایک شخص بھی ایسا
ظاہر نہ کرے جو انبیاء گذشتہ کا وارث اور انکی نعمت پانے والا ہوتا پیشگوئی مروجہ آیت
اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ بھی ایسی
ہی پوری ہو جائے جیسا کہ یہودی اور عیسائی ہونکی پیشگوئی پوری ہو گئی اور جس حالت
میں اس امت کو ہزار ہا برسے نام و نشان گئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہونے لگے
کہ یہود ہو جانا بھی ان کے نصیب میں ہے تو اس صورت میں خدا کے فضل کا خود یہ مقتضایا
چاہئے تھا کہ جیسے گذشتہ نصاریٰ سے انہوں نے بڑی چیزیں لین اس طرح وہ نیک چیز
کے بھی وارث ہوں اسی لئے خدا نے سورۃ فاتحہ میں آیت اهدنا الصراط المستقیم
میں بشارت دی کہ اس امت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ
نرسے یہود ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لین گرنیکی نہ لے سکیں
اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ

وہ مریم صدیقہ سے مشابہت کہیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تھی اس کے جسم میں عیسیٰ کی روح پہونگی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اسکو ملیگا پھر مسیح عیسیٰ کی روح پہونگی جاوے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا یعنی وہ مریم کی صفات سے عیسوی صفت کی طرف منتقل ہو جائے گا گویا مریم ہونے کی صفت سے عیسیٰ ہونیکا پچھ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۴۴ میں اور وہ یہ ہے کہ اُنی لکھ لکھتے ہیں اسے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہر صفحہ ۲۲۶ میں یعنی اس الہام میں کہ حضرت الیاس بن جرج النخلۃ یعنی اسے مریم کچر کے تہ کو ملا۔ اور پھر اس کے بعد صفحہ ۲۹۳ میں براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے یا ہریم اسکن انت و زوجک الحمد للہ تحت فیک من لدنی روح الصدق یعنی اسے مریم توح پہنے دو ستون کے بہشت میں داخل ہوئے تھے میں اپنے پاس سے صدق کی روح پہونکے دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر جو کہ نفخا فید من روحنا کہ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جبکہ نام روح الصدق ہے پھر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ میں احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اسکے پیدا ہونیکا بارے میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسیٰ من متوفیک ورافعت الی وجاعل الذین تبعولوا فی حق الذین کفروا الی یوم القیمہ۔ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام میں ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جسکے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلا یا کیونکہ میری عیسوی حیثیت میری حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ میں احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی نذر اس امت کا مریم بنایا جائیگا اور پھر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پہونکے دیکھا سکے

پس وہ مریت تک ہم میں ایک مدت تک پرورش پاکر عیسیٰ کی روحانیت میں تولد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا یہ وہ خیر محمدی امن مریم کے ہاں میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم میں اس مانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ التحریم کے ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی ہے قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین کو اور پہلے انصاف اور عقل اور نقوی سے سمجھو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم میں تھی یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائیگا اور پر مریم سے عیسیٰ بنایا جائیگا گویا اسمیں سے پیدا ہوگا وہ کس نام میں براہین کے الہامات سے پوری ہوئی کیا یہ انسان کی قدرت کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا تا میں عرض کرتا کہ مجھے اس مریم بنائیکے لئے کوئی آیت اتاری جائے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جا کہ نہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چلکر افترا کے طور پر یہ الہام بنا تا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسیٰ کی روح بیوگی گئی اور پھر آخر کا صفحہ ۵۵ پر ایمین احمدیہ میں یہ لکھ دینا کہ اب میں مریم میں سے عیسیٰ بن گیا۔ اسے عزیز و غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں اگر براہین احمدیہ کی تالیف کی وقت جس پر ایک مانہ گذر گیا ہے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں نے براہین احمدیہ میں یہ لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سوچو تکفیر جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم لکھا یہ جیسا کہ براہین احمدیہ کی نظام ہے دو برس تک صفت مریت میں بیٹے پرورش پائی اور پھر درمیان نشوونما پاتا اور پھر جب اس برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹ میں صحیح ہے کہ

طرح عیسیٰ کی روح مجسمہ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر
 کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بند رہا اس الہام کے جو سب سے آخر
 براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۶ میں درج ہے مجھے یہ کلمہ عیسیٰ بنایا گیا پس اس طرح سے
 میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت بہت اس سرخشی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ
 وہ سب خدا کی وحی جو اس زار پرستل تھی میرے پرنازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی
 مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا
 رسمی عقیدہ براہین احمدیہ کا لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ لکھنا جو الہامی
 نہ تھا محض رسمی تہا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کی دعویٰ
 نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے سو اس وقت تک تک الہی کا یہی تقاضا
 تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے مگر جب وقت آ گیا تو وہ
 اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ میں جو وہ ہوں زمین کوئی نئی بات
 نہیں یہ وہی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار تفسیر صحیح لکھا گیا ہے۔ اس سبب ایک اور
 الہام کا یہی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کئی سالہ یا شہادت میں شائع
 کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صد ہا لوگوں کو میں سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات
 میں موجود ہے اور وہ اس زمانہ کا ہے جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر فرشتہ
 روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فاجاءھا الخاض المجدد المجدد قال
 یا لیتنی مت قبل هذا وکنتم نسفا منسیا یعنی پہلے مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے
 درود نہ کہ جو کی طرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلون اور بے سمجھ علماء سے وہ خط
 پڑا جسکے پاس ایمان کا پہل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیان دین اور ایک طرف ان
 بہا کی تباہی مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ
 اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائیں مولویوں کی طرف سے پرہیزگاری کی اور
 وہ اس دعوے کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک جیل سوانہوں نے فنا کرنا چاہا

تب کس وقت جو کرب اور قلق نا سبھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میری دل پر گزرا اسکا سبھگو
 خدا تعالیٰ نے نقشہ کینچیدیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تہ جبکہ القہد جنت
 شینا گھریا۔ ماکان ایولت اھر سوسو عزو ما کانت اسلک بغیا اور پھر اس کے
 ساتھ کا الہام براہین احمد کے صفحہ ۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللہ
 بکاف عبد کا و لیجھلہ ایدہ للناس من رحمۃ منا و کان امر مقضیا قول الحق
 الذی فیہ تمھرون دیکھو براہین احمد یہ صفحہ ۱۵۱ سطر ۱۲ و ۱۳ ترجمہ اور لوگوں نے
 کہا کہ اسے مریم تو نے یہ کیا کر دہ اور قابل نفرین کام دکھایا جو راستے سے دور ہے تب
 بائپ اور تیری مان تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہنوں سے اپنے بندہ کو بری کیسے گا اور ہم
 اسکو لوگوں کے لئے پاک نشان بنا دوں گے اور یہ بامستہ ابتدا سے مفرد تھی اور ایسا ہی
 ہونا بتایا عیسیٰ بن مریم نے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں یہی قول حق ہے۔ یہ سب
 براہین احمد یہ کی عبارت ہی اور یہ الہام اصل میں آیات قرآنی ہیں جو حضرت عیسیٰ اور
 ان کی مان کے متعلق ہیں۔ ان آیتوں میں جس عیسے کو لوگوں نے ناجائز پیدا ایش کا
 انسان قرار دیا ہے اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنائیں گے
 اور یہی عیسیٰ ہے جسکی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد
 ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دوں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ
 بن مریم ہے جو آئندہ الہا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے
 اور شک محض نفسی سے ہے جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صورت پرست ہیں حقیقت پر انکی نظر نہیں

بلا فوف۔ اس الہام پر بھی یاد آئے کہ بلا من فضل شاہ ابہر شاہ نام ایک میر تقی میر کے مالا صاحب سے بہت محبت کرتے تھے
 اور بہت تعلق تھا جب میر کی دعویٰ سیح موعود میر کی کسی انگو خردی تو وہ بہت سکو اور کہا کہ انکے والد صاحب بہت گھر
 آوی تھو یعنی یہ شخص کس پر پیدا ہوا ان کا باپ تو نیکو ساج اور افراس کے کاموں کا درو اور سید کا درو صاف مل سلمان
 بتایا یہی بہتوں نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو دغ لگایا کہ ایسا دعویٰ کیا۔ منہ

یہی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مفاد میں سے یہ دعا ہے کہ اھذا
 الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اور جس طرح انجیل کی دعا میں
 مانگی گئی ہے اس دعا میں خدا تعالیٰ سے وہ تمام نعمتیں مانگی گئی ہیں جو پہلے رسولوں اور
 نبیوں کو دی گئی تھیں یہ مقابلہ ہی قابلِ نظر ہے اور جس طرح حضرت مسیح کی دعا قبول ہو کر
 عیسا بنکر ہوئی کا سامان بہت کچھ مل گیا ہے اسی طرح یہ قرآنی دعا اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ذریعہ سے قبول ہو کر اختیار ابراہیم و اسمان بالخصوص ان کے کامل فرد اختیار بنی اسرائیل
 کے وارث ٹھہرائے گئے اور وہ اصل مسیح و موعود کا اس امت میں سے پیدا ہونا ہی ہے جس
 کی قبولیت کا نتیجہ ہے کیونکہ کوئی طور پر بہت سے اختیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی
 مائت کا حاصل کیا ہے مگر اس امت کا مسیح و موعود کہلے کہلے طور پر خدا کے حکم اور ان سے
 اسرائیل مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے تا موعود سوی اور محمدی سلسلہ کی مائت سمجھا جائے
 اسی غرض سے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے یہاں تک کہ
 کہ اس ابن مریم پر اتنا ہی اسرائیلی ابن مریم کی طرح آئے اول جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم محض خدا
 کے نفع سے پیدا کیا گیا اسی طرح یہ مسیح ہی سورۃ تخریم کے وعدہ کے موافق محض خدا کے
 نفع سے مریم کے اندر پیدا کیا گیا اور جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کی پیدائش پر بہت شورا و ہٹا
 اور اندھے مخالفوں نے مریم کو کہا لقد جئت شیئا فریبا اسی طرح اس جگہ بھی کہا گیا
 اور شور قیامت مچا گیا اور جیسا کہ خدا نے اسرائیلی مریم کے وضع حمل کے وقت مخالفوں
 کو عیسیٰ کی نسبت جواب دیا ولجعلہ آية للناس ورحمة منا وکان امر مقضیا
 یہی جواب خدا تعالیٰ نے میری نسبت براہین احمدیہ میں روحانی وضع حمل کے وقت
 جو ہستارہ کے رنگ میں تھا مخالفوں کو دیا اور کہا کہ تم اپنے فریبوں سے اسکو نابود
 نہیں کر سکتے میں اس کو لوگوں کے لئے رحمت کا نشان بناؤں گا اور ایسا ہونا
 ابتداء سے مقدر تھا۔ اور پھر جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسیٰ پر فتویٰ کھیر کاٹا
 اور ایک شریر فاضل یہودی نے وہ ہفتا طیار کیا اور دوسرے فاضلوں نے اس پر فتویٰ

ہمیں کہ ان کا مقابلہ کرے اور خدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان کیا کر سکے یہ تو وہ بنیادی
 اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہے گا وہ توڑ نہیں سکیگا
 مگر یہ اینٹ جب اسپرٹنگی تو اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی کیونکہ اینٹ خدا کی اور نہ تہہ خدا کا ہے
 اور دوسری اینٹ میرے مخالفوں نے طیار کر کے اس کے مقابل پر رکھ دی کہ میرے مقابل
 پر وہ کام کئے جو اس وقت کے یہودیوں نے کئے تھے یہاں تک کہ میرے ہلاک کر نیکی
 لئے ایک خون کا مقدمہ ہی بنایا گیا جسکی میرے خدا نے مجھے پہلے خبر دی تھی وہ مقدمہ
 جو میرے پر بنایا گیا وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تھا کیونکہ حضرت
 عیسیٰ پر جو مقدمہ کیا گیا اسکی بنا محض ایک مذہبی اختلاف پر تھی جو حاکم کے نزدیک ایک
 خفیف بات تھی بلکہ کچھ ہی نہ تھی مگر میرے پر جو مقدمہ کھڑا کیا گیا وہ اقدام قتل کا دعویٰ تھا اور
 جیسا کہ مسیح کے مقدمہ میں یہودی مولویوں نے جا کر گواہی دی تھی ضرور تھا کہ اس مقدمہ
 میں بھی کوئی مولویوں میں سے گواہی دیتا اسلئے اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد حسین
 جٹاوی کو انتخاب کیا اور وہ ایک بڑا المنبأ حبیبہن کر گواہی کے لئے آیا اور جیسا کہ سردار کا
 مسیح کو صلیب دلائیے لئے عدالت میں گواہی دینے کے لئے آیا تھا یہ بھی موجود ہوئے
 صرف فرق اس قدر تھا کہ سردار کاہن کو سیلاطوس کی عدالت میں کرسی ملی تھی کیونکہ
 یہودیوں کے معزز و فرگون کو گورنمنٹ رومی میں کرسی ملتی تھی اور بعض انہیں جو آئری
 مجسٹریٹ بھی تھے اسلئے اس سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی
 پائی اور مسیح ابن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن میرے مقدمہ
 میں اس کے برعکس ہوا یعنی یہ کہ بر خلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈوکلس نے جو
 سیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا مجھے کرسی دی اور یہ سیلاطوس مسیح ابن مریم کے
 سیلاطوس کی نسبت زیادہ با اخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کے امر میں وہ دلیری اور تقاضا
 سے عدالت کا پابند رہا اور بالائی سفارشوں کی اس نے کچھ ہی پروا نہ کی اور قومی اور مذہبی
 خیال نے ہی اس میں کچھ تغیر پیدا نہ کیا اور اسنے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ

منوہ کہ کیا اگر اس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے تو جیسا کہ ہونا عدالت
ایک مشکل امر ہے جب تک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے
تحتک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہیں کر سکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اس
پلیاٹوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پلیاٹوس جو رومی تھا اس فرض کو
اچھے طور پر ادا نہیں کر سکا اور اس کی بزدلی نے سچ کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا یہ فرق
ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جب تک کہ دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جتنا
لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کیسا تہ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ
رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ غلط اس کام کے لئے اُسی کو چنا۔ ایک حاکم کے لئے کس قدر
یہ امتحان کا موقع ہے کہ دو فرق اسکے پاس آویں کہ ایک انہیں سے اُنکی مذہب کا مشرعی
اور دوسرا فریق وہ ہے جو اسکے مذہب کا مخالف ہے اور اسکے پاس بیان کیا گیا ہے کہ
وہ اُسکے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پلیاٹوس نے اس امتحان کو بڑے
استقلال سے برداشت کر لیا اور اس کو ان کتابوں کے مقام پر لکھ گئے جنہیں کم نبی سے عیسائی مذہب کی
نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کی تھی مگر اسکے چہرہ پر کچھ تغیر نہ ہوا
کیونکہ وہ اپنی روشن کائنات کی وجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا اور چونکہ اُسے مقدمہ کی اصلیت
کو سمجھنے میں سے تلاش کیا اس لئے خدا نے اُسکی مدد کی اور اُسکے دل پر سچائی کا الہام کیا اور بہر
واقعہ حقیقت کہہ دی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ اور اس کو نظر آگئی اُس نے
مجھے محض عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی اور جب مولوی محمد حسین جو سرور
کاہن کی طرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تھا مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے
کے لئے میری نسبت اُسکی آنکھیں شوق رکھتی تھیں اُس ذلت کو اُس نے نہ دیکھا تب مساوت
کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اُس پلیاٹوس سے کرسی کا خواہشمند ہوا مگر اُس پلیاٹوس نے اسے
ڈانٹا اور زور سے کہا کہ سچے اور تیرے باپ کو کبھی گوی نہیں ملی ہمارے دفتر میں
تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدایت نہیں۔ اب یہ فرق بھی غور سے لائیں ہے کہ پہلے پلیاٹوس

نئے یہودیوں سے ڈر کر ان کے بعض معزز گواہوں کو کرسی دیدی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تھے کھڑا کر کہا حالاً کہ وہ سچے دل سے مسیح کا غیر خواہ تھا بلکہ مرید کی طرح تھا اور اسکی بیوی مسیح کی خاص مرید تھی جو ملی اسکہلاتی ہے لیکن خوف نے اس سے یہاں تک حرکت صادر کرائی تاحیٰ بگیناہ مسیح کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تھا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تھا لیکن وہ رومی سیلاطس دل کا قوی نہ تھا اس بات کو سن کر ڈر گیا کہ قیصر کے پاس اکی شکایت کی جائیگی۔ اور پہلا ایک اور محالیت پہلے سیلاطس اور اس سیلاطس میں یا در رہنے کے لائق ہے کہ پہلے سیلاطس نے اسوقت جو مسیح ابن مریم عدالت میں پیش کیا گیا یہودیوں کو کہا تھا کہ میں اس شخص میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری سیلاطس کے رویہ و پیش ہوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مہلت دینی چاہئے کہ مجھے پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے تب اس آخری سیلاطس نے کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا یہ دونوں قول دونوں سیلاطسوں کے بالکل باہم مشابہ ہیں اگر خوف ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پہلا سیلاطس اپنے اس قول پر تہیم نہ سکا اور جب اسکو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کرینگے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عدالتوں کا یہودیوں کے حوالہ کر دیا گو وہ اس سپردگی سے غلگین تھا اور اسکی عورت بھی غلگین تھی۔ کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے لیکن یہودیوں کا سخت شور و غوغا دیکھ کر بڑی آپس غالب آگئی ان البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچا یا جاوے اور اس سہمی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا مگر بعد اسکے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدت و درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔ بہر حال سیلاطس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیان باہت آیت ۷۔ بعد اسکے مسیح اس میں جو توفیق طور پر بہاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہیں فوت ہوا اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خان یا

مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ جو بدشگن کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائیگا مسیح سے پہلے اس قول میں۔۔۔

مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ جو بدشگن کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائیگا مسیح سے پہلے اس قول میں۔۔۔

میں اس کی قبر ہے یہ سب پیلا طوس کی سسی کا نتیجہ تھا لیکن تاہم اس پہلے پیلا طوس کی کاروباری
بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی دہتی اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کر کے کہیں اس شخص
کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا مسیح کو چوڑ دیتا تو اس پر کچھ مشکل نہ تھا اور وہ چھوڑنے پر قادر تھا مگر
وہ قیصر کی دوامی سن کڑا گیا۔ لیکن یہ آخری پیلا طوس پادریوں کے جھوم سے نہ ڈرا حالانکہ
اس جگہ بھی قیصر کو بادشاہی تھی لیکن یہ قیصر اس قیصر سے بدرجہا بہتر تھی اسلئے کسی کے
لئے ممکن نہ تھا کہ حاکم پرو باؤڈا لے کے لئے اور انصاف چھوڑا نیکی لئے قیصر سے
ڈرا دے بہر حال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شورا و منصوبہ اٹھایا گیا تھا اور مسیح
مخالف اور ساری قوموں کے سرگردہ جمع ہو گئے تھے مگر آخری پیلا طوس نے سچائی سے
سپار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھایا کہ جو اس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میں نہیں
نخن کا الزام نہیں لگاتا سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بری کیا اور پہلے
پیلا طوس نے مسیح کے بچانے کیلئے حیلوں سے کام لیا مگر اس پیلا طوس نے جو کچھ عدالت
کا تقاضا تھا اس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا جس میں بزدلی کا رنگ نہ تھا جس میں ہی
ہوا اس دن اس عدالت میں کئی فوج کا ایک چور بھی پیش ہوا یہ اسلئے وقوع میں آیا کہ
پہلے مسیح کے ساتھ ہی ایک چور تھا لیکن اس آخری مسیح کے ساتھ کہ چور کو چھڑا گیا اس
پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتھ بچا گیا سلیب پر نہیں چڑھایا اور نہ اس کی ٹڈیاں توڑی
گئیں بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی *

اب پہرچم اپنے بیان کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں اس قدر
حقائق و وقایق و معارف جمع ہیں کہ اگر ان سب کو لکھا جائے تو وہ ایک دفتار میں ہی
ختم نہیں ہو سکتیں اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورہ میں سکھائی گئی ہے یعنی
اھذا الصراط المستقیم یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلی اپنے اندر رکھتی ہے جو تمام دین اور
دنیا کے مقاصد کی ہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہیں پاسکتے اور نہ اس کے
نوائے منفعت ہو سکتے ہیں جب تک کہ ہمیں اس کے پائیک لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے دنیا کی حقیقت

کافر فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوق کو نذر علیہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ یہی وہ خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو عمومی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دینا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گفتگی باتیں کر دینی کے پیرائے میں دکھلا دین اور اپنی سنت لینے عملی کو کارروائی سے مضامین اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہ جل کر ناصدق پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوتی تھیں۔ لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال و حرام سے واقف نہ تھے۔ ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا قایمہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہیں لوگوں کو اب قرآن شریف انہیں دیا گیا وہ اس موقع پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نفوذ بالحدیث کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر کوئی قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہی۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی صرف نبوت موتیہ کے گین ہیں قرآن اور سنت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے حدیث قرآن پر کسی قاضی ہو سکتی ہے قرآن اور سنت اس زمانہ میں ہدایت کر رہے تھے جبکہ اس مصنوعی قاضی کا نام و نشان نہ تھا یہ حدیث کہہ کر حدیث قرآن پر قاضی کیونکہ یہ کہ حدیث قرآن اور سنت کی تائیدی گواہ ہے البتہ سنت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا نشانہ ظاہر کرتی ہے اور سنت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا۔ سنت ان باتوں کا نام جنہیں ہے جو سو ڈریعہ سو برس بعد کتابوں میں لکھی گئیں بلکہ ان باتوں کا نام حدیث ہے اور

بحرِ اُردو کی مہم

نہجۂ اولیٰ و نبیؐ میں اسل در قوائے سل دونوں کا کام صدیقی کی کھڑکی سے یہاں اسی منسلک ہے کہ جو تین دراصل منسلک ایک جگہ کی انشا و مستطابا ہوا ہو گا۔

سنت اس علی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے جس پر ہزار ہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اُسکا فطن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و سنت تمسک کے لائق ہے اور مؤید قرآن و سنت ہے اور بہت سوا اسلامی مسائل کا ذخیرہ اسکا نہ موجود ہے پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نفیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نفیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اہل ان تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں رد کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرات نہیں کریگا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہیں بہر حال احادیث کا قدر کرنا اور ان سے فائدہ اُٹھانا کہ وہ شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور صحت قرآن اور سنت انکی تکذیب نہ کرے تم ہی انکی تکذیب نہ کرو بلکہ جانتے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حدیث نہ کرے اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرے اور نہ ترک فعل۔ مگر اسکی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث نہیں اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہو تو اسکی تطبیق کے لئے فکر و شامد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پہنیک دو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہو اور اگر کوئی شدید ضعیف ہو مگر قرآن سے مطابقت کہتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اسکا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو کہ کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہو اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثوں اور راویوں کو مخفی اور کاذب خیال کر دو جنہوں نے اس حدیث کو ضعیف اور مرفوع قرار دیا جو ایسی حدیثیں صد ہا ہیں جنہیں پیشگویان ہیں اور اکثر ان میں سے محدثین کے نزدیک مجروح یا مرفوع یا ضعیف ہیں پس اگر کوئی حدیث ان میں سے پڑھی ہو جائے اور تم یہ

وجود کے ساتھ نازل نہ ہو تب تک ان کا مسیح موعود نہیں آئے گا ان حدیثوں نے ان کو سخت
 ٹھوکر مین ڈال دیا۔ اور وہ لوگ ان حدیثوں پر تنکیر کر کے حضرت مسیح کی اس تاویل کو قبول نہ کر سکے لہذا
 سے مراد یہ جھٹیلنے لگی تھی ہے جو ایسا س کی خواہش طبیعت پر آیا اور برہم زری طور پر اس کا وجود لیا
 ہے پس تمام ٹھوکر ان کی حدیثوں کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان ہونے کا موجب
 ہو گئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثوں کے معنوں میں بھی غلطی کرتے ہوں یا حدیثوں میں بعض
 انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔ غرض شاید مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہوگی کہ یہودیوں میں
 حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہوں نے ان پر شور مچایا اور تنکیر کا فتوے لکھا اور انکو
 کا فر قرار دیا اور کہا کہ شخص خدا کی کتابوں کو ماتنا نہیں خدا نے ایسا س کے دوبارہ آنا بخیر دی
 ہے اور اس میں بیش گوئی کی تاویلین کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے ان خمدن کو کسی اور طرٹ پہنچ کر
 لیتا آتا ہے اور حضرت مسیح کا نام انہوں نے صرف کا فر ہی نہیں بلکہ کھد بھی رکھا کہ اگر یہ شخص سچا
 ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے لئے بیچ اعلیٰ کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثوں نے ان کو
 دھوکا دیا۔ غرض حدیثوں کے پٹے پھٹنے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اس
 حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک پیچے نبی کو انہوں نے کافر اور
 دجال کہا اور اس سے انکار کر دیا۔ تاہم مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت تبرک اور مفید کتاب
 ہے یہ وہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ایسا
 ہی سلم اور دوسری احادیث کی کتاب میں بہت سے معارف اور سائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی
 ہیں اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور
 ان احادیث سے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہیں +

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو یقین جیسی کوئی چیز نہیں یقین
 ہی ہے جو گنہ سے چھوڑا تاہم یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے
 جو خدا کا عاشق صادق بنا تاہم یہ کیا تم کہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو کیا تم جذبات نفس سے

کوئی ایسا کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ایسا
 ہی سلم اور دوسری احادیث کی کتاب میں بہت سے معارف اور سائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی
 ہیں اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور

یہ جو قوت حقیقی علیہ السلام پر ہے کہ وہ تو کمالی استقامت اور دلیری کے ساتھ اپنے حق پر قائم رہے اور کفر و فسق کے خلاف جہاد کیا
 کرتے تھے۔ ان کی زندگی میں یہی لکھا گیا ہے کہ ان کو کھد بھی کہا گیا اور ان کو کافر بھی کہا گیا اور ان کو دجال بھی کہا گیا اور ان کو
 جھوٹا مسیح بھی کہا گیا۔ لیکن ان کی ہمت نہ ہاری اور ان کی ایمان نہ ہلکا اور ان کی قیادت میں مسلمانوں نے ان کی بات کو قبول کیا اور ان کی
 بات کو سچا سمجھا اور ان کی بات کو سچا مانا اور ان کی بات کو سچا مانا اور ان کی بات کو سچا مانا اور ان کی بات کو سچا مانا اور ان کی بات کو سچا مانا

بغیر یقینی تجلی کے ترک کئے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پاسکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی
 سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ کیا
 آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کر سکے۔ کیا میرے کا بیٹا
 عیسیٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو ایسا جھوٹا دلو
 جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اس نے
 یقین کیا اور نجات پائی۔ اس وقت اس ہے ان عیسائیوں پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ
 ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔ حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں
 وہ نہیں جانتے کہ ان کا خون خدا سے بلکہ زندگی تو غفلت آمیز ہے شراب کی تھی ان کے دماغ
 میں ہے مگر وہ پاک مستی جو آسمان سے اترتی ہے اس سے وہ خیر ہیں اور جو زندگی خدا کے ساتھ
 ہوتی ہے اور جو پاک زندگی کے نتائج ہوتے ہیں وہ اس سے بے فیصل ہیں پس تم باور کو
 کہ بغیر یقین کے تم ناریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ روح القدس میں مل سکتا ہے
 مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شہادت اور
 شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مبارک تم جبکہ یقین
 کی دولت دی جائے کہ اسکے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہو گا گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے
 کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت نرمیلے سانپ کو دیکھ رہے ہو
 کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کو آتش فشان سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے
 یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کو نہ کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل
 انسان کو معدوم کر رہی ہے پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا
 شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اسکے مقابل پر تم نافرمانی کو کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا
 صدق و وفا کا اس سے تعلق تو رکھو۔

اے وہ لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش
 اس وقت تم میں بیدار ہوگی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ مانع سے پاک کئے جاؤ گے

جبکہ تھارے دل یقین سے ہر جائین گے شاید تم کہو گے کہ میں یقین حاصل ہو سوا رہے
 کہ یہ تمہیں ہر کو کا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہر کو حال نہیں کیونکہ اسکے لوازم حاصل نہیں و جبکہ
 تم گنہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہتے تھے ایسے طور سے
 نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہتے خود سوچ لو کہ جبکہ یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہو وہ اس
 سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جبکہ یقین ہے کہ اسکے کہانے میں بھہر رہا ہے وہ اس کہانے
 کو کب کہانہ سے اوجھل یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلاں بن میں ایک ہزار خوشخوار شیر ہے کب
 قدم کیونکہ بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کی طرف اٹھنے لگتا ہے سو گناہ تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ
 تھارے کان اور تھارے آنکھیں کیونکہ گناہ پر ڈیڑی کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جو اسرار یقین
 ہے گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جبکہ تم ایک ہیم کر لے اور کہنا جانو الی اک کو دیکھ رہے ہو
 تو کیونکہ اس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسان تاکہ ہیں شیطان
 ان پر چڑھ نہیں سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا یقین کہہ اٹھانے کی قوت دیتا ہے
 یہاں تاکہ کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اتارنا ہے اور فقیری جا رہا ہے یقین ہر ایک کے
 کو سہل کر دیتا ہے یقین خدا کو کہنا ہے ہر ایک کفارہ جو ٹاپا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔
 اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی تو
 فرشتوں سے ہی صدق اور ثبات میں آگے بڑھتی ہے وہ یقین ہے ہر ایک مذہب یقین
 کا سامان پیش نہیں کرتا وہ جو ٹاپا ہے ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو کہنا نہیں سکتا
 وہ جو ٹاپا ہے ہر ایک مذہب جس میں بچہ پرانے قصوں اور کچھ نہیں وہ جو ٹاپا ہے۔ خدا جیسے
 پہلے تھا وہ اب بھی ہے اور اسکی قدرتیں جیسی پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں اور اسکا نشان
 کو کہلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تھا وہ اب بھی ہے ہر تم کیوں صرف قصوں پر مبنی ہو تو وہ
 وہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصہ میں جسکی پیشگوئی صرف قصہ میں
 اور وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جسے خدا نازل نہیں ہوا اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے
 ہاتھ سے پاک نہیں ہوئی جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر انکی طرف کھینچا

جانتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اس کا شوق اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سیراب نہ ہوں گی کہانی دینی مین اور انسان اسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جب کہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جبرائیل یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے ہر ایک میا کی کی جڑ ٹھہ جیڑی ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہیں رہ سکتا۔ اگر کہہ کا مالک جانتا ہے کہ ایک پرنسز سیلاب نے اس کے گھر کی طرف رخ کیا ہے اور یا اس کے گھر کے ارد گرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو یہی تم خدا کی جڑ پھڑکے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو سو تم انہیں کہو لو اور خدا کے اس قانون کو دیکھو جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے جو ہر مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند ہوا کیونکر بنو جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی حاجت کر کے پھر گناہ پر قیام نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اُٹا کر کہہ رہی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد کرو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو کر کوشش کر رہے ہو پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو توبہ پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکہ پاسکو اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے **وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ** یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو کبھی تمہارے تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے جو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ انکی نماز اور انکا استغفار بے مین مین جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو جو قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور جو بے بغیر اور ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں یہی الفاظ تضرع اور اگر لیا کر دہاؤ کہ تمہارے دونوں پر اس عجز نیاز کا کچھ اثر ہو۔ چنانچہ نماز میں کیا چیز مین وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر مین جو بلا کے وقت تم چاروں ہوتے ہیں اور تمہاری غفلت کے لئے ان کا وارد ہونا ضروری ہو۔ (۱) پہلے جبکہ تم مطہر

کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنی والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال نا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز غم شمعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اس وقت تیسرا آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہو نیکو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر سیر حرم سکتی ہے اور صبح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر تہجد (۳) تیسرا تغیر تیسرا اس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رٹائی پانے کی لگتی امید منقطع ہو جاتی ہے۔

مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہی تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

(۴) چوتھا تغیر اس وقت تیسرا آتا ہے کہ جب بلا تیسرا وار دہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت نیکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرار داد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا ہو گیا یا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کو تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے کہ جبکہ رات پھر جاتی ہے اور ایک سخت اندر سیرا لٹے جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز صبح مقرر ہے۔

(۵) پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر چومارتا ہے اور وہیں اس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آج کل صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی جگہ کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر

پہنچنا زمین تہارے لئے مقرر کریں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازین خاص تمہاری نفس کے
خاتمہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم چھپکانہ نمازوں کو ترک
نکرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا قلع ہیں۔ نمازین آنے والی بلاؤں کا علاج
ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضا و قدر تمہارے لئے لایکا پس قبل
اسکے جو دن چڑھے تم اپنے مولے کی جانب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا
دن چڑھے ۔

اسے میرا اور بادشاہ اور دولت مندو !! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت
ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اسکی تمام راہوں میں راستیا میں اکثر ایسے ہیں کہ دنیا
ملک اور دنیا کے مالاک سے دل لگاتے ہیں اور ہر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو
یا وہ نہیں رکھتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہیں پڑھتا اور خدا سے لاپرواہ ہے اسکے تمام فکروں
چاکروں کا گناہ اسکی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اسکی گردن پر ان کو گنا
بھی لگنا ہے جو اسکے ماتحت ہو کر شراب میں شرابک ہیں۔ اسے عقل مند و دنیا ہمیشہ کی
حکیم نہیں سمجھیں جاؤ۔ تم ہر ایک نے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان
کو تباہ کرنے والی صرف مشرب ہی نہیں بلکہ افیون۔ گانجا۔ چرس۔ ہنگ تازی اور ہر ایک
نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ملاک کرتا ہے سو تم
اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جنکی شامت سے
ہر ایک سال ہزار ما تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور
آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پر مینے گارا انسان بجاؤ تا تمہاری عمریں دیا وہ ہوں اور تم خدا
سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی میں بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ جبن اور
ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا کونکے ہمدردی لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ
خدا کے حقوق اور انسانوں کو حقوق سے ایسا ہی بچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر جسے زیادہ پیر کیا پختہ وہ
شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر ہر دہرہ کہہ کے کلی خدا سے منہ پھیرتا ہے اور خدا کے حرام کو

۱۱۔ ایک لکھنؤ کے شخص نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک سال تک نماز پڑھتا رہا مگر اسے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا تھا مگر اس کے دل میں کچھ اور تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا تھا مگر اس کے دل میں کچھ اور تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے اسے دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا تھا مگر اس کے دل میں کچھ اور تھا۔

ایسی دنیا کی سے استعمال کر لے رہے کہ گویا وہ حرام کیلئے حلال ہو گیا کیونکہ یہاں تک کہ کسی کو زخمی اور کیک قتل کر لیا کہ تیار ہو جائے اور شہوت کے جوش میں بیٹھ جائے کہ طبعیوں کو اتنا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہیں پائیگا یہاں تک کہ مرے گا۔ اسے عزیز و قوم پرہیزگاروں کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزری چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو ایک انسانی گونڈٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے جھکی ہو جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کر لیا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائیگا اور تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں ہے تم دشمنوں سے ڈر کر یا وراثت میں مبتلا ہو کر بقیاری سے زندگی بسر کر دے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزرینگے خدا اداں لوگوں کی پناہ ہو جائے جو اسکو ساتھ ہو جائے تب میں سو خدا کی طرف آ جاؤ اور ہر ایک مخالفت اسکی چھوڑ دو اور اسے فراموش میں نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو یہی راہ نجات کی ہے۔

اے علماء اسلام میری تلمذ میں جلدی مت کرو کہ بہت سمر اسیے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھ نہیں سکتا۔ بات کو سنکر اسی وقت رو کر نیکے لکھتیاڑتے جاؤ کہ یہ قوی کا طریق نہیں ہے اگر تم میں بعض غلطیاں نہ ہوں اور اگر تم نے بعض احادیث کے الٹے معنی نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے انا ہی لکھتا ہوں پہلے یہ عبرت کی جگہ سمجھتے کہ جس بات پر تم نے زور مارا ہے اور جس جگہ تم نے قدم رکھا ہے اسی جگہ یہودیوں نے رکھا تھا یعنی جیسا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر موعودہ ہی الیاس نبی کے دوبارہ آئینکے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ مسیح تب آئیگا جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اٹھا گیا دوبارہ دنیا میں آ جائیگا اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہو گیا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور وہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال کر رہے تھے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے

معنی ملاکی کہ جبکہ دوسری چیز میں جو جہاں اور کھڑے عالمی عیسائیوں کی آئندہ ہی حالت کے لئے ایک پیشگوئی ہے۔ خدا

مخصوص بنی برتھ سٹی اور ایڈم و غصہ کی ایک کیمیا ہر ایک کے لئے دنیا میں آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھ گزری چکی سو اپنے مولیٰ کو ناراض مت کرو ایک انسانی گونڈٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہیں تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی سے کیونکر بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھوں کے آگے جھکی ہو جاؤ تو تمہیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کر لیا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہیں پائیگا اور تمہاری جان کا کوئی حافظ نہیں ہے تم دشمنوں سے ڈر کر یا وراثت میں مبتلا ہو کر بقیاری سے زندگی بسر کر دے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھ گزرینگے خدا اداں لوگوں کی پناہ ہو جائے جو اسکو ساتھ ہو جائے تب میں سو خدا کی طرف آ جاؤ اور ہر ایک مخالفت اسکی چھوڑ دو اور اسے فراموش میں نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو یہی راہ نجات کی ہے۔

سارا قرآن، بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جسب نہیں اور صاف طور پر ظاہر رہا ہے کہ کون کون
 سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبر کاشائع
 کرنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی ان لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے
 ایک کہنے میں لکھا کہ قتل کو دیکھ کر بڑھ کر ڈر نہ لیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير یعنی ان مسلمانوں کو جن
 سے بغاوت جنگ کر رہے ہیں بسبب ظلموں ہر نیکی کے مقابلہ کرنے کی اعانت دی گئی اور خدا کا
 ہے کہ جو ان کی مدد کرے۔ اور یا وہ لڑائیاں ہجرت بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود
 کرنے کیلئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو کشتی دے دینے کے لئے جبراً روکتے تھے
 ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں لڑا دی پیدا کر کے لڑائی کی جاتی تھی بحران
 میں صورتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں
 کی بلکہ اسلام نے غیر ملکیوں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اسکی دوسری قوموں میں
 نظیر نہیں ملتی پہر عیسیٰ ریح اور مہدی صاحب کیسے ہونگے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع
 کر دیں گے یہاں تک کہ کسی اہل کتاب سے بھی جو یہ قبول نہیں کرینگے اور آیت حق تعالیٰ الخبیث
 عن ید وہم صاغرون کو بھی منسوخ کر دیں گے دین اسلام کے کیسے حامی ہوں گے کہ انہ
 ہی قرآن کی ان آیتوں کو بھی منسوخ کر دیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی منسوخ
 نہیں ہوئیں اور اس قدر انقلاب ہی پہر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئیگا۔ اس مانہ میں جو
 تیرہ سو برس عہد نبوت کو گذر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تین سو تین قرون پہل گیا۔ سچے
 مسیح کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے نہ تلواریں کے ساتھ اور یہی
 عقیدہ کو قومی اور سچے نبوت کیساتھ توڑ دے نہ کہ ان خلیفوں کو توڑنا پھرے جو جائزی
 یا سونے یا پتیل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اگر تم حیر کر دو گے تو تہارا جبر اس بات پر کافی
 دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں ہے ہر ایک نادان اور ظالم طبع جب دلیل
 سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کی طرف ہاتھ لگایا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز نہ غلطی

نہیں

قرآن شریف کے دوسرے جنگ مذہبی کا احرام ہے کیونکہ وہ ہی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی اور ظالم شکر کا نہیں اسلئے لازم

یہ سچا شیعہ ہے۔ بعض نادان مجاہدین کہتے ہیں جیسا صاحب انارکلی کا شخص ناگہانوں کے لئے کہتا ہے میں جانتا ہوں کہ جو اس سے ملے جادو کی طاقت رکھتا ہے اور نادان نہیں جانتے اگرچہ جہاد میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔
 جانتا ہوں کہ جو اس سے ملے جادو کی طاقت رکھتا ہے اور نادان نہیں جانتے اگرچہ جہاد میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔
 جانتا ہوں کہ جو اس سے ملے جادو کی طاقت رکھتا ہے اور نادان نہیں جانتے اگرچہ جہاد میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔
 جانتا ہوں کہ جو اس سے ملے جادو کی طاقت رکھتا ہے اور نادان نہیں جانتے اگرچہ جہاد میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

ان مولویوں پر انوس اگر انہیں دیانت ہوتی تو وہ تقویٰ کی راہ سے اپنی
 تسلی ہر طرح سے کراتے اور خدا نے تو نیک روحوں کی تسلی کر دی مگر وہ لوگ جو ابوجہل کی
 مٹی سے بنے ہوئے ہیں وہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابوجہل نے اختیار کیا تھا
 ایک مولوی صاحب نے میرے گھر سے بذریعہ جڑی اطلاع دی ہے کہ امرتسر میں جلسہ
 ندوۃ العلماء ہے اس عہد اگر بحث کرنی چاہئے مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی تمیز
 نیک ہونے اور فرج و شکست کا خیال نہ ہوتا تو ان کو اپنی تسلی کرانے کیلئے ندوہ وغیرہ کی
 کیا ضرورت تھی ہم ندوہ کے علماء کو امرتسر کے علماء سے الگ نہیں سمجھتے ایک ہی عقیدہ -
 ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ **قادیان** میں آوے مگر
 بحث کے لئے نہیں بلکہ صرف طلب حق کے لئے ہماری تقریر کو سننے اگر شک رہے تو غرضت
 اور ادب کے طریق سے اپنے شک کو رفع کر دے اور وہ جینک قادیان میں رہے گا بطور مہم
 کے سمجھا جائیگا ہمیں ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہیں اور نہ انکی طرف حاجت تھی یہ سب لوگ
 رہتی کے دشمن ہیں مگر آتی دنیا میں پہنچتی جاتی ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ
 نہیں کہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں اپنے الہام سے ظاہر کروا رہا تھا کہ
 لوگ تمہارے نام کا ہم کیلئے جڑی کوشش کرینگے اور ناخون تک زور لگائیں گے مگر آخر
 میں تمہیں ایک جڑی جماعت بناؤں گا یہ اس وقت کی وحی الہی ہے جبکہ میرے ساتھ ایک
 آدمی ہی نہیں تھا پہر میرے دعویٰ کے شائع ہونے پر مخالفوں نے ناخون تک زور لگایا
 آخر حسب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پھیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا میں یہ جماعت
 ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے ندوۃ العلماء کو اگر مزایا دے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات
 کو دیکھ کر تباہ و کے کیا یہ معجزہ ہے یا نہیں پہر جبکہ قرآن اور معجزہ دونوں پیش کئے گئے تو
 اب بحث کس غرض کیلئے ؟

ایسا ہی اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی
 بدعت میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ انکو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ بھی خبر نہیں

ان کی مجالس میں اگر جاؤ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبورے اور سازنگیان اور ڈھولکیان اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئینگے اور یہاں وجود اسکے مسلمانوں کے پیشوا ہونے کا دعوے اور تبلیغ نبوی کی لاف زنی اور بعض انہیں عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور مانتھوں میں مہندی لگاتے ہیں اور چوڑیاں پہنتے ہیں اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسوں میں پسند کرتے ہیں۔ یہ ایسے پراسنے و نگار ہیں جو خیال میں نہیں آسکتا کہ دور ہو سکیں تاہم خدا تعالیٰ اپنی قدرت میں دکھائے گا اور سلام کا حامی ہوگا * [عورتوں کو کچھ نصیحت]

ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں وہ نقد و نخلج کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اسپر ایمان نہیں کہ نہیں انکو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر کہتی ہے پس اگر اسلام میں نقد و نخلج کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لئے نخلج ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں انکا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بھی قابل رحم کہ وہ تخر و پھر نہ کر سکے تو ایسی صورت میں مرد کے توڑے پر یہ ظلم ہے کہ اسکو نخلج ثانی کی اجازت نہ دی جاوے و حقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے اور مجبور یوں کے وقت عورتوں کے لئے یہی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرالیں جو طلاق کے قائم مقام ہے خدا کی شریعت دوا و فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی پس غور کرو کہ کیا بیچ نہیں کہ بعض شکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آجاتی ہیں جن میں وہ نخلج ثانی کے لئے مضطر ہو تو ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل شکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو جو نہیں

طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صد ملاح کے سبب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں ان کا کچھ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر یہ کہیں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون کی تکمیل کی گنجی اور عورت کو فکر نہ کرو جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرف کی محتاج نہیں اور اس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں اگر عورت مرد کے تعدد و ازواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کر سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں تھیں انہیں اپنی شریعت میں انکا ذکر کرتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اسے عورتوں اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کردہ دوسرا مخرج کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں یہ نصیب اور ابتلا سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو چور و دین کر کے انصاف نہیں کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے مورد قہر آہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا اگرچہ شریعت نے مختلف مصلح کی وجہ سے تعدد و ازواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قصداً قدر کا قانون تمہارے لئے کہلا ہے اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضا و قدر کے قانون سے فائدہ اٹھاؤ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر ہی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو دنیا سے اور اسکی زمین سی بہت بے لگتاؤ۔ قومی فخر مت کرو کسی عورت سے ٹھٹھا نہ سی مت کرو خاوندوں سے وہ تعلق نہ کرو جو انکی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن جو نیکی حالت میں قبروں میں داخل ہو خدا کے فیاض نماز کو ذریعہ وغیرہ میں سستی مت کرو اپنے خاوندوں کی دل جان سے طبع نہ بہت ساحصداً انکی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے سو تم اپنی اس فہم داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانات میں گنی جاؤ۔ اسلئے مذکورہ خاوندوں کے مالوں کو بچا طور پر خرچ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گناہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر دینا نہ کرو

تفصیل حسب

مندرجہ ذیل میموریل حضرت مسیح موعودؑ کو فرنٹ آف انڈیا کی تین تفصیل جیسے پیش کیا

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہو گا ہر ایک فرقد رعایا کو فرنٹ برطانیہ کو اس توہینت خوشی ہے اور مسلمانوں کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں ان کے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دی گئی جس معلوم ہو تا ہے کہ اس محسن گو فرنٹ کو مسلمانوں پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانوں کی بہت دراز سے ایک ولی تمنا ہے جسکے پیش کر سیکے لئے اس وقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہیں کہ چارہ بادشاہ علیجاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اسلئے مجھے تحریک کی گئی کہ میں اس اٹھاس کو اس سے پیش کروں کیونکہ میں ایک ایسے مسلمانوں کے گروہ کا امام ہوں کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور میں ضروری نہیں سمجھتا کہ میں ان کے نام لکھوں کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے واسطے ہیں یعنی میرے مرید ہیں اور مجھ سے الگ نہیں ہیں یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی پیروی رسم کو اٹھا کر چنانچہ ایک رابطہ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی میں تالیف کیں کر کے شائع کی ہیں جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو میں ایسا لکھتا ہوں کہ عقرب اس کی اصلاح ہو جائے گی گو فرنٹ کے اسلئے حکام کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جسے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے حقیقت چٹھہ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لاڑ کوڑن باقاہر نے ایسی نمایاں کارروائی کی ہیں کہ مسلمانوں کو کبھی نہیں بھولیں گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانوں کو حفظ کرنا اور

ایک باہر کی مسجد چسپریل وادن کا قبضہ تھا مسلمانوں کو غنائت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے دہلی کی شاہی مسجد کے لئے ایک قیمتی لال ٹین اپنی جیسے محنت فرمانا ان فیاضانہ کار وادیوں سے جس قدر مسلمان شکر گزار اور گردیدہ ہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن ایک تنہا ان کی ہونے باقی ہے اور وہ ایسے کتنے ہیں کہ جن ہاتھوں سے یہ مرادین پوری ہوئی ہیں وہ تنہا بھی انہیں ہاتھوں سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص کہ اس دن کو قلیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بائے مین خاص ایک سورۃ قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی باگ بجائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کرو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کر لیا وہ سخت گنہگار ہے اور قریم ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے اس قدر عید کی نماز بھی تاکید نہیں اسی غرض سے قریم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی قلیل مسلمانوں میں چلی آئی ہے اور اس ملک میں بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جب تک کہ اس ملک میں اسلام کی سلطنت رہی جمعہ میں قلیل ہوتی تھی اسی وجہ سے یا سٹ پٹیا لہ مین جمعہ کی قلیل ان دنوں تک ہوتی رہی اور اس ملک میں تین توہین ہیں ہندو عیسائی مسلمان - ہندوؤں اور عیسائیوں کو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنی اتوار جس میں وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں جس کی قلیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنی مسلمان اپنے تہوار کے دن سے بیٹھے جمعہ سے محروم ہیں۔ برٹش انڈیا میں کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہیں کہتا کہ کاش جمعہ کی قلیل ہوتی لیکن اس کرنی دو مین جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وائسرائے ہیں۔ مسلمانوں کو اس تنہا کے پورے ہونے میں بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ جبکہ لارڈ کرزن صوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے ان کی مساجد و گنہگار کردی ہیں تو پھر وہ امر مسجدوں کی علت غائی ہے یعنی نماز جمعہ یا مہمیں ہاتھوں سے انجام پذیر ہوگا مسجد توسل و سترخان یا مینسٹر کے ہے جس پر روٹی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل روٹی ہے۔

تمام مساجد کی بڑی بھارت غرض ناز جمعہ ہے پس کیا ہمارے عالی جہت و ایسے لارڈ کرزن یہ
 روا رکھیں گے کہ وہ ہمیں دسترخوان تو دین مگر وٹی ندین ایسی دعوت تو ناقص ہے اور ارمینین
 کہ ایسا فیاض دل جو انگریزی کی کو اپنے پرگوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد و ایسے جس کے بعد
 کم امید ہے کہ اس کی نظیر ملے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اسکے بعد عقل و تہذیب
 کر سکتی کہ مسلمانوں کے لئے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے و ایسے سے یہ مراد با سکین بلیک
 ایسی عداوت ہے کہ اسکا انجام پذیر ہو اسلما نوں کے دلون کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کی طرف
 ایک زبردست کشش سے کھینچے گا اور ان احسانوں کی فہرست میں جو اس گورنمنٹ نے
 مسلمانوں پر کئے ہیں اگر یہ احسان بھی کیا گیا جو عام طور پر جمعہ کی تعطیل دیکھتے تو ایسا احسان
 ہو گا جو آپ زور سے لکھنے کے لائق ہو گا اور اسکا مسلمانوں کے دلون پر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص
 جبکہ عین تاج پوشی کے جلسہ میں جہاں ہزار ٹائیس اور والیان ملک موجود ہونگے اس جہاں
 کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو کچھ مسلمانوں کے دلون میں خوشی سے بھری
 ہوئی محبت پیدا ہوگی اسکا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اس دن لوگ ماہر میں خوشی کے نعرے لگائے
 ساتھ لارڈ کرزن کے گیت کا مین گے اور اسکے حق میں دعائیں کریں گے اور اس کا رروائی
 سے اسلام اور عیسائیت میں ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے
 عہد کی طرف ہمیشہ کیلئے منسوب رہے گی اور میری دانت میں عام مسلمانوں کو خوش کر سکتے
 لینے جو کارنامہ وہ چھوڑ جائینگے اس سے بہتر کوئی نہ ہو گا مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے
 زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو نہ ہی رنگ میں کی جائے
 وہ اسکے دلون کو کھینچ لیتی ہے پس اعلیٰ سے اعلیٰ حکمت علی مسلمانوں کو سحر کر رہی ہے کہ نہ ہی
 رنگ میں ان کو کوئی فائدہ پہنچایا جائے۔ چونکہ تاج پوشی کے جلسہ کا موقعہ ایک ایسا بابرکت موقعہ
 ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اسطرت آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ اس مبارک رسم کی یادگار میں کیا کچھ
 سرفرازی ہو و غیرت کی کجائی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانوں
 کے لئے جمعہ کی تعطیل کھول دے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دینے سے تو میں سمجھتا ہوں کہ

کہ عام دن کو خوش کر دینے کے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی نہ کرچکا ہو گونٹ کی فیاضی پہاننگ
 دائرہ نہیں ہوا اگر توجہ پیدا ہو تو کچھ پرہیز نہیں ہوا اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک اور
 بات ہوتی ہے گونٹ علی اس مبارک یا حکامین پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائیگی اور
 یہی مسلمانوں کو توقع ہے جس کے دن کو کچھ مسلمانوں سے ہی خصوصیت نہیں بلکہ یہ دن عیسائی مذہب
 میں بھی قابلِ تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دے گئے تھے اور عیسائی
 عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑیں واقعہ ہے یہودیوں کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ
 مصر سے نہیں نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت میں بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت
 آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی اراٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی پس
 اس تعطیل سے یہ تمام یادگارین قائم ہو سکتی ہیں اور مسلمان اس بات پر خصوصی ہیں کہ ان کی بعض
 غیر ضروری تعطیلات سبت کے دن کی جگہ جمعہ کی تعطیل دی جائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی
 تعطیل رعایا اور گونٹ میں ایک شتی مصالحت کی بنیاد دے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا
 کہ وہ فوق العادہ تصور کیا جائے گا اگرچہ گونٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانوں کے حالات
 سے ذاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو خوش کر دینے
 کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریق نہیں اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ بیوریل اور
 حضور کیا جاتا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ توجہ سے اس پر غور کیا جائے خاص کر میرے بڑے چوتھے سہی میں
 ہوں کہ مسلمان لوگ گونٹ کے ساتھ سچے اخلاص میں ترقی کریں اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے
 اور گونٹ کی عنایت ثابت کر دینے کے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہیں اسلئے میں اس عرض
 کیلئے جرات کرتا ہوں کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جائے اور اسکو ایک عمومی جھکا ہوا مال نہ کیا جائے اور نہ
 کیا جا کہ صرف اپنے شخص کی یہ درخواست ہے کہ کیا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں ایک شخص کو درخواست نہیں بلکہ ایک
 لاکھ ہزار مسلمان کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مہربانی کا تعلق رکھتے ہیں اسلئے ضرور دینی تہذیب
 سمجھ گیا کہ ان کے نام لکھے جائیں اور میں ان سب کا بیڑہ بطور ایل و کیٹ ہو کر امید بھرے ہوئے
 دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہوں اور دعا ہے کہ تم کتنا ہوں +

اعجازِ احمدی

دائی اور زندہ معجزہ

مختلف مذاہب کے بیان کردہ معجزات کا مطالعہ تحقیق کا ایک سین میدان ہمارے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ہمارے
موجودہ مضمون کو اس سچے سچے تعلق نہیں اس معجزہ کو جس کی طرف ہم ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہیں معجزات کی
تایید میں ایک مسلم کے بنیاد پر نظر اور علم مرتبہ حاصل ہو گا کہ ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء نبی اسرائیل علیہم السلام
کی نبوت اور ان کے خدا کی طرف سے ہونے پر ایمان لاتے ہیں لیکن اس امر سے ہم انکا نہیں کر سکتے کہ ان کے معجزات
اور نشان صرف عارضی اور وقتی نشان تھے جو ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کیلئے دکھائے گئے تھے مثلاً
سب سے پہلے معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا صرف ناظرین کے لئے ہی ایک معجزہ تھا
لیکن ان کی ذریت اور دیگر شاخاں کے سامنے یہ صرف ایک کہانی ہے اور خشکی طبعیتوں کیلئے یہ ایک
مبالغہ آمیز بیانیہ ہے کہ سوا اور کچھ نہیں۔ انجیل کے معجزات محض توہین و دیگر صحت انبیاء کے معجزات کی
نقل ہیں۔ اور عظمت میں بعض حالتوں میں ان سے بہت کم درجہ پر ہیں دیو لکھنے پر آج لوگ ہمیں
اڑاتے اور پانی کو شراب بنانے پر خیر خواہ بنی نوع تاسف کرتے ہیں۔ آم کا پودا فوراً اگانا بخیر کے
درخت کے سکھانے سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ یسوع کے پانی پر چلنے کو لوگوں کے ہوا پر اڑنے نے
بالکل مات کر دیا ہے۔ اس نے بلرون کو چنگا کیا لیکن یہی کام سلوم کے تالاب نے اور یسوع
کے معجزہ مخالفوں نے بھی کئے اور ہر زمانہ میں لوگ سلب امور کرتے آئے ہیں۔ امیر کو کا
جسٹس رسول ڈاکٹر ٹوٹی بھی توجہ کی وہی کام کرتا ہے جو یسوع دو ہزار سال پیش کیا کرتا تھا اور اپنی
نا کامیوں کے وقت وہ یسوع کی نا کامیوں کو مثلاً پیش کر دیتا ہے۔ الغرض ایسے معجزات میں تاہم
یہ سب سے بہت نقص ہیں۔ اول تو یہ عارضی باتیں ہوتی ہیں اور گو مشاہدہ کرنے والے لوگ کچھ عرصہ
تک متعجب رہیں لیکن معجزہ ہو چکنے کے بعد یا انبیاء و نسلوں کے لئے ایسے معجزات ان خصوصیتوں پر
خالی ہوتے ہیں جو دلون میں خدا تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا رعب بٹھا سکے جس تک کہ ان کے ساتھ

دوسرے زندہ معجزات بطور شاہد کے موجود نہ ہوں بلکہ ان کا اثر بہت جلد دلوں سے ناپا ہو جاتا ہے۔ دویم ایسے معجزات و دعویٰ کی ایسی دلیل نہیں ہوتی جس سے قدرتی طور پر نتیجہ صداقت و عوسے کا پیدا ہوا اور اس طرح پر صحیح تعلق دلیل اور دعویٰ کے درمیان کوئی نہیں ہوتا اگر کوئی شخص خاص پانی کی شراب بنائے تو اس سے یہ استدلال نہیں کر سکتے کہ اس کا کلام خدا کا کلام ہے یا وہ اپنے کسی کو میں سچا ہے ان اس کرتب سے ہم زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالیں گے کہ وہ پاک پانی کی ناپاک شراب بنائے میں ماہر ہے۔ سوئم ان معجزات کی پیش کردہ شہادت صاف اور صریح نہیں ہوتی، دلیلیں کو ہتھکنڈے معمولی تماشہ بیون کی نظر میں معجزہ کا اثر کہتے ہیں اس قسم کے اسی معجزہ اور ہتھکنڈے میں امتیاز کرنے کیلئے کوئی کھلا کھلا معیار نہیں، کوئی معجزہ ایسا نہیں جس کی نقل شعبہ بازار و جسمانی و زرش والوں نے نہ کی ہو اور ایسے معجزات اور مصنوعی باتوں میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ چہارم چونکہ ایسے معجزات چند لمحوں کے لئے ہوتے ہیں اس لئے دیکھنے والے بھی اس کی اصلیت پر پورا یقین نہیں کر سکتے ممکن ہو کہ دیکھنے والے کو دھوکا لگا ہو یا کوئی ایسا قریب ہو جس کی وہ اصلیت تک پہنچ سکے ہو کہ وہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے کافی وقت نہیں ہوتا۔ پینتر اسکے کہ کوئی شخص اسپرٹور کر کے معجزہ قائم ہو جاتا ہے یہ سچ ایسے معجزات و کھائے جانیکے بعد لمحاظ دلیل ایک صراحت و براہست و قدرت اسپتہ اندر نہیں رکھتے۔ دوسرے زمانہ میں انہیں کسی دعویٰ کی تائید میں پیش کرنا گویا دعویٰ ہی کو دلیل ٹھہراتا ہے کسی دعویٰ کے ثبوت میں انکو پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان کی سچائی کو زبردست شہادتوں اور صحیح دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ششم کی سچائی اور واقع ہونے کی لایہی شہادت عموماً یافت سے باہر ہوتی ہے اسکے مشاہدہ کر نیوالے صرف چند اشخاص ہوتے ہیں اور سب ایک آئنا کا ناظر ہو سکتے ان کا اثر زمانہ آئندہ ہر کم پڑتا ہے غارتی عادت واقعات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسکے مشاہدین ہوں لیکن دیگر اشخاص کے نزدیک ان میں اور مبالغہ آمیز فسادن میں کوئی کافی اور کھلا امتیاز مشکل سے مل سکتا ہے رویت کی شہادت بالکل نہیں ہوتی۔ ممکن ہو کہ اراقصہ ہی غلط ہو یا جس شخص کی شہادت بیان کی جاتی ہے اس نے جھوٹ بولا ہو یا اسکو دھوکا لگا ہو پس اس صورت میں اصلیت تک پہنچنا محال کے قریب قریب

ہو جاتا ہے۔ ہفتہ سب عزت کی تعداد تین بڑھ گئی ہے کہ ایک انصاف پسند محقق کے لئے و تجارت کا امتیاز اور جو بڑی باتوں کا رد نہایت مشکل امر ہے۔ ہر ایک مذہبی فرقہ اپنے پیشواؤں کے عجیب عجیب قصے بیان کرتا ہے لیکن اصلی واقعہ میں جھوٹ ایسا ملا ہوتا ہے کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا ایک سخت دشوار امر ہے۔ نیز اگر کوئی صحیح واقعہ موجود بھی مانا جائے تو بھی یہ جھوٹی کہانی کا عنصر ہے۔ قرآن شریف ہی ایک لائق الٹا الٹا ہے۔ ان سب عیوب کے پاک عظیم الشان معجزہ پیش کرنے کا فقر حاصل ہے اسکے معجزہ کی صداقت ہر شخص اپنے زمانہ میں اپنے واسطے جانچ سکتا ہے۔ یہ معجزہ تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ نیز اس معجزہ کو اس دعوئے سے بڑا بھاری تعلق ہے جس کی تائید میں وہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے شروع میں اس معجزہ کا بیان ذکر ہے وَ اِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ حَتَّى نُنَزِّلَ عَلٰى عَبْدِنَا نَا فَا تَوَّابِ سُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهَا وَ اَدْعُوْا سَهْبَةً اَوْ كَلِمَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۰۰ فَ اَنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَا تَقُوْا النَّارَ ۝۱۰۱

(البقرہ ۱۰۰-۱۰۱) ترجمہ اور اگر تم شک کرتے ہو چنانچہ اس چیز کے جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر تو بنا لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند اور بلا لو اپنی مدد کے لئے ان تمام مدعا کے خدا کے سوا جو تم بھروسہ کرتے ہو اگر تم پیچھے ہو اور اگر تم یہ نہ کرو اور تم ہرگز نہ سکو گے تو ڈرو و وزخ کی آگ سے ایک اور مقام پر آیا ہے قُلْ لِّزَيْنِ اجتمعوا لجن و لا تشركوا ان ياتوا بعثل هذا القرآن لا ياتون بشئ و لو كان بعضهم لبعض ظهيرا (بنی اسرائیل) ترجمہ نہ کہہ دے اگر جمع ہو جائیں جن اور انسان اس بات پر کہ قرآن کی مثل بنالین بنین بنا سکیں گے اس کی مثل خواہ دے ایک دوسرے کی مدد ہی کریں "قرآن کریم کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور تمام زمانوں میں اس کی صداقت کا معیار ہے اس معجزہ کا قیام جس سے بیمار چمکے ہوتے یا مر دے زندہ کئے جاتے ہیں اگر بالفرض ایسا ہوتا ہو تو اس شخص کے وجود صحیحی وابستہ ہوتا ہے جسے اس معجزہ کے اثر سے فائدہ اٹھایا ہوا اور اس کی مدد کی سہولت اس پر بھی ایک موت طاری ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ہمیشہ زندہ ہے اور اسکے ساتھ اس پر نہ شک

معجز بھی زندہ ہے۔ قرآن کریم کے اس دعوے کی منادی کہ وہ بے مثل اور الٰہی کلام ہے تیرہ صدیوں سے کی جا رہی ہے اور ہمیشہ تک بغیر کسی مقابلہ کے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہوتی رہے گی۔ تمام دنیا اب اور آئندہ اسکے معجزہ کی سچائی پر گواہ ہے اور ہر سچی بات آج بھی اپنے مخالفین کو اپنا مثل بنانے کے لئے ویسا ہی چیلنج کرتا ہے جیسے گزشتہ زمانہ میں کیا کرتا تھا۔ انسانوں کی لیاقت اور عقل کی کمزوری اور ناقابلیت اسکے مثل بنانے میں اسکے معجزہ کی صداقت کی صاف اور قطعی دلیل ہے جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی اس معجزہ سے قرآن کریم کا مزین و متجانب السد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر کل انسانی طاقتیں قرآن مجید کے مثل بنانے میں عاجز ہیں تو معلوم ہوا کہ اسکا صدور کسی اعلیٰ منبع سے ہے اور اس طرح قرآن کریم کا یہ معجزہ اسکے متجانب السد ہونے کی سچائی پر ہدال ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی زندہ معجزہ عطا ہوا ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و منظر و سیاحا و مد ہے۔ قریناً دس سال ہونے کو اپنے خدا سے الہام پا کر شہر کیا تھا کہ خدا نے مجھے فیض الٰہی عطا فرمایا ہے اور یہ کہ کوئی عربی دان میری عربی کی مثل نہ بنا سکے گا خواہ تمام علماء و ایک دوسرے کی مدد ہی کیوں نہ کریں۔ دس سال سے اس چیلنج کا کسی نے مقابلہ نہیں کیا گو آپ نے اس امر کی تجدید ہر شانہ تصنیف سے کی ہے۔ اور گواہ اسلامی ممالک کے تمام علماء بار بار اس چیلنج کو قبول کر کے لئے دعوے کئے گئے ہیں اعجاز المسحوقین جو سورۃ فاتحہ کی ایک معجزہ تفسیر ہے۔ یہی دعوے کیا گیا۔ جسکے بارے میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمام عربی دان خواہ اس کی مثل بنانے میں متفق بھی ہو جائیں تو بھی نہ بنا سکیں گے اور اگر کسی نے اس امر کی جرأت کی تو وہ دلیل اور ناکام ہوگا۔ عیسائی و مسلمان مخالفین نے اپنی خاموشی کے ساتھ ان الفاظ کی صداقت پر مہر کر دی ہے +

ایک اور کتاب اعجاز احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گزشتہ ۱۶ نومبر کو شائع کی۔ اس کتاب کے تیسرے صفحہ میں اور یہ پانچ دن میں لکھی گئی ہے اس کی تصنیف کا باعث ایک مباحثہ تھا۔ جو ضلع امرتسر کے ایک گاؤں مذنا می میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مربیوں اور ایک مشہور مخالف

کے مابین ہوا۔ یہ مباحثہ ۱۶۹۰ء اکثر برگزشتہ کو ہوا اور اس کی خبر آپ کو دور و زبرد علی۔ پیلچا پیلر صفحہ ۱۱ میں دیکھا جس میں مباحثہ نہ کر کے متعلق مخالف کے دلائل کی تردید سہرا اور باقی حصہ میں ایک نہایت فصیح و بلیغ عربی نظم ہے جس میں ۱۱ فقرات مباحثہ و چند پیشگوئیاں شامل ہیں اس کتاب کے ساتھ مخالفوں کے لئے کہ اگر وہ اس کی مثل بنالائین دس ہزار روپیہ کا انعام بھی تھا اسکے مقابلہ کو مخالفین کو صرف برابری کی سطح پر ہی مدعو نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کو دو طرح سے آسانی بھی دی گئی تھی اول یہ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنی مدد کے لئے جہان سے چاہیں عربی دان اویسوں اور علماء کو بلا لیں۔ دوسرے یہ بجائے پانچ روز کے جس میں یہ کتاب لکھی گئی مخالفین کو پچیس روز تک اس کی مثل تیار کرنے کی مہلت دی گئی تھی اس طرح ہر دہری سہولت ان کو دی گئی۔ مگر ان تمام سہولتوں باوجود مخالفین نے جنین اکثر بڑے بڑے لائین عربی دان بھی بین اپنی خاموشی سے قطعاً ثابت کرنا ہے کہ انسانی طاقتیں ایجاز احمدی کے مثل بنانے میں عاجز ہیں اور اس لئے یہ انسانی کام نہیں بلکہ منجانب اللہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ وہ پیشگوئی جو احمدیہ فرقہ کے اول اور نہایت شدید دشمن مولوی محمد حسین ٹالوی اور شری المی کشاکوٹ ٹیٹ بیک و کس لاہور کی نسبت جو وہ بھی سلسلہ عالم کا معاند ہے جمع دوا و پیشگوئیوں کے کی گئی وہ انسانی فراست کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی کیونکہ اپنے گہبی سخت مخالفت کی نسبت ایسے وقت پر جبکہ وہ اپنی دشمنی میں حد نہ پہنچا رہا ہو۔ اس کی تبدیلی کی پیشگوئی کرنا سوائے الہی حکمت و علم کے کسی کام نہیں ہو سکتا۔

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم

یسوع کے سواغ کہتے وقت ہر ایک محقق کو یہ بات ملتی ہے کہ انجیل نویسنے والے دیر در دست اپنے پیش کردہ یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارتاً بیان کرنے سے بھی پہلو تہی کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر لاؤ گا پیر و ڈالا گیا ہے جبکہ وہ عین بشارت کے دنوں میں تھا اور جب اس کی اخلاقی حالت کیلئے بڑے جذبات کا رونا نہایت قابل فخر تھا لیکن انجیل نویسوں نے وہ یہ دانستہ اس کی پہلی جوانی

زندگی کو بیان کر دینے کے لئے کہ کسی کی ہے انہوں نے اس کی زندگی اس دن شروع کی ہے جب وہ
یہ دن کے پاک پانی سے صاف ہو کر اور یحنا کے ہاتھ پر توپکا پتہ لیکر ایک تبدیل شدہ انسان
بنا۔ اگر اس زمانہ کی نسبت جہاں انجیل نویسوں نے خاموشی اختیار کی ہے وہ دوسرے حوالے سے
پتہ لگایا جائے اور مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی سوانح
میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کا نو نہ نہیں ملتا بلکہ مخالفین کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت
عیوب سے خالی نہ تھا مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہو گیا اسوجہ
اسکے استاد نے ناراض ہو کر اسے عاق کر دیا اس قسم کے واقعات یسوع کی الوہیت و معصومیت پر
ایک خطرناک حملہ ہیں لیکن ہم اس مضمون کو صرف انجیل کے حوالوں کے رومے لکھنا چاہتے ہیں اور
اس کے مخالفین کے بیانات کو ابھی چھوڑتے ہیں +

اس بارہ میں یسوع کا ایک اپنا مقولہ قطعی ثبوت ہے انجیل متی ۱۹-۱۱ میں لکھا ہے کہ ایک
شخص نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ "اے نیک استاد میں کوئی نیک کام کر دن کہ تمہاری زندگی
پاؤں" اور اس نے جواب دیا "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک ہی خدا" اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ یسوع کا نیک کہلانے سے انکار کرنا اس واسطے تھا کہ وہ اپنے آپ کو نہ سمجھتا تھا اس وقت
جواب یسوع کی عصمت کے حامی دیتے ہیں وہ بجا ہے خود اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ اسکے پاس کوئی
جواب نہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یسوع خدا تھا اسلئے ایسے جواب اس کا نشانہ صرف یہ تھا کہ وہ شخص جو
اسے صرف انسان سمجھتا ہے اسے نیک نہ کہے کیونکہ کوئی انسان گناہ سے بری نہیں اسلئے کوئی بشر
نیک نہیں کہلا سکتا لیکن ایک سوئی سے سوئی عقل والا انسان بھی اس بیان کی سیوگی کو چھو سکتا ہے
کیونکہ اگر یسوع صاف طور پر اپنی خدائی کا دعوے یہودیوں کے سامنے پیش کر چکا تھا تو ضرور تھا کہ وہ اسے
اپنی شریعت کے رومے ایک متد اور نہایت گنہگار شخص خیال کرتے ہوں اور شریعت موسوی کے
محاط سے وہ موت کا سزاوارٹھم پایا جاتا۔ پس کس طرح ایک یہودی اس دعوے کو جاکر اور مٹی کو نیک بنا
کہہ کر خدا کے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا تھا۔ برخلاف اسکے اگر اس شخص نے یسوع کے خدائی کا
دعوے کو قبول کیا ہوتا تو یہ کہنا ہی بالکل لغو اور بے معنی ہو کہ نہ کہ الوہیت کا تو اس وقت انکار ہی ہوتا

کیا گیا۔ یہ فرض کرنا ایک یہودہ امر ہے کہ ایک یہودی نے جو اپنے مذہب پر قائم تھا یسوع کے دعویٰ الوہیت کو جاننا بھی اسے نیک اسلاف کے خطاب سے تھا طلب کیا۔ یہودی مذہب اس بات کی تردید کرتا ہے کہ بھی خدا بھی جسم میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کو نہایت درجہ گنہگار قرار دیتا ہے۔ اب یسوع کے حامیوں کو دو صورتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا پڑا۔ یعنی یا تو سبیل یسوع کی خدائی کے دعوے کو ماننا تھا۔ اس صورت میں مسیح کا جواب تھا اور یہ معنی ہے اور یا وہ خدائی کے دعوے کو نہ ماننا تھا اس صورت میں اس کا خطاب صحیح نہیں ہو سکتا۔ بڑا تشریح اس آیت کی عیساٰئی مفسرین نے کی ہے وہ یوں غلط ثابت ہوئی۔ نیز یسوع کے صفات صاف انجیلی الفاظ سے کچھ تان کر ایسے معنی لگائے بھی نہیں جاسکتے اور کوئی عقل مند ایسی رکیک تاہیوں کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر انہیں باتوں پر یسوع کی عصمت کی بنا پر تو باریوں کو چودہ سو برس انبیا کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ یسوع کی عصمت سے ماٹھ دھو لینے چاہتے تھے۔ یہاں الفاظ یسوع نے بولے ان کا صاف اور سیدھا مفہوم جو کہ ہر ایک عقل مند انسان قبول کرے گا یہ ہے کہ اس نے اپنی بیگناہی کا انکار کیا۔ اگر اس طرح پر عبارتوں کو کھینچنا کہ کچھ کے کچھ معنی مراد لئے جاویں تو کسی عبارت کا مفہوم بیان کرنے میں کوئی امن نہیں رہتا۔ فرض ان واقعات سے عیاں ہے کہ انجیلیں بجا ہے یسوع کی معصومیت کے مسئلہ کی تائید کرنے کے اسے گنہگار بتلا رہی ہیں کیونکہ آیت مذکورہ کے روسے یسوع نے نیک یا بیگناہ کو انکار کیا اور تمام بیانات بالکل یہودہ ہیں چنانچہ الفاظ کے صریح معانی کو رد کرنے کے لئے پیش کیے جاتے ہیں اور کوئی عقل مند انسان ان الفاظ سے سوائے یسوع کی گنہگاری کے کوئی اور نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ یسوع کے افعال بھی اسی امر کے موید ہیں کہ وہ بیگناہ نہ تھا اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے باپ بپتسمہ لیا۔ اس بپتسمہ دینے کے متعلق کئی امور مد نظر رکھنے چاہئے۔ اول یہ کہ یوحنا بپتسمہ توبہ اور گناہوں کے اقرار کا بپتسمہ تھا جیسا متی ۳: ۲ میں لکھا ہے کہ ”یہ شہاد اور تمام یہودیہ اور یہود کے آس پاس کے ملکوں کے رہنے والے اسکے پاس گئے اور یروشلیم میں اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے بپتسمہ پائے گا تو قاف میں لکھا ہے اور وہ (یوحنا) یروشلیم کے سارے اس پاس کے ملک

میں آگے گناہوں کی معافی کے لئے تو یہ کہہ بیٹھیں گی مٹا دیں گے اور دوسری دو بخیلوں میں بھی اسی قسم کی آیتیں موجود ہیں ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کا بیٹیم گناہوں کی معافی کے لئے تو یہ کہہ بیٹھتا تھا جیسا کہ لوگ اپنے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ یسوع نے بھی دیگر یوں کی طرح بیٹیم پایا اور دوسرے گناہوں کی طرح ضرور اپنے گناہوں کا اقرار بھی کیا ہو گا اور نہ بیٹیم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یوحنا کے بیٹیم میں بیٹیم لینے والے کی طرف سے گناہوں کا اقرار ہوتا تھا اس اقرار کے بعد بیٹیم نے والا مرید کو پانی میں غوطہ دیتا تھا اور اس سے مراد یہ لیا جاتا تھا کہ بیٹیم لینے والا گناہوں سے صاف ہو گیا ہے اگر گناہوں کا اقرار نہ ہوتا تو پانی میں غوطہ دینا بھی نہ ہوا ہو گا اور اس طرح بیٹیم کی کوئی رسم بھی پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یوحنا کا بیٹیم تو یہ گناہوں کے اقرار اور بیٹیم پانی میں غوطہ لینے کے بعد ان گناہوں کی معافی کا بیٹیم تھا۔ یسوع نے خود اس طرح بیٹیم حاصل کرنا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی اور طریق سے گناہوں کی معافی اور روح القدس کا انعام نہیں مل سکتا۔ انسانی طور پر یا بیلیا میں لکھا ہے کہ یوحنا کا بیٹیم تو یہ اور گناہوں کی معافی کا بیٹیم تھا۔ اور اس سے یہ مراد تھی کہ روحانی بلیدیوں سے صفائی حاصل ہو، یہ کہنا کہ یسوع نے صرف بے معنی رسم پوری کی سخت بیہودگی ہے۔ انجیلیں کہتی ہیں کہ اسے بیٹیم ملا اور اس نے تمام رسم کو ادا کیا جس کا بڑا حصہ گناہوں کا اقرار تھا اسکو بے معنی رسم قرار دینا گویا یہ کہنا ہے کہ جب اس نے گناہوں کا اقرار کیا تو وہ کہنا کچھ تھا اور اسکے دل میں کچھ تھا۔ لیکن یہ تو بیاکاری ہے کسی نے اسے مجبور نہیں کیا تھا کہ گناہوں کا اقرار کرتا پھر بے جگہ اس نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا تھا نیز اگر گناہ ایک موقع چھوٹ بولا تو پھر کیوں نہیں کہ اس کی باقی تعلیم اور بیانات بھی اسی قبیل کے ہوں۔ کیا اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اسکے تمام الفاظ اور کام جھوٹے اور بے معنی تھے۔ انجیل کے مطابق یسوع کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں معلم ہوں اور شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں باوجودیکہ شریعت کے رسوم بے معنی اور مہمل اور بے حقیقت تھے اور پھر خود ایسے کام کہے جن میں کوئی حقیقت تھی اور ایسے الفاظ بولے جو محض جھوٹ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے بیانات صرف عیسائیوں کے ڈھکوسلے ہیں جو ایک جھوٹے دعوے کو قائم کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہیں۔ انجیلوں میں یہ معلوم

ہوتا ہے کہ یسوع نے صاف صاف نیک کہلائیے انکار کیا اور اس قول کی تائید اپنے قتل سے
کی یعنی یوحنا کے ہاتھ پر پتہ لیا۔

دوم انجیلوں نے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس یسوع پر نہ اتاری جب تک اس نے یوحنا
کے ہاتھ سے پتہ نہ پایا۔ اگر عیسائی مشنری اس امر پر غور کرتے تو انہیں آسانی سے معلوم ہوتا
کہ یسوع کی زندگی کا سب سے عظیم الشان واقعہ جو اسکے لئے نزول برکات و انوار کا موجب ہوا یوحنا
سے پتہ لینا تھا جس کے بغیر روح القدس ہر گز اس پر نازل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی
کہ خدا نے روح القدس کا انعام یسوع کو نہ دیا جب تک اس نے یوحنا کے ہاتھ پر توہ نہ کر لی تھی
تو یہ ہے کہ یہ پتہ میری بے ایک بے معنی رسم ہونے کے یسوع کی زندگی میں ایک عظیم الشان واقعہ ہو
اور انجیل ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یوحنا یسوع کا روحانی باپ بننے کے لائق تھا کیونکہ
لوقا ۱۱ سے ہمیں پتہ ملتے ہے کہ وہ یعنی یوحنا اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر ہوا
تھا۔ لیکن یسوع پر روح القدس نازل نہ ہوئی جب تک اس نے یوحنا کے سامنے عجز ظاہر نہ کیا
اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اسکے ہاتھ پر توہ نہ کی۔ اس پتہ کا اثر اتنی جلدی ہوا یا دوسرے
لفظوں میں یون کہنا یا انجیلوں میں روحانی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ چوتھی یسوع نے اسکے
پاس تو بہ کی اس وقت روح القدس کا انعام اسے بخشا گیا۔

تیسری بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یسوع اپنی راستبازی کو جب تک اس نے یوحنا سے پتہ نہ لیا تا
خیال کرتا تھا۔ مگر یسوع کے وہ الفاظ لکھتا ہے جن میں اس نے یوحنا کے ہاتھ سے پتہ لینے کو جو بیان
کی ہے کہ کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ وہ بھی سب راستبازی پوری کریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت
وہ اپنی راستبازی کو ناقص خیال کرتا تھا۔ اسی نقص کو اپنی راستبازی میں محسوس کر کے ایسی دیگر
گناہ کے باعث اس نے یوحنا کے سامنے انکساری کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی یسوع کی
راستبازی کا نقص اسکے اپنے اقرار سے ظاہر ہے کیونکہ اس نے کہا کہ میں شراب پیتا ہوں مگر
یوحنا بقول ناجیل تمام مسکرات سے پرہیز کرنے والا تھا۔ یوحنا کے وہ الفاظ جو بتی نے لکھے ہیں اور
چنے پائے آجائے کہ یوحنا نے یسوع کے مقابلہ میں کفری دکھائی بالکل یہ بنیا نہیں کیونکہ ان کی نظیر

دوسری دو مستبر انجیلوں میں نہیں پائی جاتی نیز ان الفاظ کی تردید متی کے ہی بیان سے ہوتی ہے۔
 جہاں یسوع نے اقرار کیا کہ میری راستبازی یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے بغیر ناقص رہے گی
 نیز یوحنا یسوع کی مسیحیت پر آخر تک شک کرتا رہا (لوقا ۲۴) کیونکہ اس نے یسوع کو اس گردہ میں
 سے جو اپنے گناہوں کے اقرار کے لئے اسکے پاس آیا تھا ایک معمولی شخص سمجھ کر تپسہ دیا تھا۔

ماسہ ۱۱ ان مامور کے کہ یسوع نے خود گناہوں کا اقرار کیا اور نیز اپنے مرشد یوحنا تپسہ دینے
 والے کے پاس اقرار کیا۔ (ماچیل ۱۱) اسکے کئی ایک دیگر اقوال و افعال دیکھے جلتے ہیں جن سے
 اس کی مصدقیت بالکل یلیا میٹ ہو جاتی ہے اول اسے شراب پینے کی عادت تھی لوقا ۲۲: ۱۵
 ”کیونکہ یوحنا تپسہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ پیتا ہے۔۔۔۔۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور
 تم کہتے ہو دیکھو ایک کھاؤ اور سے خوار معمول لینے والوں اور گناہ کاروں کا دوست“ اس لئے
 اسے اپنی تعلیم اور نمونہ سے لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیا جو شراب کا شکار بن گئے نہ ہارون خاندان
 اس فرسہ سے ہلاک ہو گئے اور اس طوفان کو بجائے روکنے کے یسوع نے اور بھی جوش دیا تا جو د
 جو ان اور مجھ دوہیکے اس کی آشنائی بعض بدکار عورتوں سے تھی جو ہمیشہ اسکے پاس رہتی تھیں بلکہ ایک
 جگہ وہ بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے۔ متی ۲۳: ۱۵۔ اسے ایک بچہ جی سے عطر ملو یا جو اس کی حرام کاری
 کی کمائی تھی اور اراؤ تا اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی لوقا ۷: وہ اپنے والدین
 کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی نان کی اس نے بے ادبی کی۔ (متی ۱۲) جو شریعت موسوی کی مطابق
 سخت گناہ ہے۔ اس نے ایک بیگناہ شخص کو جسے اسے کچھ نقصان پہونچایا تھا قریباً دو ہزار
 سوڑے مکے گلہ کو تلف کر دیا۔ مرقس ۶: ۱۱۔ اس نے اپنی حاضری میں اپنے شاگردوں کو بغیر رضامندی
 مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی اور جس واقعہ پر تینوں معبر ماچیل تنق
 ہیں (متی ۲۳ مرقس ۲۲۔ لوقا ۲۴)۔ اسے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیوں دین اور بہت
 نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے مہیا آگے بیان ہو گا۔ اسے تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس کا
 پیشہ گذر چکے تھے چوراہہ پر ہمار کہا (یوحنا ۸) اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اس کی تمام تعلیم نہیں
 سے چلائی ہوئی ہے اسے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جبکہ اسے یقین تھا کہ اس کی موت مل نہیں

سکتی اس نے اس چور سے وعدہ خلائی کی جو اسکے ساتھ صلیب پر لٹایا تھا۔ مٹی پر چلے گئے
ظاہر ہے کہ یسوع نے چور کو کہا "آج تو میرے ساتھ بہشت میں ہو گا لیکن یسوع خود تین دن
دورخ میں رہا اور یہ بھی شک نہ کرے کہ آیا وہ چور کو بھی دورخ میں ساتھ لے گیا یا نہیں بہشت
میں جانے سے تو وہ ناکام رہا پس کم سے کم اسے مناسب تھا کہ اس چور کو دورخ ہی میں لے جائے۔
اس سوال کا جواب عیسائی مشنریوں کے ذمہ ہے انجیلوں سے صرف یہ پایا جاتا ہے کہ یسوع نے
وغذہ کا خلافت کیا کیونکہ وہ مصلوب ہونے کے بعد کئی روز اور بعض روایتوں کے موافق چالیس روز
زمین پر رہا عیسائی تعلیم کے بموجب دورخ میں اتر گیا اور یہی معلوم ہمیں ہوتا ہے کہ یسوع چور
کے ساتھ پہلے بہشت میں گیا ہوا اور اسے وہاں چھوڑ کر زمین پر یادورخ میں اتر پڑا ہو گیا کیونکہ یسوع
میں وہ صاف صاف کہتا ہے کہ "میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا"
یسوع کی ایک اور وعدہ شکنی بھی انجیلوں سے معلوم ہوتی ہے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی
یہ نسل گزرتے جانے لگی کہ ان آدم جلال کے ساتھ آئے گا۔ مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی چھوڑا نکلا اور وہ لوگ
جنگو مسیح نے واپس آکر دیکھنا تھا اور ان کے دیا رہے دل ٹھنڈا کرنا تھا۔ وہ سب کے سب مرٹ گئے
اور ان کے بیٹے اور پوتے وغیرہ سب مر گئے اور انیس برس کے قریب انکے مرنے پر گزر گئے تو اب دوبارہ
آدمین یسوع مسیح کو کیا خوشی ہوگی اور کس کو دیکھ کر انھیں ٹھنڈی کر دیا گیا انکی قبر نکلو دیکھیے گا۔
یا ان کی اچڑی ہوئی بستیوں کا نظارہ کوئے گا۔ افسوس کہ ان لوگوں کی زندگی جنگیہ وعدہ دیا گیا تھا۔
کس مایوسی میں گزری ہوگی اور پھر موت کے وقت انکو کسی کسی حسرتیں سامنے آئی ہوگی۔
سب سے بڑا گناہ جو انجیلوں کے رو سے یسوع پر عائد ہوتا ہے اسکا خدا کا دعوے کرنا ہے باوجود اس
بات کے کہ اسکو یہ علم تھا کہ وہ میریم کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور خون حیض سے اسکے اعضا بہت
اور ساری انسانی کمزوریاں اور لاپرواہیاں اور بھوک پیاس کی تنگیان اس پر وارد ہوئی
ہیں یہ یہود وہ دعوے ایک بڑا نقص ہے جو اس کی فہم و عقل میں پایا گیا ہے چاہے تھا کہ وہ خدائی
کا دعوے اس وقت کرتا جبکہ خدائی کی طاقتیں اپنے اندر پاتا نہ یہ کہ یہودیوں سے مارین کھانا حکام
کی عدالتوں میں کھینچا جاتا غور سے جان کی پستی بھوک سے جان بچنے کو ہوتی اور اگر خدائی کے دعوے

کیلئے یہ کہا جاسکے کہ اس نے معجزات دکھلائے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نے دکھلائے اور کیوں جائز نہیں کہ ہندوؤں کی ان کہانیوں کی طرح جو پورانوں میں موجود ہیں یہ بھی کہانیاں ہوں مردہ کا زندہ کرنا تو ایسا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ اگر ہوتا تو اس سے اسرائیل کی قوم میں ایک شور مچ جاتا اور یہ یہودی روتے روتے بیرون پر آگرتے نہ یہ کہ ان کے بیرون میں زنجیر ٹوٹتے اور حالات میں کرتے اور آخر بڑی بے رحمی سے صلیب پر چڑھا دیتے اور اگر فرض کے طور پر کوئی نشان ظاہر ہوا ہوتا وہ صرف صحت نبوت کی دلیل ہوتی نہ کہ خدا کی کاکوئی نشان کیونکہ اگر نشانوں سے خدا کی ثابت ہو سکتی تو ایلیاہی کی خدا کی بوجہ اولی ثابت ہو جاتی وجہ یہ کہ اسلاطین اور روسلاطین میں ایلیاہ کے استبداد نے بدست اور اقتدار میں معجزات کا ذکر ہے کہ مسیح کی نسبت ذکر کرنا اور سی شاہد بھول گئے ایلیاہ نے اپنے پیٹ سے پیٹ لگا کر ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ ایک عورت کو اسکے ایک پاؤں میں بے حرکت دی کہ وہ اخیر تک غم نہ ہو سکا اور دشمن جب اسکو کپٹنے گئے تو وہ دفعہ پچاس پچاس آدمی کو صرف نظر کرنے سے ہلاک کر دیا اور بادشاہ کو یہ کہا کہ قبل اسکے کہ تو بلنگ کے نیچے اترے تیری جان نکل جائے گی۔ مگر سیج پیلطوس کا کچھ بھی لگاؤ نہ سکا۔ اور پھر خبری وقت میں عزت کے ساتھ رتھ پر سوار کر کے آسمان پر اٹھایا گیا مگر سیوع مسیح کی نسبت ثابت نہیں کہ وہ آسمان پر کھینچے جانے کے وقت ایک گدھے پر بھی سوار کیا گیا ہو اور پھر جب ایلیاہ دوبارہ دنیا میں نازل ہو گا تو ثابت کر دے گا کہ ایسا مسیح جھوٹا تھا جو اسکے پہلے آگیا غرض خدا کی کا دعویٰ ایک بڑے گناہ کا ارتکاب ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کا خدا ہونا اسکے بزرگوں کو حرمین نبی اور کاہن بھی سحر پہلے سے معلوم ہوتا اور وہ جانتے کہ وہ تین خداؤں میں ایک ہے اور کائنات میں ثلاثی حق تعالیٰ کی توحید کی مصیبت پڑی تھی کہ اس کی مان کے تارک ہوئی حالت میں یہ بے ادبی کرتے کہ اسکے لئے کوئی خداوند تلاش کر کے خواہ مخواہ بے باپ پیدا ہونے کی رونق پر خاک ڈال دیتے اور حرم کو ہندو فکشن کی محرم ٹھہراتے اور اس کا نکاح کرتے اور اپنے خدا کی مان کو کسی دوسرے کی جو رہتا ہے اور پھر جب مسیح پیدا ہوا جو ان کے زعم میں خدا تھا تو خدا کے حق نہ کرنے کی تہمید کیا ضرورت تھی اسکے گوشت کا تو سب حصہ خدا کی رنگ سے رنگین تھا اس کا ٹٹو تو ہرگز مناسب نہ تھا۔

اور اگر کاٹا گیا تھا تو تبرک کی طور پر رکھنا چاہئے تھا فتنہ کی اصل جڑ یہ ہے کہ اس بات کا نشانہ ہو کہ جس طرح وہ زمانہ گوشت کاٹا گیا اسی طرح اس عضو کی ناجائز گردن کشیوں پر خدا کے حکم کی تیرجھری چلائی جیسے کہ وہ بے اعتدالی اس کی کٹ جائے اور یا بعض اسے بھی فتنہ کر ایا کہ تم میں کتابیابیاب نہ رکھے کیونکہ اس مرض کو فتنہ کرنا فائدہ کرتا ہے لیکن مسیح کی نسبت تو یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ بزرگوں نے اسے اسکا فتنہ کر ایا تھا کہ اشد شہادت و حشمت نہ جو ش کم ہو جائے جیسا کہ غیر معنون تو سوچتے ہیں ہوتا ہے اور نہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکا پیشاب بند ہونیکا اثر فتنہ تھا اسلئے فتنہ کر ایا گیا ہے

پھر یسوع کا یہ قول جو متی باب ۲۱ - آیت ۳۱ میں جرح ہو کہ یسوع نے اسے بھی یہود کو علما کو کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ محصول نیو واسے اور کبیاں تم سے پہلے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتی ہیں یہ خطاب یہودیوں کے مولویوں اور فقیہوں اور فیسیدہ کو تھا جسکا دوسرے نفقہ بین تھا خاصہ یہ تھا کہ اسے مولویوں اور فقیہوں اور بنی اسرائیل کے عالموں اور موسے کی گدڑی پر بیٹھنے والوں کو بچان جو ہمیشہ نہ انکار کرتی - اور ہر کام کی خرابی پر گزارہ کرتی ہیں وہ سے بہتر ہیں اور وہ سے پہلے بہشت میں جاپنکی یہ اسکا سخت کلامی اور بدعتی ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر دنیا میں نہ ہو اور کیا حقیقت میں یہودیوں کے علما اور فقہاء اور انکے ربانی مولوی جن میں سے بعض حضرت مسیح کے استاذ بھی تھے وہ کچھ دینے پر تھے ایا کلاہ اگر اس زمانہ کے مولویوں یا پڑھتوں کی نسبت کہا جائے تو وہ گھٹے کا ہار ہو جائیں اور کو شمش کرین کے اوّل تو خود در نہ عدالت کے ذریعے سے اسکو سزا دلائیں کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ یہودیوں کے ان علما کی طرح ان مولویوں میں بھی صبر ہے کیا وہ ایسے بزرگان کو کسی قانونی ننگینہ میں نہیں لائینگے اور کیا وہ اسکی سزا دی کیلئے عدالت تک استغاثہ نہیں پہنچائینگے پس اس سزا میں ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مولوی بہت ہی خلیق اور بردبار اور علیم اور دگر گزار کر نیوالے تھے جو باوجود خدا و عزت اور مرتبت کے کائنات کو بعض رونی گورنمنٹ میں کر سکتے تھے لیکن یہ بھی تھے پھر ایسے سخت کلامات بلکہ گندی گالیان سنکر بھی بہت برداشت اور دگر کرتے رہے کیا مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی سخت گوئی کو اس حد تک پہنچا کہ تمام مسخر مولویوں اور فقہاء کا نام بخر کھنڈا فرض کیا کہ مسیح کے برابر کا تقوے نہیں تھا اگر مسیح کی شہر بخراری یا دیکھے ایسا فرض کر لیں یہی نہیں شرم آتی ہے لیکن تاہم اگر بطور فرض خیال مسیح کو تقوے سے پہلے کچھ زیادہ چھوڑ دیا جائے تب بھی

مسیح کا ایسا کچھ بھی تھا کیونکہ آخر علماء یہود موسیٰ کی شریعت کے وارث تھے کیا قیاس میں آ سکتا ہے کہ وہ سب کے سب خراب ہو گئے تھے اور اس لائق ہو گئے تھے کہ انکو کچھ کے نام سے پکارا جائے ماسوائے کفار و شرکاء کے بعد یہی کہ جس شخص کو نہ صرف نبی مانا گیا بلکہ خدا ہی کا جام بھی پہنا گیا ہے وہ شریف انسانوں کا نام کچھ رکھے اس سے تو یہ صاف ثبوت ملتا ہے کہ یہودی بڑے ہی بددعا اور علیم اور بااخلاق تھے کہ باوجود اسرائیل کی اولاد ہونے اور بنیاد ازادہ ہوئی کہ اور باوجود ان وجاہتوں کے جو گورنٹ رومی میں لکھا حاصل تھیں پھر ایسے نالائق الفاظ کی برابر ساٹھ تین برس تک برداشت کرتے رہے جس میں انکی خدا داد عزت اور مرتبت کی سخت کسر شان تھی درحقیقت کوئی بھی ایسا گندہ اور سخت لفظ یا تین نہیں رہا جو انکے معزز علماء کے حق میں اس شخص نے نہیں بولا کچھ انکا نام رکھا حرام رکھا انکو کہا کہ بھی غصہ میں آکر سوئے نام سے انکو موسوم کیا اور بھی کتے کتے کر کے پکارا اور بھی سانپوں کے بچے اور بھی گدھے اور بھی انھے لکھا گیا کہ مسیح کا گدھے پر سوار ہونا بھی یہی مرضی کہ یہودیوں نے اسے غلبہ ہو گا۔ اور حق نادان کذاب و غماز بے ایمان ریاء کار رشوت خور علماء یہود کو کہنا یہ تو ہر وقت گویا انکی نسبت یسوع کی زبان پر جاری تھا تو کیا استفادہ کالیان اور پھر سخت کالیان یہود نے بھی کی یہود مسیح کو دین اسکا ثبوت ایک ذریعہ بھی انجیل میں نہیں پاؤ گے تو کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس شخص اخلاق سکھانے آیا تھا اس کی زبان پر ہر وقت کتنا بلا سوئے حرام زادہ بے ایمان کچھ جاری رہے اور ادا نہ بات پر چڑھ کر لوگوں کو ہمیشہ کا جہنم انعام دے اور جنگلوں پر اخلاقی سے متہم کیا جائے وہ سخت گویا نہ صبر کرین اور زمین اور چپ رہیں +

ہاں یہود کے نامدار علماء نے مسیح پر کفر کا فتوے لکھا اور تمام معزز علماء نے اس تکفیر پر اتفاق کیا سو یہ فتوے کالی میں داخل نہ تھا بلکہ جو کلمات کفر یہود مسیح کے ہنہ پر جاری ہوئے جن کی نسبت علماء اگر نہ مت میں استفادہ پیش کیا گیا اس استفادہ کا موسوی شریعت کے رو سے یہی جواب تھا کہ ایسے کلمات منہ پر لانا اور کافر بلکہ واجب القتل ہی تو اس میں یہودیوں کا کیا قصور تھا یہود تو بتاتے ہیں کہ انکی مخالفت کی یہاں تک کہ اسکا معاملہ پر وہ پوشی اور تاویل کی حد سے بہت آگے گزر گیا۔ آخر علماء یہود کو اسکی نسبت کفر کا فتوے لکھنا پڑا اور اگر کفارہ کی بات کچھ سچائی گئی تھی تو یہود پر یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے کہ کو سولی دیا کیونکہ انکے ذریعہ سے یسوع مسیح کی وہ مراد حاصل ہو گئی جسکے لئے وہ آیا تھا۔ جس بات کو

اپنے چاہا بیٹھے نے چاہا۔ روح القدس نے چاہا اور وہ اس سے گئے گا نہ ہوئے تو پھر اگر یہودیوں نے
 بھی اسی بات کو چاہا تو وہ کیوں گئے گا نہ ہو گئے کیا نیکی بھی گئے میں بھی داخل ہو سکتی ہے وہ اس بات میں
 کیلئے متوتر ہے میں یہ تو کثرت رائے سے فیصلہ ہو گیا اور وہ نیکی کے معین تھے نہ بدی کے جو کام ہوں
 کیا اس میں تو سارے جہان کی بھلائی تھی۔ تھوڑا بہت یہود اس کی طی نے ان کا ہاتھ بٹایا تھی جاری
 شائد کفارہ کے مسئلہ کے قائل نہ تھے کہ ایک ساعت بھی ٹھہرنے کے مگر ان کا کیا گناہ حضرت مسیح بھی اس بارہ
 پر قائم نہ رہ سکے صرف یہود نے اپنے صدق کو بنا لیا کہ بہر حال صلیب پر چڑھا دیا
 مگر مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا۔ اہل اہل کے کہے جنہیں ماری شروع کر دیں اور صلیب پہ چڑھا دیا مگر وہ
 اقوام کے بعد انکار تھا اسلئے قابل سماعت نہ تھا اور پھر خدا کا یسوع مسیح کو زندہ کر کے دو دروازہ ملک میں
 پہلے آسمان سے بھی کہیں آگے پہنچا دینا یہ دوسرا اس بات پر قرینہ ہے کہ خدا یہودیوں کی اس
 کارروائی پر کچھ ایسا ناراض نہ تھا صرف اس قدر خیال میں آ سکتا ہے کہ خدا نے موت کی سزا کو جو
 یہودیوں نے دی تھی جس دوام کے ساتھ بدل دیا تو اسلئے کہ جس دوام بعض صورتوں میں
 موت سے برتر ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے اور سونے اور پھرنے چلنے میں اس قدر تنگیان پیش آتی
 ہیں کہ بعض قیدی خود موت کی تمنا کرتے ہیں اور یا اس لئے کہ باپ خدا کو یہودیوں کی ناراضگی سے
 نہیں تھی اور بیٹے کو ہمیشہ کے لئے سزا موت دے سکتا تھا پس جیسا کہ اعلیٰ عدالتیں مانتی ہیں کہ
 احکام میں کچھ تخفیف کر دیا کرتی ہیں اسی طرح یہ جس دوام بعد حدود زمین ایک قسم کی تخفیف سزا تھی
 اور یہ امر کہ کیوں خدا نے پہلے آسمان پر ہی مسیح کو نہ رکھا آگے لیجانے کیا فائدہ تھا ممکن ہے کہ اس کا
 یہ سبب ہو کہ یہودی سحر یا بل میں بھی طاق ہو گئے تھے وہ اپنی ساحرانہ قوت سے پہلے آسمان پر
 پہنچ سکتے ہو گئے سو اس اندیشے سے کہ کہیں پھر وہ کپڑا کر صلیب پر چڑھا دیں پہلے آسمان سے
 آگے پہنچا دیا اور اس سزا جس دوام کے بارے میں بھی خیال کر سکتے ہیں کہ چونکہ کفارہ کی
 تاثیر ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے دائمی تغذیہ تھی اور وہ موت کی حالت میں نہیں ہو سکتی
 تھی اس لئے جس دوام کی سزا دی گئی حسین ہمیشہ بموک پیاس کی تکالیف اور عزیزوں کی جدائی
 اور وطن کی مفارقت شامل رہتی ہے اور اگر یہ جلا وطنی کسی غیر خواہی کی فیر سے آتی تو چاہئے

تھا کہ آسمانوں پر اٹھانے کے وقت یسوع مسیح کی والدہ اور باران حوالین کو ساتھ ہی آسمان پر اٹھایا جاتا۔ تاہم لوگوں سے دلی تعلقات تھے ان کی ہمیشہ کی جدائی دل کو کباب نہ کرتی رہتی اور اگر بیٹنظر نہیں تھا تو ایسا تو ضرور کرنا چاہئے تھا کہ دو تین سال کے بعد ایک دفعہ زمین پر نازل ہونے کی اجازت دیدیا کرتا۔ تاہم نگاہانی جدائی اور پھر لاکھوں کوس کی دوری جان کو تحلیل نہ کرتی رہتی کچھ نہیں آتا کہ یہ کیا کارروائی کی گئی مگر تو یہود کو دینی تھی اٹھی یسوع کو دوبارہ دیدی انسانی فطرت میں بھی داخل ہر کہ جب ایک مصیبت اور مشکل کی وقت میں رہائی یا تخفیف سزا کا وعدہ دیا جائے اور وہ وعدہ پھر پورا نہ کیا جائے تو اس سے بھی دل کو بہت ایذا پہنچتا ہے۔ گویا پہلی مصیبت دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور اسکا نقشہ دل کے سامنے آ جاتا ہے اور یہ کارروائی ان لوگوں سے کی جاتی ہے جنکو ہر ایک پہلو سے عذاب دینا ہی منظور ہو تو اسے سوا قوس کے تمام برتاؤ یسوع مسیح سے کیا گیا اور زمین کا تو کو قفسہ تھا آسمان کا بھی کو قفسہ ہوا جب آسمان اٹھانے کے وقت کے قریب یسوع مسیح کو خبر دی گئی کہ مجھے لاکھوں کوسوں کی دوری پر پہنچ کر تمام ہوا عزیز دن اور والدہ سے مجھو کر کیا جائے گا تو وہ بہت غمگین ہوا اور ساری رات اس نے رور و کر و عائن کین کہ میرے باپ یہ پیالہ مجھ سے ڈال دے اس کی مین برداشت نہیں کر سکتا اور والدہ کی جدائی اور عزیزوں کی ہمیشہ کے لئے دوری میری طاقت سے باہر ہے تو اس پر نہایت ناہمی دی گئی تھی کہ ہم جلد تر تجھے والدہ اور دو سرے دوستوں کو ملا دینگے اور وطن دکھلا دینگے۔ اور ابھی یہ لوگ جنکو تو چھوڑ چلا ہے موت کا فرہ نہ چھیننے کہ تو واپس آ جائے گا مگر اس قوس کہ یہ وعدہ بھی مچھوٹا ہی نکلا۔

غرض منجملہ نہایت مضبوط اور قوی اعتراضوں کے یسوع کی خدائی کا دعوے پر اگر اس میں خدائی کی طاقت موجود تھی تو کیوں اس نے اپنی اس طاقت کو استعمال کر کے اپنی خدائی کاشت نہ کیا۔ اور اگر الہی طاقت موجود نہیں تھی تو کیوں فتنوں کر کے ایسا دعوے کیا جسکا کچھ ثبوت نہیں تھا اور اس طرح کر اور کیا گناہ ہو گا کہ انسان ہو کر خدائی کو با تہدانا چاہا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس تہمت پر حضرت مسیح علیہ السلام کا دامن پاک ہر جس طرح دنیا میں صدمہ انسان خدا بنائے گئے ایسا ہی ان لوگوں کے

جنگ مملوک پرستی کی عادت تھی حضرت مسیح کو خدا قرار دیدیا جبکہ پتھرون اور بنائے گئے تھے انسانی طاقتیں موجود نہیں خدا مظهر الایکا تو اس صورت میں انسانوں کو خدا بنا بہت سہل تھا البتہ یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر انسانوں کو خدا بنایا گیا خدا نے ہر ایک پہلو سے ان کی کمزوری اور ضعف ظاہر کیا مثلاً یہ ایسا کمزور ثابت ہوا کہ بیوی اور بچوں کے حقوق کو بھی ادا نہ کر سکا اور شریعت کی دہائی جز میں سے جو حق العباد ہے اسکو بھلا دیا سب عزت اور استعجاب دعا کا منکر راجس و ثنات ہوتا ہے کہ اس پر وہ راہ نہیں کھلی جو اہل التہذیب کھلا کرتی ہے ایسا ہی راجہ راجندر کو خدا بنایا گیا آخر اسکی مصیبت پیش آئی کہ راجہ راون اس کی عورت کو نکال کر لے گیا اور سخت غم اور بھرتی اسکو اٹھائی پڑی اسی طرح حضرت مسیح کو خدا بنائی کی کوشش کی گئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی عصمت اور ان کی والدہ کی پاک دامنی پر وہ سخت حملے ہوئے جنگی نظیر تمام مہیون کے سوانج میں نہیں پائی جاتی ایک یہ بھی حملہ ہوا کہ ان کی کوئی پیشگی سچی نہیں اور نشانوں کے دکھلا نہیں وہ تالاب شریک غالب راجہ کا انجیلوں میں ذکر ہے اس سے ثابت ہے کہ کسی شخص کو خدا کی کا دعویٰ مبارک نہیں ہوا۔ اس زمانہ کے پادری سا جرنل نے حضرت مسیح کو خدا بنائے کے تمام مہیون کی عجیب گئی کرنا اپنا ایک فرض قرار دیا ہے انسانیت اور انصاف نہیں کہ ایک شخص بیگ ہو کر اور منہ پھاڑ کر خدا کے پاک مہیون کی نسبت جو چاہے کہے اور جب کوئی دوسرا شخص اس سے بڑھ کر اسکے پیشوا کے عجیب پیش کرے تب برا فر دختہ ہو جائے اور عدالتوں تک پہنچے اسے نادانوں جب تم دوسروں کے مقدس

مہیون کے معجزات کو معجزہ قرار دینے لیا سمجھتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو دی کہ نظر میں مسیح کے نشانوں کی کچھ بھی وقعت نہ رہی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ جو مسیح پر ایمان لاکر پیڑہ ہو گئے انکی امتداد کی وجہ میں نہ کہ ایک بھی وجہ کی طرف توجہ نہ کیا پوری زمین اور وہاں کی طاقت اسکو ملا اور اسے یہودیوں کو دشمن سمجھایا اور مسیح کو خدا کو ماننے والوں کو دشمن قرار دے کر اور وسطیٰ جو معجزات کا دعویٰ تھا ان میں بھی عیسائیوں کو بہت سخت اٹھائی پڑی یہ شلم کا تالاب ایک ایسا تالاب قریب پیدرا ہو گیا جس میں شل کے انواع اقسام کی مچھلیاں تھیں جس میں تالاب مسیح کے نشانوں کی وقعت اور عزت جاتی رہی اور کچھ مچھلی کی جگہ نہیں کہ ایک کشمیر کے بعض حصوں میں بھی ایسا تالاب موجود ہے جس میں شل کے نہیں مچھلیاں درج ہوتی ہیں اور ان میں مضمون شلم مطلقہ کہ ملازمین ایسا تالاب پیدا ہوا ہے جس میں شل کے نہیں مچھلیاں درج ہوتی ہیں اور ہر سال سپر لگائی دیکھو بیچنے سے ستر ستر مچھلیاں درج ہوتی ہیں

مضمون شلم

رہبروں پر حبیب لگاؤ کے تو اسکا یہ غرور ہی اور مذہبی نتیجہ ہو گا کہ تمہارے نبی بھی حبیب لگایا جاوے گا
اور جس پیمانہ سے تم ملتے ہو اسی پیمانہ سے تمہارے لئے بھی ناپا جائے گا تم اس ناپاک خصلت
کے کیون باز نہیں آتے کیا یہ بھی عیسائی تعلیم کا ایک جز ہے نہیں اس تصور سے بہت ترسنا
ہو نا چاہیے تھا کہ تمہارے مذہب کا سارا دار ایک مرے ہوئے انسان کی فرضی زندگی پر ہے
اور اسی کو تم نے خدا بنا رکھا ہے پھر وہ شخص بچائی سے کیا حصہ رکھتا ہے جس کا خدا ایک قبرین
بوسیدہ ڈھیران پڑی ہیں۔ سو تم ایسے کمزور ہو کر اسلام جیسے زبردست مذہب پر مفتخرانہ حملہ مت
کرو بلکہ چونکہ تم اپنے مردہ خدا کی وجہ سے جبکہ کتر سو بہتر ہی ہے کسی مذہب کی بھی عیب گیری مت کرو
دراصل یہ گناہ پادری صاحبوں کا ہی ہے کسی اور کا کیونکہ پادری صاحبان تعلیم تو پیش کرتے
ہیں کہ اگر ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو مگر پناشیہ وہ یہ بنا کر کہ اگر جب تک
مخالف کی دونوں گالوں پر بے قصور طمانچہ نہ مار لیں تب تک حد نہیں کیا یہ طمانچہ مارنے سے
کہہ ہے کہ اپنے مخالفوں کے پیشواؤں پر طرح طرح کے جھوٹے عیب لگاتے ہیں اور بد زبانی سوز لکھتے
ہیں کیا اس طریق سے کسی بھی کامیابی کی امید ہے اگر زید بکر پر تہمت چھینکتا ہے اور بکر کہتا ہے اس
بڑھ کر پتھر موجود ہیں تو کیا وہ ان پتھروں سے زید کا سر نہیں کچلے گا یہ بوسب دنیاوی صورت پر
جھگڑے اور کینے ہو جائینگے۔ آپ گندی زمین پر کھڑے ہو کر جس میں نجاست تازہ نوہر دوسروں کے
مصفافرش پر دغ کا اہتمام لگانا انہیں نادانوں کا کام ہے جو اپنا انجام نہیں سوچتے۔ دین اسی
حد تک دین ہے جب تک دیانت اور صبر اور راستن بازی ہو نہ یہ کہ دن رات اس بات کی کوشش میں
ہیں کہ آخر سے بہتان سے جھوٹ سے تحریف سے جعل سی جھوٹی کتابوں کے ذریعہ سے سیدھے
معونے لگاڑنے کے کسی خدا کے مقدس اور پاک نبی پر گنہ کا عیب لگایا جائے تاکسی طرح یسوع
مسیح نے گناہ ہو کر خدا بن جائے اور شفیع قرار پاوے لیکن مسیح کے مخالفوں نے درحقیقت یہ
نماست کر دیا ہے کہ میگناہ اور معصوم نام رکھانے میں جسد یسوع مسیح اور اس کی والدہ کو مستحق
اور پیچیدہ اعتراضات کا سامنا پیش کیا ہے آدم سے لیکر اس دم تک کسی نبی کو ایسے ناپاک الزامات
کا نشانہ نہیں بنایا گیا ہے۔ پس اگر اس طرح کی عیب جوئی سے کچھ بن سکتا ہے تو بتلا دو کہ ایسے

ایسے الزامات کے رو سے کوئی خاصہ معصومیت کا نسخہ اور اس کی والدہ کے لئے باقی رہ گیا ہے یہ اعتراض ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص عقل اور انصاف اور نظائر قانون قدرت کا پابند ہو کر انکو توڑ سکے پس جس مذہب کے پیشوا کی لائٹ قانون قدرت کے مخالف اور تعلیم صیغہ فطرت کے مخالف اور متعین کی عملی حالت - تقوسے اور طہارت کے مخالف ہو کیا وہ کبھی کسی دوسری قوم کو مذہد کھانا سکے ہیں ؟ تمام مذہب کے اتفاق سے یہ مسئلہ صحیح مانا گیا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پس جس شخص نے اپنی تمام عمر میں یہی سکھایا کہ مجھے خدا کر کے مان لو اس کے اول درجہ کے گناہ گار ہونے میں کس عقل مند کو شبہ ہو سکتا ہے ؟

پھر میں کہتا ہوں کہ توریت اور قرآن نے تو یہ سکھایا کہ خون نہ کرو نہ زنا نہ کرو و جھوٹی گواہی نہ دو مگر جس نے یہ سکھایا کہ میرے خون کے بھر وہ پر سب کچھ کرو نیک و بد چینی کچھ چیزیں نہیں تمام نجات کفارہ سے وابستہ ہے کیا اس نے گناہ نہیں کیا - جس شخص نے شراب پینے کی رسم کا بانی ہو کر ڈراما انساؤن کو شراب کے دریا میں ڈبو دیا کیا اس نے نیکی کا کام کیا اور کیا وہ دوسرے شخص جس نے عرب کے تمام جزیرہ کو جو شراب کے خطرناک سیلاب میں غرق ہو چکے تھے اس مہلک طوفان نجات دی - بالقابل اس بڑی نیکی کا حق دار نہیں ہو چکا - یہ دو انسان ہیں ایک نے شراب کا تقوسے دیکر بیشمار دنیا کو جو انیس سو برس سے آج تک چلی آتی ہے طرح طرح کی ناپاکیوں میں ڈال دیا جن کا تدارک غیر ممکن ہو گیا اور دوسرے نے صد ہا سال کی رسم شراب خوری کا استیصال کر کے اسکی بدترکج سے کروڑوں بامیائین بچا لیں تو اب بتلاؤ کہ ان ثابت شدہ واقعات کو روٹنے کی کون ہو کیا یسوع یا عیسیٰ اللہ علیہ وسلم - یہ کہنا مگر نیکی بعد یسوع نجات دے گا یہ محض ایک خیالی پلاؤ ہے - ہندو گرجینی وغیرہ سب اپنے اپنے پیشواؤں کو ایسا ہی گمان کرتے ہیں اب کون فیصلہ کرے کہ کس کا گمان صحیح ہو مابعد الدنیا کا واقعہ کسی نے دیکھا نہیں لیکن ثابت شدہ واقعات کے رو سے جو دنیا میں ہی ثابت ہو چکے ہیں حقیقی منجی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے تاہم یہ کیونکر ڈراما انساؤن کو شراب سے اسے نجات دی و نہر کشی کی رسم سے اسے نجات دی نہ شرک و فجور کی رسم جو یورپ کی طرح عرب میں بھی پھیل گئی تھی اسے نجات دی - قمار بازی کی رسم جو یورپ کی طرح عرب میں بھی پھیل گئی تھی اس نے نجات دی -

اسی طرح یہ یوں گناہ ہیں جو رسم کی طرح عرب میں شائع ہو چکے تھے جنکو کوئی گناہ نہیں سمجھتا تھا اس
 کامل انسان اور مرد خدا نے ان سے نجات دی مگر مسیح نے توبہ کے لئے نجات دی ہے کہ اور بھی گناہوں میں
 پھنسا دیا کیا شراب پینے میں قمار بازی میں فسق و فجور میں انسان کے خدا بنانے میں دنیا میں
 عیسائیوں کی کوئی نظیر بھی ہے سو اب بتاؤ کہ یہ تمام گناہ کس پر ہیں کیا ان گناہوں سے اس شخص
 کو کوئی حصہ نہیں جس کی ناقص تعلیم نے یہ نتائج پیدا کئے۔ پادری صاحبان ان سوالات سے عاجز ہو کر
 اپنی قدیم عادت کی وجہ سے زینب کے نکاح کا قضیہ پیش کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن سے ثابت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زینب پر عاشق ہو گئے تھے اسکا جواب بچہ اسکے کیا لکھیں کہ انیس
 علی الکاذبین قرآن شریف تو خدا کا کلام ہے اگر پادری صاحبان کسی حدیث صحیح سے بھی اس افترا
 کو ثابت کر دکھائیں تو ہم کشت الکوہ سہرا روپیہ دینے کو تیار ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا کا نبی کہہ کر
 کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہونا یہ واقعہ بھی تو حضرت مسیح کے خاندان سے ہی تعلق رکھتا ہے کیونکہ
 بقول پادری صاحبان داؤد نبی حضرت مسیح کا دادا تھا اور باکی جو رویت سبع پر عاشق ہو گیا۔
 اور زینب سبع وہ عورت ہے جو حضرت مسیح کی دادی یا نانی تھی اور بسنے لیکر کسی جبر کو خود اپنی شہسوہی
 زنا کر لیا۔ مگر بقول پادری صاحبان ایسا ہونا کیا تعجب تھا انسان جو ہوئے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ مسیح
 خدا کا بیٹا کہہ کر ایک عورت پر عاشق رہ چکا ہے یہ وہ روایت ہے جو یہودی پیش کرتے
 ہیں جو بقول پادری صاحبان ایسے نیکیوں میں جنہوں نے اب تک تورات کا ایک نقطہ ایک شوش
 بھی تبدیل نہیں کیا اسلئے کہ ان کی تمام روایتیں بڑی صحیح ہیں دیانت دار جو ٹھہرے +